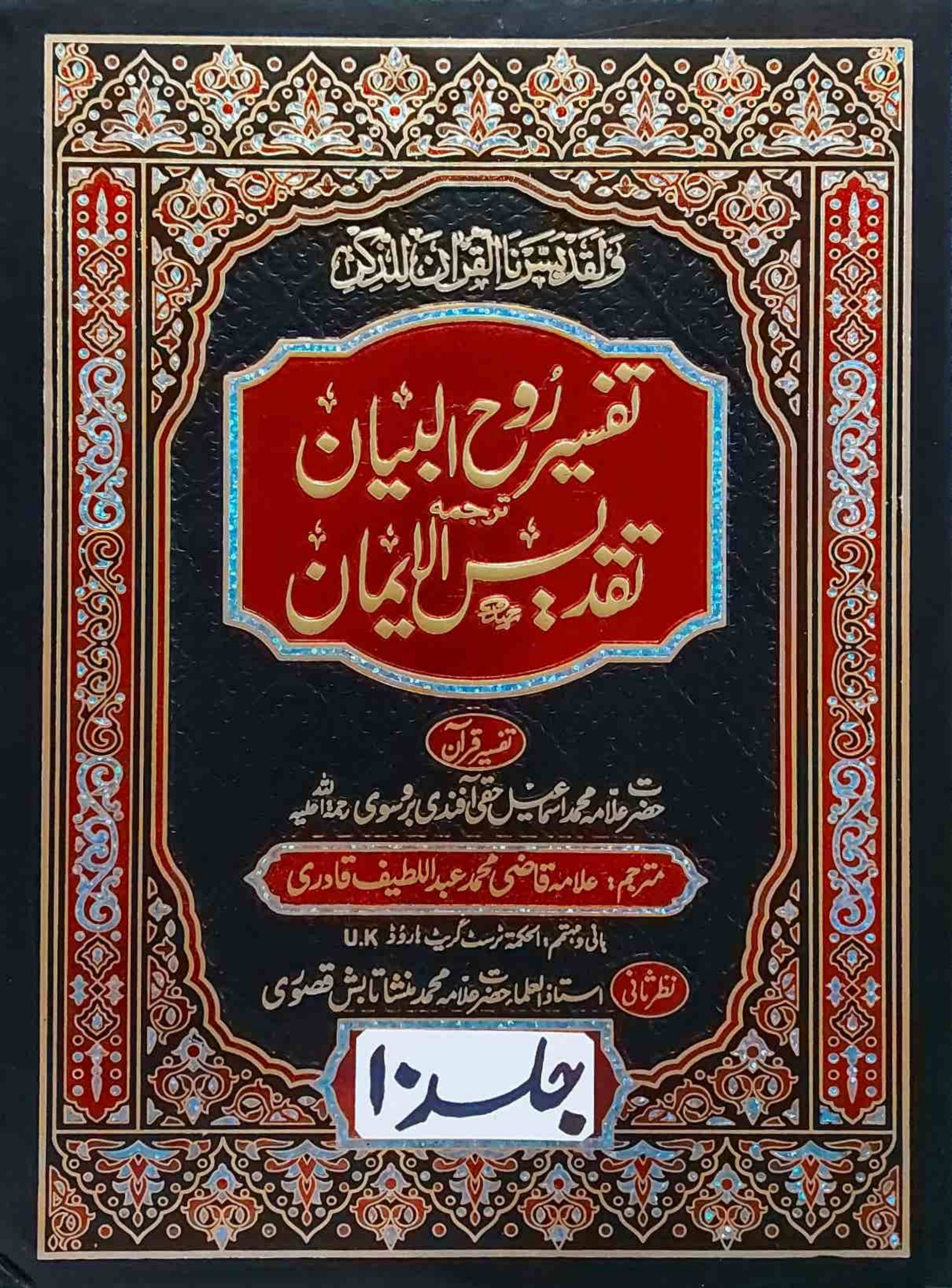

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
تفسیر روح البیان
ترجمہ
تقدیس الایمان
تفسیر قرآن
حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی آفندی بروسوی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم: علامہ قاضی محمد عبداللطیف قادری
بانی و مہتمم، الحکمۃ ٹرسٹ گریٹ ارووڈ U.K
نظر ثانی
استاذ العلماء حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری
جلد ۱۰

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن کو آسان بنا دیا ہے۔ (سورۃ القمر)

تفسیر روح البیان

ترجمہ

تقدیس الایمان

تفسیر قرآن : حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی آفندی بروسوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : علامہ قاضی محمد عبداللطیف قادری

بانی و مہتمم: الحکمۃ ٹرسٹ گریٹ ہاورڈ U.K

نظر ثانی : استاذ العلماء حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری

پارہ 28 تا 30

عبداللہ اکیڈمی

میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

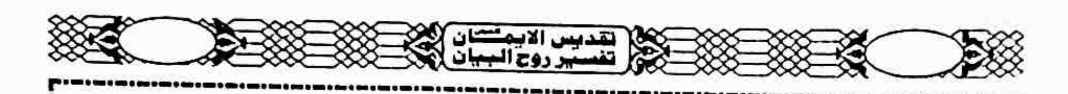
فون: 042-37241382

نام کتاب ......☆...... تفسیر روح البیان ترجمہ تقدیس الایمان
تفسیر قرآن ......☆...... حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی آفندی بروسوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ وتخریج ......☆...... علامہ قاضی محمد عبداللطیف قادری
......☆...... بانی ومہتمم: الحکمۃ ٹرسٹ گریٹ ہاورڈ U.K
نظر ثانی ......☆...... استاذ العلماء حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری
پروف ریڈنگ ......☆...... علامہ قاضی محمد سعید الرحمٰن قادری 0300-9506527
......☆...... علامہ قاضی طاہر محمود قادری، علامہ قاضی مظہر حسین قادری
......☆...... مولانا مقصود الٰہی، مولانا حافظ غالب چشتی
پروف ریڈنگ قرآن ......☆...... قاری محمد اسلام خوشابی 0306-6628331
......☆...... (رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف حکومت پنجاب)
کمپوزنگ ......☆...... حافظ شاہد خاقان 0321/0311-5841622
اشاعت اول ......☆...... 2021
مجلدات ......☆...... 10
ہدیہ

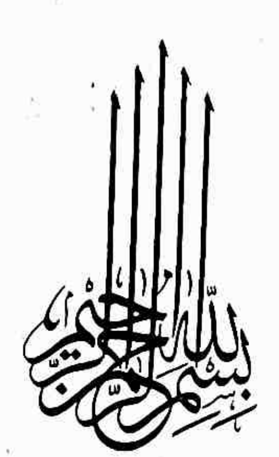
گورنمنٹ آف پاکستان کے احکامات کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کا نام مبارک جہاں بھی آئے گا وہاں ساتھ خاتم النبیین ﷺ کا لفظ لازمی آئے گا۔ حکومت کے اسی حکم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کتاب میں جہاں جہاں حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک آیا ہے وہاں ساتھ خاتم النبیین ﷺ لکھ دیا گیا ہے۔ تاہم اگر کہیں لکھنے سے رہ گیا ہو تو قارئین سے التماس ہے کہ آپ ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ خاتم النبیین ﷺ ہی لکھا اور پڑھا جائے۔ شکریہ ادارہ

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ (ادارہ)



فہرست مضامین تفسیر روح البیان (جلد دہم پارہ 30-28)



پارہ 28 تا 30

تفسیر روح البیان

ترجمہ

تقدیس الایمان

جلد-10



قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ

تحقیق سن لی اللہ نے بات جس نے بحث کی آپ سے خاوند کے بارے میں اور شکایت کرتی ہے اللہ سے۔

وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

اور اللہ سن رہا ہے تم دونوں کی گفتگو۔ بے شک اللہ سننے دیکھنے والا ہے۔

(آیت نمبر ۱) اللہ تبارک وتعالیٰ گفتگو سن رہا تھا۔ اس عورت کی جس نے حضور ﷺ سے ظہار کے متعلق جھگڑا کیا۔ چونکہ اس نے ظہار کو طلاق ہی سمجھا تھا۔ یہی بات لوگوں میں رائج تھی۔ حضور ﷺ نے بھی اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ مگر بی بی خولہ اس بات کو پسند نہیں کر رہی تھی۔ اس معاملے میں حضور ﷺ کو وحی کا انتظار تھا۔ آگے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔ یعنی دونوں کی گفتگو سننے اور اس کی حقیقت کو جاننے والا ہے۔

فائدہ: خولہ رضی اللہ عنہا تین وجہ سے بہت پریشان: (۱) یہ کہ اگر طلاق ہو جاتی ہے تو وہ بھی اور بچے بھی در بدر بھیک مانگنے کے لائق ہو جائیں گے۔ دوسرا یہ کہ والدین میں یا خاندان میں بھی کوئی ایسا نہیں جو انہیں سنبھالے۔ تیسری بات یہ کہ حضرت خولہ کو اپنے خاوند کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ اس لئے وہ خاوند سے جدا نہیں ہونا چاہتی تھی۔
فائدہ: معلوم ہوا جب بندہ مخلوق سے امید ختم کر کے صرف اپنے رب کریم سے عجز و زاری ظاہر کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے کفایت فرماتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست: دور فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفر کے دوران حضرت خولہ کے پاس سے گذرے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کافی دیر روک کر ان سے گفتگو کی۔ بعد میں ساتھیوں نے کہا۔ آپ خواہ مخواہ ایک عورت کیلئے اتنی دیر کھڑے گفتگو سنتے رہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ جس کی بات رب عرش پر سنے میں اس کی باتیں فرش پر کیوں نہ سنوں۔

ازالہ وہم: اللہ تعالیٰ تو جہت اور جگہ سے پاک ہے۔ عرش کا ذکر اس کی بزرگی کی وجہ سے ہے۔

الَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِنكُم مِّن نِّسَآئِهِم مَّا هُنَّ أُمَّهٰتِهِمْ ۖ إِنْ أُمَّهٰتُهُمْ إِلَّا الّٰٓئِ

وہ جو ماں کہہ دیتے ہیں تم میں سے اپنی بیویوں کونہیں ہیں وہ ان کی مائیں۔ مگر جنہوں نے

وَلَدْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ﴿٢﴾

جنا ان کو اور بے شک وہ ضرور کہتے ہیں بری بات اور نرا جھوٹ۔ اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا بخشنے والا ہے

(آیت نمبر۲) وہ لوگ جو تم میں سے ظہار کرتے ہیں۔ معلوم ہوا یہ ظہار کا مسئلہ صرف مسلمانوں کیلئے ہے۔

مسائل :(۱) اگر کہے تو میری ماں۔ یا بیٹی یا بہن ہے تو اس سے ظہار نہیں ہوگا۔ (۲) اگر کہے تو میری ماں کی طرح مجھ پر حرام ہے۔ تو اس کی جونیت ہوگی۔ وہی مراد سمجھی جائے گی۔ (۳) اگر کہے تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح مجھ پر حرام ہے تو یہ ظہار ہے لیکن اگر یہ کلمہ عورت کہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یعنی نہ طلاق نہ ظہار۔

فائدہ: "من نسائهم" سے معلوم ہوا۔ ظہار بیوی سے ہوتا ہے۔ لونڈی سے نہیں۔

فائدہ : ظہار کے بعد وطی اس وقت تک حرام ہے جب تک کفارہ ادا نہ ہو۔

آگے فرمایا۔ وہ تمہاری مائیں نہیں۔ یعنی تمہارا بیوی کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں بنتی۔ یہ جھوٹ بنتا ہے۔ بے شک ان کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا۔ بے شک وہ ان بری باتوں سے ہے جو وہ کہتے ہیں یا جو ان سے صادر ہوئی۔ یعنی شرع اور عقل دونوں کے نزدیک یہ بری بات ہے۔ کیونکہ زوجہ زوجہ اور ماں ماں ہوتی ہے۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ جاہلیت میں بیوی کو ماں کہنے سے وہ ماں کی طرح حرام ہو جاتی تھی۔ لیکن اسلام نے اسے جھوٹ سے تعبیر کیا اور ایسا کہنے والے پر جرمانہ عائد کیا کہ جو بھی یہ کہے۔ وہ غلام آزاد کرے یا لگا تار ساٹھ روزے رکھے۔ یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ جس کا ذکر اگلی آیت میں آ رہا ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔ یعنی وہ ان غلطیوں کو جو اب تک بندوں سے ہوئیں انہیں معاف فرمانے والا ہے۔ اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی بخشش پر اللہ تعالیٰ سے امید کی جا سکتی ہے۔ یا اگلا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ چاہے تو بخش دے توبہ سے یا توبہ کے بغیر ہی۔ اگر وہ سزا دے۔ تو وہ گناہوں کی وجہ سے ہوگی۔ اور بہ تقاضا عدل ہوگی اور بخشش ہوئی تو بہ تقاضائے فضل ہوگی۔

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

اور جو ماں کہیں اپنی بیویوں کو۔ پھر پلٹنا چاہیں اس کی طرف تو آزاد کرنا غلام کا لازم ہے

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۳﴾

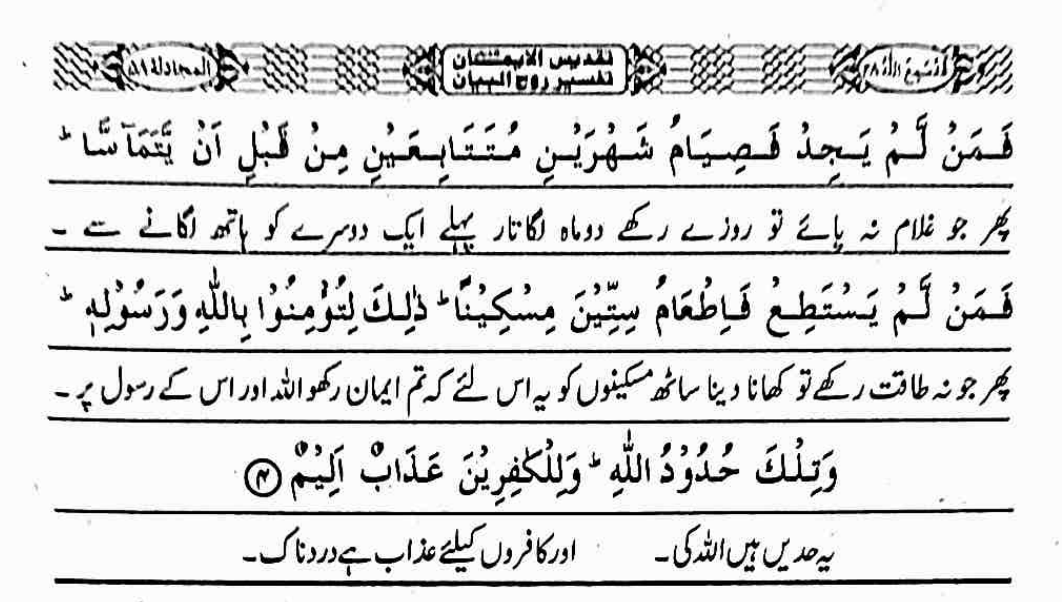
پہلے اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے۔ اور اللہ جو تم عمل کرو خبردار ہے

(آیت نمبر۳) اور وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں۔ پھر وہ لوٹتے ہیں۔ اس کی طرف جو انہوں نے غلط جملہ کہا۔ یعنی اس کا تدارک اور تلافی کرنا چاہتے۔ یہ مجاز مرسل کے قبیل سے ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جنہوں نے پہلے شیء حلال کو اپنے لئے حرام کیا تھا۔ اب وہ پھر حلال کرنے کی طرف لوٹتے ہیں۔ یعنی ظہار کر کے بیوی کو اپنے اوپر حرام کیا تھا۔ اب وہ اسے حلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اس کا تدارک یوں کریں کہ وہ ایک غلام آزاد کریں۔ کیونکہ ایسا کلمہ کہنے سے غلام آزاد کرنا انہوں نے اپنے اوپر واجب کرلیا۔ اگر وہ غلام مومن اور نیک ہو تو زیادہ اچھا ہے۔ اسے آزاد کرتے وقت ظہار کے کفارے کی نیت کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر نیت نہیں کی۔ یا کچھ دیر بعد میں نیت کی تو یہ کافی نہیں ہوگی۔

فائدہ: اس میں فاسببیہ ہے۔ یعنی ظہار جتنی بار کرے گا۔ اتنے ہی غلام آزاد کرنے ہوں گے۔ کیونکہ سبب کے تکرار سے مسبب کا تکرار ہوگا۔ جیسے سجدہ والی آیت کا تکرار اتنے سجدے لازم کرتا ہے۔ جبکہ جگہ یا آیت بدل گئی ہو۔ اگر آیت اور مکان ایک ہی ہو۔

آگے فرمایا کہ یہ کفارہ عورت کے ساتھ بوس وکنار یا جماع کرنے سے پہلے ادا کرے۔ یہاں عورت کو چھونے سے مراد بوسہ یا جماع ہے۔ اگر کفارہ سے پہلے مس کیا تو استغفار بھی واجب ہے۔ کیونکہ وہ حرام کام کا مرتکب ہوا۔ لہذا وہ آئندہ ایسا نہ کرے۔ اسی لئے آگے فرمایا کہ اس بات کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے یاد رہے کہ اس کفارے سے تمہیں اجر وثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ یہ زجر وتوبیخ ہے تاکہ تم آئندہ یہ کام نہ کرو۔ آگے فرمایا کہ جو بھی تم عمل کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے۔ یعنی تمہارے ظہار اور کفارے کو اور تمہارے ظاہر وباطن کو وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ اسی تمہارے عمل کے مطابق وہ جزاء وسزا دے گا۔



فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ

پھر جو غلام نہ پائے تو روزے رکھے دو ماہ لگاتار پہلے ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے ۔

فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ

پھر جو نہ طاقت رکھے تو کھانا دینا ساٹھ مسکینوں کو یہ اس لئے کہ تم ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر ۔

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴﴾

یہ حدیں ہیں اللہ کی ۔ اور کافروں کیلئے عذاب ہے دردناک ۔

(آیت نمبر۴) پس جو غلام نہ پائے ۔یعنی غربت کی وجہ سے کفارۂ ظہار کیلئے غلام نہیں ملا ۔

فائدہ: یعنی اگر اتنا مال ہو کہ جس سے غلام خریدا جا سکتا ہے تو پھر ہر حال میں غلام ہی خرید کر آزاد کرنا ہوگا ۔ خواہ مال ابھی کسی اور کے پاس ہو۔اور اگر نہ مال ہو نہ غلام تو اس صورت میں دو ماہ لگا تار روزے رکھے ۔

فائدہ: یادرہے ان دو ماہ میں عیدین یا ایام تشریق نہ آئیں اور ان دو ماہ میں ایک بھی روزہ ناغہ نہ ہو۔ ورنہ پھر شروع سے رکھنا پڑیں گے ۔ **فائدہ**: ناغہ غلطی سے ہو یا جان بوجھ کر عذر سے ہو یا بغیر عذر ۔تمام صورتوں میں روزے پھر سے رکھنے ہوں گے ۔ پہلے روزے کسی شمار میں نہیں ہوں گے ۔اور یہ عمل عورت کو چھونے سے پہلے مکمل کرنا ضروری ہے ۔آگے فرمایا کہ جو روزے بھی نہ رکھ سکے ۔ بڑھاپے یا دائمی مرض کی وجہ سے ۔تو پھر اس پر تیسرا جرمانہ یہ ہے کہ وہ بغیر دیر کئے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے ۔ مسکین کی قید اس لئے کہ صدقات کے مصارف میں وہ آتا ہے اور مصارف میں سے کسی کو بھی کھلائے تو کفارہ ادا ہو جائے گا ۔

مسئلہ: کسی ایک یا کچھ مسکینوں کو ساٹھ مسکینوں کا کھانا دے سکتے ہیں یا چند دفعہ میں ساٹھ کے برابر کھانا دیدے تو بھی جائز ہے ۔ **فائدہ**: کفارے کا کھانا کافر کو بھی دیا جا سکتا ہے ۔امام اعظم کے نزدیک کھانے کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے ۔ برخلاف بقیہ اماموں کے ۔ یہ اس لئے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہو یا یہ معنی ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان قائم رکھو ۔یعنی اس کی شریعت کو اپناؤ اور جاہلیت والی عادتیں ختم کردو ۔

فائدہ: ''لتؤمنوا'' میں لام حکمت و مصلحت کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا ۔اس کام کا فائدہ بندوں کا ہوتا ہے ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

بے شک جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل ہوئے۔ جیسے ذلیل ہوئے وہ جو ان سے پہلے ہوئے

وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۵

تحقیق اتاریں ہم نے آیتیں واضح۔ اور کافروں کیلئے عذاب ہے رسوا کرنے والا۔

(بقیہ آیت نمبر۴) البتہ بندوں کے اعمال میں ان کی اپنی کوئی نہ کوئی غرض وابسطہ ہوتی ہے۔ اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال اغراض سے پاک ہیں۔ آگے فرمایا کہ یہ حدیں ہیں اللہ تعالیٰ کی۔ جن سے تجاوز کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اسی کا نام شریعت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کیلئے مقرر فرمائی۔ اس کی خلاف ورزی سخت ناجائز ہے۔

حدود کی چار اقسام:

۱۔ معین شیء: جس میں کمی زیادتی سخت منع ہے۔ جیسے فرض نماز کی رکعات۔

۲۔ وہ معین چیز جس میں زیادتی جائز ہے کمی کرنا جائز نہیں۔ جیسے منت مانی کہ اتنے روپے دوں گا تو وہ بڑھا سکتا ہے۔

۳۔ وہ معین جس میں کمی جائز اور اس میں زیادتی کرنا ناجائز ہے۔

۴۔ وہ معین چیز جس میں کمی و زیادتی دونوں جائز ہیں۔ جیسے قربانی کے بڑے جانور ہیں۔ بندے کم جائز زیادہ سات تک بھی جائز ہیں۔

آگے فرمایا کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی جو احکام شریعت قبول نہ کریں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

رحمۃ للعالمینی کا ظہور: جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضور ﷺ نے حضرت اوس کو بلا کر فرمایا۔ غلام آزاد کر۔ انہوں نے غربت کا عذر پیش کیا کہ میرے پاس غلام نہیں اور نہ خریدنے کی ہمت ہے۔ پھر فرمایا۔ ساٹھ روزے رکھ تو انہوں نے عرض کی کہ اس سے میری بینائی ختم ہونے کا خدشہ ہے۔ پھر فرمایا۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا تو اس نے کہا یہ ہوسکتا ہے۔ اگر آپ میری مدد کریں تو حضور ﷺ نے انہیں پندرہ صاع گندم دی اور اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ تو اس پندرہ صاع میں ایسی برکت آئی کہ ان کی اولاد تک وہ گندم باقی رہی۔

(آیت نمبر۵) بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑتے ہیں وہ ذلیل وخوار کئے گئے۔ **فائدہ:** اسی طرح آئندہ بھی جو اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑیگا وہ ذلیل وخوار ہوگا۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ

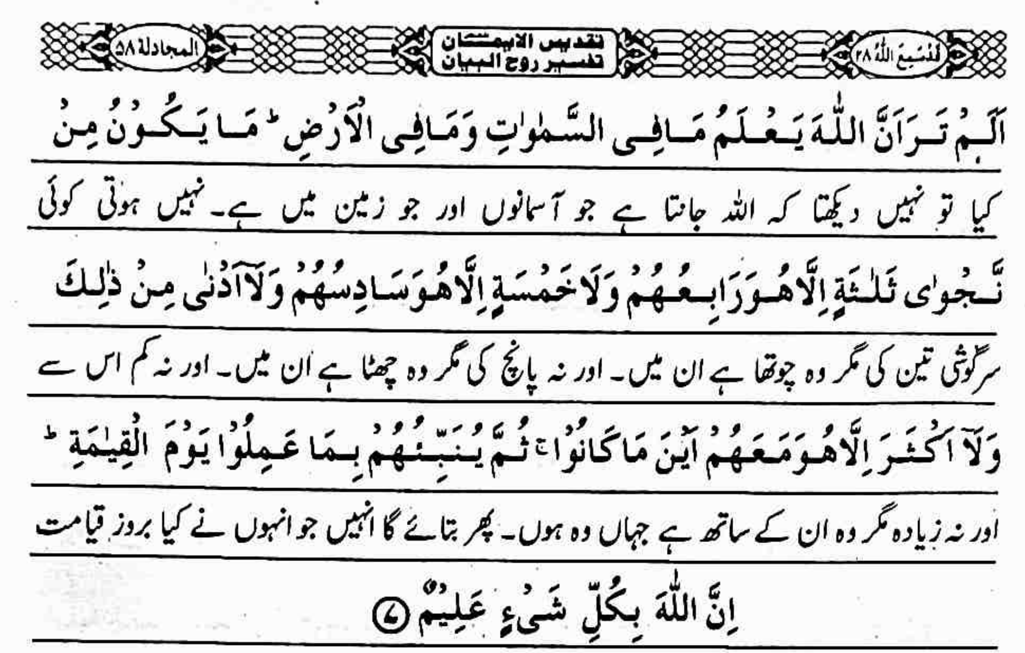
جس دن اٹھائے گا اللہ سب کو پھر بتائے گا انہیں جو انہوں نے کیا۔ گن رکھا اللہ نے اسے اور وہ بھول گئے

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۶

اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

(بقیہ آیت نمبر ۵) **فائدہ:** اس میں کفار و منافقین سب داخل ہیں۔ اسی لئے آگے فرمایا۔ ان سے پہلے بھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کیا۔ وہ ذلیل و رسوا ہوئے۔ یعنی سابقہ امتوں کے کفار جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جیسے قوم نوح، قوم ہود اور قوم صالح وغیرہ۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے فرمایا کرتے۔ مجھے تعجب ہے اس ضعیف و کمزور پر جو بڑی طاقت والے کی نافرمانی کرتا ہے۔ عرض کی گئی۔ وہ کیسے؟ تو فرمایا۔ انسان انتہائی ضعیف ہو کر اللہ تعالیٰ جو بہت طاقتور ہے اس کی کیسے مخالفت اور نافرمانی کرتا ہے۔ آگے فرمایا تحقیق ہم نے واضح روشن آیات نازل فرمائیں۔ یعنی ان کی ذلت و رسوائی کی وجہ آیات بینات کی مخالفت تھی۔ اس لئے فرمایا کافروں کیلئے رسوا کن عذاب ہے۔ **نکتہ:** پچھلی آیت کا اختتام عذاب الیم پر کہ انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ اس آیت کا اختتام عذاب مہین پر کہ انہیں رسوا کن عذاب ہوگا۔ یعنی عذاب الگ دردناک الگ اور اس کے بعد رسوائی ان کی الگ ہوگی۔ یا دنیا میں سزا دردناک اور آخرت میں پوری دنیا کے سامنے رسوائی کے ساتھ عذاب ہوگا۔

(آیت نمبر ۶) وہ دن یاد کرو۔ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جزاء و سزا کیلئے اٹھائے گا۔ یعنی کوئی بھی بچ نہیں سکے گا۔ پھر انہیں ان کے وہ اعمال بتائے گا جو انہوں نے دنیا میں اچھے یا برے کئے۔ یعنی سب مخلوقات کے سامنے تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں اور ان کے عذاب میں شدت ہو۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایک ایک عمل کو گن چن رکھا ہے۔ کوئی بات اسے نہ بھول سکتی ہے۔ نہ چوک سکتی ہے۔ البتہ لوگ اسے بھول گئے۔ بہت زیادہ گناہوں کی نحوست سے۔ یا انہیں کوئی اہمیت نہ دینے کی وجہ یا عدم توجہ کی وجہ سے وہ دنیا میں سمجھتے رہے کہ کوئی جزا سزا اور حساب نہیں ہوگا۔ حالانکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے ہر ہر چیز کو اس نے شمار کر رکھا ہے۔ یعنی اس سے کوئی چیز بھی غائب نہیں۔ **سبق:** گناہوں کو مدنظر رکھ کر توبہ استغفار کرنا نہایت ضروری ہے اور ان پر رونا اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے تمام اعمال گن رکھے ہیں اور وہ بھولنے سے پاک ہے۔



اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے۔ نہیں ہوتی کوئی

نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ

سرگوشی تین کی مگر وہ چوتھا ہے ان میں۔ اور نہ پانچ کی مگر وہ چھٹا ہے ان میں۔ اور نہ کم اس سے

وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہے جہاں وہ ہوں۔ پھر بتائے گا انہیں جو انہوں نے کیا بروز قیامت

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑦

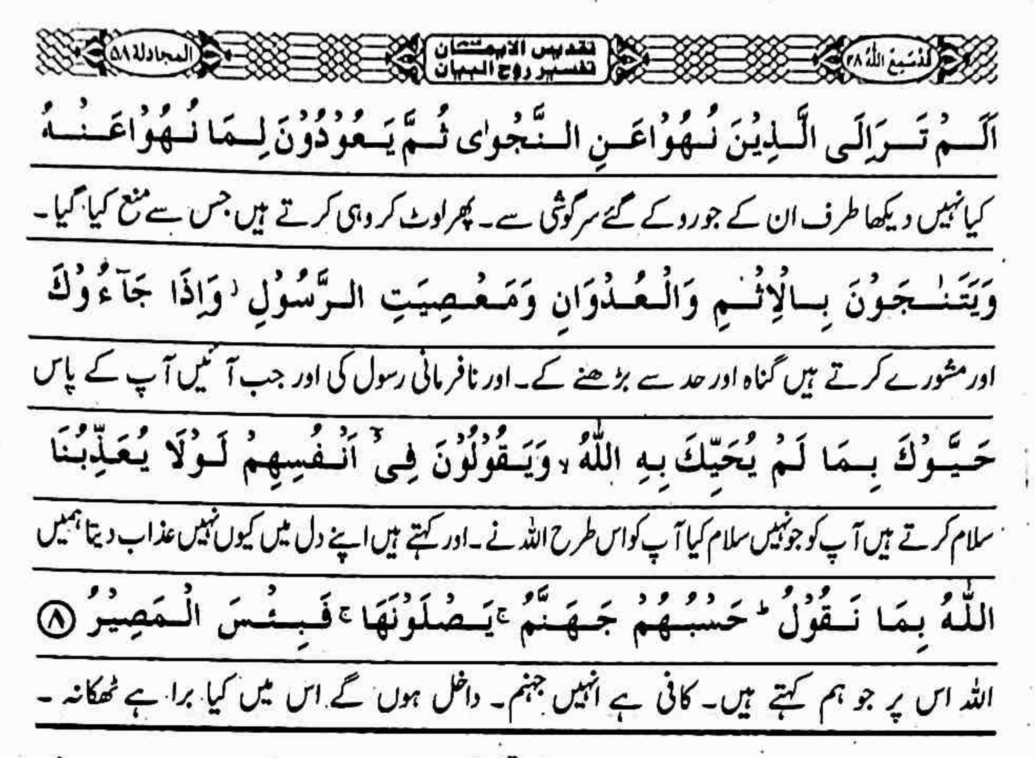
بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر٦) لہذا انسان پر لازم ہے کہ روز قیامت سے پہلے سچے دل سے توبہ کر لے تاکہ خلائق کے سامنے رسوانہ ہونا پڑے۔ اس وقت کوئی عذر و معذرت قبول نہ ہوگی۔ **تنبیہ**: شہید بمعنی حاضر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ اور اس موجودگی کی حقیقت کو وہی جانتا ہے۔ جسم سے نہیں۔ کیونکہ جسمی حاضری کسی جگہ ماننا کفر ہے۔

(آیت نمبر٧) کیا تو نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ہر اس چیز کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ یہ آیت دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حاضری پر کہ وہ بذات خود ہر جگہ موجود ہے۔

شان نزول: عمرو کے دو بیٹوں ربیعہ اور حبیب اور صفوان بن امیہ کے درمیان گفتگو ہوئی۔ ایک نے کہا اللہ تعالیٰ ہماری ہر بات کو جانتا ہے۔ دوسرے نے کہا کچھ جانتا ہے کچھ نہیں۔ تیسرے نے پہلے کی تائید کی کہ جب کچھ جانتا ہے پھر سب جانتا ہے۔ اور اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ کہیں تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی یا وہ راز کی بات نہیں کرتے مگر چوتھا ان میں اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ ہر جگہ خود موجود ہے۔

فائدہ: حسین نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یہ استثناء مفرغ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر حال میں علم و حکم میں ان کیساتھ ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ پانچ آدمی سرگوشی نہیں کرتے مگر ان میں چھٹا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ **فائدہ**: معلوم ہوا۔ کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر رہتا ہے۔ یا ایک کرسی پر بیٹھ کر سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ یہ ان کی بات صحیح نہیں ہے۔



اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

کیا نہیں دیکھا طرف ان کے جو روکے گئے سرگوشی سے۔ پھر لوٹ کر وہی کرتے ہیں جس سے منع کیا گیا۔

وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ

اور مشورے کرتے ہیں گناہ اور حد سے بڑھنے کے۔ اور نافرمانی رسول کی اور جب آئیں آپ کے پاس

حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا

سلام کرتے ہیں آپ کو جو نہیں سلام کیا آپ کو اس طرح اللہ نے۔ اور کہتے ہیں اپنے دل میں کیوں نہیں عذاب دیتا ہمیں

اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۸

اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں۔ کافی ہے انہیں جہنم۔ داخل ہوں گے اس میں کیا برا ہے ٹھکانہ۔

(بقیہ آیت نمبر ۷) **نکتہ**: یہاں تین اور پانچ کی تخصیص اس لئے کہ اس طرح کی باتیں کرنے والے منافق تین یا پانچ تھے۔ یا عموماً سرگوشی کرنے والوں کی تعداد ہی اتنی ہوتی ہے۔ (یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے)۔ آگے فرمایا کہ تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے نہ اس سے کم ہو نہ زیادہ۔ یعنی خواہ جتنے ہوں سرگوشی کرنے والے۔ آگے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کردار کی خبر دے گا۔ جو جو دنیا میں کئے انہیں لوگوں کے سامنے رسوا کرنے کیلئے بتا دے گا۔ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ وہ عذاب کے مستحق ہیں۔ آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ یعنی اس کا علم تمام معاملات کو محیط ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کے تمام پوشیدہ امور کو اس طرح جانتا ہے۔ جس طرح ظاہری امور کو جانتا ہے۔

مسئلہ: جو اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانے مگر اس کی کسی صفت کا منکر ہو تو اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں۔

(آیت نمبر ۸) کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشی سے منع کیا گیا۔ پھر بھی وہ اسی بات کی طرف لوٹے جس بات سے انہیں منع کیا گیا۔ چونکہ منافقین کی سرگوشی ہوتی ہی مسلمانوں کے یا اللہ کے رسول کی مخالفت میں جو گناہ بلکہ کفر ہے اور اپنے طور پر سمجھتے کہ ہم نے گستاخی کی اور ہمیں کچھ نہیں ہوا اس کا مطلب ہے کہ ہماری سرگوشی کا کسی کو پتہ نہیں چلا۔ آخرت میں بھی رسول کی مخالفت کے باوجود ہمیں کچھ نہیں ہوگا۔

شان نزول : یہ آیت بھی یہود اور منافقین کے متعلق نازل ہوئی۔ جو مسلمانوں کے متعلق ان سے الگ ہو کر تین تین اور پانچ پانچ ہو کر آپس میں سرگوشیاں کرتے اور مسلمانوں کو دیکھ کر آنکھوں سے اشارے کرتے تاکہ مسلمانوں کو غصہ دلائیں (اور جھگڑا ہو)۔ حضور ﷺ کے منع کرنے کے باوجود وہ اس شرارت سے باز نہ آئے۔

حدیث شریف :صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ایک رات حضور ﷺ اپنے حجرہ شریف سے باہر تشریف لائے تو اس وقت ہم کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ سرگوشی ہے۔ جس سے تمہیں روکا گیا۔ ہم نے عرض کی کہ ہم توبہ کے بارے میں اور دجال کے خطرات کا ذکر کر رہے ہیں۔ تو فرمایا۔ کیا میں تمہیں اس دجال سے بھی زیادہ خطرناک بات سے آگاہ نہ کروں۔ وہ شرک خفی یعنی ریاکاری ہے۔ اس سے بچ کر رہو۔

آگے فرمایا۔ وہ سرگوشیاں گناہ اور زیادتی کے ساتھ کرتے ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔ تاکہ دین کا نقصان ہو اور رسول پاک کی نافرمانی ہو اور اس سے مسلمانوں کو تکلیف ہو۔ آگے فرمایا۔ اے محبوب۔ یہ سرگوشیاں کرنے والے جب تیری بارگاہ میں آتے ہیں۔ تو آپ کو ایسے طریقے سے سلام کہتے ہیں۔ جس طریقے سے سلام دینے کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم نہیں دیا۔

فائدہ: یعنی وہ حضور ﷺ کو السام علیکم کہتے تھے۔ یہود کی لغت میں اس کا معنی ہے تم مرو۔

فائدہ: ان کے اس کلمہ کے جواب میں حضور ﷺ بھی وعلیکم فرماتے۔ یعنی یہ موت تم پر ہی آئے۔

مسئلہ : کافر کے سلام کہنے پر جواب میں صرف وعلیکم کہا جائے یا علیک کہا جائے۔ آگے فرمایا کہ وہ کہتے تھے کہ اگر ہم غلط کہتے ہیں یا رسول کی بے ادبی کرتے ہیں تو اس پر ہمیں عذاب کیوں نہیں ہوتا۔ یعنی یہ اگر نبی برحق ہیں تو اس حرکت پر کہ جو ہم نے اس نبی کی بے ادبی کی۔ ہمیں عذاب ہوتا۔ ہم پر غضب الٰہی نازل ہوتا۔ (معلوم ہوا یہ نبی برحق نہیں ہے)۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جہنم کا عذاب ہی کافی ہے۔ جو انہیں سبق سکھا دے گا۔ جس میں ضرور داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ یعنی ان کی بے ایمانیوں کی انہیں ضرور سزا دی جائیگی اور جہنم کا ٹھکانہ بہت برا ہے۔

فائدہ :اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور یہود انتہائی ذلیل ہوئے۔ آخرت کی ذلت اور عذاب باقی ہے۔ دنیا کی ذلت اور اس کا عذاب وقتی تھا۔ اور آخرت کا عذاب دائمی ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ

اے ایمان والو جب تم مشورہ کرو تو نہ مشورہ کرو گناہ اور حد سے بڑھنے کا اور نافرمانی

الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٩﴾

رسول کا۔ اور مشورہ کرو نیکی اور تقوے کا۔ اور ڈرو اللہ سے جس کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ

سوائے اس کے نہیں سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے تاکہ رنج پہنچائے ایمان والوں کو اور نہیں وہ بگاڑ سکتے ان کا

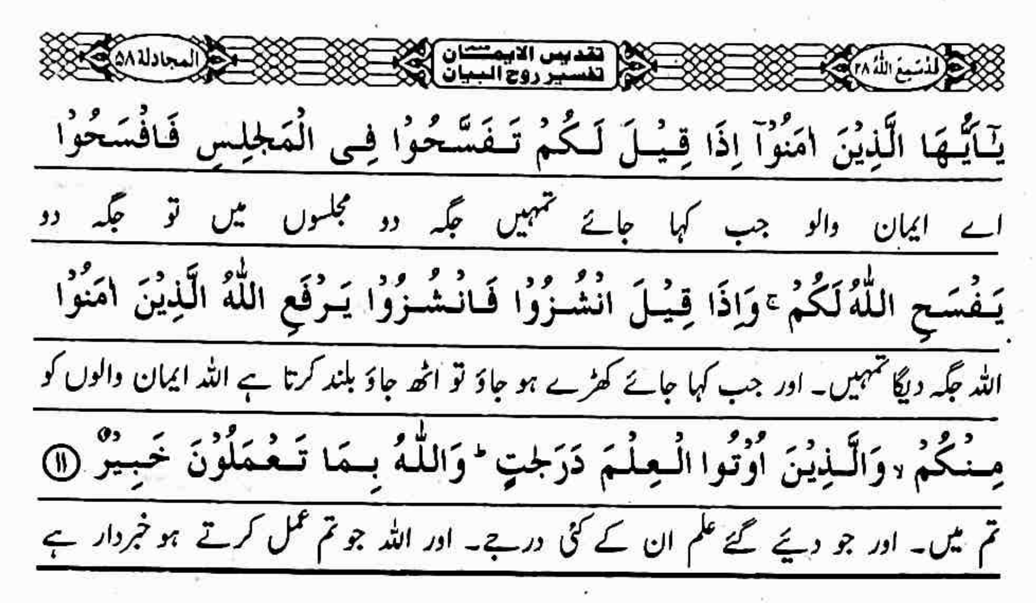
شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠﴾

کچھ مگر حکم خدا سے۔ اور اللہ پر توکل کرنا چاہئے مومنوں کو۔

(آیت نمبر ۹) اے دل و جان سے ایمان لانے والو۔ جب تم سرگوشی کرنے لگو۔ یعنی اپنی مجلسوں میں سرگوشی کرنی پڑے تو گناہ اور زیادتی والی سرگوشی نہ کرو۔ جیسے یہود اور منافقین کرتے ہیں بلکہ تم نیکی اور تقوے کی آپس میں گفتگو کیا کرو۔ جس میں مسلمانوں کی بھلائی اور خیرخواہی ہو۔ ایسی سرگوشی کرنے کی اجازت ہے۔ جس میں رسول پاک ﷺ کی نافرمانی نہ ہو۔ یعنی علیحدگی میں بھی بیٹھو تو ایک دوسرے کو بھلائی کرنے کی تلقین کرو۔

فائدہ: حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس سے مراد ذکر الٰہی۔ تلاوت قران اور امر بالمعروف اور گناہ سے منع کرنا ہے۔ آگے فرمایا۔ ڈرتے رہو اللہ سے کہ جس کی بارگاہ میں تمہیں مرنے کے بعد اکٹھا ہونا ہے۔ جہاں نیک اعمال پر جزاء اور برے اعمال پر سزا ہوگی۔ **فائدہ:** اس سے معلوم ہوا مطلق سرگوشی منع نہیں ہے۔ بلکہ بعض سرگوشیاں مباح اور بعض واجب ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا معنی اس کے عذاب اور قہر سے ڈرنا ہے۔ اور ان امور سے بچو جن کی وجہ سے عذاب یا غضب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ جیسے شرح کی حد سے تجاوز کرنا۔ یا رسول پاک ﷺ کی نافرمانی کرنا۔

(آیت نمبر ۱۰) سوائے اس کے نہیں اکثر سرگوشی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو گناہ یا حد سے تجاوز یا رسول کی نافرمانی پر مشتمل ہو وہ اصل میں شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ تاکہ اہل ایمان اس سے غمزدہ ہوں۔ یعنی شیطان ایمان والوں کو جنگ کے خطرات سے غمگین کرتا ہے۔



يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا

اے ایمان والو جب کہا جائے تمہیں جگہ دو مجلسوں میں تو جگہ دو

يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ جگہ دیگا تمہیں۔ اور جب کہا جائے کھڑے ہو جاؤ تو اٹھ جاؤ بلند کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو

مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

تم میں۔ اور جو دیئے گئے علم ان کے کئی درجے۔ اور اللہ جو تم عمل کرتے ہو خبردار ہے

(بقیہ آیت نمبر۱۰) یا نمازیوں اور مجاہدوں کے اہل وعیال کو غلط وسوسات سے پریشان کرتا ہے۔ تاکہ وہ جنگ میں نہ جائیں یا وہ سستی کریں اور وہ ان کے دلوں میں تشویش پیدا کرتا ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ جب تم تین ہو تو دو آپس میں سرگوشی نہ کرو۔ جب تک کہ تیسرے کو ساتھ نہ ملالو۔ (ریاض الصالحین)

آگے فرمایا کہ وہ اس قسم کی سرگوشیوں سے کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ مگر جو ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ یہاں اذن بمعنی مشیت ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ پر ہی ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔ سب امور اسی کے سپرد کریں۔ لہذا یہودیوں اور منافقوں کی سرگوشیوں کا دھیان نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ان کے شر اور ضرر سے بچانے والا ہے۔

سبق: بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرے۔ کیونکہ ہر چیز میں تاثیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(آیت نمبر۱۱) اے خالص ایمان والو۔ جب تمہیں کہا جائے کہ جگہ کھلی کرو۔ یعنی تنگ ہو کر نہ بیٹھو بلکہ کھلے کھلے بیٹھو۔ اور آنے والوں کیلئے جگہ بناؤ۔ تاکہ وہ بھی مجلس میں بیٹھ کر وعظ سن سکیں اگر تم دوسروں کو جگہ دیکر کشادگی کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہر طرح کی کشادگی عطا فرمائے گا۔ جن جن باتوں میں تم کشادگی چاہتے ہو۔ مکان میں۔ رزق میں۔ سینے کی یا قبر میں وغیرہ وغیرہ کیونکہ عمل کی جزاء اس کی جنس کے مطابق ہوتی ہے۔

فائدہ: یہاں مجالس سے مراد مجالس اسلام ہیں۔ جہاں لوگ مسلمانوں کی خیر و بھلائی کیلئے جمع ہوں۔

فائدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوری کوشش سے حضور ﷺ کے بہت قریب بیٹھتے تاکہ حضور ﷺ کی بات اچھی طرح سمجھ آجائے۔ اگر کوئی بعد میں آکر بیٹھنا چاہتا تو جگہ کی کمی اور تنگی کی وجہ سے وہ نہ بیٹھ سکتا۔ اس لئے یہ حکم دیا گیا۔

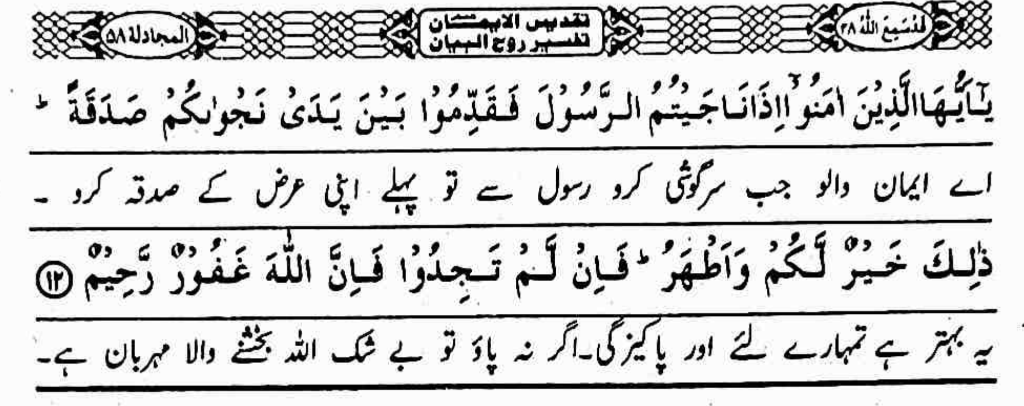
کہ پہلے ہی کھلے کھلے ہو کر بیٹھا کرو۔ تا کہ بعد میں آنے والوں کو بھی نبی کریم ﷺ کے قریب جگہ مل جائے۔ **مسئلہ** : یہی ہے کہ جو پہلے آئے وہ پہلے قریب بیٹھے۔ بعد والوں کو جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائیں لیکن اگر جگہ ہو تو ضرور جگہ دیں۔ **حدیث** میں ہے مجلس سے دوسروں کو اٹھا کر خود نہ بیٹھو (ریاض الصالحین)۔ البتہ دوسروں کیلئے گنجائش بنا لو تو اچھا ہے۔ **سبق**: اس میں حضور ﷺ نے تواضع کا درس دیا اور کشادگی رکھنے کی ترغیب دی۔ خواہ غریب ہو یا امیر۔ آگے فرمایا کہ جب کہا جائے آنے والے کیلئے کھڑے ہو تو خوشی سے اٹھ جایا کرو۔ دل میں تنگی محسوس نہ کیا کرو۔

شان نزول : حضور ﷺ اہل بدر کی تعظیم و تکریم فرماتے تھے اور انہیں مجلس میں سب سے آگے بٹھاتے۔ ایک دفعہ کچھ نئے لوگ آئے۔ جنہوں نے اصحاب بدر کو آگے جگہ نہ دی تو حضور ﷺ نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اٹھا کر پیچھے کیا اور اصحاب بدر کو آگے بٹھایا۔ اس پر منافقین نے آپس میں کہا کہ یہ کوئی انصاف کی بات نہیں ہے تو حضور ﷺ ان کے خیالات کو بھانپ گئے تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فائدہ: بعض بزرگوں نے فرمایا۔ قیل سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ یعنی اے مسلمانوں جب تمہیں حضور ﷺ مجلس سے اٹھنے کا حکم فرمائیں تو فوراً اٹھ جاؤ اور اس اٹھنے پر تمہارے دل میں ملال خاطر بھی نہ آئے۔

مسئلہ :اس سے معلوم ہوا کہ صاحب سجادہ مسند نشین اپنی مجلس میں ایسا کر سکتا ہے کہ باہر سے آنے والی شخصیت کیلئے جگہ خالی کرادے۔ تم میں سے ان اہل ایمان کے درجے کو اللہ تعالیٰ بلند فرماتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کو مجلس میں جگہ دیتا ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ لوگ جو علم دیئے گئے۔ ان کیلئے بے شمار اعلیٰ درجات ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ علماء کو رفعت شان بخشتا ہے۔ ان علماء کے اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند درجات ہیں جو علم و عمل کے جامع ہیں۔ **فائدہ**: معلوم ہوا صرف علم والا یا صرف عمل والا ان درجات کو نہیں پا سکتا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ یعنی اس سے کوئی شیٔ مخفی نہیں ہے۔ **فائدہ**: اس آیت کریمہ سے علماء کی شان اور وقار کا علم ہوا۔ مجلسوں میں انہیں آگے جگہ دینا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلند درجات عطا کئے۔

حدیث شریف :حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودہویں کے چاند کی برتری ستاروں پر (ریاض الصالحین)۔ ایک اور **حدیث** میں فرمایا عالم کی عابد پر وہی فضیلت ہے۔ جو مجھے امت پر فضیلت حاصل ہے۔ ایک اور **حدیث** میں فرمایا کہ عالم و عابد میں سو درجات کا فرق ہوگا۔ دو درجوں کے درمیان اتنا بڑا فاصلہ ہے۔ کہ اگر ان دو فاصلوں کے درمیان کہ تیز رفتار گھوڑے کو دوڑایا جائے۔ تو اسے دوسرے درجے تک پہنچنے تک ستر سال لگ جائیں۔


يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَةً ؕ

اے ایمان والو جب سرگوشی کرو رسول سے تو پہلے اپنی عرض کے صدقہ کرو۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

یہ بہتر ہے تمہارے لئے اور پاکیزگی۔اگر نہ پاؤ تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(آیت نمبر۱۲) اے مخلص مومنو جب تم رسول پاک ﷺ سے علیحدہ گفتگو کرنے لگو۔یعنی کوئی راز کی بات پوشیدہ طور پر کرنا چاہو۔یا کوئی مسئلہ پوچھنا ہے یا خواب کی تعبیر پوچھنی ہے تو تم اس سرگوشی سے پہلے صدقہ دو۔

شان نزول: حضور ﷺ سے اس قدر سوالات ہونے لگے کہ ان سے نبی کریم ﷺ کی طبیعت اکتا گئی۔ اور بار بار کے سوالات نے آپ کو ملال میں ڈال دیا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ آئندہ میرے محبوب سے گفتگو کرنے سے پہلے صدقہ دے دیا کرو۔اس سے فائدہ یہ ہوا کہ بہت سارے لوگ بار بار سوالات کرنے سے رک گئے۔

تکریم و تعظیم رسول: یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی تعظیم کرنے کا ہمیں حکم دیا اور غریبوں کا نفع بھی مدنظر تھا اور اس سے مومن اور منافق میں فرق بھی ہو گیا۔آگے فرمایا کہ یہ صدقہ کرنا اے ایمان والو تمہارے لئے بہت بہتر ہے اور بہت ہی پاکیزہ کام ہے کہ اس سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ وہ آیت ہے جس پر صرف میں نے عمل کیا۔میرے پاس ایک دینار تھا۔وہ دے کر میں نے ایک مسئلہ پوچھا۔اس کے فوراً بعد یہ آیت منسوخ ہو گئی۔حضور ﷺ نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس سرگوشی کیلئے ایک دینار ہو یا کم تو انہوں نے عرض کی۔آدھا دینار ہو تو زیادہ اچھا ہے۔تاکہ غریب لوگ بھی مستفید ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین خصوصیات: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین خصوصیات میں کوئی شریک نہیں۔(۱) تزویج فاطمہ۔(۲) غزوۂ خیبر میں جھنڈا ملنا۔(۳) آیۂ نجوی پر عمل۔یہ تینوں خصوصیات قابل رشک تھیں۔آگے فرمایا۔اگر تم صدقہ کی رقم نہ پاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔گویا یہ حکم تو وجوبی تھا۔مگر بعد میں اس حکم کو ختم کر دیا گیا۔**ازالہ وہم:** اس سے صحابہ کے بارے ہرگز بدگمانی نہ کی جائے۔اس لئے کہ ان کی بے مثال قربانیاں امت سے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چالیس ہزار دینار اسلام پر خرچ کرنا۔کوئی معمولی بات نہیں ہے۔صحابہ کے بارے میں بک بک کرنے والوں سے پوچھا جائے۔تم نے اسلام کی خاطر کیا قربانی دی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو جان مال تن من وطن سب قربان کیا۔

ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا

کیا تم ڈرے اس سے کہ تم پہلے دو اپنی عرض سے صدقے۔ پھر جب تم نے نہ کیا

وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ

اور مہربانی کی اللہ نے تم پر۔ تو قائم کرو نماز اور دو زکوٰۃ۔ اور اطاعت کرو اللہ

وَرَسُوۡلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳﴾

اور اس کے رسول کی اور اللہ خبردار ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۲) اور حضرت عثمان کی جنگ تبوک کے لئے تین سو اونٹ بمع جنگی ساز و سامان کے اور اس کے علاوہ بھی بے مثال قربانیاں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حضور ﷺ سے بار بار مسائل پوچھنے کی وجہ سے یہ حکم اترا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو پریشان نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

(آیت نمبر ۱۳) کیا تم ڈر گئے اس ناگوار امر سے کہ تم حضور کے ساتھ گفتگو سے پہلے کچھ صدقے کرو۔ **فائدہ:** اگرچہ ان کا ایسا کرنا امر الٰہی کی مخالفت نہیں تھی۔ نیز صدقات جمع کا صیغہ لوگوں کے کثرت سے سوالات کی وجہ سے لایا گیا ہے۔ آگے فرمایا۔ پس جب تم نے نہ کیا جس کا تمہیں حکم دیا گیا۔ یا تمہیں اگر یہ ناگوار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر کے تمہیں رخصت دیدی اور صدقہ کا حکم ساقط کر دیا۔

فائدہ: یاد رہے یہ توبہ اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ صحابہ سے اس حکم میں کوئی کوتاہی ہوئی ہی نہیں۔ البتہ اشفاق یعنی ڈر کو اگر ذنب کہا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا پیام صحیح ہوگا۔ (اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھ گئے کہ یہ حکم ہمارے زیادہ سوالات کی وجہ سے ہوا۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ان دنوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی ایسا امر پیش ہی نہ آیا ہو کہ وہ حضور ﷺ سے سرگوشی کریں)۔ اب معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے تمہیں معاف فرما دیا۔ اب جو بھی تمہیں حکم ملے تم پوری کوشش سے پورا کرو۔

آگے فرمایا کہ نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو تا کہ تمہاری کمی پوری کر دی جائے۔ نیز اللہ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کی تمام احکام میں اطاعت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔ یعنی تمہارا ظاہر و باطن اس پر عیاں ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔ اسی بناء پر وہ تمہیں نیک اعمال کی اچھی جزاء بھی دے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا

کیا نہیں دیکھا تو نے ان کی طرف جو دوست بنے اس قوم کے کہ غضب ہوا اللہ کا جن پر۔ نہ

مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ⑭ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا

وہ تم سے اور نہ تم ان سے اور قسمیں کھاتے ہیں جھوٹی اور وہ جانتے ہیں۔ تیار کیا اللہ نے ان کیلئے عذاب

شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑮

سخت بے شک وہ برے کام کرتے ہیں۔

(آیت نمبر۱۴) کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے دوستی کی اس قوم سے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔ یعنی منافقین کا معاملہ عجیب ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو چھوڑ کر یہودیوں سے یارانہ بنالیا اور انہیں اپنا خیر خواہ سمجھنے لگے۔ حالانکہ ان یہودیوں پر کئی مرتبہ غضب (عذاب) الٰہی نازل ہوا اور ان پر لعنت کی گئی۔ آگے فرمایا۔ درحقیقت وہ نہ تمہارے ہیں۔ نہ ان کے ہیں۔ وہ درمیان میں مذبذب ہیں۔ اگرچہ وہ کافر ہیں۔ لیکن دل سے کسی کے ساتھ نہیں۔ بے شک وہ جھوٹی قسمیں بھی کھاتے ہیں۔ یعنی مسلمانوں کے سامنے کہتے ہیں خدا کی قسم ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ قسم بھی لغو نہیں بلکہ قسم غموس ہے۔

شانِ نزول: حضور ﷺ ایک اہلیہ کے گھر میں رونق افروز تھے اور فرمایا کہ ابھی ایک شخص آئیگا۔ جس کا دل سرکش ہے اور نظر شیطان والی رکھتا ہے۔ اتنے میں عبداللہ بن منتل آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ تم میری مذمت بیان کرتے اور گناہ بکتے ہو۔ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم نے تمہیں گالیاں نہیں دیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(آیت نمبر۱۵) اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے تیار کر رکھا ہے سخت ترین عذاب۔ یعنی دنیا میں ذلت وخواری اور آخرت میں نار جہنم۔ آگے فرمایا بے شک بہت برا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔ یعنی پہلے بھی ان کا طریقہ انتہائی برا تھا اور مرتے دم تک وہ اسی پر قائم رہیں گے۔ اس لئے ان کی سزا ان کے عمل کے مطابق بری ہوگی۔ کہ عذاب بھی ان پر ہمہ وقت مسلط رہے گا۔

اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۶﴾

بنالیا انہوں نے قسموں کوڈھال پھر روکا راہ خدا سے تو ان کیلئے عذاب ہے رسوا کرنے والا ۔

لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا ؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ

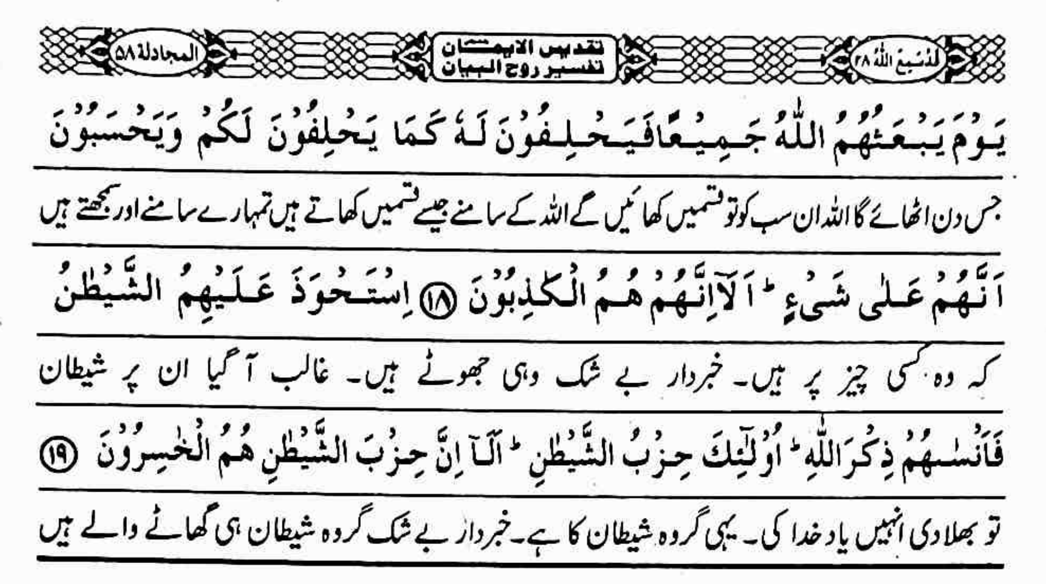
ہرگز کام نہیں آئیں گے ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ سے کچھ۔ وہی

النَّارِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(آیت نمبر۱۶) انہوں نے اپنی قسم کوڈھال بنالیا ہے۔یعنی بچاؤ کا ذریعہ بنالیا۔تاکہ اپنے آپ کو اہل ایمان ثابت کرکے اپنے مال وجان مسلمانوں سے بچالیں۔ان سے ان قسموں کے ذریعے بچے رہیں اوران کے مال وخون کو پناہ مل جائے۔یعنی وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ مواخذہ سے بچے رہیں۔حالانکہ انہوں نے لوگوں کواللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔یعنی لوگوں کوڈرا دھمکا کر کچھ کولالچ دیکرانہوں نے اسلام لانے سے روکا۔اوراسلام قبول کرنے کیلئے آنے والوں کو بزدل بنایا اورانہیں کہا کہ مسلمان نہایت کمزور لوگ ہیں۔جلدختم ہوجائیں گے۔ایمان لانے میں جلدی نہ کرووغیرہ تواللہ تعالیٰ نے فرمایا۔خبردار بے شک یہ بے ایمان بہت بڑے جھوٹے ہیں۔اسی وجہ سے ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔تمام اہل محشر کے سامنے ذلیل ورسوا کرکے عذاب میں ڈالا جائے گا۔

(آیت نمبر۱۷) انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچائیں گےان کے مال اورنہ ان کی اولاد کچھ بھی۔ یعنی جب وہ جہنم میں ڈالے جائیں گےتوان کا دنیا میں جمع کیاہوامال اوراولاد انہیں نہیں بچائیں گے۔جس طرح دنیا میں وہ ان کی حفاظت کرتے تھےاوروہ اس پرنازاں تھے کہ دنیا میں اگرمال واولاد کام دیتے ہیں۔توآخرت میں کیوں کام نہیں آئیں گے۔تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ دونوں تمہیں آخرت میں کوئی کام نہیں آئیں گے آخرت میں ایمان کے بعد فضل الٰہی سے نیک اعمال ہی کام آئیں گےاور کچھ بھی نہیں۔آگے فرمایا۔یہ بری صفات والے ہی جہنمی ہیں اوروہ اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔کبھی بھی نہیں نکل سکیں گے۔



يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ

جس دن اٹھائے گا اللہ ان سب کو تو قسمیں کھائیں گے اللہ کے سامنے جیسے قسمیں کھاتے ہیں تمہارے سامنے اور سمجھتے ہیں

اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ

کہ وہ کسی چیز پر ہیں۔ خبردار بے شک وہی جھوٹے ہیں۔ غالب آ گیا ان پر شیطان

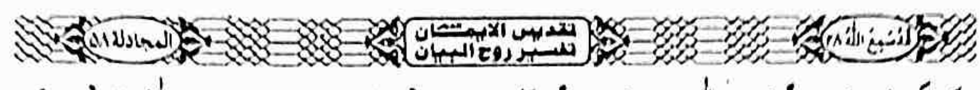
فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

تو بھلا دی انہیں یاد خدا کی۔ یہی گروہ شیطان کا ہے۔ خبردار بے شک گروہ شیطان ہی گھاٹے والے ہیں

(آیت نمبر ۱۸) جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو زندہ کر کے قبروں سے نکالے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو وہاں بھی وہ قسمیں کھائیں گے کہ خدا کی قسم ہم مسلمان تھے۔ خدا کی قسم ہم مشرک نہیں تھے۔ یعنی کئی طرح سے قسمیں کھائیں گے۔ تاکہ جہنم سے بچ جائیں۔ جیسے اے مسلمانو وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ ہمارا مال جان بچ جائے۔ اور وہ اپنی جگہ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ وہ ان جھوٹی موٹی قسموں سے کسی چیز پر ہیں یعنی ان قسموں کی وجہ سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مسلمانو خبردار رہو یہ بہت بڑے جھوٹے ہیں۔ یعنی جو علام الغیوب کے سامنے بھی جھوٹے بکنے سے باز نہیں آئے۔ اور وہ یہ گمان کریں کہ شاید ہم جھوٹ بول کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جیسے دنیا میں جھوٹ بول کر کامیاب ہو جاتے تھے۔

(آیت نمبر ۱۹) غلبہ پالیا ان پر شیطان نے یعنی ان کا مالک بن گیا اور ان سے اپنی اطاعت کراتا ہے اور جیسے چاہے انہیں وہ چلاتا ہے اور ایسا ان پر مسلط ہوا کہ انہیں خدا کو یاد کرنا بھی بھلا دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو انہوں نے کبھی دل سے یاد کیا نہ زبان سے۔ لہٰذا یہ منافقین شیطان کا گروہ ہیں اور اس کا پیروکار لشکر ہیں اور اس کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ آگے فرمایا۔ خبردار بے شک شیطان کا ٹولہ ہی خسارہ پانے والا ہے۔

فائدہ : مشائخ فرماتے ہیں۔ شیطان کے تسلط کی نشانی یہ ہے کہ بندہ ظاہری ٹیپ ٹاپ میں خوش ہوتا ہے۔ اچھا کھانا اچھا پہننا۔ بس اسی زیب و زینت پر خوش رہتا ہے اور ان نعمتوں پر نہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ نہ اس کو کبھی یاد کرتا ہے۔ بلکہ ہر وقت جھوٹ اور لغو اور غیبت و بہتان تراشی میں مگن رہتا ہے۔ اس طرح شیطان اس خسارے کی طرف لے جاتا ہے۔ بالآخر وہ جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔



اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ

بے شک جو مخالف ہیں اللہ رسول کے وہی ذلت میں ہیں۔ لکھ دیا اللہ نے کہ غالب آؤں گا

اَنَا وَرُسُلِىْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾

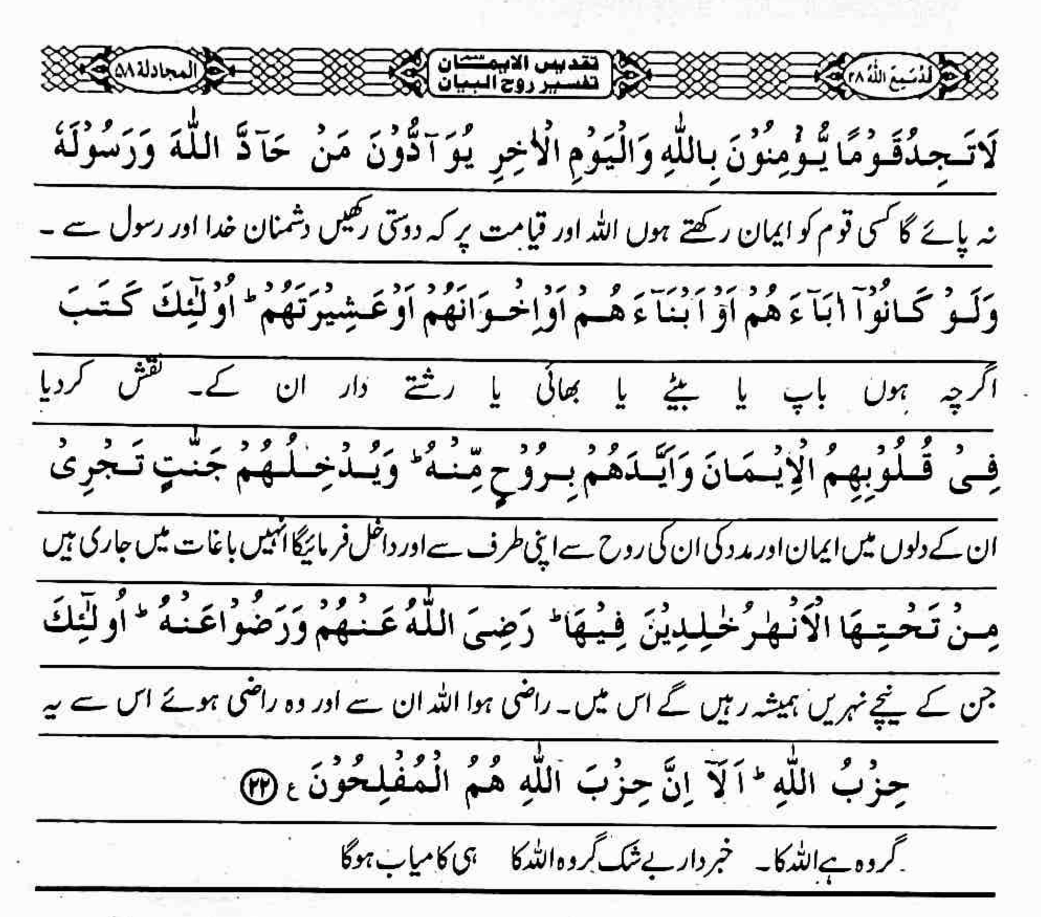
میں اور میرے رسول۔ بے شک اللہ طاقت والا عزت والا ہے۔

(آیت نمبر۲۰) بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے پیارے رسول سے دشمنی رکھتے اور ان کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ وہی لوگ ذلیل لوگوں میں سے ہیں۔ یعنی اولین وآخرین میں جو لوگ سب سے زیادہ ذلیل ہیں مخلوق میں وہ یہی لوگ ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ مخالف کی ذلت مدمقابل کی عزت کے برابر ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی عزت غیر متناہی ہے۔ ایسے ہی جو اس کا مخالف ہے اس کی ذلت کی بھی انتہا نہیں۔ فرعون ونمرود۔ فارس وروم سب کے انجام پڑھ کے دیکھ لیں۔ بڑی بڑی شان وشوکت والے اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے والے تباہ وبرباد ہو کر دنیا سے گئے۔

(آیت نمبر۲۱) اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا۔ یعنی خدائی فیصلہ صادر ہو گیا۔ یا لوح محفوظ میں درج ہو گیا۔ یا ازل سے لکھا جا چکا ہے کہ میں اور میرے تمام رسول ہمیشہ غالب آئیں گے۔ **فائدہ**: اس میں کفار کے فاسد گمان کا رد ہے۔ جن کا خیال تھا کہ ہماری تعداد بھی زیادہ اور طاقت بھی زیادہ ہے اور مسلمان بے ہمت اور کمزور ہیں۔

غلبہ دو قسم ہے: (۱) جن پر جہاد فرض ہوا۔ وہ لڑ کر غلبہ پائیں گے۔ (۲) اور جن پر جہاد فرض نہیں ہوا۔ وہ حجت (قویہ) سے غالب ہوں گے۔

شانِ نزول: مقاتل نے لکھا کہ جب مسلمان مکہ۔ طائف اور خیبر پر قابض ہوئے تو انہوں نے کہا اب روم اور فارس پر غلبہ پانا کوئی مشکل نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی غلبہ عطا فرمائے گا۔ تو ابن ابی منافق نے کہا۔ یہ چند بستیاں اگر فتح کرلیں تو کوئی بڑی بات نہیں لیکن روم وفارس پر غلبہ پانے کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ بہت بڑی طاقت اور ساز وسامان والے ہیں تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **فائدہ**: حضرت ابوبکر بن طاہر نے فرمایا کہ اہل حق کا ہمیشہ غلبہ رہے گا اور حق کا جھنڈا تمام جھنڈوں سے بلند رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین پر اپنا نشان اور اوتاد بنایا۔ جو بھی ان سے برائی کا ارادہ کرے گا۔ وہ منہ کے بل ذلیل ہو کر گرے گا اور اس کی ساری عزت خاک میں مل جائے گی۔ کیونکہ وہ اللہ کے دوست ہیں۔ اور اللہ اپنے دوستوں کی مدد فرماتا ہے۔



لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

نہ پائے گا کسی قوم کو ایمان رکھتے ہوں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی رکھیں دشمنان خدا اور رسول سے۔

وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ

اگرچہ ہوں باپ یا بیٹے یا بھائی یا رشتے دار ان کے۔ نقش کردیا

فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

ان کے دلوں میں ایمان اور مدد کی ان کی روح سے اپنی طرف سے اور داخل فرمائیگا انہیں باغات میں جاری ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ

جن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے اس میں۔ راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے یہ

حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ع ﴿۲۲﴾

گروہ ہے اللہ کا۔ خبردار بے شک گروہ اللہ کا ہی کامیاب ہوگا

(بقیہ آیت نمبر ۲۱) آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بڑی طاقت کا مالک ہے کہ وہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی مدد فرماتا ہے اور وہ عزیز ہے یعنی اس پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا۔

(آیت نمبر ۲۲) تم نہیں پاؤ گے ایسی قوم کو جو اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لائے ہوں اور آخرت پر یقین کامل رکھتے ہوں۔ پھر محبت کریں ان سے جو اللہ اور رسول کے دشمن ہوں۔ جیسے منافقین یا یہودی اور فساق فجار۔ ظالم اور بدمذہب۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔ کہ سچے مسلمان کفار سے دوستی کریں۔

فائدہ: اس سے مراد وہ کامل الایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت سہل تستری قدس سرہ فرماتے ہیں جس نے اپنا ایمان درست کرلیا اور جسے خالص توحید نصیب ہوگئی۔ پھر وہ کبھی بدمذہب سے مانوس نہ ہوگا اور جو ہر مذہب والے سے محبت کرے پھر اس کا ایمان ہی ناقص ہے۔ (جیسے آج کل کے صلح کلی والے)۔ (۲) جو بدمذہبوں سے میل جول رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے سنتوں کی لذت نکال دیتا۔ اگر کوئی بدمذہب سے محبت صرف دنیوی عزت

ولالچ حاصل کرنے کیلئے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عزت کے بجائے ذلت دیتا ہے۔ (۳) اور جو بدمذہب کو خوش کرنے کیلئے ہنستا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور ایمان چھین لیتا ہے۔

فائدہ: اس آیت میں فاسق فاجر اور ظالم سب داخل ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے۔ قدریہ فرقے سے قطع تعلق کیا۔ کیونکہ وہ خیر وشر میں تقدیر کے منکر تھے وہ نہیں مانتے تھے کہ سب کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ بندہ اپنے فعل کا خود ہی خالق ہے اور ان میں بہت بڑے پڑھے لکھے محدث اور مفسر بھی ہوئے ہیں لیکن وہ گمراہ ہیں۔ حق مذہب اہل سنت کا ہی ہے۔ کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

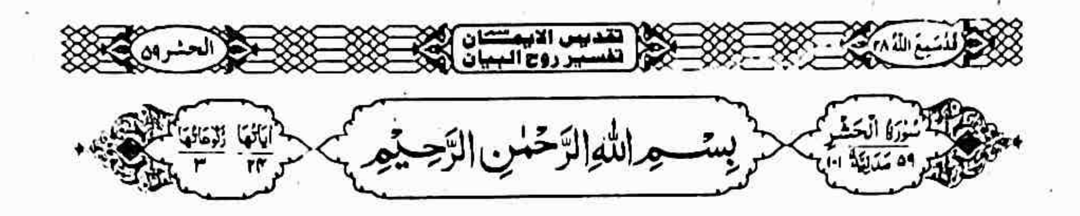
آگے فرمایا کہ اللہ رسول کے دشمن خواہ ماں باپ ہوں۔ یا بیٹے ہوں یا ان کے رشتہ دار ہوں۔ یا ان کے قبیلہ کے لوگ ہوں کامل ایمان والے ان دشمنان خدا اور رسول سے کبھی محبت نہیں رکھیں گے۔ اگر وہ فی الواقع بدمذہب ہوں یا ان بدمذھبوں سے محبت کرتے ہوں۔ دشمن خدا اور رسول سے دوستی کا دم بھرنے والا بہت بڑا بے غیرت ہے۔ ابو عبیدہ بن الجراح نے اسلام کی غیرت میں اپنے باپ کو قتل کر دیا۔

جناب صدیق اکبر نے باپ کو تھپڑ مارا: جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو انہوں نے نہیں دیکھا کہ والد ہے۔ ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ وہ شکایت لیکر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ابوبکر یہ کیوں کیا۔ تو آپ نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے آپ کی گستاخی کی۔ اس وقت میرے پاس تلوار نہ تھی ورنہ میں اس کا سر قلم کرتا۔ (ایسے ہزاروں واقعات ہوئے اور آج تک ہو رہے ہیں۔ قریب ہی واقع ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ محبت رسول میں گستاخ رسول کو ٹھکانے لگا دیا)۔

حدیث شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میں غیرت ایمانی نہیں اس کا تو ایمان ہی نہیں۔ (مجمع الزوائد) آگے فرمایا کہ یہی لوگ ہیں کہ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی طرف کی روح پاک سے ان کی تائید فرما دی۔ **فائدہ**: حضرت سہل تستری قدس سرہ فرماتے ہیں۔ نفس کی تائید روح سے اور روح کی تائید ذکر سے اور ذکر کی تائید ذاکر سے اور ذاکر کی تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسے باغات میں داخل فرمائے گا۔ جن میں نہریں جاری ہونگی۔

جنت کی چار نہریں: جنت باقی نہروں کے علاوہ چار مشہور نہریں ہیں: (۱) پانی۔ (۲) دودھ۔ (۳) شہد۔ (۴) اور پاکیزہ خالص شراب کی۔ ان باغات میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ انہیں زوال نہ موت نہ بیماری نہ کسی قسم کی محتاجی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔



سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ①

تسبیح کہی اللہ کی اس نے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور وہ عزت والا حکمت والا ہے

(بقیہ آیت نمبر۲۲) یعنی عطائے الٰہی کی برکات وکرامات سے وہ از حد خوش ہوں گے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے۔ جو اس کے دین کے مددگار رہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ابدال اور صدیقین کا گروہ ہے۔ آگے فرمایا خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا حزب اللہ سے مراد اہل معرفت اہل محبت اور اہل توحید ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تمہارا گروہ کون سا ہے تو فرمایا۔ جن کی آنکھیں بند خالی ہاتھ اور صاف دلوں والے یہ میری جماعت ہے۔

سورۃ اختتام: مورخہ ۲۲ اپریل ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ

(آیت نمبر۱) اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہر چیز جو آسمان اور زمین میں ہے۔ یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے۔ **فائدہ** : جملہ موجودات خواہ عقل والے ہیں یا بے عقل سب اللہ تعالیٰ کو جانتے بھی ہیں اور اس کی صفت وثناء بھی کر رہے ہیں۔ جو اسکی شان کے لائق ہے۔ (سوا کچھ جنوں اور انسانوں کے)۔

پتھر درود پڑھتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس وقت بھی اس پتھر کو جانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھ پر درود پڑھتا تھا۔ (ابوجھل کی مٹھی میں کنکریوں نے کلمہ پڑھا)۔

طعام کا تسبیح پڑھنا: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم کھانے کی تسبیح خود سنتے تھے۔ قرآن گواہ ہے کہ ہر چیز بول سکتی ہے۔ قیامت کے دن ہاتھ پاؤں کا گواہی دینا۔ (اور احادیث میں بے شمار واقعات بطور دلیل پیش کئے جاسکتے ہیں)۔ آگے فرمایا۔ وہ غالب حکمت والا ہے۔ صاحب عزت وقوۃ اور غلبے والا ہے اور کوئی اس کا کام حکمت سے باہر نہیں ہے۔ وہ سب پر غالب ہے، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔

هُوَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ

وہی ہے جس نے نکالا کفار کتابیوں کو ان کے گھروں سے پہلے حشر کیلئے۔

مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ

تمہارا انہیں گمان تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ بھی سمجھے کہ انہیں بچالیں گے ان کے قلعے اللہ سے۔ پھر آیا ان پر

اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ

اللہ کا حکم جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا۔ اور ڈالا ان کے دلوں میں رعب ویران کرتے

بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ۲

گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔ تو عبرت حاصل کرو اے عقلمندو۔

(آیت نمبر ۲) **شانِ نزول**: حضور ﷺ نے مدینہ شریف میں تشریف لاتے ہی بنونظیر سمیت تمام یہودی قبائل سے معاہدہ کرلیا کہ نہ ہم تمہیں کچھ کہیں گے نہ تم ہمیں چھیڑو گے لیکن جنگ احد کے بعد یہود کے قبیلہ بنوقریظہ نے معاہدہ توڑ دیا اور اہل مکہ سے ساز باز کر کے تمام کفار کو مسلمانوں کے خلاف جمع کر کے لے آئے۔ یہ کام کعب بن اشرف یہودیوں کے سردار نے کیا۔ حضور ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسے قتل کرادیا۔ تاکہ ان کی طاقت ختم ہو اور وہ مسلمانوں سے خوف زدہ ہوں۔

بنونضیر کی جلاوطنی کی وجہ: حضور ﷺ چند صحابہ کرام کے ساتھ ایک شخص کی دیت کے سلسلے میں بنونضیر کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ساتھ تھے۔ بنونضیر نے کہا۔ آپ آج ہماری دعوت قبول فرمائیں۔ پھر جو حکم ہو۔ اس کی تعمیل ہوگی۔ حضور ﷺ نے ان کی دعوت قبول کر کے ان کے گھر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوئے۔ ان کے ایک بدبخت عمرو بن جواش نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے۔ باقیوں سے کہا میں مکان کے پیچھے سے جا کر ایک بھاری پتھر ان پر گراتا ہوں تاکہ اس نبی کا کام تمام ہوجائے۔ (معاذ اللہ)۔ اگرچہ ان کے سلام بن شکم نے ان کو منع کیا۔ لیکن باقی یہودی اس بات کو نہ مانے اور اپنی کارروائی شروع کی تو جبریل امین نے حضور ﷺ کو خبر دیدی تو حضور ﷺ قضا حاجت کے بہانے اٹھ کر چلے گئے کافی دیر گذر گئی تو صحابہ کرام کو تشویش ہوئی۔ باہر نکلے تو پتہ چلا کہ آپ صحیح سلامت مدینہ تشریف پہنچ گئے۔ بعد میں یہودی سخت پشیمان ہوئے تو حضور ﷺ نے محمد بن مسلمہ کے ذریعے حکم بھیجا کہ تم جلد مدینہ شریف سے نکل جاؤ۔ اب تم یہاں نہیں رہ سکتے۔

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۚ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

اور اگر نہ لکھا ہوتا اللہ نے ان کا جلاوطن ہونا ضرور عذاب دیتا انہیں دنیا میں۔ اور ان کیلئے آخرت میں

عَذَابُ النَّارِ ③

عذاب ہے آگ کا

(بقیہ آیت نمبر۲) تو اللہ تعالیٰ نے اس واقع کو یوں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کیلئے۔

فائدہ: یہی پہلے وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے جزیرۂ عرب سے شام کی طرف نکالے گئے۔

فائدہ: اسے جزیرہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے چاروں طرف سے سمندروں نے گھیرا ہوا ہے۔

دوسرا حشر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ جب کہ مکمل طور پر ان کا اخراج ہوا کیونکہ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا تھا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ لہذا یہودیوں کو یہاں سے نکال دو۔ آگے فرمایا کہ اے مسلمانو تمہیں تو گمان نہیں تھا کہ وہ اپنے گھروں سے یوں ذلت کے ساتھ بے آبرو ہو کر نکلیں گے اور خود ان کافروں کا بھی پختہ گمان تھا کہ ان کے مضبوط قلعے اللہ تعالیٰ سے بچالیں گے۔ لیکن ان پر تقدیر الٰہی سے حکم الٰہی آ گیا۔ ایسے طریقے سے کہ انہیں کوئی گمان بھی نہ تھا نہ کوئی ان کے دلوں میں ایسا کھٹکا تھا۔ ان کے سردار کعب بن اشرف کا اس کے اپنے بھائی محمد بن مسلمہ کے ہاتھوں قتل ہونے سے ان کی قوت ختم ہوگئی تھی۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ پہلے انہوں نے اپنے ہاتھوں سے خود اپنے گھروں کو خراب کیا۔ ان کا خیال تھا کہ گھروں کو گرادیں تا کہ ان کے گھر مسلمانوں کی سکونت کے قابل نہ رہیں۔ پھر مسلمانوں نے بھی توڑ پھوڑ کی تا کہ انہیں معلوم ہو کہ مسلمان مکان و زمین کی لالچ میں کسی کو گھر سے نہیں نکالتے۔ لہذا اے عقل والو تم ان ہولناک امور سے عبرت حاصل کرو کہ بنونضیر نے اپنے قلعوں اور مکانوں کی مضبوطی پر بھروسہ کیا اور مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اسی لئے مسلمان کامیاب ہوگئے۔ اور یہودیوں نے اپنے قلعوں پر بھروسہ کیا۔ اس لئے ناکام رہے۔

(آیت نمبر۳) اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی جلاوطنی پہلے ہی لوح محفوظ میں نہ لکھی ہوتی تو انہیں دنیا میں ہی عذاب دیتا۔ یعنی قتل یا قید ہوتے۔ جیسے بعد میں بنو قریظہ سے ہوا۔ کیونکہ انہوں نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④

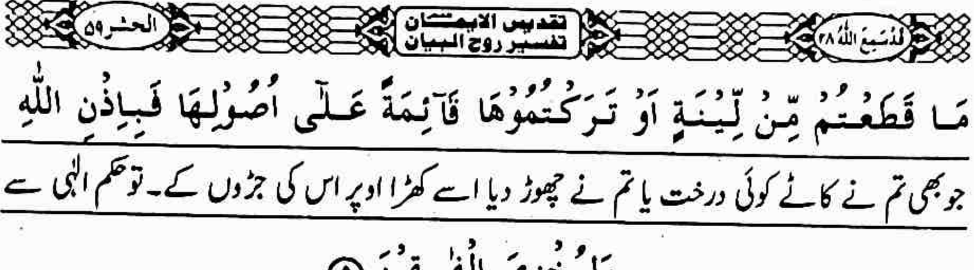
یہ اس لئے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ اور اس کے رسول کی اور جو مخالف ہوا اللہ کا تو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے

(بقیہ آیت نمبر ۳) **فائدہ**: علاوہ ازیں اس میں یہ بھی احتمال تھا کہ ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ یا ان کی نسلوں میں مسلمان ہو جائیں۔ اس لئے انہیں تباہ نہیں کیا گیا۔ آگے فرمایا۔ اور ان کیلئے آخرت میں جہنم کا عذاب ہے۔ یعنی اگر وہ دنیا میں عذاب سے نجات پا گئے۔ آخرت کے عذاب سے تو ہرگز نہیں بچ سکتے۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو یوں ذلیل وخوار ہو کر جلاوطن ہونا بھی عذاب سے کم نہیں تھا کیونکہ ان بدبختوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ ظاہر ہے حضور ﷺ کا قتل ہزاروں کے قتل کے برابر ہے۔ بلکہ بڑھ کر ہے۔ اس لئے انہیں جلاوطن کیا گیا تا کہ ہر روز انہیں اپنی نئی موت نظر آئے۔

جلاوطنی کے بعد: جب جلاوطنی کے سوا یہودیوں کیلئے کوئی چارہ نہ رہا اور حضور ﷺ نے حکم دے دیا کہ تین گھروں کیلئے اونٹ کا سامان لے جاسکتے ہو جو چاہو لے جاؤ۔ البتہ ہتھیار نہیں لے جاسکتے۔ تو انہوں نے چھ اونٹ خوب سنوارے۔ خود بھی آرائش کے ساتھ اکڑتے ہوئے نکلے۔ مدینہ طیبہ کے بازار سے بڑے فخر وغرور سے اتراتے ہوئے نکلے لیکن (ع: بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے) پھر ان میں سے کچھ ملک شام کو چلے گئے اور کچھ ریحا اور فلسطین کی طرف کوئی ازرعات کی جانب دمشق میں چلے گئے اور کچھ خیبر میں آ گئے۔ ایک گروہ حیرہ میں چلا گیا۔ ان میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے: (۱) سفیان بن عمیر۔ (۲) سعد بن وہب۔

(آیت نمبر ۴) یہ انہیں جو سزا ملی یا آخرت میں ملے گی۔ وہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کی اور ان کے احکام کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ سزا بمعنی عذاب ہے۔ اور اس کا عذاب اس لئے سخت ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دھوکے اور فریب سے مارنا چاہا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور رسول پاک کی دشمنی کی سزا کا یہی تقاضا تھا۔ لہٰذا اہل ایمان پر لازم ہے کہ رسول ﷺ کی مخالفت سے بچیں۔ اور سیدھی راہ پر قائم رہیں۔ کیونکہ رسول خدا کی مخالفت سیدھا جہنم میں لے جانے والی ہے۔



مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ

جو بھی تم نے کاٹے کوئی درخت یا تم نے چھوڑ دیا اسے کھڑا اوپر اس کی جڑوں کے۔ تو حکم الٰہی سے

وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۵﴾

تا کہ اللہ رسوا کرے فاسقوں کو۔

(آیت نمبر ۵) نہیں کاٹے تم نے کھجور وغیرہ کے درخت یا تم نے انہیں چھوڑ دیا کھڑی ہوئی ان کی جڑوں پر تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ تمہیں اس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ کاٹنے اور چھوڑنے میں حکمت تھی اور اس میں مصلحت بھی تھی تا کہ فاسق لوگ ذلیل ورسوا ہوں۔ یعنی بنونضیر جو یہودی ہیں۔ وہی فاسق و بے حیاء ہیں۔ انہوں نے کچھ درخت اس لئے کاٹے تا کہ مسلمانوں کے کام نہ آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اے مسلمانو ان یہودیوں کے ہاتھ سے لگائے ہوئے درخت کاٹو اور جلا دو تو انہوں نے جب اپنے درخت کٹتے ہوئے دیکھے کہ وہ جلائے بھی جا رہے ہیں۔ اگر چہ ایسا کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ لیکن کفار کا دل جلانے کیلئے ایسا کرنا جائز ہے اور حضور ﷺ کا ہر حکم من جانب اللہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کرتے۔ (اور دوسری وجہ یہ بھی تھی تا کہ یہودی یہ بھی نہ سمجھیں کہ انہوں نے ہمیں ہمارے باغات کی لالچ میں نکالا۔

کھجوروں کی اقسام: شرح مسلم میں امام نووی نے کھجوروں کی ایک سو بیس اقسام لکھی ہیں۔ بلکہ علامہ السمہودی نے ایک سو تیس سے بھی اوپر بیان کیں۔ ان میں اعلیٰ قسم عجوہ۔ برنی۔ عتیق اور صیحانی ہے۔ اسی کھجور نے حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھا ہے۔ ایک قسم بتونی ہے۔ جس کا رنگ سبز اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا کہ عجوہ کھجور جنت کا میوہ ہے۔ یہ کھجور آدم علیہ السلام جنت سے لائے۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ جو صبح صبح سات دانے عجوہ کھجور کے کھائے تو اس پر زہر اور جادو اثر نہیں کرتا۔ اس میں شفاء ہے۔ کھانے والے کیلئے یہ دعا کرتی ہے۔ اس سے بیماری ختم ہو جاتی ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِكَابٍ

اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو نہیں دوڑائے تم نے اس پر کوئی گھوڑے اور نہ اونٹ ۔

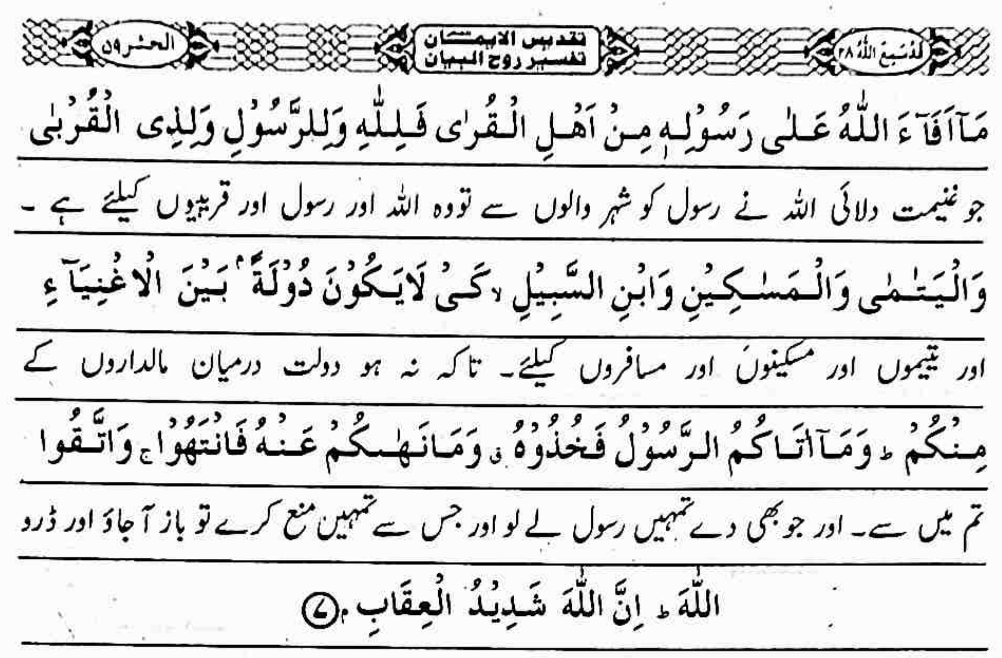
وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۞ ٦

لیکن اللہ تعالیٰ مسلط کرتا ہے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

(آیت نمبر ٦) وہ مال غنیمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دلایا۔ یعنی یہودیوں کا خانہ خراب ہوا۔ ان کے اموال۔ اسباب جائیداد اور مکانات اور باغات حضور ﷺ کے قبضے میں آئے۔ اس سے معلوم ہوا۔ حقیقتاً وہ مال حضور ﷺ کا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے کفار سے لے کر حضور ﷺ کو دے دیا۔ (حق بحق دار رسید)۔ یہود کا تو ناحق قبضہ تھا۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز بندوں کیلئے پیدا کی اور بندوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا۔ لہٰذا تمام اشیاء کا مقصد یہ کہ لوگ انہیں استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ لہٰذا اصل مالک اشیاء کے مسلمان ہوئے اور ان کے سردار حضرت محمد ﷺ ہیں۔

فائدہ: یہاں فیء بمعنی غنیمت ہے۔ یعنی یہ مال اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے پیارے حبیب ﷺ کو مال غنیمت کے طور پر دیا۔ آگے فرمایا کہ یہ مال غنیمت وہ ہے۔ جس کیلئے تم نے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی اونٹ چلائے۔ یعنی نہ تمہیں سفر کی مشقت اٹھانی پڑی۔ نہ سخت جنگ کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ بنو نضیر کی بستی مدینہ شریف سے تقریباً دو میل دور تھی۔ لہٰذا اسواری کی ضرورت بھی نہ پڑی۔ گویا یہ جنگ کے بغیر ہاتھ پاؤں مارے اور بغیر پسینہ بہائے جیتی گئی۔ اسی لئے آگے فرمایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔ ملک پر قابض بنا دیتا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ کو بستی بنو نضیر پر غلبہ دیدیا۔ لہٰذا وہاں سے حاصل شدہ مال اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ وہ جسے چاہیں اور جتنا چاہیں عطا فرمائیں۔ خود بخود اس میں تمہارا کوئی حق نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ یعنی وہ بادشاہ جسے چاہے جہاں کیلئے چاہے مالک بنا دیتا ہے۔ (پہلے یہودیوں کو بنایا۔ لیکن وہ پھٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں یعنی وہ علاقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے کر دیا۔)


مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى

جو غنیمت دلائی اللہ نے رسول کو شہر والوں سے تو وہ اللہ اور رسول اور قریبیوں کیلئے ہے۔

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ

اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے۔ تاکہ نہ ہو دولت درمیان مالداروں کے

مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا

تم میں سے۔ اور جو بھی دے تمہیں رسول لے لو اور جس سے تمہیں منع کرے تو باز آجاؤ اور ڈرو

اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ ⑦

اللہ سے۔ بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

(آیت نمبر ۷) جو بھی غنیمت دلائی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بستی والوں سے۔ **فائدہ**: چونکہ یہ مال مجاہدین میں تقسیم نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے تقسیم کا طریقہ بتایا گیا کہ بنو نضیر بنو قریظہ اور فدک اور خیبر وغیرہ سے ملنے والے اموال کے مصارف یہی تھے۔ جن کو بیان کیا جارہا ہے کہ اس میں سب سے پہلا حق اللہ تعالیٰ اور رسول پاک کا ہے۔ **فائدہ**: بعض بزرگ فرماتے ہیں۔ یہ الگ الگ نہیں بلکہ یہ دونوں ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام تو تشریفاً ہے یا تبرکاً ہے۔ **فائدہ**: نیز حضور ﷺ کا حصہ بھی آپ کے وصال مبارک سے ساقط ہوگیا۔ دوسرا حق قریبیوں کا ہے۔ یعنی حضور ﷺ کے وہ رشتہ دار جن پر زکوٰۃ نہیں لگتی۔ یعنی بنو ہاشم و بنو عبد المطلب۔

مسئلہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس وقت ان پر زکوٰۃ نہیں لگتی تھی۔ اب ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ نفلی صدقہ انہیں دینا بالاجماع جائز ہے۔ چونکہ حضور ﷺ کے ظاہری زمانے میں انہیں خمس ملتا تھا۔ اب وہ نہیں دیا جاتا۔ تیسرا حق یتیموں اور چوتھا حق مسکینوں کا ہے۔ پانچواں حق مسافروں کا ہے۔ یہ تقسیم اس لئے کی تاکہ مال و دولت سارے کا سارا امیروں کے پاس ہی نہ رہے۔ بلکہ اس میں سے کچھ غریبوں کے پاس بھی جائے۔

آگے فرمایا کہ اور جو تمہیں رسول دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ یعنی مال غنیمت میں سے جو بھی مال دیں وہ تمہارا ہوگیا۔ اسے استعمال میں لاؤ۔ اور جو نہ دیں وہ تمہارا نہیں اور اللہ رسول کی نافرمانی سے ڈرو۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً

ان فقیروں مہاجروں کیلئے ہے جو نکالے گئے اپنے گھروں اور مالوں سے۔ تلاش کرتے ہیں فضل

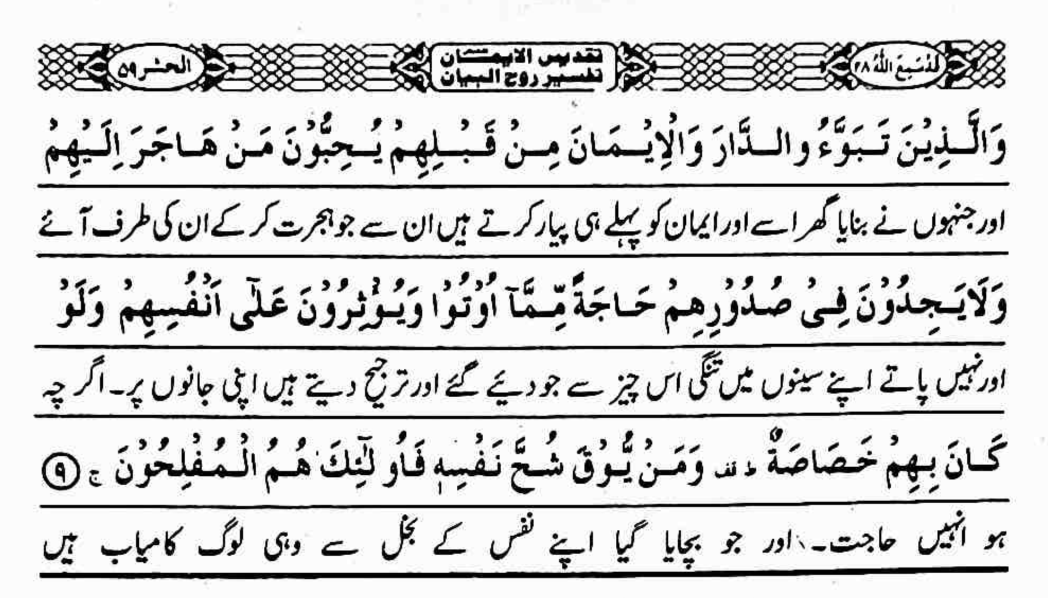
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ ﴿۸﴾

اللہ کا۔ اور رضا اور مدد کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔ وہی لوگ سچے ہیں۔

(بقیہ آیت نمبر ۷) بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اس آیت میں ماعموم کیلئے ہے۔ یعنی رسول جو بھی حکم دیں یا کوئی چیز دیں وہ لے لو اور جس بات سے روک دیں۔ وہ خواہ کتنی اچھی ہو تم اس سے رک جاؤ کیونکہ ان کے حکم کی تعمیل میں نجات ہے اور جو امر و نہی میں مخالفت کرے گا۔ وہ ہلاک ہو جائیگا۔ **مسئلہ**: حکم رسول دراصل حکم خدا ہی ہے۔ **فائدہ**: حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد شرائع اسلام ہیں۔ اسی لئے فرمایا جو وہ تمہیں غیبی خبریں دیں تو ان پر یقین کرلو اور جن باتوں سے منع کریں ان سے منع ہو جاؤ۔ اس پر اعتراض کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اس کا عذاب بہت سخت ہے۔ معلوم ہوا۔ نظام خدا ہی نظام مصطفےٰ ہے۔

(آیت نمبر ۸) ان مہاجرین فقیروں کیلئے جو مکہ مکرمہ کے ذاتی گھروں سے نکالے گئے۔ اس کا عطف ذوالقربیٰ اور مساکین پر ہے۔

درس ادب: چونکہ ان مہاجرین میں حضور ﷺ بھی آتے ہیں لیکن حضور کو فقیر بمعنی محتاج کہنا بے ادبی ہے بلکہ کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "وینصرون اللہ ورسولہ" اور "اغناھم اللہ ورسولہ" جیسے احکام اتار کر اس زمرے سے نکال دیا۔ آگے فرمایا کہ کفار مکہ نے ان مسلمانوں کے گھر اور مال قابو کر لئے اور انہیں مکہ مکرمہ سے نکال دیا۔ یا انہیں نکلنے پر مجبور کر دیا۔ ان کی تعداد تقریباً ایک سو تھی۔ وہ لوگ درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنے اختیار سے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نکل آئے۔ انہیں اسلام سے سخت محبت تھی۔ بھوک کی پرواہ کئے بغیر پیٹ پر پتھر باندھے سردی سے بچنے کیلئے گڑھے کھود کر اس میں بیٹھے۔ انہیں حضور ﷺ نے جنت کی اور نور تام کی بشارتیں دیں۔ وہ محض فضل ربی کی تلاش میں نکلے اور اس کی رضا چاہنے کیلئے وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یعنی دین کی سربلندی کیلئے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ درحقیقت یہی لوگ سچے ہیں۔ یعنی انہوں نے جیسے کہا ویسے ہی کر دکھایا۔ یعنی رسول پاک کا ساتھ دینے میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔



وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ

اور جنہوں نے بنایا گھر اسے اور ایمان کو پہلے ہی پیار کرتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئے

وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ

اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں تنگی اس چیز سے جو دیئے گئے اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر۔ اگر چہ

كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۛ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ ﴿٩﴾

ہو انہیں حاجت۔ اور جو بچایا گیا اپنے نفس کے بخل سے وہی لوگ کامیاب ہیں

(بقیہ آیت نمبر ۸) **نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ چیز فقر ہے:** میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور آپ نے فرمایا۔ تمام اولاد آدم سے بہتر و برتر ہوں۔ لیکن اس پر ہم فخر نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ہدیئے بھجوائے۔ بہترین لباس پہنائے لیکن ہمیں اس پر بھی کوئی فخر نہیں ہے۔ ہماری پسندیدہ چیز فقر ہے۔ میں چاہتا ہوں ایک دن کھانے کو ملے تا کہ کھا کر شکر کروں۔ ایک دن نہ ملے تا کہ اس پر صبر کروں۔

(آیت نمبر ۹) وہ مہاجرین جنہوں نے اس شہر مدینہ اور ایمان کو ہی اپنا گھر بنایا۔ یا یہ انصار کی مدح ہے کہ انہوں نے مہاجرین سے محبت کی اور اس بات سے راضی تھے کہ مال فی ء ان ہی کو دیا جائے۔

انصار کے دونوں قبیلے اوس اور خزرج قحطان بن عامر کی اولاد سے ہیں۔ الدار سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ جس کا پرانا نام یثرب ہے۔ مراد یہ ہے کہ انہوں نے گھر مدینہ اور ایمان کو اپنی منزل بنالیا۔ یا مراد ہے ایمان کو قبول کرنے کے بعد مدینہ کو اپنا گھر بنایا۔ اس میں اخلاص پیدا کیا۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مدینہ شریف کے ناموں میں ایک نام دارالایمان بھی ہے۔ آگے فرمایا کہ انصار نے مہاجرین کی ہجرت سے بھی پہلے اپنے ایمان کا اظہار کیا اور اس سے مراد بھی وہ لوگ ہیں۔ جو حضور ﷺ کے مدینہ شریف میں تشریف لانے سے دو سال پہلے ایمان لائے اور عبادت کیلئے مساجد بنائیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی ایسے حفاظت کی جیسے پرندہ بچے کی حفاظت کرتا ہے۔ اس معاملہ میں انصار کو مہاجرین پر تقدم حاصل ہے۔ (یعنی ایمان لانے میں مہاجرین مقدم اور مسلمانوں کی ہر طرح مدد کرنے میں انصار مقدم)

آگے فرمایا وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آئے۔ اس لئے کہ اصل میں انہیں اسلام

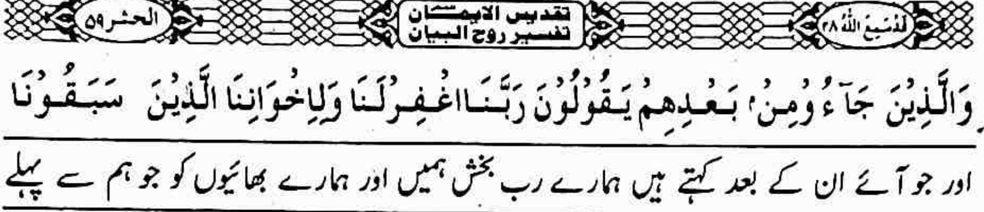
سے محبت ہے جو بھی اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے۔ وہ انہیں محبوب ہے۔ اس لئے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہی ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی بھی نہیں پاتے اس میں جو وہ دیئے گئے۔ یعنی مہاجرین کو جب بنو نضیر کا سارا مال دے دیا گیا تو انصار کو نہ اس پر غصہ آیا نہ حسد ہوا۔ بلکہ وہ ہر معاملہ میں معاش کے اسباب میں سے جود وکرم کے طور پر ان کو ترجیح دیتے۔ حتیٰ کہ جس کے پاس دو بیویاں تھیں۔ اس نے ایک کو طلاق دی اور مہاجر ساتھی کی جس کی بیوی نہیں تھی۔ اس کے نکاح میں دیدی۔ یعنی اپنی ضرورت کے باوجود وہ دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ اگرچہ انہیں خود بھی اس کی سخت حاجت ہوتی۔

شان نزول: بنو نضیر سے کافی مال غنیمت ملنے کے بعد حضور ﷺ نے انصار صحابہ سے مشورہ کیا۔ اگر تم کہو تو یہ سارا مال نصف ونصف مہاجرین انصار میں تقسیم کر دیا جائے اور تم نے مواخات کے وقت جو کچھ ان کو دیا۔ وہ تمہیں واپس کر دیں یا یہ سب مال مہاجرین کو دے دیا جائے تو انصار نے عرض کی یا رسول مواخات کا مال بھی انہیں رہے۔ اور یہ مال بھی انہیں ہی دے دیا جائے۔ ایثار سے مراد بھی یہی ہے۔

اس ایثار کی مثال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔ جنگ یرموک میں حضرت خذیفہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں نکلا۔ زخمیوں میں انہیں پالیا۔ جو پانی مانگ رہا تھا۔ میرے پاس تھوڑا پانی تھا۔ جب میں نے پانی اس کے منہ کے قریب کیا تو قریب سے ایک اور نے آواز دی (پیاس) تو اس نے کہا اسے پہلے پلاؤ۔ جب میں اس کے قریب گیا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ پچھلوں کے پاس پانی لے کر آیا تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ (صحابہ کے ایسے ایثار کے کئی واقعات احادیث میں درج ہیں)۔ (یہ جو آج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھونکتے ہیں۔ ان کو تو ایثار کی ایسی ہوا بھی نہیں لگی)۔

فائدہ: بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نوجوان نے کہا۔ آپ کے نزدیک زہد کیا ہے تو فرمایا۔ مل جائے تو شکر کرتے ہیں۔ نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔ تو اس نے کہا یہ تو ہمارے بلخ کے کتوں کا حال ہے۔ وہ بھی اگر ملے تو شکر کرتے ہیں۔ نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔ پھر شیخ نے پوچھا تمہارے ہاں زہد کیا ہے تو اس نے کہا نہ ملے تو شکر کرتے ہیں۔ مل جائے تو بانٹ دیتے ہیں۔ آگے فرمایا جو اپنے نفس کی لالچ سے بچ گیا اور بخل سے بچ گیا وہی لوگ کامیاب ہے۔ **فائدہ:** حرص اور بخل نفس کی قبیح ترین عادات سے ہیں۔

حدیث شریف : حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو زکوٰۃ ادا کرے مہمان نوازی کرے اور دکھ تکلیف میں لوگوں کی مدد کرے۔ وہ بخیل نہیں ہے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی)



وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا

اور جو آئے ان کے بعد کہتے ہیں ہمارے رب بخش ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے 3

بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٠﴾

ایمان لائے اور نہ کر ہمارے دلوں میں کھوٹ ان کیلئے جو ایمان لائے ہمارے رب تو شفقت والا رحمت والا ہے

(آیت نمبر ۱۰) وہ لوگ جو ان کے بعد آئے۔ یعنی مہاجرین و انصار کی اولاد جو قیامت تک آئیں گے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کی مثال بارش جیسی ہے۔ نامعلوم اس کا پہلا حصہ زیادہ نفع والا ہے۔ یا دوسرا (ترمذی شریف)۔ **فائدہ**: اس سے مراد نفع مند ہونا ہے۔ افضلیت کی بات نہیں کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم پوری امت میں سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔ اس سے مراد ہے کہ وہ مسلمان کہ جس سے خلق خدا کو نفع پہنچے۔ (جیسے خواجہ غریب نواز کے ہاتھوں لاکھوں لوگ مسلمان ہوئے۔ محمد بن قاسم کی وجہ سے لاکھوں ہندو مسلمان ہوئے اور بھی ایسے اسلام کے سینکڑوں سپاہی ہوئے)۔ آگے فرمایا بعد میں آنے والے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بھی بخش دے اور جو ہمارے قریبی یا دینی بھائی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ ان کو بھی بخش دے۔ **نکتہ**: بخشش میں پہلے اپنا نام لیا۔ اس لئے بندے کو چاہئے کہ دوسروں کی بخشش کیلئے دعا مانگنے سے پہلے اپنی بخشش کی دعا کرلے کیونکہ خود بخشا ہوا ہوگا تو دوسروں کے حق میں دعا قبول ہوگی۔ یعنی دعا میں اپنے گناہوں کو مدنظر رکھ کر پہلے اپنے لئے استغفار کرے۔ دوسروں کے گناہوں پر پہلے نظر رکھنا سوء ادب ہے۔ خصوصاً سلف صالحین کے متعلق۔ آگے فرمایا اور نہ کر ہمارے دلوں میں کینہ ان لوگوں کے لئے۔ یعنی صحابہ اور تابعین کا کینہ ہمارے دلوں میں نہ رہے۔ اے ہمارے رب بے شک تو شفقت والا رحم کرنے والا ہے۔ یعنی تو ہی دعائیں قبول فرماتا ہے کیونکہ ہر بات تیری شان کے لائق ہے۔ **مسئلہ**: معلوم ہوا بعد میں آنے والوں کیلئے لازم ہے کہ وہ پہلوں کی بخشش کی دعا کیا کریں۔ خصوصاً آباء و اجداد اور استاذوں یا دیگر بزرگوں کیلئے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ امت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ دنیا سے گئے ہوؤں کیلئے استغفار کریں۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ اس وقت تک یہ امت ختم نہیں ہوگی جب تک کہ ان لوگوں کو نہ دیکھیں جو پہلوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو گالی نہ دیں (اخرجہ البخاری فی التاریخ الکبیر)۔ جیسا آج ہو رہا ہے۔ **حدیث شریف**: جو میرے صحابہ کو گالی دے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور وہ بدترین مخلوق ہے (رواہ البزار والطبرانی)۔ (صحابہ تو دین کی کسوٹی ہیں)۔ جس کا ایمان ان کے ایمان کی طرح ہوگا۔ وہ ہدایت پر ہے۔ (سورۂ بقرہ آیت ۱۳۷)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

کیا نہیں دیکھا تو نے طرف منافقوں کے جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کفار کتابیوں سے ۔

لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا

البتہ اگر نکالے گئے تم تو ہم بھی ضرور نکلیں گے تمہارے ساتھ اور نہیں مانیں گے تمہارے بارے کسی کی کبھی بھی ۔

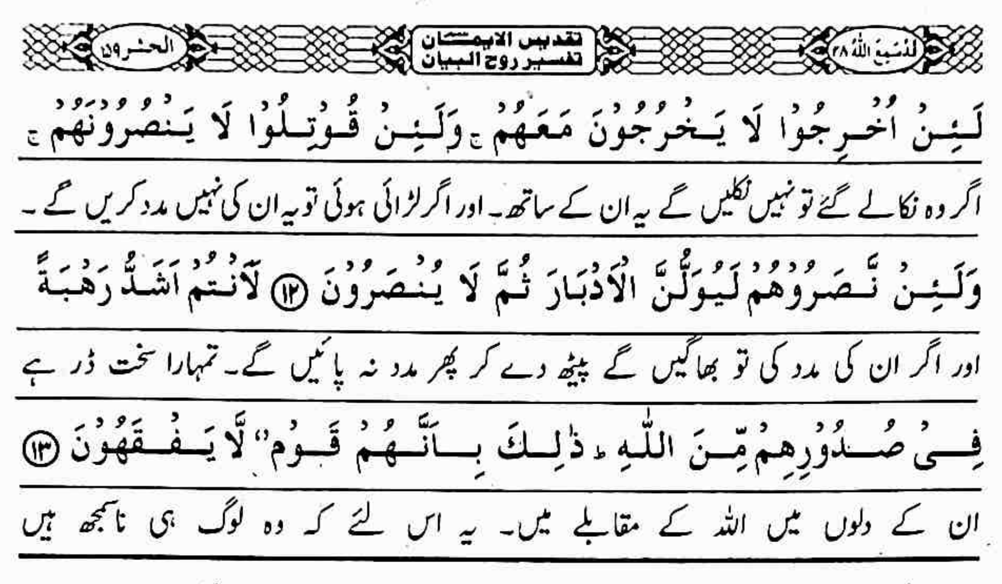
وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١١﴾

اور اگر تم سے لڑائی ہو تو ضرور تمہاری مدد کریں گے ۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے بے شک وہ جھوٹے ہیں ۔

(آیت نمبر ۱۱) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کی جو اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں کو کہنے لگے ۔ اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم ضرور بہ ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے ۔ ہم تم سے جدا نہیں ہوں گے ۔

منافقین کی شرارت: جب بنو نضیر کے یہودیوں کو جلاوطنی کا حکم ہوا تو منافقین نے انہیں خفیہ پیغام بھیجا ۔ اپنے قلعوں میں ڈٹے رہو ۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں ۔ چونکہ منافقین کفر میں یہودیوں کے بھائی ہیں بلکہ سارا کفر ایک ہی ملۃ ہے ۔ ان کی آپس میں مہر و محبت کی وجہ سے انہیں بھائی کہا ۔ مزید منافقوں نے یہ بھی کہا کہ اگر تمہارے ساتھ مسلمان لڑے تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے ۔ یعنی منافقوں نے انہیں تسلی دی کہ اے ہمارے کتابی یہودی بھائیو ۔ اگر تمہیں محمد (ﷺ) نے یہاں سے نکلنے پر مجبور کیا ۔ یا تم زبردستی نکالے گئے تو ہم تمہاری سنگت چھوڑ نہیں سکتے ۔ ہماری تمہاری دوستی پکی ہے اس لئے ہم تمہارے متعلق کبھی کسی کی بھی بات ماننے کیلئے تیار نہیں ۔ یعنی جو ہمیں تمہارے ساتھ جانے سے روکے گا ۔ خواہ وہ کتنا ہمیں کہتا رہے کہ تم مر جاؤ ۔ ہم ان کی ایک نہیں سنیں گے اور تمہارا پورا پورا ساتھ دیں گے اور اگر محمد ﷺ اور ان کے اصحاب نے تم سے لڑائی کی تو ہم تمہاری مدد کریں گے ۔

آگے فرمایا ۔ کہ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ منافق بے شک جھوٹے ہیں خواہ وہ کتنی قسمیں کھائیں ۔ منافقین کی منافقت ظاہر ہو گئی ۔ یہ قسمیں کھا کر یقین دلانے والا ابن ابی منافقوں کا سردار تھا اور جھوٹوں کا امام ۔ نہ اس نے آنا تھا نہ آیا ۔ حی بن اخطب جو یہودیوں کا سردار تھا ۔ وہ ابن ابی کا گہرا دوست تھا ۔ تو جب وہ نکالے گئے تو انہوں نے حیی بن اخطب سے کہا ۔ کہاں گئیں تمہارے دوست کی ڈھینگیں ۔ ہمیں اس نے ہلاکت میں ڈالا اور خود گھر میں لیٹ رہا ۔ اب ہمارا کیا بچا ۔ عورتیں قیدی ہو گئیں جوان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ۔ اب ہمارا جینا بھی کیا جینا ہے ۔



لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ

اگر وہ نکالے گئے تو نہیں نکلیں گے یہ ان کے ساتھ۔ اور اگر لڑائی ہوئی تو یہ ان کی نہیں مدد کریں گے۔

وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً

اور اگر ان کی مدد کی تو بھاگیں گے پیٹھ دے کر پھر مدد نہ پائیں گے۔ تمہارا سخت ڈر ہے

فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾

ان کے دلوں میں اللہ کے مقابلے میں۔ یہ اس لئے کہ وہ لوگ ہی نا سمجھ ہیں

(آیت نمبر ۱۲) اگر وہ یہودی نکالے گئے ذلیل وخوار کر کے تو یہ منافق ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔

منافقوں کا جھوٹ: منافقوں نے یہودیوں سے کہا تھا۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا جھوٹ واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان سے لڑائی ہوئی تو وہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب بنونضیر گھروں سے نکالے گئے تو منافقوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ابن ابی نے انہیں ڈھارس بندھائی تھی کہ میرے پاس دو ہزار جنگی بہادر ہیں تم پر جب مصیبت آئیگی۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہوں گے۔ تمہاری امداد کریں گے تو بنونضیر ان کے جھانسے میں آ گئے۔ علوم نبوت کا معجزہ تھا کہ جیسے کہا گیا ویسے ہی ہوا۔ بتایا گیا تھا کہ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ یہ بات آیت کریمہ کے اترنے سے پہلے ہی بتا دی گئی تھی۔ اور آگے فرمایا کہ اگر ان منافقوں نے یہودیوں کی مدد کی تو ضرور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے اور شکست کھائیں گے۔ پھر وہ مددگار بھی نہیں پائیں گے۔ یعنی انہیں منافقوں کی مدد کام نہیں آئے گی۔

فائدہ : آیت میں دلیل ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے۔ وہ دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ کتنا بڑا بادشاہ ہو یا لاؤ لشکر والا ہو چنانچہ ابن ابی کا انجام خراب ہوا۔ اور اسے ذلت ورسوائی ملی۔

(آیت نمبر ۱۳) اے مسلمانو تمہارا بہت زیادہ ڈر ہے۔ یعنی تم سے کفار اور منافقین از حد ڈرتے ہیں۔ ان کے سینوں میں یہ خوف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارا رعب ان کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ اگر چہ وہ یہی کہتے ہیں کہ ہمیں کسی کا ڈر نہیں لیکن وہ مسلمانوں سے سخت خائف ہیں۔ آگے فرمایا۔ کہ یہ اس لئے۔ کہ یہ منافق اور یہود بلکہ تمام کفار نا سمجھ لوگ ہیں۔ اگر انہیں ذرا سی بھی سمجھ ہوتی۔ تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی کبھی نافرمانی نہ کرتے۔

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْمِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ

نہیں لڑیں گے تم سے اکٹھے مگر بستی کے قلعہ میں یا پیچھے سے فصیل کے۔ جنگ ان کی آپس میں

شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾

سخت ہے تم انہیں سمجھو گے اکٹھے حالانکہ دل ان کے جدا جدا ہیں۔ یہ اس لئے کہ بے شک وہ لوگ بے عقل ہیں

(بقیہ آیت نمبر ۱۳) گویا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتادیا۔ کہ ان منافقوں یا یہودیوں سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آگے فرمایا کہ یہ اس لئے کہ بے شک وہ ناسمجھ قوم ہے۔ انہیں عظمت الٰہی کا پتہ ہی نہیں۔ **فائدہ:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ دانشمندی اسی کا نام ہے کہ آدمی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں رکھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس کی بھلائی کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔ اسے دین کی فقاہت عطا فرمادیتا ہے (بخاری ۷۱، مسلم ۱۰۳۷)۔ **فائدہ:** عارفین کے نزدیک فقیہ وہ ہے۔ جو اپنے مولا کو سمجھے اور اس کے بغیر کسی سے نہ ڈرے۔ لہٰذا مومن نہ اللہ کے بغیر کسی کو دل میں سماتا ہے۔ نہ کسی اور سے امید لگاتا ہے۔ جس میں یہ صفات نہ ہوں وہ فقیہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ جاہل ہے۔

(آیت نمبر ۱۴) اب یہود و منافقین مل کر تم سے نہیں لڑ سکتے۔ بلکہ وہ اس کی جرات بھی نہیں کر سکتے۔ مگر وہ کسی بستی کے قلعے میں بند ہو کر یا دیواروں کی اوٹ میں ہو کر ممکن ہے لڑیں۔ لیکن اب وہ تمہارے سامنے کبھی بھی نہیں آئیں گے۔ ان کی آپس میں بھی جنگ سخت ہے۔ ان میں اب کمزوری اور بزدلی بہت آگئی ہے۔ اللہ رسول کی مخالفت کرنے والا بہادر بھی ہو تو وہ بزدل بن جاتا ہے۔ معزز بھی ہو تو ذلیل بن جاتا ہے۔ آگے فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ وہ اکٹھے ہیں۔ اور آپس میں متفق ہیں۔ حالانکہ وہ متحد نہیں (اگر بالفرض مسلمانوں کے مقابلے میں متحد ہو بھی جائیں) تو دل ان کے متحد نہیں وہ الگ ہی الگ ہیں۔ یعنی اصل میں وہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ (جیسے یورپ والے)۔ اندر سے سب مخالف اور ظاہراً متحد ہیں۔ **فائدہ:** بزرگ فرماتے ہیں۔ اتفاق طاقت ہے اور افتراق ہلاکت ہے۔

آگے فرمایا کہ ان کا افتراق اس لئے ہے کہ وہ بے عقلوں کی قوم ہے کیونکہ وہ حق کو نہیں سمجھتے۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ عقل نور ہے۔ (مشکوٰۃ) (گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور۔ چراغ راہ ہے منزل نہیں۔ اقبال)۔ ایک اعرابی نے کہا عقل اگر کوئی شکل اختیار کر کے ظاہر ہو تو سورج بھی اس کے سامنے بے نور ہو جائے۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۚ ﴿۱۵﴾

جیسے مثال ان کی جو ان سے پہلے تھے قریب زمانہ میں چکھا وبال اپنے کام کا اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ

جیسے مثال شیطان کی جب کہا انسان سے کفر کر پھر جب اس نے کفر کیا تو کہا میں تو بری ہوں تجھ سے

اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ رب العالمین سے

(آیت نمبر ۱۵) مثال ہے ان لوگوں کی جو ان سے پہلے ہوئے۔ یعنی بنو نضیر بنو قینقاع جو ان سے پہلے جلاوطن ہوئے۔ جو مالدار بھی تھے اور بہادر بھی تھے۔ واقعہ بدر کے بعد انہوں نے حسد کیا اور مسلمانوں سے بغاوت کی اور جو معاہدہ کیا تھا۔ اسے توڑ دیا تو انہیں حضور ﷺ نے شام کی طرف نکال دیا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی ہلاکت کیلئے بددعا فرمائی وہ سب سال کے اندر اندر ہلاک ہو گئے تھے اور یہ واقع چونکہ ان کے قریب زمانہ میں ہوا اس لئے اسے قریب کہا تو انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھ لیا۔ دنیا میں ہی ہلاکت ہوئی۔ اور آگے فرمایا ان کیلئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ جس کے درد کا کوئی انداز نہیں لگا سکتا۔ جیسے دنیا کے مقابلے میں آخرت کی اور اشیاء کا اندازا کرنا ناممکن ہے۔ اسی طرح عذاب کا بھی۔

(آیت نمبر ۱۶) اسی طرح شیطان کی مثال ہے۔ جیسے منافقوں کی باتوں سے دھوکہ کھا کر آدمی خسارہ پاتا ہے۔ یا جیسے منافقین نے یہودیوں کو جنگ پر اکسا کر پھر الگ ہو گئے۔ ایسے ہی شیطان انسان کو کفر پر اکساتا ہے۔ جب وہ کفر کر لیتا ہے۔ شیطان کے کہنے پر اور اس کی خواہشات پوری کر دیتا ہے پھر شیطان کہتا ہے۔ میں تجھ سے بیزار ہوں۔ میں تیرے برے عمل یا کفر و شرک سے خوش نہیں ہوں۔ بے شک میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ جیسے اس نے بدر والے دن کفار مکہ سے کہا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آئیگا۔ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو وہ فرشتوں کو دیکھتے ہی الٹے پاؤں بھاگ پڑا اور کہا میں تم سے بری (جدا) ہوں۔ جو کچھ میں نے دیکھا وہ تم نہیں دیکھتے۔ بے شک میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ **فائدہ** : یہ تو شیطان کے دھوکوں میں سے ایک ہے۔ اگر وہ حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو لوگوں کو گمراہ کیوں کرتا ہے۔ وہ درحقیقت سب سے بڑا دھوکے باز ہے۔ اس کی ہر بات دھوکہ ہے۔

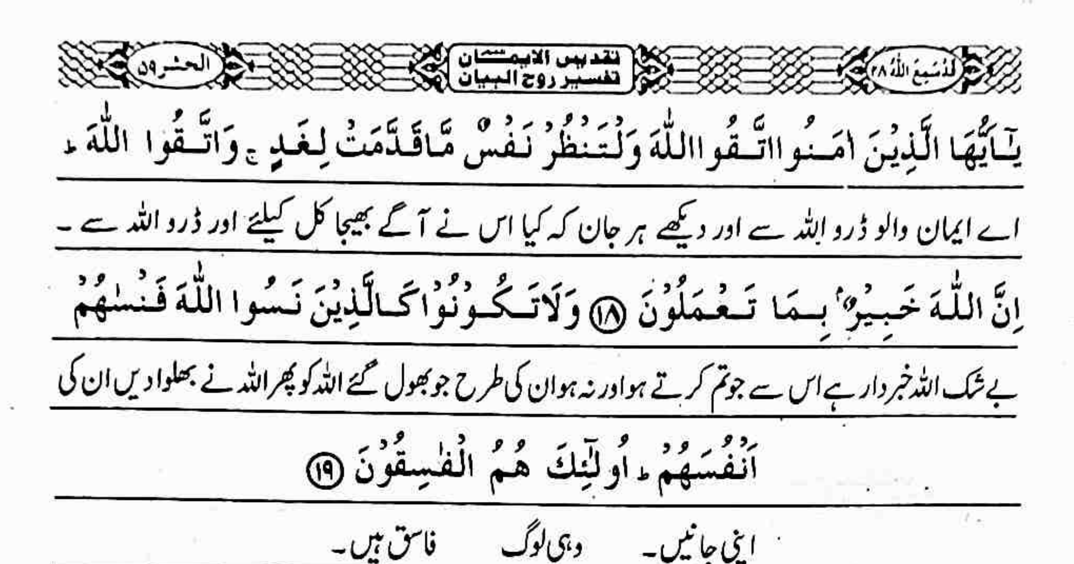
فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

تو ہوگا انجام دونوں کا کہ وہ دونوں آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ سزا ہے ظالموں کی

(بقیہ آیت نمبر ۱۶) **فائدہ** :ابواللیث نے فرمایا کہ اس خبیث نے یہ کلمہ ٹھٹھہ مخول کرتے ہوئے کہا۔

(آیت نمبر ۱۷) لہذا ان دونوں کفار اور شیطان کا انجام یہ ہے کہ بے شک وہ دونوں جہنم میں جائیں گے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ان کے نکلنے کا تصور بھی نہیں یہی ظالموں کی سزا ہے۔

قصہ برصیصا ولی کا: اس نے عبادت کیلئے ایک گرجا بنایا۔جس میں وہ ستر سال تک عبادت الٰہی میں مشغول رہا۔ شیطان بھی اسے بہکانے سے عاجز ہوگیا تو سب شطونگڑوں کو جمع کر کے کہا کہ میں تو اسے گمراہ کرنے سے عاجز آ گیا ہوں تم میں کوئی ہے جو اسے گمراہ کردے۔تو ان میں سے ایک نے ذمہ داری لی اور بزرگی کا لباس پہن کر اس کے گرجے میں جا پہنچا۔اور اس عابد سے اجازت لی کہ میں بھی یہاں عبادت کرنا چاہتا ہوں۔اس نے کہا ٹھیک ہے۔اب عابد دس دن عبادت کرتا دس دن آرام کرتا۔لیکن شیطان لگاتار ہی عبادت کرتا رہا۔چالیس دن کے بعد مصلیٰ اٹھا کر چل دیا۔برصیصا نے اس کی بڑی منت کی اور کہا کہ بھئی کچھ دن اور رہ جاؤ لیکن اس نے کہا کہ تمہاری عبادت بہت کم ہے۔مجھے ڈر ہے میری عبادت بھی کم ہو جائیگی۔بہر حال میں اب جاتا ہوں اور تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ عبادت سے زیادہ ثواب لوگوں کو نفع پہنچانا ہے۔میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جس سے تو دیوانگی وغیرہ کا علاج آسانی سے کرے گا۔خلق خدا کو نفع ہوگا۔اور اس سے تجھے ہزار عبادت کا ثواب بھی مل جائیگا۔برصیصا نے بہتیرا اس بکھیڑے سے جان چھڑانا چاہی لیکن اس نے ایسے سبز باغ دکھائے کہ وہ عابد اس کے چکر میں آ گیا اور وہ منتر سیکھ لیا جس سے لوگوں کی بیماریاں دور ہوں۔پھر شیطان ہر طرف لوگوں کو بتاتا کہ فلاں بزرگ کے پاس مریض لے جاؤ۔وہ منٹوں میں اسے ٹھیک کر دیگا۔اس طرح ہر طرف اس کی مشہوری ہوگئی۔پھر اس نے بادشاہ زادی پر دیوانگی ڈال دی۔جو حسن و جمال میں پری پیکر تھی۔دنیا بھر میں اس کا حسن مشہور تھا۔شیطان نے انسانی شکل میں آ کر بادشاہ کو کہا اس لڑکی پر جنات کا اثر ہے۔اسے فلاں بزرگ کے پاس لے جاؤ۔انہوں نے کہا وہ تو کسی کو منہ بھی نہیں لگاتا۔شیطان نے کہا۔اسے اس کے پاس دوسرے کمرے میں چھوڑ آؤ۔وہ فارغ وقت میں دم ڈالے گا۔تو یہ بالکل تندرست ہوجائے گی۔چنانچہ وہ اس کے کہنے پر وہاں لے گئے۔پھر شیطان نے اس عابد کو ورغلایا کہ ایسی پری پیکر پھر کہاں ملے گی۔اس سے جماع کر پھر توبہ کر لینا۔جوں ہی شہزادی سے جماع کیا تو وہ حاملہ ہوگئی۔پھر شیطان نے اسے کہا یہ تو نے کیا کیا۔اب بہتر ہے۔اسے قتل کر کے باہر کہیں دفن کردے۔اس نے قتل کر کے اسے دفن کر دیا۔ادھر شیطان نے بادشاہ کو خبر کر دی۔بادشاہ نے اسے سولی پر لٹکا دیا۔



یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور دیکھے ہر جان کہ کیا اس نے آگے بھیجا کل کیلئے اور ڈرو اللہ سے ۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ

بے شک اللہ خبر دار ہے اس سے جو تم کرتے ہو اور نہ ہو ان کی طرح جو بھول گئے اللہ کو پھر اللہ نے بھلوا دیں ان کی

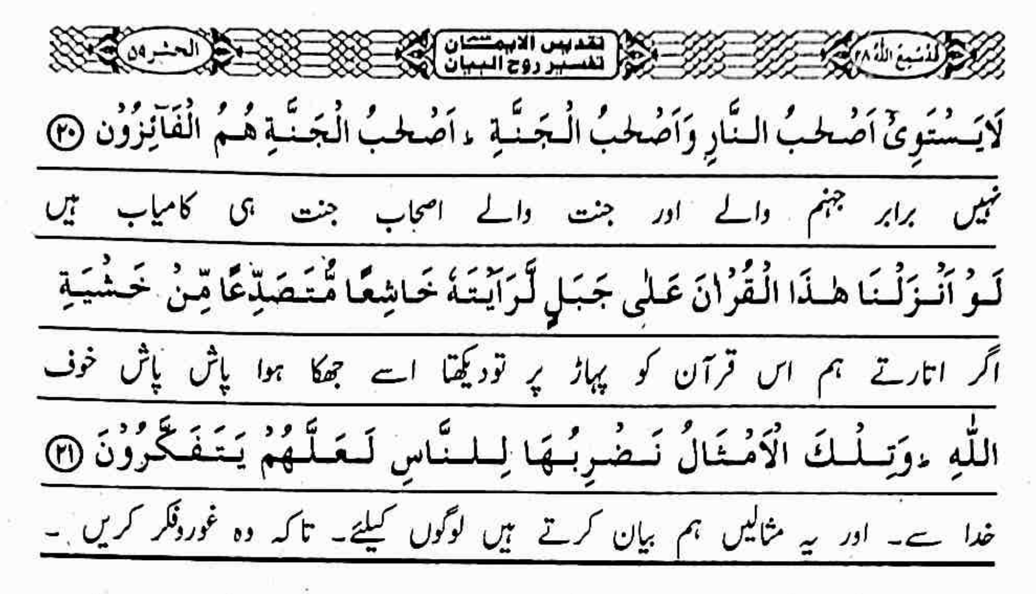
اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾

اپنی جانیں۔ وہی لوگ فاسق ہیں۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۷) پھر شیطان نیچے سے گذرا تو کہا اب تیرے بچنے کی ایک ہی صورت ہے تو مجھے سجدہ کر۔ اس نے سجدہ بھی کر دیا تو اس وقت شیطان نے کہا میں تجھ سے بری ہوں میں تو رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ (یہی اس کا طریقہ واردات ہے جس کے ذریعے اس نے اولیاء کو بھی پٹڑی سے اتار دیا۔)

(آیت نمبر ۱۸) اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی ہر معاملے میں اس کی اطاعت کرو اور گناہوں سے دور رہو۔ شکر کرو اور کفر سے بچو اور ہر نفس یہ دیکھے کہ اس نے قیامت کے دن عذاب سے بچنے کیلئے آگے کیا بھیجا ہے۔ ہر آنے والے دن کو قیامت ہی سمجھے اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر کے آگے بھیجے۔ آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے خبر دار ہے۔ اور ان ہی کے مطابق تمہیں جزاء و سزا دیگا۔ **سبق**: اس آیت میں اعمال صالحہ کر کے آگے بھیجنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے بندہ جب مر جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں اس نے پیچھے کیا چھوڑا اور فرشتے کہتے ہیں یہ بتاؤ کہ اس نے آگے کیا بھیجا۔ جو پیچھے چھوڑا وہ لوگوں کا اور جو آگے بھیجا وہ اپنا ہے۔

(آیت نمبر ۱۹) اے مسلمانو۔ نہ ہو جاؤ ان (یہودیوں اور منافقوں) کی طرح جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدر کما حقہ نہیں کی کہ اس کے احکام پر عمل نہیں کیا۔ نہ وہ منہیات سے باز آئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے نفسوں کو بھلا دیا۔ یعنی ان سے توجہ ہٹالی۔ یا بروز قیامت ایسے امور دکھائے گا کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول جائیں گے۔ کبھی نسیان ترک کا معنی دیتا ہے۔ جیسے فرمایا: "نسوا اللّٰہ فنسیھم" انہوں اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑی اللہ تعالیٰ نے انہیں چھوڑ دیا۔ آگے فرمایا یہی بھولنے بھلانے والے فاسق ہیں۔ جو قیامت کے دن رسوا ہوں گے۔ اس سے مراد کفار ہیں۔ یا فاسق مومن ہیں۔ جنہوں نے مال و دولت کی فکر میں اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔



لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾

نہیں برابر جہنم والے اور جنت والے اصحاب جنت ہی کامیاب ہیں

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ

اگر اتارتے ہم اس قرآن کو پہاڑ پر تو دیکھتا اسے جھکا ہوا پاش پاش خوف

اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

خدا سے۔ اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کیلئے۔ تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

(آیت نمبر ۲۰) نہیں برابر ہو سکتے جہنم والے جنت والوں کے۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ جیسے فرمایا۔ اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتے۔ یا جیسے فرمایا۔ علم والے اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے۔ جنت والے ہی دونوں جہانوں میں کامیاب ہیں اور اصحب نار دونوں جہانوں میں ذلیل وخوار ہیں۔

سبق :اس میں لوگوں کو تنبیہ ہے کہ وہ غفلت کو دور کریں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جہنمیوں کے برے حال اور جنتیوں کے اچھے حال سے بھی باخبر کیا تاکہ بے پرواہی اور غفلت کو چھوڑ دیں۔ اور وہ اعمال کریں جن کی وجہ سے جہنم سے بچ جائیں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے رب سے جنت حاصل کریں۔ **حدیث شریف** :حضور ﷺ نے فرمایا۔ جنتیوں کا کم از کم مرتبہ یہ ہے کہ وہ ایک سال کی مسافت سے وہ اپنے باغات ازواج وخدام وغیرہ کو دیکھ لیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دیدار سے نوازے گا۔ (مسلم شریف، کتاب الایمان)

(آیت نمبر ۲۱) اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل فرماتے۔ تو تم اسے دیکھتے عاجز اور ڈرنے والا اللہ تعالیٰ سے اور اس کے خوف سے پھٹ جانے والا۔ **فائدہ**: علماء کرام نے فرمایا کہ یہ قرآن مجید کی عظمت وشان بتائی گئی۔ یعنی یہ قرآن اپنے اندر اتنی بڑی تاثیر رکھتا ہے کہ اس کی وجہ سے پتھر بھی موم ہو جائے۔ اس سے انسان کی قساوت قلبی (دل کی سختی) پر زجر وتوبیخ کی گئی ہے کہ انسان میں اس کی تلاوت سے کیوں خشوع نہیں آتا۔ **فائدہ**: یعنی اے انسان جیسا تیرے اندر شعور ہے اور عقل ہے۔ اگر یہ پہاڑ میں ہوتا پھر اس پر قرآن نازل ہوتا اور اسے وعد وعید سنائے جاتے۔ تو اس میں ایسا خشوع وخضوع ہوتا کہ وہ خوف خدا میں پھٹ جاتا کہ اس نے کیوں اس کی عظمت کی خاطر اس کے حقوق ادا نہیں کئے اور امر ونہی میں اس کی تعمیل کیوں نہیں کی۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾

وہی اللہ ہے کہ نہیں معبود سوا اس کے۔ جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کو وہ رحمٰن اور رحم والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ

وہ اللہ ہے کہ نہیں معبود سوا اس کے بادشاہ بہت مقدس سلامتی اور امن دینے والا۔

الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾

نگہبان عزت والا عظمت والا بڑائی والا۔ پاک ہے اللہ اس سے جو شرک کرتے ہیں۔

(بقیہ آیت نمبر۲۱) **فائدہ** :معلوم ہوا پتھروں میں بھی شعور ہے: علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کل اشیاء میں ادراک ہے۔ ورنہ پہاڑ میں خشوع کیسے ہوتا۔ مؤذن کی شہادت خشک وتر کیسے دیتے۔ آگے فرمایا یہ وہ مثالیں ہیں۔ جو ہم لوگوں کو سمجھانے کیلئے بیان کرتے ہیں۔ شاید وہ ان میں غور وفکر کریں۔

(آیت نمبر۲۲) اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ **فائدہ** :یہی اسم اعظم ہے کلمہ توحید اصل میں یہی کلمہ ہے۔ یہاں تک کہ "لاالہ الا الرحمن" بھی کلمہ توحید نہیں کہلائے گا۔ اگرچہ "الرحمن" بھی اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے گو مشہور ذاتی نام اللہ ہے۔ اس لئے کلمہ توحید بھی اصل میں یہی ہے۔ "ھو" اسم ذات کی طرف اشارہ ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے بولا جارہا ہے۔ اور یہ صوفیاء کرام کے اوراد وظائف میں داخل ہے کیونکہ جب تم "ھو" کہو گے تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہوگی۔ اس کے سوا کسی طرف ذہن نہیں جائیگا اور یہ اکیلا ہی لفظ صوفیاء کے نزدیک مرکب تام ہے۔ یہ خبر کا بھی محتاج نہیں۔ آگے فرمایا۔ غیب وحاضر سب جانتا ہے۔ بلکہ سب اس کے لئے برابر ہے۔ غیب کا لفظ مخلوق کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

بعض لوگوں کے وہم کا توڑ: بعض لوگ کہتے ہیں۔ جس بات کا علم ہو جائے وہ غیب نہیں لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا تو وہ علم غیب نہ رہا۔ اگر ان کی یہ بات مانی جائے تو پھر اس قاعدے کے تحت تو اللہ تعالیٰ بھی عالم الغیب نہ رہا۔ (معاذ اللہ)۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ازل سے ہی عالم الغیب ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وہ عالم الغیب اس کا ہے جو چیزیں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ آگے فرمایا وہ بڑا مہربان رحم والا ہے۔

(آیت نمبر۲۳) اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ **فائدہ** :شان توحید کو ظاہر کرنے کیلئے پھر اسی کلمہ کو دوہرایا۔ ملک وہ ایسا بادشاہ ہے۔ جس کی سلطنت ہر مقام پر ہے۔ جس کی محتاج ساری مخلوق ہے اور کسی کا

محتاج نہیں۔ وہ ذات نہایت پاک ہے اور دوسروں کو پاک کرتا ہے۔ القدوس یعنی ہر قسم کے نقائص اور عیبوں سے۔ وہ منزہ ہے۔ (امام غزالی)۔ (اللہ تعالیٰ کو اچھی اور پاکیزہ صفات کے ساتھ پکارنا چاہئے۔)

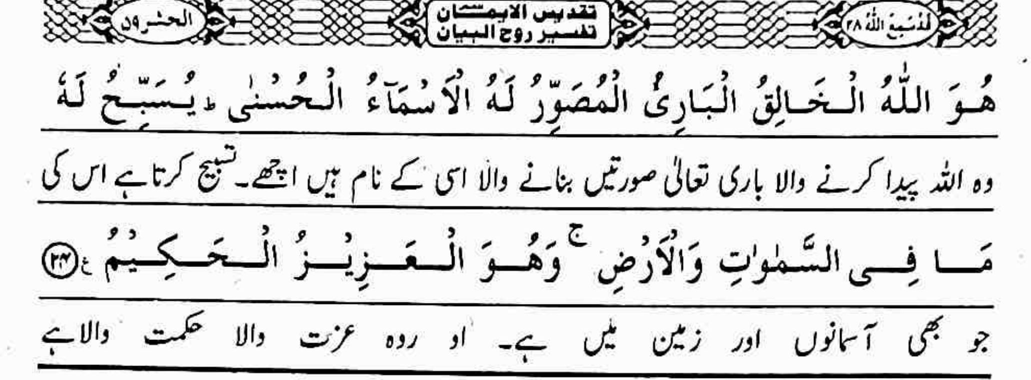
اسم قدوس کی خاصیت: جو جمعہ کی نماز کے بعد روٹی پر اسم قدوس لکھ کر کھالے۔ اس پر عبادت کے سب دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور وہ ہر قسم کی آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جو اس اسم کو چالیس روز تک روزانہ ہزار مرتبہ پڑھے وہ اللہ تعالیٰ سے جو چاہے وہ ملے گا۔ **السلام** : یعنی ہر آفت نقص سے سلامتی دینے والا۔ خاصیت اس اسم کی یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے سے مصائب و آلام دور ہو جاتے ہیں۔ ۱۱۱ مرتبہ پڑھکر مریض پر دم کیا جائے تو وہ تندرست ہو جائے۔ ہاں اگر موت آئی ہے تو اس سے بچ نہیں سکتا۔ **المؤمن**: سب کو امن دینے والا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے خوف سے ایمان والوں کو امن دیا۔ **فائدہ**: امن کا زیادہ حقدار وہ ہے جو مخلوق خدا کو امن پہنچائے۔ خاصیت اس اسم کی یہ ہے کہ جس سے آدمی ڈرتا ہے اسم (مؤمن) کو چھتیس بار پڑھ کر بے شک اس کے قریب چلا جائے وہ اسے کچھ نہیں کہے گا۔ یعنی اس سے امن پائے گا۔

المھیمن: حفاظت فرمانے والا۔ اس اسم کا اطلاق غیر خدا پر منع ہے۔ خاصیت اس اسم کی یہ ہے کہ جو اسے سو بار پڑھے تو جو وہ چاہے اسے ملے گا۔ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جو اس اسم کو ہمیشہ پڑھے۔ اس کا حافظہ تیز ہوگا اور نسیان سے بچا رہے گا۔

العزیز : عزت والا، اور عزت دینے والا، غالب۔ امام غزالی نے فرمایا۔ العزیز وہ جس جیسا اور کوئی نہ ہو۔ جس کی سخت ضرورہو اور جس تک پہنچنا مشکل ہو۔ جس میں یہ تین صفات نہ ہوں وہ العزیز ہو ہی نہیں سکتا۔ خاصیت اس اسم کی یہ ہے کہ جو اسے چالیس دن تک روزانہ چالیس بار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا اور اس کی عزت میں اضافہ ہوگا۔ اور وہ کسی بندے کا محتاج نہیں رہے گا۔

الجبار : بہت بڑی عظمت والا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت جبار اس معنی میں ہے کہ وہ سب کے نقصان کو پورا کرنے والا ہے۔ خاصیت اس اسم کی یہ ہے کہ جو اسے صبح وشام ورد میں رکھے۔ وہ جابروں سرکشوں سے بچا رہے گا۔

المتکبر : کبریائی والا۔ جو سب سے بے نیاز ہو۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان فرمار ہے تھے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمینوں آسمانوں کو مٹھی میں جمع کر کے فرمائے میں ہی اللہ ہوں۔ رحمٰن ہوں رحیم ہوں عزیز ہوں۔ جبار ہوں۔ متکبر ہوں۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)



هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ

وہ اللہ پیدا کرنے والا باری تعالیٰ صورتیں بنانے والا اسی کے نام ہیں اچھے۔ تسبیح کرتا ہے اس کی

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۲۴ ع

جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے۔ او روہ عزت والا حکمت والا ہے

(بقیہ آیت نمبر۲۳) **حدیث قدسی** :اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کبریائی میری چادر ہے جو مجھ سے چھینے گا۔ میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔ (بخاری) لہذا متکبر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ بندے کی شان کے لائق عاجزی ہی ہے۔ اس اسم کی خاصیت کے متعلق سہروردی فرماتے ہیں۔ اس اسم کو جو ہمیشہ وردزبان رکھے۔ اس کی قدرومنزلت دن بدن بڑھتی رہتی ہے۔ آگے فرمایا اللہ پاک ہے۔ ان سے جنہیں مشرکین اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح یہ ہے کہ اسے شریکوں سے پاک سمجھا جائے۔

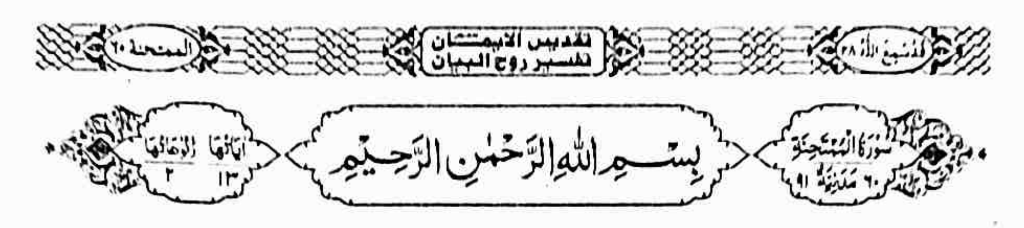
(آیت نمبر۲۴) وہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت وحکمت کے مطابق تمام اشیاء کو بنانے والا ہے۔ اس اسم خالق کی خاصیت یہ ہے کہ جو اس اسم کو آدھی رات کے بعد ورد کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور ایمان سے منور فرمائے گا اور اس کا چہرہ بھی نورانی رہے گا۔ **الباری**: کا معنیٰ بھی پیدا کرنے والا۔ یہ دونوں اسم بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔

المصور: ہرایک کی شکل وصورت بنانے والا۔ ماؤں کے رحموں میں ہی وہ شکل وصورت بنا دیتا ہے۔ (ان اسماء کی مزید خاصیات فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔ آگے فرمایا اس کے سب نام اچھے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اچھے معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ **فائدہ** : حدیث شریف کے مطابق اللہ تعالیٰ کے مشہور نام ننانوے ہیں۔

چار ہزار نام: امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے چار ہزار نام علماء نے قرآن وحدیث سے نکالے ہیں۔ آگے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ عزت والا حکمت والا ہے۔ یعنی تمام کمالات کا جامع ہے۔ ایک مقام پر فرمایا۔ جس بندے کو حکمت مل گئی۔ اسے خیر کثیر مل گئی۔

حدیث شریف :حضور ﷺ سے اسم اعظم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ سورہ حشر کی آخری آیات میں ہے۔ انہیں لازم پکڑیں۔ یعنی ان آیات کی کثرت سے تلاوت کریں۔ اس لئے کہ ان آیات کو کثرت سے پڑھنے والے کا درجہ شہیدوں کے برابر ہوگا۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک)

سورہ حشر اختتام: ۲۹ اپریل ۲۰۱۷ء بمطابق یکم شعبان بروز ہفتہ صبح آٹھ بجے



يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ

اے ایمان والو نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمن کو دلی دوست۔ پہنچاتے ہو ان تک خبریں دوستی کی

وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا

حالانکہ وہ منکر ہیں اس کے جو آ گیا تمہارے پاس حق نکالا رسول کو اور خاص تمہیں بھی اس لئے کہ تم ایمان لائے

بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۗ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ

اللہ پر جو رب تمہارا ہے۔ اگر تم نکلے ہو جہاد کیلئے میری راہ میں اور تلاش کی میری رضا۔

تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ

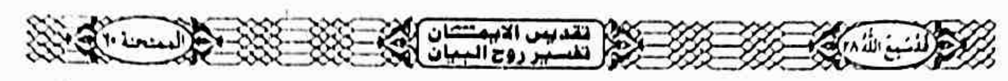
تو تم خفیہ پیغام بھیجتے ہو محبت کا اور میں خوب جانتا ہوں جو تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا۔ اور جو کرے یہ

مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

تم میں سے تحقیق وہ بھٹک گیا سیدھی راہ سے۔

(آیت نمبر ۱) اے اہل ایمان نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست تم ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو۔ **شان نزول**: یہ سورہ ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ کے حق میں نازل ہوئی۔

واقعہ: حضور ﷺ فتح مکہ کی تیاری فرما رہے تھے۔ سارہ نامی لونڈی مکہ سے مدینہ آئی۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ اسے کچھ مال دو اور اسے کہو کہ تو جلد مکہ مکرمہ کو واپس چلی جا۔ خاطب بن ابی بلتعہ نے اسے دس درھم اور ایک خط دیا وہ یہ خط لیکر مکہ روانہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اس خط سے مطلع فرمادیا تو آپ نے چند اصحاب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا کہ روضہ خاخ پر تمہیں ایک عورت ملے گی۔ اس سے خط لے لو اور



اسے چھوڑ دو۔ اگر انکار کرے تو گردن اڑا دو۔ ان حضرات نے اس عورت کو وہیں پایا۔ مشکل سے اس نے خط انہیں دیا۔ اس میں خاطب نے اہل مکہ کو لکھا کہ حضور ﷺ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی جان سنبھال لو۔ حضور ﷺ نے خاطب کو بلا کر پوچھا۔ انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ نہ میں نے کبھی آپ کی خیانت کی نہ کافروں کی محبت کبھی دل میں پیدا ہوئی۔ یہ میں نے اس لئے لکھا تا کہ کفار میرے بچوں کو نہ ستائیں۔ ورنہ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عذاب مقرر کر دیا۔ میرا خط انہیں نہیں بچا سکتا۔ چونکہ وہ اہل بدر سے تھے۔ مزید انہیں کچھ نہ کہا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کرنے کی اجازت مگر حضور ﷺ نے منع فرما دیا۔

فائدہ :معلوم ہوا ہر قسم کے کافروں مرتدوں۔ یہودیوں۔ عیسائیوں وغیرہ سے دوستی حرام ہے۔ کیونکہ ان سے دشمنی اللہ ورسول کی وجہ سے ہے جو اللہ رسول کا دشمن ہے وہ مسلمانوں کا بھی دشمن ہے۔

آگے فرمایا کہ انہوں نے انکار کیا اس حق بات کا جو تمہارے پاس آیا۔ **فائدہ**: حق سے مراد قرآن یا دین اسلام یا رسول مراد ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

آگے فرمایا کہ ان کافروں نے اللہ کے رسول کو بھی مکہ سے نکالا اور اے مسلمانو تمہیں بھی نکالا وجہ صرف یہ تھی کہ تم اپنے رب تبارک وتعالیٰ پر ایمان لائے۔ یعنی اخراج مکہ مکرمہ کی تعلیل تمہارا ایمان لانا ہے یا جو تم نکلتے ہو میری راہ میں جہاد کیلئے میری رضا چاہتے ہوئے۔ یعنی اگر تم میرے ساتھ دوستی چاہتے ہو اور جہاد اور میری رضا چاہتے ہو تو میرے دشمنوں سے دوستی نہ کرو۔ کیا تم ان سے خفیہ محبت کرتے ہو۔ یعنی ان کو خفیہ پیغام مت دو۔ ان پر حملہ تمہارے اخراج کی وجہ سے ہے کہ انہوں نے بلا وجہ تمہیں وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا۔ **فائدہ**: لہٰذا کفار سے دوستی حرام ہے۔ جب مخفی طور پر ان سے دوستی حرام ہے تو کھلے عام کفار سے دوستی کا دم بھرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اور جو جس سے دوستی کرے گا۔ بروز قیامت اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ آگے فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں۔ یعنی تمہیں اتنا علم نہیں جتنا میں جانتا ہوں کہ جو تم نے چھپایا اور جو کچھ تم نے ظاہر کیا۔ وہ سب میرے علم میں ہے۔ یعنی دوستی دل میں رکھنا اور عذر کو ظاہر کرنا سب میرے علم میں ہے۔ لہٰذا جو بھی ایسا کرے گا۔ یعنی منع کرنے کے باوجود پھر بھی ان سے دوستی کا دم بھرے گا۔ وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ یعنی جو طریق حق وصواب ہے۔ جس سے سعادت ابدی ملتی ہے۔ اس سے وہ بہک گیا۔ **فائدہ**: امام قرطبی فرماتے ہیں۔ یہ تمام مضمون خاطب بن ابی بلتعہ کے عتاب میں ہے۔ اگرچہ عتاب محبوبانہ ہے کیونکہ وہ برگزیدہ صحابی رسول تھے۔ اور حضور ﷺ کے بہت بڑے خیر خواہ تھے اور حضور ﷺ کی مکمل دل سے تصدیق کرنے والے تھے۔

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ

اگر وہ تمہیں پالیں تو ہوں تمہارے دشمن اور بڑھائیں تمہاری طرف ہاتھ اور زبانیں برائی کے ساتھ

وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ؕ ﴿۲﴾ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ

وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بھی کافر ہو ہرگز نہیں تمہیں فائدہ دیں گے رشتہ دار نہ اولاد تمہاری بروز قیامت

يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳﴾

فیصلہ وہ فرمائے گا تم میں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھتا ہے

(آیت نمبر۲) اے مسلمانو۔ اگر یہ کافر تم پر قابو پالیں۔ تو وہ تمہارے پکے دشمن ہیں۔ وہ تمہیں زندہ نہ چھوڑیں یعنی جو انہوں نے دل میں تمہاری دشمنی چھپا رکھی ہے۔ وہ ظاہر کردیں۔ پھر ہاتھ اور زبانیں تمہاری طرف برائی کے ساتھ بڑھائیں گے۔ یعنی تمہیں ہاتھوں اور زبانوں سے ہر طرح اذیت پہنچائیں گے۔ قتل کریں گے۔ یا قیدی بنائیں اور گالیاں دیں اور وہ بہت چاہتے ہیں کہ کاش تم بھی کافر ہو جاؤ۔ یعنی وہ اپنے جیسا ہونے کی تم سے تمنا رکھتے ہیں۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا کہ یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے۔ یہاں کہ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے مذہب پر آجاؤ اور ان کے طریقے پر چلنے والے بن جاؤ۔ (یعنی اس سے کم پر وہ تم سے کسی بات پر خوش نہیں ہوں گے۔ خواہ تم کتنی ان جیسی شکل بناؤ وغیرہ)۔

(آیت نمبر۳) نہ تو تمہیں تمہارے رشتہ دار کوئی فائدہ پہنچائیں گے اور نہ تمہاری اولادیں نفع دیں گی۔ جن کی وجہ سے تم مشرکین سے دوستی رکھ رہے ہو کہ وہ تمہاری اولاد کو بچائیں گے۔ بروز قیامت وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ نہ تم ان کی تکالیف دور کرسکو گے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ چونکہ وہی فیصلے کا دن ہے اور تم قیامت کی ہولناکی دیکھ کر ایک دوسرے سے بھاگ رہے ہوگے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم حقوق اللہ کو چھوڑ رہے ہو۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اسی کے مطابق وہ تمہیں جزاء وسزا دیگا۔ کیونکہ سب کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ

تحقیق ہے تمہارے لئے نمونہ بہت اچھا ہے ابراہیم اور ان کے ساتھ والوں میں۔ جب انہوں نے کہا اپنی قوم سے

اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ٛ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ

بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور جن کو تم پوجتے ہو سوا اللہ کے ہم منکر ہیں تمہارے اور ظاہر ہوگئی ہم میں اور تم میں

الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ

دشمنی اور بغض ہمیشہ۔ یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ اللہ ایک پر۔ مگر فرمانا ابراہیم کا اپنے باپ سے

لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَیْكَ

کہ میں ضرور بخشش مانگوں گا تیرے لئے۔ اور نہیں مالک ہوں تیرا اللہ کے سامنے کچھ۔ اے ہمارے رب تجھ پر

تَوَكَّلْنَا وَ اِلَیْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ④

بھروسہ کیا ہم نے اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری طرف پھرنا ہے

(آیت نمبر ۴) تحقیق تمہارے لئے بہت اچھا نمونہ ہے۔ جس کی تم اقتداء کرو اور ان کے آثار کی اتباع کرو۔ وہ کامل نمونہ جناب ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا طریقہ ہے۔ **فائدہ:** اسوہ سے مراد سنت یا اس کے اقوال وافعال ہیں۔ **فائدہ:** بعض نے کہا "والذین معه" سے مراد وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ جو ان کے زمانہ میں ہوئے۔ ابن عطیہ نے کہا۔ یہی قول راجح ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ بے شک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سے بھی بیزار ہیں جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر (یعنی بتوں سے)۔ **فائدہ:** پہلے ان کی ذات سے پھر ان کے کردار سے یعنی شرک وکفر سے بیزاری کا اعلان فرمایا۔ جو مقصود اصلی ہے۔ پھر انہوں نے بتوں کی پوجا سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ بیزاری کا معنی یہ ہے۔ کہ اب ان بتوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ان کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ایسے کیوں نہیں کرتے۔ جیسے میرے پیارے خلیل نے کہا۔ میں چچا آزر اور اس کی قوم سے بوجہ بت پرستی کے بیزار ہوں۔ ہم تمہارے اور تمہارے باطل دین سے کفر کرتے ہیں۔ یعنی ان کا انکار کرتے ہیں۔ کہ وہ تمہارا اپنا بنایا ہوا طریقہ ہے۔ جو واضح شرک ہے۔ ہمیں اس سے نفرت ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَاغۡفِرۡ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۵﴾

اے ہمارے رب نہ ڈال ہمیں آزمائش میں کافروں کے اور بخش ہمیں اے رب بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے

(بقیہ آیت نمبر۴) کیونکہ دین باطل تو کوئی چیز ہی نہیں اور دین حق اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے۔آگے کہا اب ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے عداوت اور بغض قائم ہوگیا۔یعنی ہماری اور تمہاری دشمنی واضح ہوگئی۔جو ہمیشہ قائم ودائم رہے گی۔یہاں تک کہ تم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لے آ ؤ۔اور بالکل شرک چھوڑ دو۔تو پھر دوستی قائم ہوجائیگی۔(گویا اسلام اور شرک دو مختلف نظریئے ہیں۔جیسے مشرق ومغرب دو سمتیں ہیں)۔

اسوۂ خلیل سے مراد آپ کے اخلاق کریمانہ ہیں۔یعنی سخاوت۔اچھے اخلاق۔مصائب پر صبر وغیرہ ہیں۔آگے فرمایا۔مگر ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر کو فرمانا کہ میں تیرے لئے بخشش کی دعا ضرور کروں گا۔آپ اس پر قائم رہے یہاں تک کہ جب جناب ابراہیم علیہ السلام کو واضح ہوگیا کہ وہ پکا اللہ کا دشمن ہے تو آپ اس کے لئے بخشش کی دعا مانگنے سے بیزار ہوگئے۔یعنی پھر اس کے لئے بخشش کی دعا مانگنے سے رک گئے اور چچا کو واضح بتادیا کہ جب تو شرک سے باز نہیں آیا اور عذاب میں پڑ گیا تو پھر میں تیرے لئے کچھ نہیں کرسکتا۔یعنی پھر میری ہمت نہیں کہ میں تجھے عذاب سے بچاسکوں۔آگے فرمایا۔اے ہمارے رب تجھ ہی پر ہم بھروسہ کرتے ہیں۔یعنی مخلوق سے قطع تعلق کرتے ہیں اور صرف تجھ پر اعتماد کرتے ہیں اور تیری ہی ذات پاک کی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف ٹھکانہ ہے۔**فائدہ**:مسلمان کو تمام امور میں بھروسہ صرف اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔وہی کفار سے اور ان کے شر سے بچانے والا ہے۔

(آیت نمبر۵) اے ہمارے پروردگار ہمیں کافروں کی آزمائش نہ بنا۔یعنی انہیں ہم پر مسلط نہ کر کہ وہ ہمیں ایسے فتنے میں مبتلا کردیں۔جس کے برداشت کرنے کی ہمیں طاقت نہ ہو۔یا ہمارے رزق میں تنگی آئے اور انہیں وافر رزق ملے تو وہ اسی کو دلیل بنائیں کہ وہ حق پر ہیں اور مسلمانوں کو مالی کمی کی وجہ سے باطل سمجھنے لگ جائیں۔(معاذ اللہ)۔آگے فرمایا۔اے ہمارے رب ہمیں بخش دے۔جو ہم سے کوئی گناہ ہوئے یا کوئی زیادتی ہوئی۔

فائدہ: ربنا کا تکرار مبالغہ کیلئے ہے تاکہ تضرع اور زاری میں مبالغہ ہو۔گویا اس لحاظ سے مابعد کی ثناء وسیلہ ہوگی۔آگے فرمایا کہ بے شک تو ہی غالب ہے جو بھی تیرے در پر سر نیاز جھکادے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جو بھی تجھ پر توکل کرلیتا ہے وہ کبھی مایوس نہیں ہوتا۔اور تو حکمت والا ہے۔یعنی تیرے ہر کام میں کوئی نہ کوئی ضرور حکمت ہوتی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ط

البتہ تحقیق تمہارے لئے ان میں نمونہ اچھا ہے۔ اس کیلئے جو ہے امیدوار اللہ اور قیامت کے دن کا۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ع ﴿٦﴾

اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ تعالیٰ غنی تعریفوں والا ہے

(آیت نمبر ٦) بے شک تمہارے لئے ان میں اچھا نمونہ ہے۔ یہ جملہ دوبارہ اس لئے لایا گیا تا کہ ابراہیم علیہ السلام اوران کے ساتھیوں کی اقتداء کرنے میں مزید رغبت ہو۔

فائدہ: فتح الرحمٰن میں ہے کہ پہلے اسوہ میں بتوں سے عداوت اوردوسرے میں خوف وخشیت میں اقتداء کی طرف اشارہ ہے۔ **فائدہ**: کشف الاسرار میں ہے کہ پہلے اسوہ میں کفار سے برات ہے اوردوسرے میں ان کی اقتداء ہے تا کہ ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء کر کے اجروثواب ملے اور آخرت میں عزت حاصل ہو۔ آگے فرمایا کہ یہ اس کیلئے ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری پر وہ ایمان رکھتا ہے اور قیامت کے واقع ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ لہذا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور قیامت کے ہونے کا یقین رکھتا ہے۔ وہ ضرور ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء کررہا ہے۔ آگے فرمایا کہ جو ان کی اقتداء سے منہ پھیرلے گا تو بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز تعریفوں والا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو نہ کسی کی عبادت کی حاجت ہے۔ نہ کسی کے تعریف کرنے کی ضرورت ہے وہ اپنے دین کا خود حامی وناصر ہے اور دین کے حامیوں کا بھی وہ مددگار ہے اس لئے حمد کا وہ ہی مستحق ہے۔

صحاح ستہ میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے میرے بندو۔ نہ تم مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو نہ نفع دے سکتے ہو تمہارے اول سے آخر تک سب پرہیزگار ہو جاؤ تو میرے ملک میں اضافہ نہیں کر سکتے اور سارے فاسق وفاجر بن جاؤ تو میرے ملک کا کوئی نقصان نہیں کر سکتے اور تم اول وآخر سب مل کر مانگو اور میں تمہارے مانگنے کے مطابق دوں تو میرے خزانے میں اتنی بھی کمی نہیں آتی جتنا سوئی سمندر میں ڈال کر نکالی جائے تو اس کے ساتھ تری لگتی ہے اور اے میرے بندو میں تمہارے اعمال گن گن کر رکھ رہا ہوں۔ پھر تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دونگا۔ الخ۔ **فائدہ**: معلوم ہوا بندے کے مانگنے میں کمزوری ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا میں کوئی کمی نہیں۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ

قریب ہے کہ اللہ کر دے تم میں اور تمہارے دشمنوں میں سے بعض میں دوستی۔ اور اللہ قادر ہے اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑦ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ

بخشنے والا مہربان ہے۔ نہیں منع کرتا تمہیں اللہ ان سے جو نہیں لڑے تم سے دین میں۔ اور نہ نکالا تمہیں

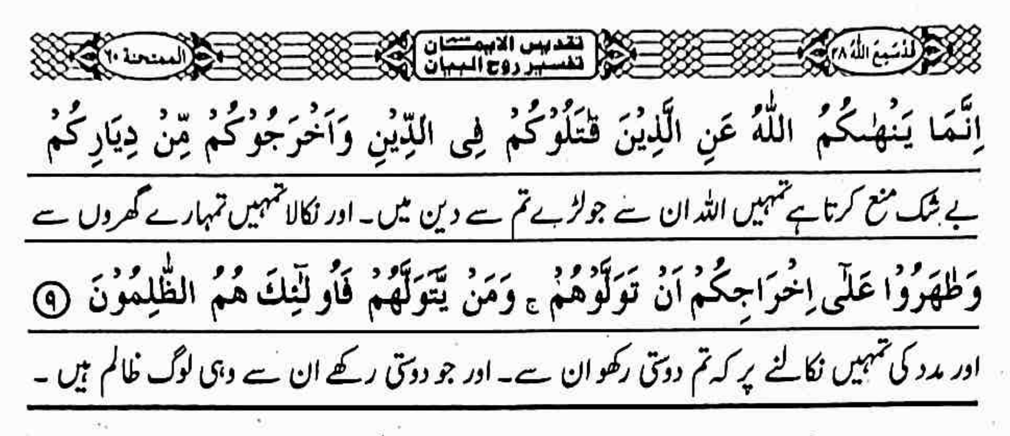
مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑧

گھروں سے یہ کہ تم ان پر احسان کرو اور انصاف کا برتاؤ کرو بے شک اللہ پسند کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو

(آیت نمبر ۷) ہوسکتا ہے جلد ہی اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت اور دوستی کر دے۔

قاعدہ: امام راغب فرماتے ہیں۔ قرآن مجید میں لعل اور عسیٰ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتو امید واثق ہوتی ہے بلکہ یقینی ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے وعدہ فرمایا کہ تم نے میری خاطر اپنے قریبیوں سے رشتے توڑے اور مجھے راضی کیا۔ اب میں تمہاری خاطر انہیں تمہارے قریب کر دونگا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد تمام اہل مکہ مسلمان ہوئے اور سب رشتہ دار ایک دوسرے سے مل گئے۔ جنہیں اسلام سے سخت دشمنی تھی۔ وہ بھی اسلام کے سخت حامی بن گئے۔ سب کے سینے صاف ہو گئے اور ایک دوسرے سے محبت پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی۔ آگے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے کہ اس نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو ملا دیا تو وہ دلوں اور حالات کے بدلنے اور اسباب مودت کو آسان کرنے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی مشرکین جو مسلمان ہوئے۔ انہیں بخش دیا اور ان پر رحم فرمایا۔ روایت میں ہے کہ حضور ﷺ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کو دیکھ کر فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ٹھیک فرمایا کہ وہ مردوں سے زندے پیدا کرتا ہے کہ ان کے باپ کافر اور بیٹے مسلمان ہیں۔ **حدیث شریف:** جو اپنے مسلمان بھائی کو محبت کی نگاہ سے دیکھے تو آنکھ جھپکنے سے پہلے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

(آیت نمبر ۸) اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں منع فرماتا ان لوگوں سے تعلق رکھنے یا ملنے میں جنہوں نے تمہارے ساتھ لڑائی نہیں کی دین کے معاملے میں۔ نہ تمہیں دین قبول کرنے سے روکا اور نہ انہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا کہ تم ان سے احسان و مروت نہ کرو۔ یا ان سے انصاف نہ کرو۔ یعنی جنہوں نے تم سے زیادتی نہیں کی۔ تم ان سے احسان اور مروت کر سکتے ہو۔ یعنی انہیں تحفے تحائف بھیج سکتے ہو۔ کھانا وغیرہ کھلا سکتے ہو۔



اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

بے شک منع کرتا ہے تمہیں اللہ ان سے جو لڑے تم سے دین میں۔ اور نکالا تمہیں تمہارے گھروں سے

وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٩﴾

اور مدد کی تمہیں نکالنے پر کہ تم دوستی رکھو ان سے۔ اور جو دوستی رکھے ان سے وہی لوگ ظالم ہیں۔

(بقیہ آیت نمبر ۸) **فائدہ:** کفار کے ساتھ عدل وانصاف کا حکم دیکر مسلمانوں کو عدل وانصاف کی تاکید فرمائی۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند فرماتا ہے۔

شان نزول : جن ایام میں حضور ﷺ کا کفار قریش سے صلح اور معاہدہ ہو رہا تھا۔ ان ہی ایام میں قتیلہ نامی عورت حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس بہت سارے ہدیئے اور تحفے لیکر مدینہ شریف میں آئی۔ لیکن حضرت اسماء نے وہ ہدیئے قبول نہ کئے بلکہ حضرت اسماء نے انہیں گھر سے بھی نکال دیا۔ جب حضور ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے قتیلہ کو دوبارہ حضرت اسماء کے گھر بھیجا اور انہیں بھی حکم دیا کہ اس کے ہدیئے قبول کرلیں۔ اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (غالباً قتیلہ اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ تھیں لیکن مسلمان نہیں ہوئی تھیں اس لئے حضرت اسماء نے ان سے مروت نہیں کی)۔ **فائدہ :** اب یہ حکم نہیں ہے: "اقتلوا المشرکین" سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ لیکن بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہے۔ **فائدہ :** اس آیت میں عدل کی تعریف کی گئی کیونکہ عادل اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے۔ **حدیث** میں ہے۔ عادل بروز قیامت نور کے ممبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب یعنی بہت قریب ہونگے۔ (یاد رہے اللہ تعالیٰ کی دونوں جانبیں دائیں ہیں بائیں کوئی بھی نہیں۔

(آیت نمبر ۹) سوا اس کے نہیں اللہ تعالیٰ تو تمہیں ان لوگوں سے منع فرماتا ہے۔ جنہوں نے تم سے دین کی وجہ سے جنگ کی اور دین جو نور الٰہی ہے۔ اسے مٹانے یعنی ختم کرنے کی کوشش کی اور اسی دین کی وجہ سے تمہیں گھروں سے نکالا۔ **فائدہ:** اس سے مراد کفار مکہ کے سرکش افراد اور ان کے سرغنے ہیں۔ یا جنہوں نے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے نکالنے میں دشمنوں کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرمایا۔ یہاں تولی بمعنی دوستی کرنا ہے۔ آگے فرمایا کہ جو بھی ان سے دوستی رکھے گا۔ تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ یعنی ایسے کافروں سے دوستی رکھ کر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بناتے ہیں۔ ایسی دوستی کا عذاب بڑا ہے کیونکہ ایسی دوستی کا دنیا میں فساد ہے۔ اور آخرت میں عذاب ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ

اے ایمان والو جب آئیں تمہارے پاس مومنہ عورتیں ہجرت کر کے تو ان کا امتحان لو۔ اللہ خوب جانتا ہے

بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ

ان کے ایمان کو۔ پھر اگر جانو تم ان کو کہ وہ مومنہ ہیں تو نہ لوٹاؤ انہیں طرف کفار کے۔ نہ وہ حلال ہیں

لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ

ان کیلئے اور نہ کافر حلال ہیں ان کیلئے اور دے دو ان کو جو خرچہ ہوا ان کا اور نہیں گناہ تم پر کہ تم ان سے نکاح کر لو

اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ

جب کہ دے دو انہیں ان کا حق مہر۔ اور نہ جمے رہو نکاح کافرہ عورتوں پر اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا

وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔ یہ فیصلہ ہے اللہ کا وہ فیصلہ کرتا ہے تم میں۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۹) **فائدہ:** علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ دونوں آیات بالمقابل آ گئیں۔ پہلی آیت میں ان سے احسان کرنے کا حکم دیا۔ دوسری آیت میں ان کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرما دیا۔ خلاصہ ان آیات کا یہ ہے۔ عقلی دلائل اور نقلی شواہد کے لحاظ سے معلوم ہوا کہ حربی کفار سے دوستی بہر حال ناجائز ہے۔ البتہ جن کفار کی طرف سے مسلمانوں کو ہر طرح امن ہے۔ ان سے احسان و مروت جائز ہے۔ **فائدہ:** ویسے تو اسلام ہر ایک کے ساتھ احسان و مروت کرنے کا درس دیتا ہے۔ لیکن حربی کافر جو مسلمانوں سے جنگ کی حالت میں ہیں۔ ان سے احسان و مروت آدمی کو گنگا بنا دیتا ہے اور تلوار کند کر دیتا ہے۔ (جیسے یہودیوں نے سعودیوں کو کر دیا) پھر مجاہد جہاد نہیں کر سکتا اور اس سے اعلائے کلمۃ اللہ نہیں ہو سکے گا۔ اصل مقصد ہی مجاہد سے اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔

(آیت نمبر۱۰) اے ایمان والو جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں آئیں۔ یعنی ان کا ایمان ان کے ظاہری حال سے معلوم ہو رہا ہے۔ یا وہ خود اقرار کر رہی ہوں کہ وہ مومنہ ہیں یا ایمان کی طلب میں آئی ہوں ایسی عورتوں کو مومن کہنے میں حرج نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں مومن ہیں۔ چونکہ وہ کافروں کے پاس سے ہجرت کر کے

آنے والی ہیں۔ کفر سے نکل کر اسلام کی طرف آئی ہیں۔ پھران کو چیک کرنا ضروری ہے۔ (ہوسکتا ہے وہ جاسوس بن کر آئی ہو)۔ لہذا اے ایمان والو۔تم ان کا امتحان ضرور لے لو۔ یعنی اچھی طرح چیک کرلو۔ یہاں تک تمہیں ظن غالب ہو جائے کہ انکا ظاہر باطن ایک ہی جیسا ہے۔ چونکہ مکہ میں عورتیں خاوندوں کو ڈراتی تھیں۔اور وہ خاوندوں سے کہتیں کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو محمد (ﷺ) کے پاس ہجرت کر کے چلی جاؤں گی۔

فائدہ:اس لئے امتحان لینے کا حکم دیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ صرف خاوندوں سے بھاگی ہیں۔یا واقعی مسلمان ہونے آئی ہیں۔حضور ﷺ ان سے یہ کلمات کہلواتے۔قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔میں صرف خاوند سے ناراض ہو کر نہیں آئی نہ میں اس زمین کی رغبت سے آئی ہوں۔نہ دنیا کی طلب کیلئے آئی ہوں۔نہ کسی مرد کے ساتھ عشق و محبت کی وجہ سے آئی ہوں نہ کسی اور واقعہ کی وجہ سے آئی بلکہ میں رغبت اسلام اور محض رضاء الٰہی کی وجہ سے اور محبت رسول کی وجہ سے آئی ہوں۔جب یہ قسم مکمل ہو جاتی تو اس عورت کو واپس نہ کیا جاتا۔البتہ اس کے کافر خاوند کا مہر یا جو اس نے اس پر خرچہ کیا ہوتا وہ واپس دلا دیا جاتا تھا۔

شان نزول : امام سہیلی فرماتے ہیں۔یہ آیت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کے متعلق نازل ہوئی۔یہ عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔ان سے ایک بیٹا ابراہیم پیدا ہوا۔یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مادرزاد بہن تھیں۔

فائدہ :شب زفاف میں عورت سے سوالات کر کے جانچ پڑتال کرنا اس آیت سے ثابت ہے۔اس سے دین ایمان اور اسلام پر قائم رہنے کے بارے میں بات کی جائے۔لیکن اس کو پہلے تعلیم بھی دی جائے۔ایسا نہ ہو کہ وہ کہے میں ایمان کو نہیں مانتی اور ایمان سے ہی وہ فارغ ہو جائے۔آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے کیونکہ وہ تو دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہے۔اسے امتحان لینے کی ضرورت ہی نہیں۔آگے فرمایا کہ امتحان کے بعد جب تم معلوم کرلو کہ وہ پکی مومنہ ہیں۔یعنی تمہیں ان کے ایمان کا یقین آجائے۔ان سے قسم لیکر یا دیگر نشانات کے ظہور سے تو پھر انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔ یعنی اسے ان کے پہلے کافر شوہر کے حوالے نہ کرو۔اس لئے کہ اب یہ عورتیں جو اب مسلمان ہوئیں ان کافروں کے لئے حلال نہیں۔کیونکہ اب یہ (طیب) ہوگئیں اسلام کی وجہ سے اور کافر خبث کفر کی وجہ سے پلید ہے۔لہذا نہ مومنہ عورتیں کافروں کیلئے حلال نہ کافر مرد مسلمان عورتوں کو حلال ہیں۔لہذا دونوں میں جدائی کر دی جائے۔اس لئے جو انہوں نے ان عورتوں پر خرچ کیا وہ انہیں دے دیا جائے۔صلح حدیبیہ میں یہی شرط منظور ہوئی تھی۔**فائدہ**: کفار اور بدمذہبوں سے مسلمان کا نکاح جائز نہیں صرف کتابیہ سے جائز ہے۔(اس کی مزید تحقیق فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

وَاِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ

اور اگر نکل جائیں تم سے تمہاری عورتیں طرف کفار کے تو تم انہیں سزا دو پھر دو انہیں جو جاتی رہیں

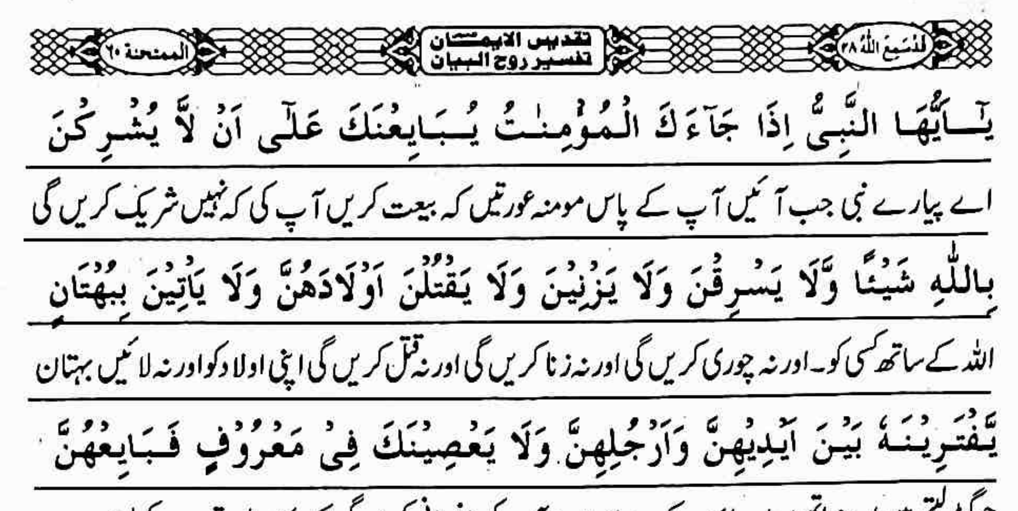
اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

جن کی بیویاں اتنا جو ان کا خرچ ہوا اور ڈرو اللہ سے وہ جس پر تمہیں ایمان ہے

(بقیہ آیت نمبر۱۰) آگے فرمایا۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان سے (مومنہ ثابت ہونے کے بعد) نکاح کرلو۔ جبکہ تم نے ان کا حق مہر ادا کر دیا۔ اور کافرہ عورتوں کے نکاح پر نہ جمے رہو۔ یعنی وہ حالت کفر میں تھیں۔ تمہارے ساتھ ہجرت بھی نہیں کی اور کفر پر ڈٹی رہیں تو تمہارا ان سے زوجیت کا تعلق ختم ہو گیا۔ اگر کوئی عورت مرتد ہو کر کافروں کی طرف گئی تو تم ان سے اپنا خرچہ مانگ لو جو تم نے مہر وغیرہ دیا تھا اور جو عورتیں ادھر سے ہجرت کر کے آ گئیں وہ بھی خرچ شدہ مال کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یعنی اسی نے یہ احکام بھیجے۔ وہی قیامت کے دن بھی تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہاری تمام مصلحتوں کو جانتا ہے اور وہ حکمت والا ہے۔ **فائدہ**: امام زہری نے فرمایا کہ اگر حدیبیہ کے صلح میں یہ فیصلہ نہ ہوتا تو اب انہیں کچھ بھی نہ دیا جاتا نہ ان سے کچھ لیا جاتا۔

(آیت نمبر۱۱) اور اگر فوت ہو جائیں یعنی نکل جائیں کچھ تمہاری بیویوں سے کافروں کی طرف۔

شان نزول: مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے کافروں سے ان کی طرف جانے والی عورتوں کے حق مہروں کا مطالبہ کیا تو وہ منکر ہو گئے۔ اور کہا پہلے مسلمان کافروں کی عورتوں کے مہر ادا کریں جو ہمارے ہاں سے ان کے پاس گئیں تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یعنی اے ایمان والو کوئی شیء تمہاری ازواج کی کفار کی طرف چلی گئی۔ یعنی حق مہر لے کر وہ کافروں کی طرف چلی گئیں۔ یہاں فوت ہونے سے مراد ہے۔ کہ عورت ہاتھ سے نکل گئی اور کافروں سے مل گئی۔ ایک روایت میں ہے۔ صرف ایک عورت ام الحکم بنت ابوسفیان مرتد ہو کر مدینہ طیبہ سے گئی اور جا کر ایک ثقفی سے نکاح کر لیا۔ اس کے علاوہ کوئی عورت مرتد نہیں ہوئی۔ ام الحکم بھی فتح مکہ کے دن باقی خاندان کے ساتھ پھر دوبارہ مسلمان ہو گئی۔ **فائدہ**: اسی طرح اگر کافر کی بیوی مسلمان ہو اور ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آ گئی تو اب لازم ہے کہ اس عورت کے سابقہ کافر خاوند کے حق مہر کی رقم اسکے خاوند کو ادا کریں۔ اسی طرح مسلمان عورت اگر کافروں کی طرف چلی گئی تو مسلمانوں کے بھی لائق ہے کہ وہ اس مرتدہ عورت کے مہر کا کافروں سے مطالبہ کریں۔ خصوصاً اس مرد سے جس کے ساتھ اس نے نکاح کیا اور جتنی بھی عورتیں جائیں۔



يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ

اے پیارے نبی جب آئیں آپ کے پاس مومنہ عورتیں کہ بیعت کریں آپ کی کہ نہیں شریک کریں گی

بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ

اللہ کے ساتھ کسی کو۔ اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ قتل کریں گی اپنی اولاد کو اور نہ لائیں بہتان

يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ

جو گھڑ لیتی ہیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی نیک کام میں تو بیعت کر لو ان سے

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اور بخشش مانگیں ان کیلئے اللہ سے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

(بقیہ آیت نمبر۱۱) ہر ایک کیلئے یہی حکم ہے۔ آگے فرمایا پس دو ان کو جن کی عورتیں چلی گئیں مثل اس کے جو انہوں نے خرچ کیا۔ یعنی اگر کسی مسلمان کی بیوی کافروں کے پاس گئی وہ اس کا حق مہر واپس کریں اور ان کافروں نے اس عورت کا مہر نہیں دیا۔ تو پھر جب کافر مرد کی بیوی مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس مسلمان عورت کو حق مہر دیں تا کہ اس کی جو بیوی کافروں کے پاس چلی گئی تو اسے اس کا حق مل جائے اب اگر کافر اپنے حق کا مطالبہ کرنے آئیں تو انہیں کچھ بھی نہ دیا جائے۔ آگے فرمایا کہ ڈرو اللہ سے وہ اللہ جس پر تم ایمان لائے ہو۔ اس لئے کہ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ہر وقت اس ایمان پر ڈٹے رہنا چاہئے۔ **فائدہ:** بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اب یہ مذکورہ احکام منسوخ ہیں۔

(آیت نمبر۱۲) اے پیارے نبی ﷺ۔ یہ ندا تشریفی ہے۔ جب آپ کے پاس مومنہ عورتیں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے حاضر ہوں۔ یعنی جب وہ آپ کی بیعت کرنے کا ارادہ کریں۔

شانِ نزول: یہ آیت کریمہ فتح مکہ کے موقع پر اتری جب حضور ﷺ مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو آپ عورتوں کی بیعت لینے کی طرف متوجہ ہوئے۔ **فائدہ:** بیعت بیع سے نکلا جس کا معنی بیچنا ہے۔ یعنی آدمی اپنے آپ کو جنت کے عوض بیچ دیتا ہے۔ چونکہ لوگ معاملہ پکا کرنے کیلئے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے اور پھر سمجھتے تھے کہ اب بات پختہ ہوگئی ہے۔ اس معاہدہ کو اس عرف عام میں بیعت کہتے تھے۔ اور حضور ﷺ کا امت سے بیعت لینے کا مفہوم یہ

ہے کہ آپ کی اطاعت امتی پر لازم ہوگئی۔ یعنی وہ آپ کے تمام حکموں کو پابندی سے ادا کرے گا اور منع کردہ باتوں سے باز رہے گا اور آپ کی مدد کرے گا اور جو حضور ﷺ کی طرف سے ملنے والے احکام پر عمل کرے گا۔ اس کو ثواب ملے گا۔ اور ان کی شفاعت سے مراد جنت کی امید کا ہونا ہے۔ اگر وہ اس معاہدہ پر ثابت قدم رہا تو نبی کریم ﷺ سے بیعت کی پہلی شرط یہ ہے کہ بیعت کرنے والے شرک نہیں کریں گے چونکہ اس آیت میں عورتوں کی بیعت کا ذکر ہے۔ لہذا انہیں کہا گیا وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا معبود نہیں بنائیں گی اور ہر عمل خالص اللہ تعالیٰ کیلئے کریں گی۔

فائدہ: اس شرک سے مراد شرک اکبر بھی ہے۔ یعنی بتوں کی پوجا اور شرک اصغر بھی ہے۔ یعنی عمل میں وہ ریاکاری نہیں کریں گی۔ آگے فرمایا کہ وہ چوری بھی نہیں کریں گی کیونکہ حضور ﷺ نے چور پر لعنت کی ہے۔ یعنی دوسرے کا مال نہیں چرائیں گے نہ کھائیں گے۔ آگے فرمایا وہ بدکاری بھی نہیں کریں گی۔ یعنی نکاح کے بغیر جماع کرنا۔ اس میں لواطت اور جانور سے وطی بھی داخل ہے۔

احادیث میں لواطت کی مذمت: (۱) فاعل و مفعول دونوں کو قتل کیا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دونوں کو جلا دیا۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں مروا دیا۔ نبی پاک ﷺ نے لوطی کو لعنتی کہا۔

مسئلہ: حالت حیض میں جماع بھی حرام ہے۔ جانور سے وطی کرنے والے کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا۔ دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ آگے فرمایا کہ وہ اپنی اولاد کو بھی قتل نہیں کریں گی۔ جیسے اس زمانے میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا۔ یہ جاہلیت کے دور میں تھا۔ **حدیث** میں ہے۔ ایسے بدبخت کے دل سے رحمت نکال دی جاتی ہے (ترمذی)۔ اسقاط حمل سے بھی علماء نے سخت منع کیا ہے۔ جب بچہ کی خلقت ظاہر ہو جائے۔ اور اس میں روح آ جائے تو اس وقت حمل ضائع کرنا سخت گناہ ہے۔ یعنی حمل ہونے سے ایک سو بیس دن کے بعد اس میں روح آ جاتی ہے۔ اس کے بعد حمل گرانا گویا زندہ کو قتل کرنا ہے۔ اس سے پہلے گرانا بھی اگرچہ منع ہے۔ لیکن اس میں اتنا گناہ نہیں۔ آگے فرمایا کہ وہ بہتان نہ گھڑیں گی۔ یعنی کسی مرد کو کہہ دیں جو لڑکا ہے۔ تیرے نطفے سے ہیں۔ کیونکہ اس زمانے میں عورتوں کی عادت تھی کہ کہیں سے نطفہ حاصل کرتیں۔ پھر کہتیں یہ جو میرے پیٹ میں بچہ ہے وہ تیرے ہی نطفہ سے ہے۔ "بین ایدیھن" یعنی جو میرے پیٹ میں ہے اور "بین ارجلھن" کا مطلب شرمگاہ ہے۔ یعنی کسی سے نطفہ ڈال کر خاوند کی طرف منسوب نہ کریں کیونکہ یہ ان پر افتراء اور بہتان ہے جو کبیرہ گناہوں سے ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ کسی نیکی کے کام میں آپ کی نافرمانی بھی نہ کریں گی۔ یعنی آپ جو بھی انہیں حکم فرمائیں وہ اس کے خلاف نہ کریں۔

نکتہ: "لا یعصین اللہ" نہیں فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو کہ رسول اللہ کی نافرمانی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ **فائدہ**: معلوم ہوا۔ کہ بیعت صرف جہاد پر ہی نہیں ہوئی۔ بلکہ اور بھی مسائل پر ہوئی ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ

اے ایمان والو نہ دوست بناؤ ان لوگوں کو غضب الٰہی ہوا جن پر وہ ناامید ہوئے آخرت سے

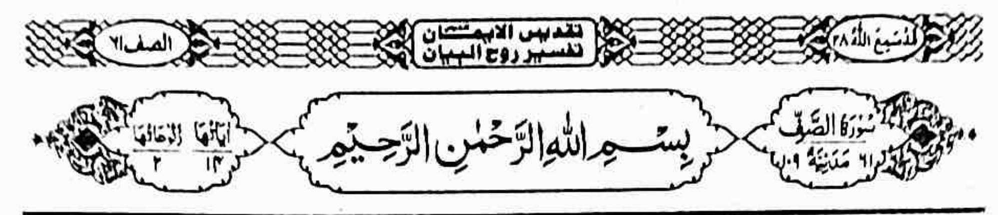
كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

جیسے ناامید ہوئے کفار قبر والوں سے

(بقیہ آیت نمبر ۱۲) **فائدہ:** جب وہ عورتیں ان تمام شرائط کو تسلیم کرلیں تو اے محبوب آپ ان سے بیعت لے لیں۔ یعنی ان مذکور کی بیعت سے غیر مذکور خود ہی اس میں آجائیں گے۔ بیعت کے بارے میں یہ اصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو ویسے ہی شعائر اسلام اتنے واضح اور مشہور ہیں کہ بیعت میں ان کے لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب بیعت ہوجائے تو آپ انہیں ثواب کا وعدہ فرمائیں اور ساتھ ساتھ ان کیلئے بخشش کی دعا بھی فرمائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی وہ بہت بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے۔ علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کیلئے استغفار کے حکم میں ان کیلئے شفاعت کی قبولیت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کی دلیل ہے۔ (عورتوں سے بیعت کے متعلق تمام تفصیلات فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں کہ ان سے کس طرح بیعت لی گئی)۔

(آیت نمبر ۱۳) اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے۔ خصوصاً یہودیوں سے۔ **فائدہ:** ان پر غضب یوں ہوا کہ ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنایا گیا۔ قوم اس لئے کہا کہ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی عذاب میں گرفتار ہوئیں۔ نہ وہ تم سے اور نہ وہ ان سے ہیں۔ تحقیق وہ آخرت سے ناامید ہوئے بوجہ کفر کے اور یقین نہ ہونے کی وجہ سے۔ ایسے لوگوں کو آخرت یعنی (جنت) میں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کی۔ حالانکہ وہ آپ کے اوصاف حمیدہ سے اچھی طرح وقف تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے آخرت سے ایسے ناامید ہوئے۔ جیسے کفار اہل قبور سے ناامید ہو چکے ہیں۔ یعنی وہ جان گئے۔ اب وہ ہمیشہ کیلئے قبر کے دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ یا یہ معنی ہے کہ کفار اپنے مردوں سے ناامید ہو چکے ہیں۔ یا یہ معنی ہے کہ کفار اپنے مردوں سے ناامید ہو گئے اب وہ واپس کبھی نہیں آئیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارا خاتمہ سعادت پر ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کمال ایمان نصیب ہو۔ اور ہمارے ناقص اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوجائیں۔

اختتام سورۂ ممتحنہ: ۲ مئی ۲۰۱۷ء بمطابق ۴ شوال ۱۴۳۸ھ بروز منگل بعد نماز عصر



سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ①

تسبیح کہتی ہے اللہ کی جو چیز آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ

اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے۔ بہت بڑی ناپسند ہے نزدیک اللہ کے

اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③

کہ تم کہو وہ جو نہیں تم کرتے

(آیت نمبر۱) تسبیح بیان کی اللہ تعالیٰ کی جو بلند وبالا وعظمت والی ذات ہے ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ یعنی عالم علویات اور عالم سفلیات کی تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتی ہیں۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا کہ کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کہتی ہو اور وہ مطلق طور پر غالب ہے کہ اس پر کوئی غالب نہیں اور حکیم ہے کہ اس کا ہر کام حکمت کے تحت ہے۔ اسی لئے ہر چیز اس کی تسبیح کہہ رہی ہے۔ تسبیح: سے مراد یہ ہے کہ جو اشیاء جو افعال اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کو پاک جاننا۔

(آیت نمبر۲) اے مومنو۔ وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود کرتے نہیں۔ **فائدہ**: مروی ہے کہ کچھ مسلمانوں نے یہ کہا کہ ہمیں معلوم ہو کہ فلاں عمل اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہے تو ہم وہ کریں خواہ ہمیں جان مال سب قربان کرنا پڑے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ جو کام نہیں کر سکتے وہ بات منہ سے نکالتے کیوں ہو۔ یہ کلمہ توبیخ کے طور پر کہا کہ انسان کو چاہئے کہ وہ بھلائی کی بات کہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہو اور پھر خود اس پر عمل کرے۔ اگر خود عمل نہ کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ کیونکہ اس میں وعدہ خلافی بھی ہے اور جھوٹ بھی بن جاتا ہے اور یہ دونوں فعل سخت مذموم ہیں۔

(آیت نمبر۳) بہت بری بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی ہے کہ تم جو کہو وہ نہ کرو۔ **فائدہ**: کاشفی مرحوم فرماتے ہیں کہ علماء کرام کے نزدیک یہ آیت عام ہے جو بھی ایک بات کہے پھر اس پر عمل نہ کرے۔ وہ اس عتاب میں داخل ہے۔ اول نمبر اس سے مراد وہ علماء ہیں جو لوگوں کو تو نیک عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

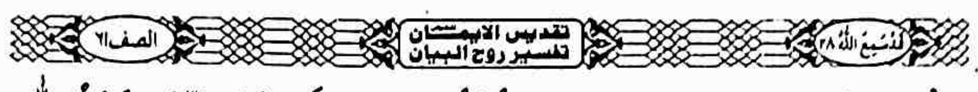
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

بے شک اللہ پسند کرتا ہے ان کو جو لڑے اس کی راہ میں صف باندھے گویا کہ وہ دیوار ہے سیسہ پلائی

(بقیہ آیت نمبر۳) **بےعمل واعظ کا حال**: حضور ﷺ نے معراج کی رات بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں تو جبریل امین نے بتایا کہ یہ آپ کی امت کے واعظ ہیں جو دوسروں کو نیک کاموں پر عمل کرنے کا کہتے تھے۔ اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اس پر عمل کرنا بھول جاتے ہو۔ یعنی خود اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

مسئلہ: اللباب میں ہے کہ جو شخص اپنے اوپر کوئی عمل واجب کرے۔ جس میں اطاعت الٰہی ہے تو اس کو پورا کرنا اس پر لازم ہے۔ مثلاً کہے میں نماز نفل پڑھوں گا۔ یا روزہ رکھوں گا۔ یا صدقہ کروں گا۔ تو اسے پورا کرنا بالاجماع واجب ہے۔ یا کسی نے منت مانی تو اسے بھی ادا کرنا ضروری ہے۔

(آیت نمبر۴) بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔ جو اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اس کی رضا اور دین کی سربلندی کیلئے دشمن کے مقابلے میں صف بستہ لڑتے ہیں۔ اور جہاد کے وقت وہ ایسے مضبوط صفیں بناتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔ **فائدہ**: امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بنیان مرصوص سے سے مراد ثابت قدمی دکھانا ہے یا وہ نماز میں جب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ تو ایسے پتہ چلتا ہے۔ جیسے کوئی مضبوط دیوار کھڑی ہے۔ **فائدہ**: حضور ﷺ نے فرمایا۔ نماز میں خوب مل کر کھڑے ہو تاکہ تمہارے اندر شیطان خلل نہ ڈال سکے۔ یعنی مضبوط عمارت کی طرح کاندھے سے کاندھا ملا کر کھڑا ہو۔ (لیکن کچھ لوگ اس کا معنیٰ یہ سمجھے۔ کہ اپنی ٹانگیں خوب پھیلاؤ۔ اور دوسرے کی ٹانگوں کے ساتھ ملاؤ۔ تاکہ شیطان نہ نکل سکے۔ اور اپنی دونوں ٹانگیں اتنی پھیلاتے ہیں۔ کہ کئی شیطان درمیان سے گذر جائیں میں نے اس مسئلے کی وضاحت صلوٰۃ الاحناف میں کردی ہے)۔ **فائدہ**: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دشمن کے ساتھ جنگ میں جو بھی تدبیر ہو سکے عمل میں لائی جائے۔ لیکن جہاد میں صف بندی کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔



وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے میری قوم کیوں مجھے ستاتے ہو۔ حالانکہ تم جانتے ہو بے شک میں رسول خدا ہوں۔

اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

تمہاری طرف پھر جب وہ ٹیڑے ہوئے تو ٹیڑے کر دیئے اللہ نے ان کے دل اور اللہ نہیں ہدایت دیتا قوم فاسق کو۔

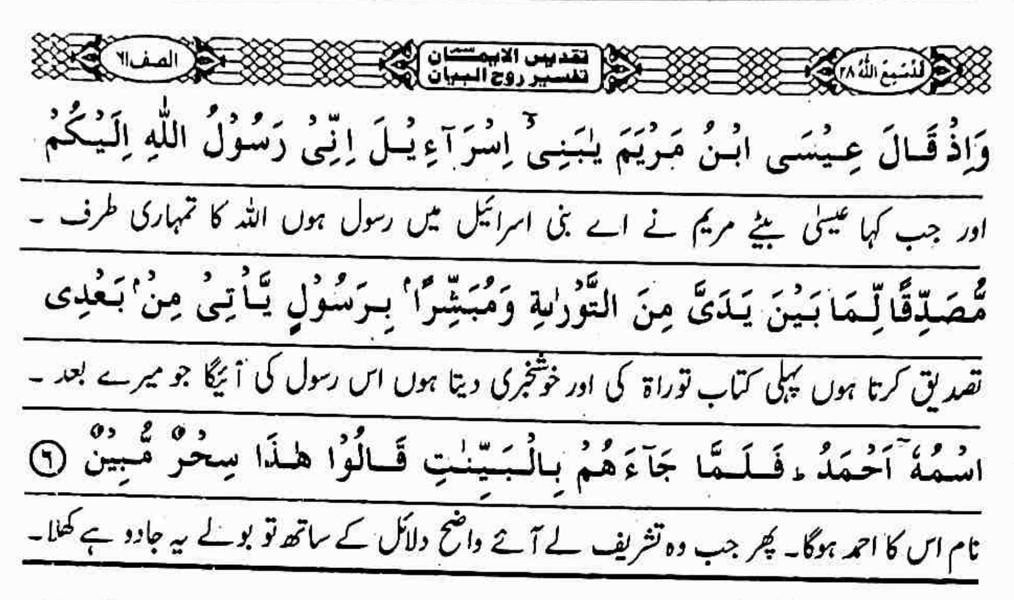
(آیت نمبر ۵) اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو۔ یعنی جو بھی میں تمہیں حکم دیتا ہوں تم اس کی مخالفت کر کے اور نافرمانی کر کے مجھے تکلیف پہنچاتے ہو۔

آگے فرمایا حالانکہ تحقیق تم جانتے ہو کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں تا کہ میں تمہارے دنیوی اور اخروی مسائل میں تمہاری راہبری کروں اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ تمہیں میری تعظیم اور اطاعت کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ میری تعظیم واطاعت میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم واطاعت ہے۔

فائدہ: اس میں حضور ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ پہلی امتوں میں بھی ایسے لوگ ہوئے جو رسولان گرامی قدر کو اذیتیں دیتے تھے۔ **حدیث شریف:** حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ انہیں مجھ سے بھی زیادہ اذیتیں دی گئیں لیکن انہوں نے ان پر صبر کیا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی)

آگے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگ ٹیڑھے ہوئے۔ یعنی جب وہ حق سے باطل کی طرف جھکے اور دین پر قائم نہ رہے اور باطل پر ڈٹے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بھی ٹیڑھا کر دیا۔ یعنی دل قبول حق کے بجائے گمراہی کی طرف پھر گئے۔ حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب انہوں نے حکم الٰہی چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے نور ایمان نکال دیا۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت سے انحراف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے موسیٰ علیہ السلام کی ولایت وحمیت ہی نکال دی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے مگر انہیں رسالت کی روشنی نظر نہیں آتی تھی۔ گویا وہ رویت حق سے محروم ہو گئے۔

آگے فرمایا اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یعنی جو لوگ اطاعت سے اور حق کے راستے سے گمراہی کی طرف نکل جاتے ہیں۔ انہیں پھر ہدایت بھی نصیب نہیں ہوتی۔ ہدایت کا راستہ وہ ہے۔ جو مطلوب حقیقی کی طرف لے جانے والا ہے اور الفاسقین سے مراد وہ لوگ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جہاد میں جانے سے انکار کیا۔


وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

اور جب کہا عیسیٰ بیٹے مریم نے اے بنی اسرائیل میں رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف ۔

مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي

تصدیق کرتا ہوں پہلی کتاب توراۃ کی اور خوشخبری دیتا ہوں اس رسول کی آئیگا جو میرے بعد ۔

اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞

نام اس کا احمد ہوگا۔ پھر جب وہ تشریف لے آئے واضح دلائل کے ساتھ تو بولے یہ جادو ہے کھلا۔

(آیت نمبر۵) **گستاخی رسول کا انجام:** امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی کافر بنادیتی ہے۔ہدایت سے نکال کر گمراہ بنادیتی ہے۔

علماء کی بے ادبی: وہ علماء جو نیکی پر چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی چلاتے ہیں۔اور برائی سے خود بھی بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی بچنے کا حکم دیتے ہیں۔ان کی بے ادبی سے بھی آدمی کفر کے گھاٹ میں اتر جاتا ہے۔اس لئے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مسند پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔اس لئے ان کی گستاخی کا حکم بھی یہی ہے۔واللہ اعلم

(آیت نمبر۶) یاد کریں کہ جب عیسیٰ بیٹے مریم علیہما السلام نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں۔ میں تصدیق کرنے والا ہوں اس کی جو میرے سامنے ہے۔یعنی تورات کی اور میں تمہاری طرف ان احکام کی تبلیغ کیلئے بھیجا گیا ہوں جو بہت ضروری ہیں۔جن پر عمل کے سوا کوئی چارہ نہیں۔اس میں تمہارے دین و دنیا کے تمام امور کی بھلائی ہے اور میں اپنے سے پہلی اترنے والی کتاب کی تصدیق بھی کرتا ہوں۔**فائدہ:** معلوم ہوا۔سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں اور احکام اور ان کی کتابوں کی تصدیق اہل صدق کے شعائر میں سے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصدق بن کر آئے اور آپ کی امت بھی مصدق ہے پہلی تمام نبوتوں اور کتابوں کی۔آگے فرمایا کہ میں تمہیں خوشخبری دینے والا ہوں۔اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔یعنی مجھے بھیجا ہی اسی لئے گیا ہے کہ میں سابقہ کتاب توراۃ کی تصدیق کروں کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے اور اپنے بعد تشریف لانے والے رسول کی تمہیں خوشخبری دوں۔کہ عنقریب وہ تشریف لانے والے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ یُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلَامِ ؕ

اور کون بڑا ظالم ہے اس سے جو گھڑے اوپر اللہ کے جھوٹ اور وہ بلایا جائے طرف اسلام کے۔

وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ⑦

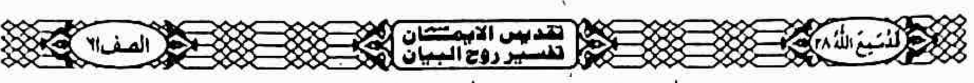
اور اللہ نہیں ہدایت دیتا قوم ظالم کو۔

(بقیہ آیت نمبر ۶) **فائدہ**: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کے درمیان پونے چھ سو سال گذرے۔ اس کو زمانہ فترت کہا جاتا ہے خوشخبری کا مقصد یہ تھا کہ ان کے ماننے والے جب حضور ﷺ کا زمانہ پائیں تو آپ پر ایمان لائیں اور یہ عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مانیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی ان کی خوشخبری سنادی۔

احمد نام: یعنی بعد میں تشریف لانے والے نبی کا نام نامی اسم مبارک احمد ہے۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں جناب ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ اور میں وہ ہوں کہ میری پیاری امی جان نے میری پیدائش کے وقت نور دیکھا جس کی روشنی میں انہوں نے بصری شہر کے محلات کو بھی دیکھ لیا۔ (خصائص کبریٰ)

احمد اور محمد کے معنی: احمد کا معنی بہت زیادہ تعریف خدا کرنے والا اور محمد کا معنی ہے۔ بہت زیادہ تعریف کیا ہوا۔ ایک **حدیث** میں فرمایا۔ کہ آسمانوں میں احمد نام مشہور ہے اور زمین میں محمد ﷺ، عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمانوں سے آئے۔ اس لئے احمد نام لیا۔ تو پھر جب وہ نبی مکرم تشریف لے آئے۔ (یعنی حضرت محمد ﷺ) جن کی خوشخبری جناب عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور وہ اپنے ساتھ واضح دلائل یعنی معجزات لائے۔ ان میں سب سے اہم معجزہ قرآن مجید ہے تو یہودیوں وغیرہ نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ جیسے سابقہ زمانے کے کفار نے ہر نبی کو جادوگر کہا۔ حالانکہ انہوں نے صرف اسلام کی دعوت دی۔ **فائدہ**: جادو اس وجہ سے کہتے تا کہ لوگ نبی کے حکم پر مسلمان نہ ہو جائیں۔ (جادو کو ہر زمانے میں اچھا نہیں سمجھا گیا)۔

(آیت نمبر ۷) اس سے بڑا کون ظالم ہوگا کہ جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑا۔ افتراء کا معنی اپنی طرف سے جھوٹ گھڑنا ہے۔ اور کذب عام ہے۔ یعنی ہر جھوٹی بات کو کذب کہا جاتا ہے۔ آگے فرمایا کہ اس جھوٹ گھڑنے والے مفتری کو خواہ اسلام کی دعوت دی جائے۔ یعنی رسول پاک ﷺ کی مبارک زبان سے اسے اسلام کی طرف بلایا گیا۔ جس میں اس کیلئے دونوں جہانوں کی سعادت تھی۔ تو اس بدبخت نے دعوت قبول کرنے کے بجائے۔ اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھ دیا کہ یہ جادو ہے۔ اور اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا۔ (معاذ اللہ)



يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧

وہ چاہتے ہیں کہ بجھادیں نورالٰہی اپنے موہوں سے۔ اور اللہ پورا کرے گا اپنا نور اگرچہ برا جانیں کافر۔

هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تا کہ غالب کرے اسے اوپر دینوں تمام کے۔

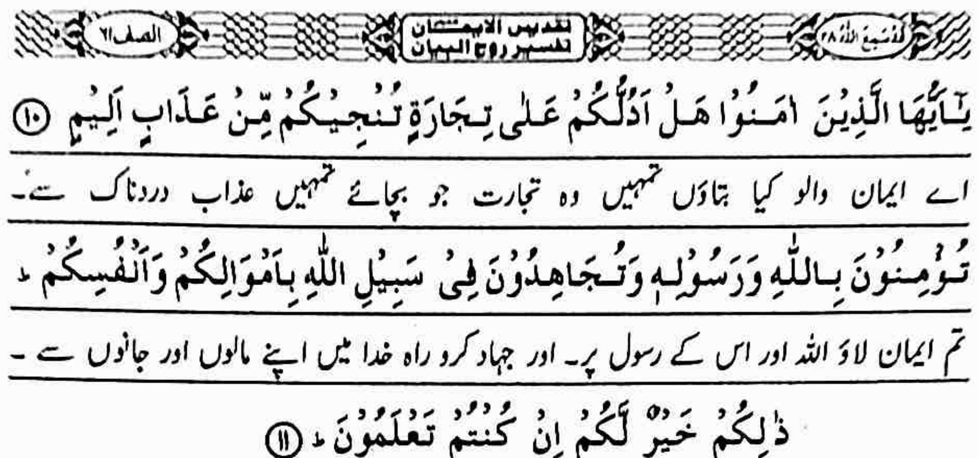
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ع ⑨

اگرچہ برا جانیں مشرک۔

(بقیہ آیت نمبر ۷) **فائدہ:** حقیقی طور پر تو داعی اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسے ایک مقام پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور حضور ﷺ کو حکم دیا۔ اے محبوب لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف بلا۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔ کیونکہ ہدایت میں کامیابی ہے اور ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

(آیت نمبر ۸) وہ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو بجھادیں۔ یعنی کفار دین الٰہی کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اپنی پھونکوں سے (لیکن پھونکوں سے یہ چراغ بجھا نہ جائے گا) یعنی کفار طعن وتشنیع اور بدکلامی کر کے دین اسلام کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ جیسے کوئی بے وقوف آدمی سورج کو پھونکیں مارے کہ اس کا نور بجھ جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے۔ اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔ **فائدہ:** بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ان کافروں کو نبی کریم ﷺ کے ظہور کا انکار تھا۔ (بعض بزرگوں نے یہ معنیٰ کیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو شہید کر کے اس نور کو بجھانا چاہتے ہیں)۔

(آیت نمبر ۹) وہی ہے جس نے اپنا رسول یعنی حضرت محمد ﷺ کو ہدایت یعنی قرآن یا معجزات دیکر بھیجا تا کہ وہ لوگوں کی سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرے۔ اور دین حق یعنی دین اسلام جسے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی امت کیلئے پسند فرمایا۔ تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے۔ یعنی جتنے ادیان مخالف ہیں۔ ان پر غلبہ دے دے۔ اگرچہ مشرک اس کو برا جانیں۔ **فائدہ:** اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا فرمایا کہ تمام دین اس کے آگے مغلوب ہو گئے کیونکہ ان ادیان پر چلنے والے اصل دین کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ اس لئے وہ اس دین والوں کے آگے سرنگوں ہو گئے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے نور کا تمام ہونا ہے کہ دین اسلام کے سوا تمام ادیان منسوخ ہو گئے۔ یہ بات نہ کافروں کو گوارہ تھی نہ مشرکوں کو۔



(آیت نمبر۱۰) اے ایمان والوتمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جوتمہیں عذاب دردناک سے بچالے۔یعنی وہ ایسی تجارت ہے کہ جس میں کوئی گھاٹا نہیں۔ جیسے مال جمع کر کے روک لینا اوراس کے حقوق ادانہ کرنا۔(یعنی نہ صدقہ خیرات نہ زکوٰۃ دینا نہ رشتہ داروں میں خرچہ کرنا) یہ تمام باتیں آخرت میں وبال ہیں اور یہی خسارے والی تجارت ہے۔

مسئلہ: اسی طرح وہ اعمال جوشریعت کے مطابق نہ ہوں اور نبی پاک ﷺ کی سنت کے بھی خلاف ہوں اورجن اعمال سے غیراللہ کوراضی کرنا مقصد ہو۔**فائدہ**: دردناک عذاب وہ ہوتا ہے۔جس کی تکلیف جسم کے باہر بھی ہواوراندربھی ہو۔یعنی تکلیف جسمانی بھی ہواورروحانی بھی ہو۔

(آیت نمبر۱۱) وہ تجارت یہ ہے کہ تم ایمان لاؤاللہ تعالیٰ اوراس کے رسول پاک ﷺ پریاایمان پرثابت قدم رہو اورتم جہادکرواللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے یعنی مالوں سے مجاہدین کیلئے ہتھیارخریدواورقتال وحرب میں جانوں سے جہادکرو۔**فائدہ**: یہ خبربمعنی امراس لئے لائے تاکہ معلوم ہوکہ اس کی تعمیل فرض ہے۔**حدیث شریف** میں ہے کہ مشرکوں سے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہادکرواورزبان کے ساتھ بھی جہادکرو۔(رواہ ابوداؤد)

فائدہ: زبان کے ساتھ جہادکا یہ مطلب ہے کہ چونکہ زبان کی تاثیر نیزہ وتلوار سے بھی زیادہ ہے۔اسی لئے مولاعلی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔نیزوں کازخم مل جاتا ہے۔زبان کازخم نہیں ملتا۔لہٰذا کفاراورمشرکین کی ایسی ہجوکرو جو انہیں سخت ناگوار ہو۔آگے فرمایا کہ یہ ایمان اور جہادتمہاری جان اور مال دونوں سے بہتر ہے۔اگرتم جانتے ہو۔یعنی اگرتمہیں کوئی علم ہے۔نیز زبان سے جہاد یہ بھی ہے۔کہ لوگوں کوجاکر جہاد پرابھارو۔اورانہیں جہاد کی اہمیت اور فضیلت بتاؤ۔تاکہ وہ جہادمیں شریک ہوں۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ

بخشے گا تمہارے گناہ اور داخل کرے گا باغات میں جاری ہیں جن کے نیچے نہریں۔ اور محلات

طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۙ﴿۱۲﴾

پاکیزہ میں باغات عدن والے۔ یہ کامیابی بڑی ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۱) **سبق**: عقل والے پر لازم ہے کہ فانی کو باقی سے بدل لے۔ اس کیلئے یہی بہتر ہے۔

حکایت: ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں ایک اونٹنی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یارسول اللہ یہ اللہ کی راہ میں دیتا ہوں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے اس کے عوض آخرت میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی۔ (مسلم شریف)۔ **فائدہ**: ایمان و جہاد کو تجارت سے تشبیہ دی کہ بندہ مال دے کر اچھی اشیاء خریدنے کا عادی ہے۔ لہذا یہ سودا اس سے بھی اچھا ہے کہ بندہ جان و مال دے کر اللہ تعالیٰ کی رضا پاتا ہے اور عذاب سے نجات حاصل کرتا ہے۔

(آیت نمبر۱۲) اللہ تعالیٰ دنیا میں تمہارے گناہ معاف کر دیگا۔ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لا کر جہاد کرو گے۔ یا تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ صرف راہ دیکھنے سے مغفرت نہیں ہوگی۔ مغفرت کا موجب جہاد یا عمل صالح ہے۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ ایسے باغات میں داخل فرمائے گا۔ جن میں نہریں جاری ہوں گی: (۱) دودھ۔ (۲) شہد۔ (۳) پانی۔ (۴) شراب طہور کی نہریں ہوں گی۔ اس کے علاوہ پاکیزہ گھروں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جنت میں موتیوں سے بنائے گئے محل ہونگے۔ ہر محل میں ستر کمرے سرخ یاقوت کے اور ستر خدمت گار لڑکے ہوں گے اور ستر حوریں ہونگی اور مرد کو اتنی طاقت ہوگی۔ ایک دن میں سب کے پاس جا سکے گا۔ جنت کے باغات انتہائی خوش منظر اور جیسا پھل چاہے گا۔ وہاں سے ہمہ وقت ملے گا۔

جنت کی اقسام: (۱) جنت الفردوس۔ (۲) جنت عدن۔ (۳) جنت نعیم۔ (۴) دارالخلد۔ (۵) جنت الماوی۔ (۶) دارالسلام۔ (۷) علیون۔ (۸) دارالقرار۔ جنت کی داروغہ کا نام رضوان ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں۔ جنتیں چار ہیں۔ جن کا ذکر سورۂ رحمٰن میں آیا ہے۔

فائدہ: بعض بزرگوں نے فرمایا۔ مساکن طیبہ وہ مقام ہے۔ جہاں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ کیونکہ عاشق کو معشوق اور محب کو محبوب کے دیدار سے ہی سکون ہوتا ہے۔ آگے فرمایا یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

ایک اور نعمت جو تمہیں پیاری ہے وہ مدد ہے اللہ کی اور فتح جلدی اور خوشخبری سناؤ مسلمانوں کو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ

اے ایمان والو ہو جاؤ مددگار اللہ کے جیسے فرمایا عیسیٰ بیٹے مریم نے حواریوں سے

مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ

کون میرا مددگار ہے طرف اللہ کے کہا حواریوں نے ہم مددگار ہیں دین خدا کے پھر ایمان لائی ایک جماعت

مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى

بنی اسرائیل کی اور کفر کیا ایک گروہ نے۔ تو مدد دی ہم نے مسلمانوں کو اوپر

عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ؏ ﴿۱۴﴾

ان کے دشمنوں تو ہو گئے وہ غالب۔

(آیت نمبر ۱۳) ان نعمتوں کے علاوہ تمہارے لئے جلدی والی نعمت بھی ہے۔ جس سے تمہیں بہت محبت اور رغبت ہے اور اس آنے والی نعمت پر اسے تم ترجیح بھی دیتے ہو۔ وہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی مدد جو قریش مکہ اور دیگر کفار پر حاصل ہوئی اور فتح جلدی۔ **فائدہ**: کاشفی فرماتے ہیں۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ یا روم و فارس کی فتح مراد ہے۔ **فائدہ**: بعض عارف فرماتے ہیں کہ جو ثواب کی امید یا عذاب کے خوف سے عبادت کرتا ہے۔ اس کا تو معبود در حقیقت ثواب و عذاب ہے۔ اور واسطہ اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اس کا مقصد اصلی جنت کی نعمتیں یا جہنم سے بچنا ہے۔

(آیت نمبر ۱۴) اے ایمان والو۔ اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ۔ جیسا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف میرا کون مددگار ہوگا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کسی ذات کا محتاج اور مدد کا طلب گار ہے۔ بوقت ضرورت کسی سے مدد طلب کرنا جائز ہے تو حواریوں نے کہا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ یعنی اس کے دین میں مددگار ہیں۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے میرے صحابہ تم بھی حواریوں کی طرح ہو جاؤ اور کہو ہم

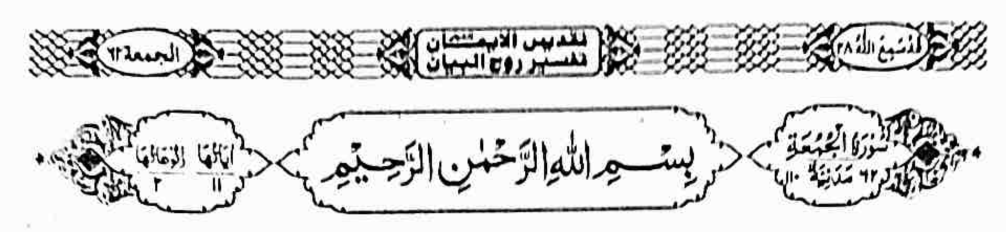
اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ جیسا کہ جب جناب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے۔ تو انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ (میزان الحکمۃ)

حواری کا معنیٰ: خالص اور مخلص لوگ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لائے۔

پہلے حواریین: مقاتل فرماتے ہیں کہ جب یہودیوں نے انکار کردیا تو اللہ تعالیٰ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ آپ نہر کی دوسری طرف جائیں جہاں دھوبی کپڑے دھورہے ہیں۔ ان سے مدد طلب کریں۔ آپ حکم الٰہی سن کر وہاں تشریف لے گئے اور انہیں جا کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف میرا کون مددگار ہے۔ تو ان سب نے عرض کی۔ ہم آپ کی مددگار ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی تصدیق بھی کی اور مدد بھی کی خصوصاً جب جناب عیسیٰ آسمانوں پر اٹھالئے گئے۔ تو انہوں نے آپ کے بعد دین عیسوی کو خوب پھیلایا اور لوگوں کے راہنما بنے اور وہ لوگوں کا ظاہر وباطن پاک وصاف کرتے اور لوگوں کو علم سکھاتے تھے۔ جس سے ان لوگوں کو تزکیہ حاصل ہوتا۔ اسی وجہ سے انہیں حواریین کہا جاتا تھا۔ حضور ﷺ کے حواری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان کے متعلق احزاب کے موقع پر فرمایا۔ یہ میرا حواری ہے۔ ایک اور موقع پر فرمایا۔ ہر نبی کا حواری ہوتا ہے۔ میرا حواری زبیر ہے۔ **فائدہ:** معلوم ہوا ہر نبی کے ساتھ حواری یعنی اس کے مخصوص لوگ ہوئے جو دین میں ان کے مددگار ہوئے۔ **فائدہ:** حضرت سہیلی مرحوم فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے جب فرمایا: "**کونوا انصار اللّٰہ**" تو بیعت عقبیٰ والے ستر حضرات جن میں اوس اور خزرج کے لوگ تھے۔ انہوں نے کہا: "**نحن انصار اللّٰہ**" اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام انصار رکھا۔ اگرچہ قریش میں بھی حواریین تھے۔ مثلاً خلفاء اربعہ اور زبیر اور عثمان بن مضعون اور حضرت حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہم۔ آگے فرمایا تو ان میں سے ایک گروہ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا کہ وہ آپ کے احکام پر عمل کرتے اور دوسرے گروہ نے کفر کیا اور ان سے لڑائی کی۔ آگے فرمایا کہ ہم نے ان پر ایمان لانے والوں کی مدد کی اور انہیں تقویت دی اور انہوں نے دین عیسوی کو دور دور تک پھیلایا۔

عیسائیوں کے تین فرقے: (۱) فرقہ جو انہیں خدا کہتا ہے کہ وہ کچھ وقت زمین پر رہ کر پھر آسمان پر چلا گیا۔ (۲) دوسرا فرقہ جو انہیں خدا کا بیٹا کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پاس بلالیا۔ (۳) تیسرا فرقہ اہل ایمان کا تھا۔ جو انہیں خدا کا بندہ اور رسول کہتا تھا تو حضور ﷺ تشریف لائے تو جو لوگ ان میں سے حضور ﷺ پر ایمان لائے۔ انہیں دشمنوں پر اللہ تعالیٰ نے غلبہ دیا اور ان کی شان کو بلند کیا۔

اختتام سورۂ صف: ۱۸ اپریل ۲۰۱۷ء بمطابق ۱۱ شعبان المعظم بروز سوموار دن دس بجے



يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①

پاکی بیان کرتا ہے اللہ کی جو بھی آسمان میں اور جو زمین میں ہے اس بادشاہ قدوس کی جو عزت و حکمت والا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ

وہی جس نے بھیجا۔ ان پڑھوں میں رسول ان ہی میں سے۔ پڑھتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ ②

اور سکھاتا ہے ان کو کتاب و حکمت۔ اور بے شک تھے وہ اس سے پہلے ضرور گمراہی کھلی میں۔

(آیت نمبر۱) آسمانوں اور زمینوں کی تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتی ہیں۔ گویا سب کے سب زندہ ہیں کیونکہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تسبیحات و تحمیدات میں مصروف ہیں۔ خواہ وہ بدائع علویہ یعنی آسمانوں میں ہیں یا کوائن سفلیہ یعنی زمینوں میں ہیں۔ والملک ہے۔ یعنی جس کی بادشاہی دائم قائم ہے۔ جسے کبھی زوال نہیں اور وہ القدوس ہے کہ ہر عیب سے پاک اور مبرا ہے اور خلل اختلال سے بھی پاک ہے اور العزیز یعنی جس کام کا بھی ارادہ کرے۔ اس کے کر سکنے پر وہ غالب ہے اور الحکیم ہے۔ یعنی ہر کام اس کی حکمت بالغہ کے ساتھ متعلق ہے۔ ان اسماء کی تفصیلات سورۃ الحشر میں بیان ہو گئیں۔ **فائدہ**: اللہ تعالیٰ نے سورۂ مبارکہ کو تسبیح سے شروع فرمایا۔ چونکہ یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے (اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے) اس لئے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ بیان ہوئی کہ اس کی کوئی اولاد نہیں وہ جس طرح شریک سے پاک ہے۔ اسی طرح اولاد سے بھی پاک ہے اور اس سورۃ میں خطبہ کو غور کے ساتھ کان لگا کر سننے کا ذکر ہے۔ جس میں دعا، حمد اور تسبیح کا بیان ہوتا ہے۔

(آیت نمبر۲) وہی ذات ہے کہ جس نے ان پڑھوں میں اپنا رسول بھیجا۔ امی اسے کہتے ہیں جو نہ کسی سے کتاب پڑھے نہ لکھے اور فقہ کی اصطلاح میں امی وہ ہوتا ہے۔ جو قرآن میں سے کچھ نہ جانے۔ خواہ باتیں سیکھ لے۔ یا جو معاشرہ میں بندہ کام وغیرہ کی ضروری باتیں سیکھتا ہے۔ وہ سیکھ لے۔ اگر قرآن نہیں پڑھا تو وہ گویا ان پڑھ ہے۔

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ③

اور اوروں کو بھی ان میں جو ابھی نہیں ملے ان سے۔اور وہ عزت وحکمت والا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۲) حضور ﷺ کے امی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے دنیوی کسی انسان سے نہ پڑھا نہ لکھنا سیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہم آپ کو ایسا پڑھائیں گے کہ آپ پھر نہیں بھولیں گے۔ یا آپ امت والے ہونے کی وجہ سے امی کہلائے۔ یا ام القریٰ میں پیدا ہونے کی وجہ سے امی کہلائے۔ آگے فرمایا کہ ان پڑھوں میں سے ہی رسول بھیجا۔ (بعض نے کہا کہ آپ کائنات کی اصل ہیں۔ اس وجہ سے امی کہلائے)۔

ازالہ وہم : اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ صرف ان پڑھ لوگوں کے نبی بن کر آئے۔ بلکہ آپ تو کل انسانیت کیلئے رسول بن کر تشریف لائے۔ چونکہ ابتداء عرب کے امیوں سے ہوئی اس لئے یہ جملہ ارشاد فرمایا اور آگے فرمایا۔ جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں انہیں پڑھ کر سناتا ہے اور تیسری اس کی صفت یہ ہے کہ انکا تزکیہ فرماتا ہے۔ آگے فرمایا کہ انہیں کتاب وحکمت بھی سکھاتا ہے۔ یعنی قرآن اور شریعت کی تعلیم دیتا ہے۔ یا قرآن اور اس کے معانی کو بیان فرماتا ہے۔ یا قرآن وسنت سکھاتا ہے۔ یا حکمت سے فقہ مراد ہے۔ اگر حضور ﷺ اور کوئی معجزہ نہ دکھاتے تو یہی قرآن کا معجزہ کافی تھا کہ آپ امی ہونے کے باوجود کل کائنات کے استاد ہیں۔ امی بھی ہیں اور علم میں یکتائے روزگار بھی۔ **(امی و دقیقہ دان عالم)** ۔ آگے فرمایا کہ بے شک وہ عرب کے لوگ آپ کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ یعنی کفر وشرک اور جاہلیت میں مبتلا تھے۔

(آیت نمبر۳) اور کچھ اور لوگ جو امیوں کے علاوہ ہیں اہل کتاب وغیرہ آپ ان کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں۔ یا مراد ہے کہ جو لوگ ان امیوں کے بعد آئیں گے۔ **فائدہ**: کاشفی مرحوم فرماتے ہیں کہ صحیح قول یہی ہے کہ آخرین سے مراد قیامت تک آنے والے مسلمان ہیں۔ عربی ہوں یا عجمی۔ آگے فرمایا وہ بھی ابھی ان سے نہیں ملے۔

حدیث شریف :حضور ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کے صلبوں میں ایسے مرد اور عورتیں ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ پھر فرمایا: **"لما یلحقو بھم"** یعنی ابھی انہیں ملے نہیں۔ بلکہ وہ بعد میں آئیں گے (رواہ الطبرانی)۔ عرب میں اور عجم میں بھی۔ **ازالہ وہم** : اس سے یہ نہ سمجھیں کہ بعد والے فضیلت میں بھی آگے نکل گئے۔ بعد والے ہر میدان میں بڑھیں لیکن فضیلت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہیں بڑھ سکتے۔ آگے فرمایا وہ غالب حکمت والا ہے۔ یعنی بہت بڑی عزت اور غلبہ اسے حاصل ہے اور اس کا ہر کام اسکی حکمت ومصلحت کے تحت ہے۔ حکیم ہوتا ہی وہ ہے جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہ ہو۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④ مَثَلُ الَّذِيْنَ

یہ فضل الٰہی ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ مثال ان کی جو

حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ

اٹھوائے گئے تورات پھر نہیں حکم برداری کی ان کی مثال گدھے کی ہے جو اٹھاتا ہے کتابیں۔ بری مثال ہے

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤

ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا آیات الٰہی کو۔ اور اللہ نہیں ہدایت دیتا قوم ظالم کو۔

(آیت نمبر۴) اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بنی آدم سے چنا۔ پھر ان چنے ہوئے انبیاء علیہم السلام سے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی چنا۔ یہ خاص اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔ یہ فضل وعطا جسے چاہتا ہے اسی کو دیتا ہے۔ یہ محض اس کا کرم ہے۔ اس میں کسی کے کسب یا سبب کو کوئی دخل نہیں ہے۔ نہ کسی علت یا حیلے کو اس میں سروکار ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔ دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں اس کے آگے کچھ نہیں۔ علامہ اسماعیل حقی مرحوم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا امت محمدیہ پر بہت بڑا فضل ہوا کہ اس نے امت میں ایسے وارثین کاملین بھیجے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو امت بھٹکتی پھرتی انہیں معلوم نہ ہوتا کہ کہاں جانا ہے۔ اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہوا۔

(آیت نمبر۵) مثال ان لوگوں کی جو تورات اٹھوائے گئے یعنی جنہیں تورات ملی کہ اس پر عمل کریں۔ لیکن انہوں نے توراۃ کی تمام تفاصیل کو جانتے اور مانتے ہوئے۔ خصوصاً وہ آیات جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق تھیں۔ ان پر عمل نہیں کیا۔ وہ اس گدھے کی طرح ہیں جو کتابوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ لیکن جاہل کا جاہل ہی رہتا ہے۔ **فائدہ:** یہ مثال اس لئے دی کہ جو کتاب دینیہ کو پڑھ کر نہ خود عمل کرتا ہے۔ نہ دوسروں کو عمل کا حکم دیتا ہے۔ وہ تو گدھے سے بھی بڑا جاہل ہے کیونکہ گدھے نے تو صرف کتابیں اٹھائی ہیں۔ اس نے اٹھائیں بھی اور پڑھیں بھی۔ اور عمل نہیں کیا۔ یہ بڑی حماقت ہے۔ یہ تنبیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ہے جو کتاب کا حامل ہو اس کیلئے ضروری ہے کہ اسے اچھی طرح سمجھے اور اس پر عمل کرے تاکہ یہودیوں کی طرح قابل مذمت نہ ہو۔ آگے فرمایا بری ہے مثال ان لوگوں کی کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔ یعنی وہ آیات جو تورات میں ہیں یا جو آیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر گواہی دیتی ہیں۔ ان کا انکار کیا۔ اس لئے اس مثال کو بری مثال قرار دیا۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

فرمادو اے یہودیو اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم دوست ہو اللہ کے سوائے اور لوگوں کے۔ تو آرزو کرو موت کی

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٦ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝٧

اگر ہو تم سچے اور نہیں آرزو کریں گے اس کی کبھی بوجہ اس کے جو آگے بھیجا ان کے ہاتھوں نے۔ اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو۔

(بقیہ آیت نمبر ۵) یعنی جو تصدیق کے بجائے تکذیب کرتے ہیں۔ یا جنہوں نے گمراہی اختیار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور دائمی عذاب کیلئے اپنے آپ کو تیار کیا۔

(آیت نمبر ۶) اے یہودیو۔ یعنی اے راہ مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگو۔ یا اسلام اور حق کو چھوڑ کر یہودیت پسند کرنے والو اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ تم ہی اللہ تعالیٰ کے پیارے ہو۔ (کیونکہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اولاد اور اس کے پیارے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب ذرا ان کے گھمنڈ کو دور کریں اور ان کے جھوٹ کو ظاہر کریں اور ان سے کہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے آرزو کریں کہ وہ انہیں موت دے دے تا کہ وہ مصیبتوں کے گھر سے نکل کر باعزت گھر میں چلے جائیں۔ یعنی وہ یہ کہیں کہ اے اللہ ہمیں موت عطا فرما اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں اور ان کا گمان صحیح ہے۔ اور انہیں پورا وثوق ہے کہ جنت میں وہی جائیں گے تو وہ جلد موت کی آرزو کریں اور جلد جنت میں پہنچیں اور جنت میں مزے کریں۔ دنیا کی مشکلات کیوں جھیل رہے ہیں۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا طالب ہو اللہ تعالیٰ بھی اسی کو ملنا پسند کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے ملنا نہیں چاہتا۔ (ریاض الصالحین)

(آیت نمبر ۷) وہ کبھی بھی اس کی آرزو نہیں کریں گے۔ یعنی ان پر کتنا ہی لمبا زمانہ گذر جائے۔ وہ پھر بھی دنیا میں رہنے کی تمنا کریں گے۔ موت کی آرزو ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ وہ دنیا میں رہنے کے اتنے حریص ہیں کہ وہ ہر وقت اپنے لئے یہی دعا کرتے ہیں کہ وہ ہزار سال عمر دیئے جائیں (سورۃ البقرہ آیت ۵۶) اس لئے کبھی اپنی موت کی دعا نہیں کریں گے کہ انہیں معلوم ہے کہ جو کرتوت وغیرہ کر کے اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجے ہیں۔ یعنی انہیں اپنے کرتوتوں کا پورا علم ہے اور جو انہوں نے توراۃ میں تحریف کی اور حضور ﷺ کے اوصاف بدلے۔ اور ایسے کرتوت کئے جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسے ظالموں کو بخوبی جانتا ہے۔ یعنی ان کے طرح طرح کے ظلم اور بے حساب نافرمانیاں جن کی وجہ سے انہیں گوناگوں عذابوں میں مبتلا کیا جائیگا۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ

فرمادو بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو۔ بے شک ضرور تمہیں ملنی ہے۔ پھر پھیرے جاؤ گے طرف جاننے والے

الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ع ﴿۸﴾

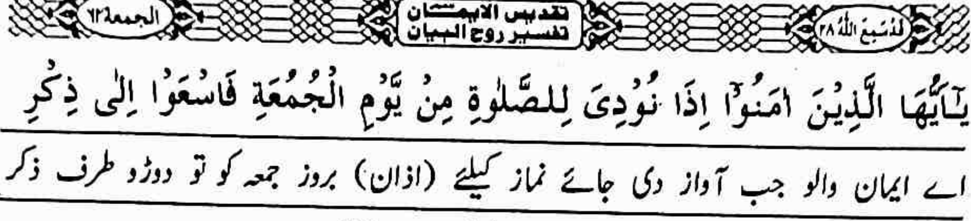
غیب وحاضر کے۔ پھر وہ تمہیں بتائے گا جو تھے تم عمل کرتے۔

(بقیہ آیت نمبر ۷) یا اللہ تعالیٰ ان کے ان حالات کو بھی جانتا ہے۔ جو ان سے بعد میں سرزد ہوں گے۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ اگر یہودی موت کی آرزو کرتے تو ہر یہودی تھوک نگلتے ہی اسی جگہ مر جاتا۔ **حدیث شریف** :تم میں سے کوئی بھی موت کی آرزو نہ کرے کیونکہ اگر نیک ہے تو جب تک زندہ کر عبادات کرے گا تو اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا۔ گناہ گار ہے تو شاید توبہ کی توفیق مل جائے۔ (بخاری ۷۲۳۵)

(آیت نمبر ۸) اے محبوب فرمادیں بے شک جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو تو وہ موت تو تمہیں ضرور مل کر رہے گی۔ کوئی چیز اسے نہ پھرا سکتی ہے نہ ہٹا سکتی ہے۔ لہذا موت کا پیالہ تو تم ضرور پیو گے۔ لہذا موت سے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جو موت سے بھاگتا ہے۔ وہ بھی اصل میں موت کی طرف ہی بھاگ رہا ہے۔ لہذا موت سے بھاگنے کے بجائے نیک اعمال کر کے موت کی تیاری کرو۔ آگے فرمایا کہ پھر تم پھیرے جاؤ گے۔ طرف اس ذات کے جو غائب حاضر سب کو جانتا ہے۔ یعنی جس ذات سے تمہاری کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وہ تمہارے ظاہری باطنی سب اعمال کو جانتا ہے۔ آگے فرمایا کہ پھر وہ تمہیں بتائے گا جو جو تم عمل کرتے رہے۔ یعنی تمہارے کفر اور نافرمانیاں سب سامنے آجائیں گی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے مطابق تمہیں جزا وسزا دے گا۔ **فائدہ**: موت سے کراہت تو ہر انسان کو ہوتی ہی ہے۔ کیونکہ ہر انسان کو مال واولاد سے محبت ہوتی ہے۔ لہذا ان سے جدائی کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ لیکن موت سے بچ بھی کوئی نہیں سکتا۔

حکایت :سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے ماں سے پوچھا کہ کیا آپ موت کو پسند کرتی ہیں تو فرمایا نہیں۔ اس لئے کہ میں نے اگر کسی انسان کی نافرمانی کی ہو اس کو ملنا ناپسند ہے تو پھر مولا کی نافرمانی کر کے موت کیسے پسند کروں گی۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سب سے دانا وہ ہے جو اپنے نفس پر کنٹرول کرلے اور وہ عمل کرے جو مرنے کے بعد کام آئیں۔ (رواہ الترمذی)۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والے اعمال کثرت سے کرے اور ان کاموں سے بچے جن سے مالک ومولیٰ ناراض ہوتا ہے۔



يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ

اے ایمان والو جب آواز دی جائے نماز کیلئے (اذان) بروز جمعہ کو تو دوڑو طرف ذکر

اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹

الٰہی (نماز) کے اور چھوڑ دو خرید وفروخت ۔ یہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر ہو تم جانتے ۔

(آیت نمبر ۹) اے ایمان والو جب جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کیلئے آواز دی جائے ۔ یعنی جمعہ کی پہلی اذان ہو جائے ۔ **فائدہ :** حضور ﷺ کا ایک ہی موذن تھا ۔ جو حضور ﷺ کے ممبر شریف پر تشریف رکھتے ہی وہ مسجد کے دروازے پر اذان کہتا ۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور تک یہی طریقہ رہا ۔ دور عثمانی میں لوگوں کی بھی کثرت ہوگئی اور شہر مدینہ بھی دور دور تک پھیل گیا تو انہوں نے ایک اذان اس سے پہلے کروادی جوز دراء کے مقام پر دی جاتی جو جگہ بازار کے وسط میں تھی تا کہ اس اذان کو سن کر لوگ جلد مسجد میں جمع ہو جائیں پھر جب آپ ممبر پر بیٹھتے تو دوسری اذان دی جاتی ۔ آپ کی اس بدعت حسنہ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا ۔

جمعہ : اسلام سے پہلے اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا ۔ بعض نے کہا کہ کعب بن لوئی نے اس دن کا نام جمعہ رکھا ۔ کیونکہ قریش اس دن کعبہ کے گرد جمع ہوتے تھے ۔

اسلام میں پہلا جمعہ : مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہودیوں کا ہفتے میں ایک دن عبادت کا ہے ۔ جس کا نام ہفتہ ہے اور عیسائیوں کا اتوار ہے ۔ جس دن وہ سب جمع ہوتے ہیں ۔ ہمارے لئے بھی ایک دن ایسا ہونا چاہئے ۔ جس میں مل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں ۔ نماز پڑھیں تو سب نے جمعہ کا دن مقرر کرلیا ۔ بلکہ سعد بن زرارہ اس دن وعظ بھی کیا کرتے اور نماز دوگانہ بھی پڑھتے تھے ۔

مسجد قباء کا سنگ بنیاد : حضور ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ شریف کے قریب بنو عمر کے ہاں جب قیام فرمایا اس دن ۱۲ ۔ ربیع الاول ۔ سوموار کا دن تھا ۔ اسی دن سے سن ہجری کی ابتداء ہوئی ۔ سوموار ، منگل ، بدھ ، اور جمعرات تک وہیں قیام فرمایا ۔ ان ہی ایام میں مسجد قباء کا سنگ بنیاد رکھا گیا ۔ بروز جمعہ آپ مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئے ۔ راستہ میں محلہ بنو سالم پڑتا تھا آپ جب وہاں پہنچے تو یہ آیت نازل پھر آپ نے وہاں جمعہ پڑھایا ۔ (اس کا نام آج تک مسجد جمعہ ہی ہے) ۔ **فائدہ :** اس میں یہود کی تردید بھی ہوگئی جنہوں نے کہا ۔ ہمارا ہفتہ ہے تمہارا کوئی دن ایسا نہیں ہے ۔ آگے فرمایا کہ اذان کے بعد فوراً اللہ کا ذکر سننے دوڑ کر جاؤ ۔ یعنی نماز کے ارادے پر خطبہ سننے مسجد میں جلد پہنچو ۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا

پھر جب ہو جائے نماز تو پھیل جاؤ زمین میں۔ اور تلاش کرو فضل اللہ کا اور یاد کرو

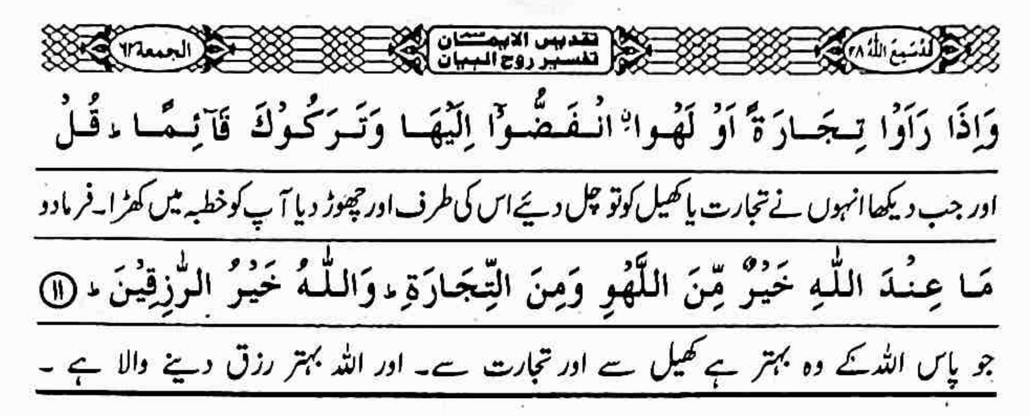
اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾

اللہ کو بہت۔ تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔

(بقیہ آیت نمبر ۹) **فائدہ**: ذکر اللہ تعالیٰ میں ذکر رسول۔ صحابہ خصوصاً خلفاء راشدین اتقیاء اولیاء اور وعظ ونصیحت سب شامل ہیں۔ آگے فرمایا کاروبار تمام چھوڑ دو۔ خرید وفروخت ختم کردو۔ یعنی دنیوی تجارت چھوڑ دو اور آخرت کا سودا اکٹھا کرو۔ لہذا فرمایا۔ اگر تمہیں کچھ علم ہے تو ذکر الٰہی کی طرف جلد جاؤ کہ اس کی برکات سے نفع حاصل کرو۔ یعنی نماز جمعہ ادا کرنے خصوصاً خطبہ سننے مسجد میں جلد پہنچو۔

(آیت نمبر ۱۰) اور جب نماز ادا کردی جائے۔ جس نماز کیلئے اذان ہوئی تھی۔ یعنی جب نماز جمعہ پڑھ لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ۔ اپنے کاروبار زندگی کو درست کرنے میں مشغول ہو جاؤ۔ یعنی شرعی ضروریات اور کام کاج کرنے میں لگ جاؤ کیونکہ معاشی حصول کیلئے جدوجہد بھی ضروری ہے اس لئے فرمایا کہ زمین میں پھیل کر اللہ کا فضل تلاش کرو۔ یعنی اپنے اور اہل وعیال کیلئے رزق حلال تلاش کرو۔ خواہ وہ جس طرح بھی تمہیں آسانی سے مل سکے۔ تجارت یا کسی اور ذریعے سے ہو۔ البتہ کمائی جائز طریقے سے ہو۔ (معلوم ہوا رزق حلال تب بنتا ہے جب نماز بھی پڑھی جائے۔) **فائدہ**: امام سرخسی فرماتے ہیں کہ یہ امر وجوبی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز کے بعد دوسرا فریضہ رزق حلال کی تلاش ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

فائدہ: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ یہ حکم استحبابی ہے۔ حضرت سعید بن جبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ کے بعد کسی چیز کی قیمت ضرور پوچھ لیا کرو۔ خواہ نہ خریدو تا کہ آیت پر عمل ہو جائے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو۔ یعنی اس کا ذکر صرف نماز ہی کو نہ سمجھو۔ **فائدہ**: بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ذکر کثیر سے مراد گنتی والا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ حضور قلب والا ذکر مراد ہے۔ حضور دل والا ذکر قلیل کو بھی کثیر بنا دیتا ہے۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ ہمہ وقت اطاعت الٰہی میں رہو۔ تا کہ تم دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جاؤ کیونکہ ذکر الٰہی دنیا وآخرت میں نجات کا سبب ہے۔ (فضائل ومسائل جمعہ مزید فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔ یا میری کتاب برکات ذکر کا مطالعہ فرمائیں۔ (قاضی)



وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ

اور جب دیکھا انہوں نے تجارت یا کھیل کو تو چل دیئے اس کی طرف اور چھوڑ دیا آپ کو خطبہ میں کھڑا۔ فرمادو

مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ؕ ﴿١١﴾

جو پاس اللہ کے وہ بہتر ہے کھیل سے اور تجارت سے۔ اور اللہ بہتر رزق دینے والا ہے۔

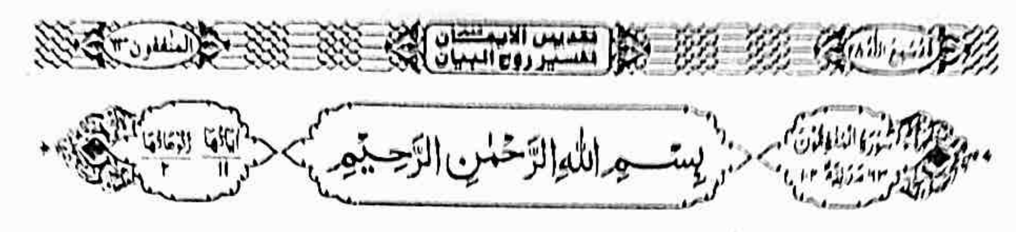
(آیت نمبر ۱۱) اور جب وہ دیکھ لیں تجارت یا کھیل تماشہ کو۔ **فائدہ**: دحیہ بن خلیفہ جب تجارت کا سامان لے کر مدینہ شریف میں پہنچتا تو اس وقت ڈھول بجایا جاتا۔ تاکہ خریداروں کو معلوم ہو جائے۔ کاشفی فرماتے ہیں کہ ہمارے دور میں خوشی کے شادیانے بجاتے۔ ترکی میں توپ چلاتے کئی جگہ دف اور تالیاں بجاتے۔ لہو سے مراد بھی یہی ہے۔ یعنی لوگوں کو بازار میں بلانے اور جمع کرنے کے اس زمانے میں کئی طریقے تھے۔

آگے فرمایا کہ تجارت یا لہو کا آواز سنا تو دوڑ کر اس کی طرف جا پہنچے اور آپ کو ممبر پر کھڑا چھوڑ گئے۔

شان نزول: مدینہ شریف میں قحط تھا۔ نبی پاک ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک غلہ کے آنے کا طبل بج گیا تو اہل مسجد نے اس خوف سے کہ غلہ ختم نہ ہو جائے۔ وہ خطبہ چھوڑ کر ادھر دوڑ پڑے۔ سوا گیارہ اشخاص (عشرہ مبشرہ) ان کے علاوہ دو تین حضرات رہ گئے۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ان کو فرمادیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ یعنی عبادات کا ثواب اور اجر وہ اس کھیل تماشے اور تجارت کے منافع سے کہیں زیادہ بہتر ہے کیونکہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور آخرت کے منافع دائم اور باقی ہیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے کیونکہ وہی رازق رزاق ہے۔ لہذا اسی سے رزق طلب کرو۔ اور آئندہ ایسا مت کرو۔

فائدہ: بعض بزرگ فرماتے ہیں۔ لہو اور تجارت میں وہ چیز نہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس لئے اسے بہتر کہا گیا۔ کہ وہ بہتر بھی قوت والا بھی۔ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بھی اور دنیا سے زیادہ لذت والا بھی ہے۔

اختتام سورہ جمعہ ۱۱۔ مئی ۲۰۱۷ء بروز جمعرات بمطابق نصف شعبان دن بارہ بجے



إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق کہتے ہیں ہم گواہ ہیں کہ بے شک آپ ضرور رسول خدا ہیں اور اللہ جانتا ہے

إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْٓا

کہ ضرور آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق ضرور جھوٹے ہیں بنا رکھا ہے انہوں نے

أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ إِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾

اپنی قسموں کو ڈھال تو روکا راہ خدا سے بے شک براہے جو وہ کرتے ہیں۔

(آیت نمبر۱) جب آپ کی بارگاہ میں منافق آتے تو کہتے کہ ہم گواہ ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ان کا مقصد یہ کہ حضور ﷺ کو یقین ہو جائے کہ وہ صمیم قلب سے کہہ رہے ہیں۔جیسے دوسری جگہ فرمایا کہ ایمان والوں سے ملتے تو ''آمنا'' کہتے۔یہ سب کچھ دھوکہ دینے کیلئے کرتے تھے۔آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔یعنی ان کی بات ظاہراً تو واقعہ کے مطابق ہے۔**فائدہ**:اس میں نبی پاک ﷺ کی عظمت کا اظہار ہے۔**فائدہ**:ابوالیث فرماتے ہیں۔یہ جملہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے رد میں فرمایا اور اللہ تعالیٰ بھی گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق ضرور جھوٹے ہیں (یعنی اے محبوب جس طرح تیرے رسول ہونے میں شک نہیں اسی طرح ان کے جھوٹا ہونے میں بھی کوئی شک نہیں)۔**فائدہ**:جو تاکیدیں منافقوں نے اپنی بات کو پختہ بنانے کیلئے لگائیں۔ان ہی تاکیدوں سے اللہ تعالیٰ نے ان کا جھوٹا ہونا بھی ظاہر فرمایا۔

مسئلہ:یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ایمان کا اعتبار دل اور اخلاص سے کلمہ پڑھنے کا ہے۔اگرچہ نبی پاک ﷺ منافقوں کے ظاہری اسلام کو بھی قبول فرمالیتے تھے۔**تنبیہ**:آج کل کچھ لوگ منافقوں سے بھی بدتر ہیں۔اس وقت منافق کفار سے ڈر کر ایمان چھپاتے تھے لیکن آج کل تو کچھ لوگ نڈر ہو کر کفر بکتے ہیں یہ ان سے بھی بدتر ہیں۔

(آیت نمبر۲) ان منافقوں نے قسموں کو اپنے لئے ڈھال بنا رکھا تھا تاکہ وہ قتل وقید سے یا دیگر جانی مالی نقصانات سے بچ جائیں۔آگے فرمایا کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھی روکتے تھے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ

یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے پھر کفر کیا تو مہر کردی گئی ان کے دلوں پر پھر وہ نہیں سمجھتے۔ اور جب تو انہیں دیکھے

تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ

تو تجھے عجیب معلوم ہوں ان کے جسم۔ اور اگر بولیں تو غور سے سنے ان کی بات گویا کہ وہ کڑیاں ہیں دیوار میں لگی ہوئی

يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۴﴾

سمجھتے ہیں ہر آواز اپنے اوپر۔ وہ دشمن ہیں تو ان سے بچئے۔ مار پڑے ان پر اللہ کی کہاں اوندھے جاتے ہیں

(بقیہ آیت نمبر۲) یعنی کوئی اسلام لانے کا ارادہ کرتا تو وہ اسے روکتے کہ یہ رسول اصل میں نہیں۔ یا اللہ کی راہ میں کوئی مال دینا چاہتا تو اسے کہتے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ بہت برا عمل ہے جو وہ کرتے تھے۔ یعنی منافقت اور اسلام لانے سے روکنا اور راہ خدا میں مال دینے سے منع کرنا۔ یہ سب ان کے برے اعمال ہیں۔

(آیت نمبر۳) یہ اس لئے کہ وہ پہلے ایمان لائے پھر کافر ہو گئے یعنی انہوں نے کفریہ کلمات کہے کہ محمد ﷺ برحق نبی نہیں۔ جو اگلی آیات میں ان کے بکواسات کا ذکر آ رہا ہے۔ اس بناء پر ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ کفر پر ٹوٹ پڑے۔ مہر لگنے کی وجہ سے ایمان ان کے دلوں تک پہنچتا ہی نہیں۔ یہ اصل میں ان کو منافقت کی سزا ملی اور یہ ان کے برے اعمال کا انجام ہے۔ لہذا اب وہ بروز قیامت یہ نہیں کہہ سکتے کہ دلوں پر مہر لگی تھی۔ ہم ایمان کیسے لاتے۔ آگے فرمایا کہ پس وہ نہیں سمجھ سکتے کہ حقیقت ایمان کیا ہے۔ **مسئلہ**: یاد رہے بدمذہبوں کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ جیسے چوروں کی شکایت غیبت نہیں۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ فاجروں کے فجور کو بیان کرو تاکہ لوگ ان کے فجور سے بچ جائیں۔ (رواہ البیہقی)

(آیت نمبر۴) جب تم ان منافقوں کو دیکھو گے۔ یعنی ابن ابی بن سلول جیسے منافقوں کو تم دیکھو گے تو ان کے جسموں کو دیکھ کر تعجب کرو گے۔ یعنی ہٹے کٹے اور چہروں پر تیل کی چمک اور باتیں بھی ایسی کریں گے کہ تم ان کی باتیں غور سے سنو۔ ان کی فصاحت زبان کی تیزی گفتگو میں مٹھاس کہ آدمی کا دل ان باتوں کی طرف جھک جائے۔

منافقوں سے مایوسی: ابتداء میں تو ان کی باتوں سے مسلمان مانوس ہوئے۔ لیکن جب نبی پاک ﷺ نے ان کے دل میلے دیکھے تو مایوس ہو کر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ منافق حضور ﷺ کی بارگاہ میں جب بیٹھتے تو ایسے

باادب ہو کر کہ جیسے خشک لکڑیاں دیوار کے ساتھ لگادی گئیں ہوں وہ بناوٹی ادب ظاہر کرتے۔ یہاں حضور ﷺ کی بارگاہ میں ان کے بیٹھنے کو خشک لکڑیوں سے تشبیہ دی گئی۔ وہ خالی جسم ہی ہیں۔ جن سے کوئی خیر و نفع ملنے والا نہیں ہے یا ہے بھی تو وہ جلانے کے کام آتی ہیں اور یہ منافق بھی جہنم کے نچلے حصے میں جلانے کے قابل ہی ہیں۔

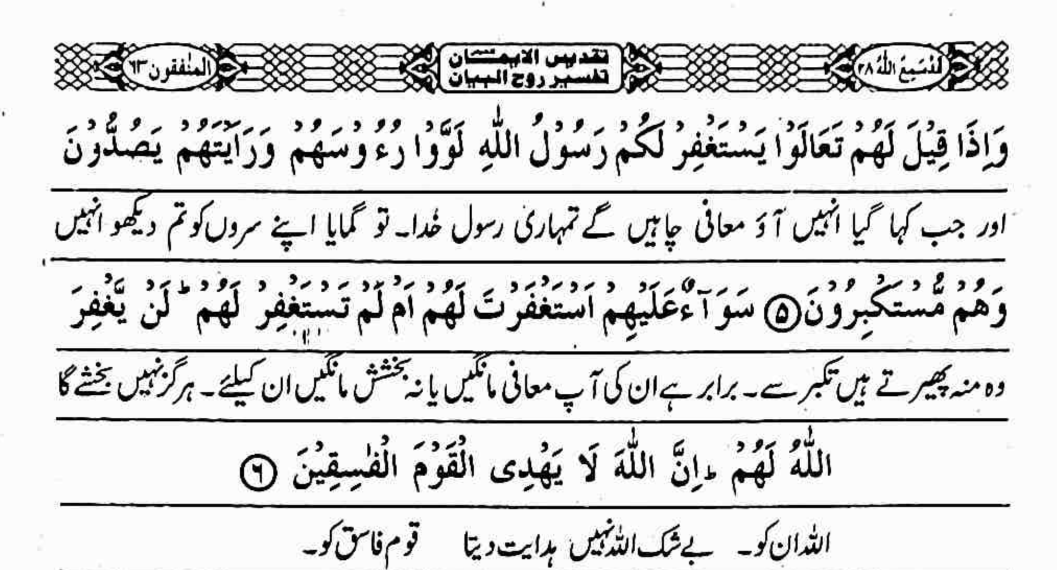
درس ادب: علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ اکابر کی مجالس علم میں بے ادبی کرنا منافقوں کی علامت ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ بروز قیامت موٹا آدمی آئیگا تو اس کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر برابر بھی نہیں ہوگی (بخاری و مسلم)۔ **حدیث شریف**: اللہ تعالیٰ صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ تو دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (رواہ مسلم)

آگے فرمایا کہ منافق یہ سمجھتے اور گمان کرتے ہیں کہ ہر آواز ان کے خلاف اٹھ رہی ہے۔ یعنی مدینہ شریف جو بھی اونچی آواز کہیں سے آتی یا لشکر میں کسی مصلحت سے کوئی آواز بلند ہوتی یا وہ کہیں سے کوئی شور سنتے تو ان کی بزدلی کا یہ عالم تھا اور ان کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب اس قدر چھایا ہوا تھا کہ وہ سمجھتے کہ اب ہماری خیر نہیں جیسے چور ہر وقت خوف زدہ رہتا ہے۔ **فائدہ:** چونکہ یہ اہل شکوک ہیں اس لئے ان پر بزدلی اور سستی چھائی رہتی ہے۔

فائدہ: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ وہ ہر وقت خطرے میں رہتے کہ ابھی کوئی آیت ان کے بارے میں اتری تو ان کا پردہ چاک ہو جائیگا اور ان کا خون اور مال مباح کر دیا جائیگا۔

آگے فرمایا کہ اے محبوب یہی تمہارے دشمن اور عداوت میں پکے ہیں۔ تمہاری عداوت ان کے دلوں میں گھر کر گئی ہے۔ لہذا اے محبوب ان سے بچ کر رہو اور ان کی کسی بات پر بھروسہ نہ کرو اور اپنے اصحاب کو بھی ان سے بچاؤ۔ اس لئے کہ وہ تمہارے بھید اور اسرار کفار کے پاس جا کر ظاہر کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر مار پڑے۔ یہ ان کیلئے بددعائیہ جملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر لعنت اور رسوائی اور ذلت و خواری کے ساتھ ان کی موت مانگی گئی ہے۔ جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہو۔

فائدہ: سعد المفتی فرماتے ہیں۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ان پر لعنت ضروری ہے۔ یا یہاں اہل ایمان کو کہا گیا ہے کہ تم ایسے منافقوں کیلئے یوں بددعا کیا کرو۔ اب بھی گمراہوں۔ بدمذہبوں کو یہی جملہ کہنا چاہئے۔ آگے انہیں بطور تعجب کہا گیا کہ وہ کہاں پھیرے جا رہے ہیں کہ یہ حق اور نور سے کتنے دور ہو رہے ہیں۔ یا یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ حق کو جاننے سمجھنے کے باوجود حق سے روگرداں ہیں۔



وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا يَسۡتَغۡفِرۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ لَـوَّوۡا رُءُوۡسَهُمۡ وَرَاَيۡتَهُمۡ يَصُدُّوۡنَ

اور جب کہا گیا انہیں آ ؤ معافی چاہیں گے تمہاری رسول خدا۔ تو گمایا اپنے سروں کوتم دیکھو انہیں

وَهُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۞ سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ

وہ منہ پھیرتے ہیں تکبر سے۔ برابر ہے ان کی آپ معافی مانگیں یا نہ بخشش مانگیں ان کیلئے۔ ہرگزنہیں بخشے گا

اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۞

اللہ ان کو۔ بے شک اللہ نہیں ہدایت دیتا قوم فاسق کو۔

(آیت نمبر ۵) اور جب انہیں کہا جاتا کہ آ ؤ تا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔

شان نزول : منافقوں کے سردار ابن ابی کو جب کہا گیا کہ یہ آیات تیرے ہی متعلق نازل ہوئی ہیں۔اب بھی موقع ہے۔حضور ﷺ کی بارگاہ میں چلا جا تا کہ وہ تیرے لئے بخشش کی دعا کردیں تو وہ اکڑ گیا اور بکنے لگا کہ انہوں نے ایمان نماز اور زکوٰۃ کا کہا۔ میں نے وہ سب کیا۔اب وہ مجھ سے سجدہ کروانا چاہتے ہیں تو اس منافق نے یا سب نے اپنے سر پھرائے اور کہا یعنی تکبر کے طور پر سروں کو پھرا کر ذرا جھٹکا دے دیا جیسے کوئی متکبر مکروہ چیز کی طرف سے منہ پھیرتا ہے۔ **فائدہ** :انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے منہ پھرانا اللہ تعالیٰ سے منہ موڑنا ہے۔

آگے فرمایا۔تم دیکھو گے کہ وہ روگردانی کرنے والے تکبر کرنے والے ہیں۔وہ غلبہ شیطنت اور اپنی انانیت سے اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہیں۔

(آیت نمبر ٦) ان کیلئے برابر ہے کہ آپ ان کیلئے استغفار کریں یا نہ استغفار کریں۔اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا ۔یعنی اگر وہ اپنی خطاؤں سے عذر کرتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ **فائدہ**: کشف الاسرار میں ہے۔حضور ﷺ نے ان کے لئے دعائیں کیں۔جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے کہ اگر آپ ان کیلئے ستر بار بھی مغفرت چاہیں۔تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔تو حضور ﷺ نے فرمایا۔میں ان کیلئے ستر سے زیادہ مرتبہ دعا کرونگا۔تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ وہ فسق پر اصرار اور کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ان کی بخشش کیسے ہوسکتی ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ **فائدہ**:اگر چہ حضور ﷺ کی استغفار سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔چونکہ منافقوں کا سرے سے ہدایت پانے کا پروگرام ہی نہیں تھا۔اس لئے انہیں ہدایت نہیں ملی۔اور بخشش بھی نہیں ہوگی۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ

وہی ہیں جو کہتے ہیں نہ خرچہ کرو ان پر جو نزدیک رسول اللہ کے ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ کے

خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۷﴾

خزانے ہیں آسمانوں اور زمین میں ۔ لیکن منافق نہیں سمجھتے ۔

(آیت نمبر ۷) یہ لوگ کہتے تھے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں ۔ان پر مال و دولت مت خرچ کرو ۔یعنی ان فقراء مہاجرین کو کوئی چیز نہ دو ۔اب تک تم نے انہیں کچھ دیا نہ ہوتا تو وہ یہاں سے چلے جاتے ۔

فائدہ :ان بے ایمانوں کا حضور ﷺ کو رسول اللہ کہنا بھی استہزاء تھا ۔ورنہ وہ رسول مانتے تو پھر کیا تھا ۔یا یہ لقب اتنا مشہور ہو گیا تھا ۔کہ ہر ایک کی زبان پر بے ساختہ جاری ہو جاتا تھا ۔

فائدہ :غرضیکہ انہوں نے اپنی جگہ یہ منصوبہ بنایا کہ ان کو ہم کچھ نہیں دیں گے ۔یہاں تک کہ وہ یہاں سے منتشر ہو جائیں گے اور اپنے گھروں کو چلے جائیں گے اور حضور ﷺ کا ساتھ چھوڑ جائیں گے (یا وہ بھوکے مر جائیں گے) حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیئے ۔کہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں ۔

فائدہ :یہ اصل میں منافقین کی اس گندی سوچ کا رد ہے جو انہوں نے کہا کہ ہم جب ان فقراء مہاجرین پر مال خرچ نہیں کریں گے ۔تو وہ اپنے رسول کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق کے تمام خزانے تو میرے پاس ہیں ۔جسے چاہتا ہوں اسے ہی دیتا ہوں اور جس سے چاہتا ہوں روک لیتا ہوں ۔اور دوسرے مقام پر فرمایا ۔کوئی چیز نہیں ہے مگر اس کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں ۔اسی طرح یہاں فرمایا کہ خزائن تو اسی کے پاس ہیں ۔لیکن منافق نہیں سمجھتے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے کفر بک رہے ہیں ۔اولیاء کو فقر و فاقہ میں رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے خالص بندے اس کمینی دنیا کو ہاتھ بھی لگائیں ۔یہ تو ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان ہے ۔اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں زاہدانہ زندگی بسر کریں اور آخرت میں ثواب کامل پائیں ۔

فقراء کی فضیلت :حضور ﷺ نے فرمایا ۔فقیر لوگ امراء سے بہت پہلے جنت میں چلے جائیں گے ۔(اخرجہ احمد و ابو داؤد) ۔**حدیث شریف** :حضور ﷺ فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے ۔(مجموعۃ الفتاوی ،ابن تیمیہ)

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ

کہتے اگر ہم لوٹ گئے طرف مدینہ کے تو ضرور نکالے گا عزت والا وہاں سے ذلیل کو۔ حالانکہ اللہ ہی کیلئے

الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ع ⑧

عزت ہے اور اس کے رسول اور مومنوں کیلئے ہے۔ لیکن منافق نہیں جانتے۔

(آیت نمبر ۸) منافقوں نے یہ بھی کہا کہ جب ہم مدینہ میں لوٹ کر جائیں گے تو ضرور عزت والے ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ (معاذ اللہ انہوں نے صحابہ کرام کے متعلق یہ بکواس کیا۔

شان نزول : مروی ہے کہ غزوہ مریسیع جسے بنوالمصطلق بھی کہتے ہیں۔ وہاں سے واپسی پر جہجاہ غفاری مسلمان اور سنان برجہنی منافق کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ جہجاہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا باڈی گارڈ تھا۔ اور سنان ابن ابی کا خلیف تھا۔ جہجاہ نے سنان کو تھپڑ مارا تو ابن ابی نے کئی بکواس کئے جو حضرت زید بن ارقم نے سن لئے اور ابن ابی کو بھی خوب سنائیں اور پھر سارا واقعہ جا کر نبی کریم ﷺ کو بتا دیا۔ جب حضور ﷺ نے ابن ابی سے پوچھا تو وہ منکر ہو گیا تو اس آیت کے نازل ہونے پر اس کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو ابن ابی نے کہا گیا کہ جا کر حضور ﷺ سے معافی مانگ تو اس نے وہ بکواس کیا جو پیچھے بیان ہوا۔ (میں نے ایمان بھی اور نماز بھی ان کے کہنے پر پڑھی کیا اب سجدہ بھی کروں) اور اس پر وہ بڑا اکڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی کہ میں اس کی گردن کاٹتا ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ دفع کرو۔ لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ تو اب اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ (حضرت زید نے جب واقعہ عرض کیا تو منافقوں نے آ کر کہا۔ زید جوان ہے اور ابن ابی بوڑھا ہے وہ کیسے غلطی کر سکتا ہے تو حضور ﷺ نے حضرت زید سے فرمایا کہ تو ابن ابی سے ناراض ہے اس لئے ایسے کہتا ہے یا تجھے ایسا شبہ ہوا ہے۔ تو انہوں نے عرض کی نہ اشتباہ ہوا نہ ناراض ہوں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت زید کو پیچھے سے کان مروڑتے ہوئے فرمایا کہ اے جوان تیرے کانوں نے صحیح سنا۔ اللہ تعالیٰ نے تیری بات کی تصدیق فرما دی اور منافقوں کی بات رد فرما دی)۔ عزت اللہ کی اس کے رسول کی اور مومنوں کی ہے اور پھر جسے اللہ تعالیٰ عزت دے اسی کی ہے۔ لیکن منافق کیا جانیں۔ انہوں نے جسے عزت سمجھا ہے۔ وہ ذلت ہے۔ عزت تو دین وایمان میں ہے۔ اب دین وایمان منافقوں کو کیا پتہ۔ ہے کہ وہ کیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ

اے ایمان والو نہ غافل کریں تمہیں تمہارے مال اور نہ تمہاری اولاد ذکر الٰہی سے۔ اور جو کرے گا

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑨ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ

یہ تو وہی نقصان والے ہیں۔ اور خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا اس سے پہلے کہ آ جائے تم میں سے کسی پر

الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ⑩

موت۔ پھر کہے میرے رب کیوں نہ تو نے لیٹ کیا مجھے تا وقت کچھ دیر کہ میں صدقہ کرتا اور ہوتا نیک لوگوں سے

(آیت نمبر ۹) اے ایمان والو۔ تمہیں تمہارے مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ یعنی دنیاداری کے امور میں اہتمام کرنے اور ان کے مصالح میں ہی ہمہ وقت لگے رہنے سے کہیں تمہاری نمازیں ہی ضائع نہ ہوں اور ذکر الٰہی سے ہی غافل نہ ہو جاؤ۔ ذکر الٰہی زبان سے ہو تو مراد تلاوت قرآن، تسبیح وتہلیل وتحمید وتمجید اور تکبیر، تعلیم وتعلم علم دین ہے۔ قلب کا ذکر خوف الٰہی ہے۔ بدن کا ذکر طاعات وعبادات ہیں تو فرمایا کہ مال اولاد کی محبت میں محو ہو کر خدا کو ہی نہ بھول جانا۔ آگے فرمایا کہ جو ایسا کریں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے منہ پھیر کر دنیا اور ماسوی اللہ میں مشغول ہوں گے۔ وہ لوگ بہت بڑے خسارہ والے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے بڑی شان والی اور باقی رہنے والی چیز کو فانی کے ساتھ بیچ دیا۔ **فائدہ:** کاشفی فرماتے ہیں کہ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی ہر چیز پر غالب رہے اور اس کے سامنے آخرت کی بھی تمام نعمتیں لائی جائیں تو وہ ان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھے بلکہ اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے۔ **سبق:** حضرت سہل نے فرمایا۔ تمہیں مال واولاد نماز کے اول وقت سے مشغول نہ کر دیں کہ تم اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت ہی نہ کر سکو اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ۔

(آیت نمبر ۱۰) جو ہم نے تمہیں مال دیا تم اس میں سے خرچ کرو۔ یعنی رزق محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تمہیں ملتا ہے تو تم اسی میں سے حقوق واجبہ ادا کر کے اپنی آخرت کیلئے ذخیرہ بنا لو۔ اس سے پہلے کہ تم پر موت آ جائے۔ **فائدہ:** یہاں "احدکم" کا اضافہ اس لئے کیا کہ موت سب کو آئے گی اور ایک ایک کر کے سب کو لے جائیگی۔ یہاں تک تم سب کو ختم کر کے چھوڑے گی۔ اس لئے موت پر یقین رکھو۔ ورنہ ایسا نہ ہو کہ جب موت والا فرشتہ آ جائے تو اس وقت کہے کیا مجھے کچھ تھوڑی سی مہلت نہیں دیتا۔ یا یہ معنی ہے کہ کاش مجھے کچھ تھوڑی سی دیر اور مہلت دیتا۔ کہ میں نیک عمل کر لیتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ع ﴿۱۱﴾

ہرگز نہیں مہلت دے گا اللہ کسی کو جب آ گیا اس کا وعدہ۔ اور اللہ خبردار ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔

(بقیہ آیت نمبر۱۰) **فائدہ** : ابواللیث فرماتے ہیں کہ موت کے وقت بندہ کہتا ہے۔اے میرے مالک مجھے دنیا میں لوٹا۔ مجھے تھوڑی سی زندگی اور بھی دے کہ میں صدقہ کروں اور زکوٰۃ دے دوں اور میں نیک لوگوں سے ہو جاؤں۔(مرتے وقت جو فکر لگ جاتی۔اگر پہلے لگ جائے تو کتنا اچھا ہو۔)

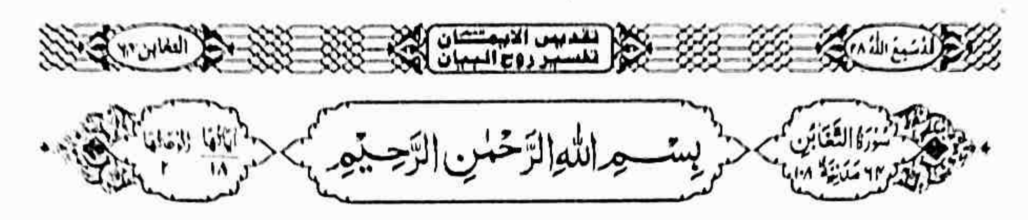
صدقہ اور ہدیہ میں فرق: صدقہ محتاج کیلئے ہوتا ہے۔اس پر رحم کھا کر دیا جاتا ہے اور ہدیہ محبوب کو دیا جاتا ہے۔اسے محبت اور پیار کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔اسی لئے حضور ﷺ ہدیہ قبول فرماتے۔صدقہ قبول نہیں فرماتے تھے۔

(آیت نمبر۱۱) ہرگز اللہ تعالیٰ مہلت نہیں دیگا۔خواہ مطیع ہو یا نافرمان۔جب اس کی موت کا وقت مقرر آ جائیگا۔

فائدہ: یعنی جب بندے کی عمر انتہاء کو پہنچے گی تو پھر عمر بڑھائی نہیں جائیگی۔نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے۔

آگے فرمایا کہ تم جو بھی عمل کرو گے۔اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے۔تمہارے عمل کے مطابق ہی تمہیں جزاء وسزا دے گا۔**حدیث شریف** :حضور ﷺ نے فرمایا۔جو بندۂ خدا زندگی میں ایک درہم صدقہ کرے۔اس درہم سے بہتر ہے جو موت کے وقت خرچ کرے(ابن حبان، کتاب الزکوٰۃ)۔**حدیث شریف** :حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ بہتر ہے تو فرمایا کہ وہ صدقہ کہ تو اس وقت خرچ کرے جبکہ تو صحیح سلامت اور تندرست ہو۔دل خرچ کرنے کو نہ چاہے اور فقر وفاقہ کا ڈر بھی ہو۔غنا اور مزید مال ملنے کی امید بھی ہو۔ایسا نہ ہو کہ روح نکلتے وقت کہے فلاں کو اتنا فلاں کو اتنا دو۔(ریاض الصالحین)

اختتام سورۂ منافقون: مورخہ ۱۴، مئی ۲۰۱۷ء بمطابق ۱۸، شعبان المعظم بروز اتوار بعد نماز عصر



يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

تسبیح کہتا ہے اللہ کی جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کیلئے حمد ہے اور وہ اوپر ہر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ

چیز کے قادر ہے وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تم میں کوئی کافر ہے اور تم ہی میں مومن ہیں۔ اور اللہ

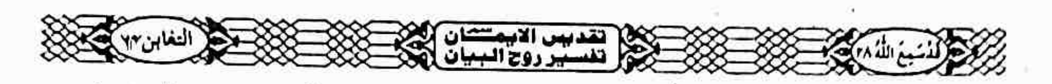
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲

تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

(آیت نمبر ۱) جو بھی آسمانوں یا زمین میں ہیں سب اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ یعنی جو امور اس کی شان کبریائی کے لائق نہیں۔ ان امور سے تنزیہہ بیان کرتے ہیں۔ خواہ وہ ذی حیات ہے یا نہیں۔ (زندہ ہے یا مردہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز میں حیات ہے۔ ورنہ حضور ﷺ یہ نہ فرماتے کہ اذان کی گواہی ہر چیز دے گی موذن کیلئے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہر چیز اللہ کو بھی جانتی ہے اور اس کے رسول کو بھی جانتی ہے۔ دلیل ہے اس بات کی کہ ہر چیز میں پہچان ہے۔ اور "طوعاً و کرھا" سب اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور اس کے آگے سر تسلیم خم ہیں خوشی یا ناخوشی سے۔ البتہ انسانوں میں بعض وہ ہیں جو اللہ رسول پر ایمان لاتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو ایمان سے محروم رہے۔ آگے فرمایا۔ ملک لازوال اسی کا ہے۔ آسمان و زمین میں اصل شاہی اسی کیلئے ثابت ہے۔ اسی لئے تمام حمد کے لائق بھی وہی ہے۔ بلکہ اس کے سوا کوئی بھی حمد کے لائق نہیں ہے اور ہر چیز پر اسی کا تصرف ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(آیت نمبر ۲) وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تم میں سے بعض کافر ہیں۔ یعنی انہوں نے خود اپنے اختیار سے کفر کا عمل کیا۔ منافق بھی کافر ہی ہیں۔ صرف کافر کا کفر ظاہر ہے اور منافق کا کفر پوشیدہ ہے۔ حالانکہ سب پر لازم تھا کہ پیدا ہونے کے بعد پیدا کرنے والے کا شکریہ ادا کرتے۔ اور ایمان لاتے۔



خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو برحق اور تمہاری صورتیں بنائیں تو کتنی اچھی صورتیں بنائیں اور اسی کی طرف پھرنا ہے

(بقیہ آیت نمبر۲) **فائدہ**: اس آیت میں دھریوں اور کمیونسٹوں کا رد ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق نہیں مانتے۔ **حکایت**: **سنی نے معتزلی کو چپ کرادیا**۔ ایک معتزلی نے کہا۔ یہ پھل جو میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ میں نے توڑا ہے۔ اس میں تقدیر کا کیا دخل ہے۔ سنی نے کہا۔ ذرا اسے اسی جگہ لگا کے دکھا تو وہ ہکا بکا ہو گیا کیونکہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ بندہ اپنے فعل کا خود ہی خالق ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں۔ خالق ہر چیز کا اللہ تعالیٰ ہے بندہ کاسب ہے۔ (یعنی کمائی کرنے والا)۔ آگے فرمایا کہ تم میں سے کچھ کافر ہیں اور بعض مومن ہیں۔ جنہوں نے اپنے اختیار سے ایمان قبول کیا۔ اگرچہ ان میں گناہ کبیرہ والے مومن بھی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ صحیح مومن ہمیشہ تھوڑے ہوئے۔

حکایت: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے یااللہ مجھے تھوڑوں میں شامل فرما تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ میرے شکر گذار بندے تھوڑے ہی ہیں۔ اس لئے میں نے کہا۔ مجھے ان تھوڑے لوگوں میں بنا۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ لہذا تمہیں لازم ہے کہ تم ایمان لانے اور طاعت وعبادت کرنے میں پوری کوشش کرو اور کفر ونافرمانیوں سے بچ جاؤ تاکہ ہلاکت سے بھی بچ جاؤ۔

(آیت نمبر۳) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو برحق بنایا۔ یہ اس کی حکمت بالغہ ہے۔ یعنی اس میں دینی اور دنیوی کئی مصلحتیں ہیں۔ بہت ساری مصلحتیں ایسی ہیں جو ظاہر ہیں۔ جنہیں ہم جانتے ہیں اور بہت ساری ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے۔ بعض منافع ایسے ہیں جنہیں ہم جانتے ہیں بعض ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں شکل وصورت دی اور بہت اچھی شکل وصورت عطا کی اور احسن تقویم دی اور اس نے اپنے کمالات ظاہرہ اور باطنہ کا مظہر بنایا۔ بلکہ اس دنیا میں تمہیں ساری مخلوقات کا نمونہ بنایا۔ لیکن پوری مخلوق میں تمہارے جیسا حسین وجمیل وکریم کسی کو نہیں بنایا۔ اور تمہیں (كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ) کا تاج پہنایا۔

فائدہ: ظاہری حسن نہ بھی ہو۔ معنوی حسن ہونا بہرحال لازم ہے۔ اصل حسن بھی وہی ہے۔ آگے فرمایا کہ بالآخر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ تو وہاں نیک لوگوں کی شکلوں کے حسن میں اور اضافہ ہو جائیگا اور فساق فجار کی شکلیں انتہائی بری اور بدبودار ہو جائیں گی۔ جنہیں کوئی دیکھنا گوارہ بھی نہیں کرے گا۔ نہ ان کے پاس کھڑا ہونا گوارہ کرے گا۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ

وہ جانتا ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ جانتا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ

راز سینوں نے ۔ کیا نہیں آئیں تمہارے پاس خبریں ان کی جنہوں نے کفر کیا تم سے پہلے پھر چکھا وبال

اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤

اپنے کام کا اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک۔

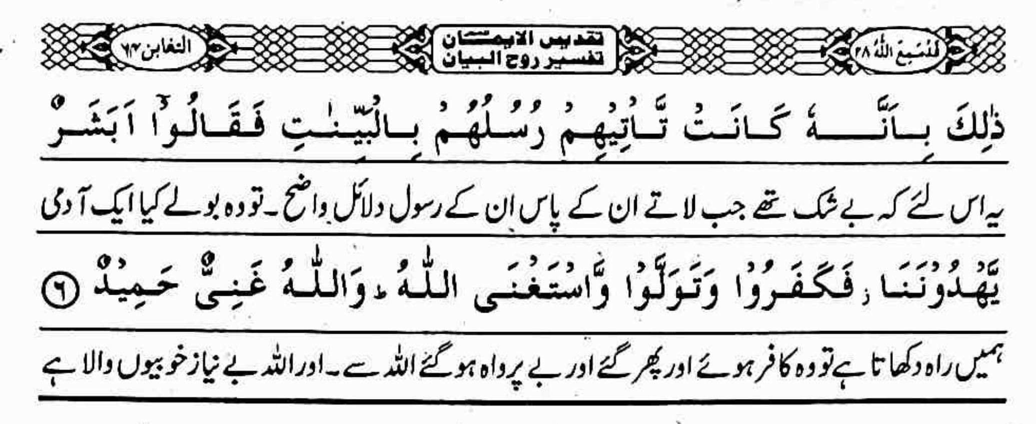
(آیت نمبر ۴) اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ یعنی وہ کلی اور جزی تمام احوال کو جانتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ امور جو ظاہر اور باطن ہیں انہیں بھی وہ جانتا ہے۔

فائدہ : برہان القران میں ہے کہ سورتوں میں تسبیح کا تکرار زمین و آسمان میں قلت و کثرت اور قرب و بعد اور طاعت و معصیت کی وجہ سے ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام اسرار کو گھیرے ہوئے ہے۔ حتیٰ کہ جو لوگوں کے سینوں میں چھپی ہوئی باتیں ہیں وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ تو پھر اس سے وہ باتیں کیسے چھپ سکتی ہیں۔ جنہیں لوگ چھپاتے پھرتے ہیں۔ لہذا یقین ہونا چاہئے کہ وہ تمام پوشیدہ سوچوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

فائدہ : "ماتسرون" میں علماء ظاہر یعنی حکماء و متکلمین اور ان کے فکری اور نظری علوم کی طرف اشارہ ہے اور مخفی امور سے ان کے وہ عقائد فاسدہ اور مقاصد فاسدہ مراد ہیں جو لوگوں سے چھپاتے پھرتے ہیں اور "ماتعلنون" سے مراد علماء باطن یعنی مشائخ کرام کے معارف اور ان کے مکاشفہ ہیں۔

(آیت نمبر ۵) اے کفار کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی۔ جنہوں نے کفر کیا۔ یعنی نوح علیہ السلام کی قوم یا بعد والی قومیں مراد ہیں۔ جنہوں نے اپنے کفر پر اصرار کیا۔ جو تم سے پہلے گذر گئے۔ پھر انہوں نے دنیا میں بھی بلا تاخیر اپنے کئے کی سزا پائی۔ یعنی اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھا۔ کوئی طوفان میں غرق ہوا۔ کوئی آندھی میں گھر کر مرا۔

نکتہ : دنیا کے عذاب کو ذوق یعنی چکھنے سے تعبیر اس لئے کیا کہ چکھی ہوئی چیز معمولی ہوتی اور یہ دنیوی عذاب آخرت والے عذاب کے مقابلے میں معمولی ہے۔ یا یہ لفظ انہیں جلانے کیلئے۔ جیسے دنیا میں چور کو مارنے کے وقت کہا جاتا ہے۔ اب چوری کا مزہ چکھ۔ حالانکہ اسے تکلیف ہو رہی ہوتی ہے۔



ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ

یہ اس لئے کہ بے شک تھے جب لاتے ان کے پاس ان کے رسول دلائل واضح ۔تو وہ بولے کیا ایک آدمی

يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝٦

ہمیں راہ دکھاتا ہے تو وہ کافر ہوئے اور پھر گئے اور بے پرواہ ہو گئے اللہ سے ۔اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے

(بقیہ آیت نمبر ۵) **فائدہ:** اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کا عذاب کفار کے گناہوں کا کفارہ نہیں بنا ورنہ آخرت میں انہیں عذاب نہ ہوتا۔ اسی لئے انہیں آخرت میں دردناک عذاب کی خبر سنائی گئی۔ جس کے درد والم کا کوئی انداز انہیں لگا سکتا۔

(آیت نمبر ۶) وہ عذاب جس کا پیچھے بیان ہوا کہ وہ آخرت میں چکھیں گے۔ اس وجہ سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل یعنی معجزات لے کر آئے۔ تو انہوں نے تکبر سے کہا کیا ایک ہم جیسا بشر ہو کر ہمیں ہدایت دے رہا ہے۔ **فائدہ:** یہ جملہ تقریباً ہر قوم نے اپنے رسولوں سے کہا کہ یہ رسول تو ہمارے جیسا بشر ہی ہے۔ جیسے قوم ثمود نے کہا۔ کیا ایک بشر جو ہمارے ہی جیسا ہے۔ ہم اس کے پیچھے چل پڑیں اور اس کی اتباع کریں۔

جہالت کی انتہاء ہے کہ انہوں نے اپنے سے گھٹیا مخلوق پتھروں کو خدا ماننے میں ذرا تامل نہیں کیا اور رسول کو اپنے جیسا دیکھ کر اسے رسول ماننے سے انکار کر دیا۔ آگے فرمایا کہ اس قول کی وجہ سے وہ کافر ہوئے کیونکہ انہوں نے رسول کو حقیر جانا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت سمجھنے سے وہ جاہل تھے کہ رسولوں کو بشر بنا کر بھیجنے میں کیا راز تھا۔ لیکن انہوں نے جب رسولان عظام اور ان کے لائے ہوئے احکام سے منہ پھیرا۔ تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی عبادت وطاعت سے مستغنی ہو گیا اور ان کے کفر وشرک کی وجہ سے انہیں ہلاک اور تباہ کر دیا۔ **فائدہ:** معلوم ہوا اگر وہ رسولوں کو حقیر نہ جانتے تو تباہ و برباد بھی نہ ہوتے۔ آگے فرمایا اور اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے۔ کسی کی عبادت وطاعت کی اسے کوئی ضرورت وحاجت نہیں اور وہ تعریفوں والا ہے کہ زمین وآسمان کی ہر چیز اس کی حمد وتسبیح بیان کر رہی ہے۔ **فائدہ:** جو یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں حمید ہے۔ وہ ہر وقت اس کی حمد میں مشغول رہتا ہے۔ **وظیفہ یاحمید:** سہروردی مرحوم فرماتے ہیں کہ جو ہمیشہ یاحمید کا ورد کرے۔ اسے اس قدر مال و دولت ملے گا کہ وہ سنبھال بھی نہ سکے گا۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ

گمان کیا کفار نے کہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ فرمادو کیوں نہیں قسم میرے رب کی تم ضرور اٹھو گے پھر بتائے جاؤ گے

بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ

جو تم نے کرتوت کئے۔ اور یہ اوپر اللہ کے آسان ہے۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو

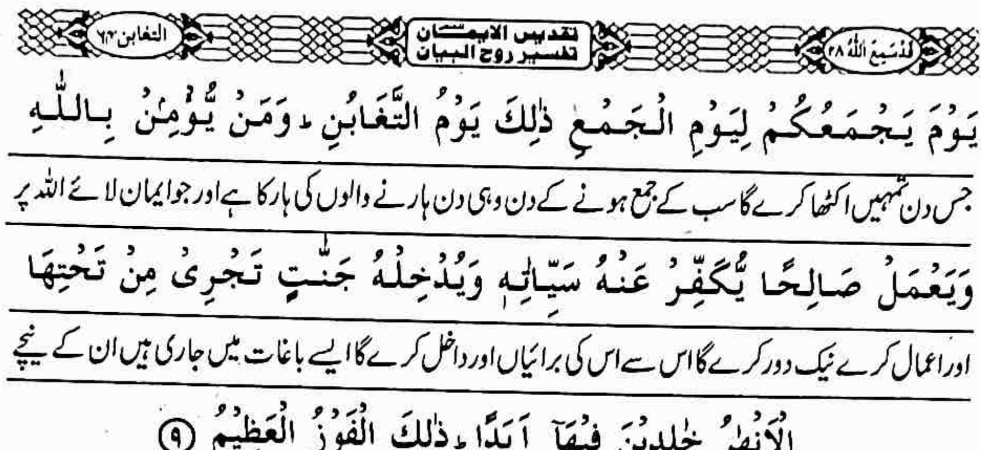
اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑧

ہم نے اتارا۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

(آیت نمبر ۷) کافروں نے گمان کیا یعنی دعویٰ کیا کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے اور نہ انہیں قبروں سے نکالا جائے گا۔ **فائدہ**: کفار کے جھوٹے دعوے کو زعم سے تعبیر کیا۔ **فائدہ**: ہر چیز کی کنیت ہوتی ہے اور جھوٹ کی کنیت زعم (گمان) ہے۔ قاضی شریح نے بیٹے سے فرمایا۔ مجھے اس زعم سے بچائیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ زعم سے بچیں اور دوسروں کو بچائیں: زعم اکثر جھوٹ سے خالی نہیں ہوتا۔ جیسے ہر سنی سنائی بات سچی نہیں ہوتی۔ الا ماشاء اللہ
حدیث شریف: آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سنی بات سنائی آگے کردے۔ (رواہ مسلم)۔

سبق: انسان پر لازم ہے کہ وہ بات منہ سے نکالے جو اس کے نزدیک سچی اور پکی ہو۔ مشتبہ بات نہ کرے۔ ہر سنی سنائی بات کو آگے نہ کرنے کی وجہ سے وہ جھوٹ سے بچ جائیگا۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ان کافروں اور ان جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کی تردید کرتے ہوئے انہیں فرمائیں۔ ہاں مجھے میرے رب کی قسم ہے کہ تم لوگ ضرور بہ ضرور بروز قیامت اٹھائے جاؤ گے۔ **فائدہ**: چونکہ مشرکین جس طرح رسالت کے منکر تھے۔ اسی طرح وہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کے بھی منکر تھے۔ اس لئے ان کے گمان کا سخت تاکید کے ساتھ ازالہ کیا گیا تاکہ محروم کسی حجت کے ساتھ محروم ہو اور یہ قیامت قائم کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کیلئے بہت آسان ہے۔

(آیت نمبر ۸) پس تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے رسول جناب محمد رسول اللہ پر ایمان لاؤ اور اس نور پر بھی ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا۔ یعنی قرآن مجید پر جس کا معجزہ ظاہر باہر ہے کہ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکا۔ جس نے حلال و حرام سب واضح کردیا اور جو حضور ﷺ کے ساتھ اترا۔ اور اللہ تعالیٰ جو بھی تم عمل کرتے ہو اس سے خبردار ہے۔ تمہاری کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔



يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ

جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا سب کے جمع ہونے کے دن وہی دن ہارنے والوں کی ہار کا ہے اور جو ایمان لائے اللہ پر

وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اور اعمال کرے نیک دور کرے گا اس سے اس کی برائیاں اور داخل کرے گا ایسے باغات میں جاری ہیں ان کے نیچے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨

نہریں ہمیشہ رہیں گے اس میں یہ کامیابی ہے بڑی۔

(آیت نمبر ۹) وہ دن بھی یاد کریں۔ جس دن اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کرے گا۔ وہ دن کہ جس دن تمام اولین تا آخرین بمع جن وانس کے تمام افراد کو حساب وکتاب کیلئے اکٹھا کرے گا۔ یہاں الف لام عہدی ہے۔ مراد قیامت کا دن ہے۔ **حدیث شریف:** حضور ﷺ سے نقل ہے کہ بروز قیامت ایک آواز دینے والا آواز لگائے گا۔ جس کو اہل محشر سنیں گے کہ پہلے قبروں سے وہ اٹھیں جن کی کروٹیں عبادت کر کر کے خشک ہوگئی تھیں۔ یہ سن کر وہ لوگ قبروں سے باہر آجائیں گے۔ پھر اعلان ہوگا۔ اب وہ لوگ اٹھیں جو دکھ سکھ میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے تھے۔ بہت تھوڑے لوگ اس اعلان پر کھڑے ہوں گے۔ ان لوگوں کو بغیر حساب جنت میں بھیج دیا جائیگا۔ اس کے بعد باقی لوگوں کو قبروں سے نکالا جائے گا۔ پھر ان کا حساب وکتاب ہوگا (کشاف، ثعلبی)۔ اس دن کے متعلق فرمایا۔ یہ دن تغابن کا ہے۔ یعنی اس دن بدبختوں کیلئے خسارہ ظاہر ہوگا۔ **فائدہ:** بعض مشائخ نے فرمایا۔ تغابن بمعنی حسرت ہے۔ جو ایمان نہیں لایا اسے اس بات کی حسرت ہوگی اور جو ایمان لایا۔ اسے بھی اعمال صالحہ کی کمی پر حسرت ہوگی۔

حدیث میں ہے جنتیوں کو اور کوئی حسرت نہیں ہوگی سوا اس وقت کے جو یاد الٰہی کے بغیر گذرا۔ (طبرانی)

آگے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ وہ عمل جو ایمان کے تقاضے کے مطابق ہوں۔ (**فائدہ:** عمل صالح اسے کہا جاتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کیا جائے) تو اس کے گناہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے دور کردیگا۔ یعنی گناہ معاف فرمادے گا۔ یا اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا اور اسے لوگوں میں رسوا نہیں کرے گا اور اسے اپنے فضل وکرم سے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا۔ جو اس کے اعمال کے مطابق درجات ملے ہوں گے۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ایمان اور نیک اعمال والا ان باغات اور درجات میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ یہ گناہوں کا معاف ہونا اور جنت میں چلے جانا کوئی معمولی کامیابی نہیں۔ بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾

اور جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیات کو وہی آگ والے ہیں۔ ہمیشہ رہیں گے اس میں اور بہت برا ہے ٹھکانہ۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۗ وَاللّٰهُ

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر حکم الٰہی سے۔ اور جو ایمان لائے اللہ پر ہدایت دیگا اس کے دل کو۔ اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

ہر چیز کو جانتا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر ۹) بلکہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس لئے کہ اسے جنت کی عالی شان نعمتیں مل گئیں۔ جن کا دنیا میں کوئی وصف بیان نہیں کر سکتا۔ اور یہ فوز کبیر سے بھی اعلیٰ اور برتر ہے۔ فوز کبیر کا ذکر سورۂ بروج میں ہوا لیکن فوز عظیم اس سے بھی بڑی کامیابی ہے۔ اس سے بڑی کامیابی نہ دنیا میں ہے۔ نہ آخرت میں۔

(آیت نمبر ۱۰) وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ آیات سے مراد قرآن یا معجزات ہیں۔ خواہ وہ کفار ہوں۔ یا اس کے علاوہ جنہوں نے تکذیب کی وہی لوگ جہنم والے ہیں۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے۔ **سبق**: عقلمند پر لازم ہے کہ وہ نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے بچنے میں پوری کوشش کرے تاکہ اس کے دل کا اندھا پن دور ہو اور پردے ہٹ جائیں اور اسے بصیرۃ حاصل ہو۔

(آیت نمبر ۱۱) مخلوق میں سے کسی کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی۔ ان کے بدن یا مال یا اولاد میں مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن، ارادے اور مشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ **فائدہ**: یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ آیت سورۂ شوریٰ کی آیت کے خلاف نہیں ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ مصیبت کا سبب کوئی گناہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ بھلائی آئے یا برائی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

شان نزول: کفار نے کہا کہ اگر مسلمان دین حق پر ہوتے تو ان کے جان و مال پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصائب نہ آتے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بھی میری مشیت سے ہے اور اس کی حکمت یا مشیت کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ **فائدہ**: مصائب و آلام کے آنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی کئی حکمتیں ہیں۔ ہم انہیں سمجھ سکیں یا نہیں۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٢﴾

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی پھر اگر پھر گئے تم تو سوائے اس کے نہیں ہمارے رسول پر پہنچانا ہے کھلا

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٣﴾

اللہ وہ ہے نہیں کوئی معبود سوا اس کے اور اللہ پر بھروسہ کریں ایمان والے۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۱) آگے فرمایا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت بخش دیتا ہے۔ یعنی مصیبت کے وقت اسے ثابت قدم رکھتا ہے۔ **فائدہ**: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں یقین کی دولت عطا فرما دیتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا سینہ کھول دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ طاعت وعبادت میں آگے ہی بڑھتا رہتا ہے۔ **فائدہ**: بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو اسماء وصفات کے نور سے منور فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(آیت نمبر ۱۲) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ یعنی اس کے ہر حکم پر جھک جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو بھی وہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف لائے ہیں۔ اس کو بجالاؤ۔ مصائب وآلام کہیں ان کی اطاعت سے کسی اور طرف تمہیں مشغول نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن پر عمل کرتے رہو۔

سبق: بندے کیلئے لازم ہے کہ دکھ سکھ میں شرع کے حکم پر چلتا رہے۔

فائدہ: آیت میں حکم کا تکرار تاکید کیلئے ہے۔ درمیان میں واؤ اس لئے ہے کہ دونوں حکموں میں فرق ہے۔ پھر اگر تم نے رسول کی اطاعت سے روگردانی کی تو سوا اس کے نہیں ہمارے رسول پاک ﷺ پر لازم ہے کہ وہ ہمارا پیغام تم تک پہنچائیں۔ اس کے علاوہ میرے محبوب کے ذمہ کچھ نہیں ہے اور انہوں نے اس کا حق ادا کر دیا۔

(آیت نمبر ۱۳) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے سوا کوئی بھی اس مرتبے کے لائق نہیں ہے۔ ہدایت دینا بھی اسی کے ہاتھ اور گمراہ کرنا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ لہذا ہر حال میں ایمان والے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کریں اور مصائب پر صبر کرتے ہوئے ایمان پر ثابت قدم رہیں۔ الوہیت کا تقاضا یہ ہے کہ بالکل اسی کی طرف جھک جاؤ غیر خدا سے منہ پھیر لو۔

مسئلہ: حضور ﷺ اور امت کو اس آیت میں توکل اور اس پر ثابت رہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ج

اے ایمان والو بے شک کچھ تمہاری بیویاں اور بچے دشمن ہیں تمہارے تو ان سے بچ کر رہو ۔

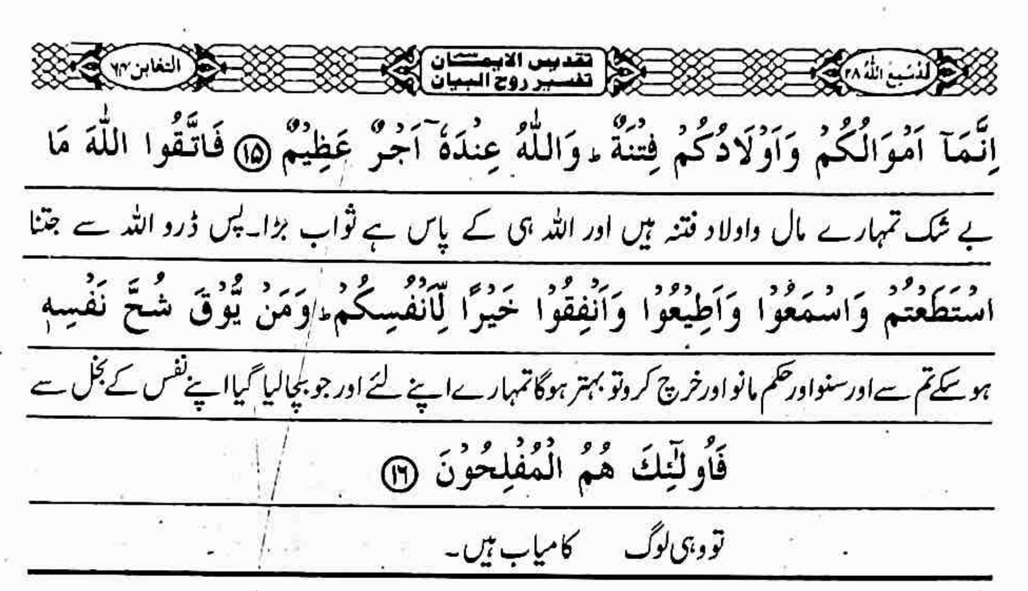
وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

اور اگر تم معاف اور درگذر کرو اور بخش دو۔ تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

(بقیہ آیت نمبر۱۳) **توکل کا فائدہ**: جسے یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی کفیل ہے۔ پھر درمیانے سارے سہارے خیال سے نکال دیتا ہے۔ پھر اس کے ہر کام کا کفیل و وکیل اللہ تعالیٰ خود ہو جاتا ہے۔ اس کیلئے پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق و فرائض میں وہ اپنے نفس پر کنٹرول کرے۔ دن رات ہر وقت نفس کی مخالفت کرے تاکہ نہ وہ کسی نیکی کے کام میں غفلت کرے اور نہ اس میں کوتاہی کرے۔

(آیت نمبر۱۴) اے ایمان والو بے شک تمہاری کچھ بیویاں اور کچھ اولاد تمہاری دشمن ہیں۔ وہ بیویاں اور اولاد جو تمہیں طاعت الٰہی سے غافل کرتے ہیں۔ **فائدہ**: اگرچہ یہ دشمنی ذاتی نہیں ہے۔ لیکن یہ دشمنی بہت بڑی ہے۔
حدیث شریف: تیرا دشمن اصل میں وہ نہیں جس سے تیرا مقابلہ اور تجھ سے مقاتلہ ہے۔ تیرا سب سے بڑا دشمن وہ جو تیرے دونوں پہلوؤں میں ہے۔ تیرا نفس ہے اور پھر تیری عورت جو تیرے ساتھ بستر پر سوتی ہے اور تیری اولاد جو تیری پشت میں ہے (تفسیر حدائق الروح والریحان)۔ کیونکہ انکا اثر دل پر بہت ہوتا ہے اور بندے کو عبادت سے دور رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان سے بچ کر رہو۔ یعنی ان کے ساتھ ایسے نہ لگے رہو کہ ان کی فرمائشیں ہی پوری کرتے احکام خداوندی کی ادائیگی میں بھی کوتاہی ہوجائے اور نہ ان کے حقوق کو اللہ تعالیٰ کے حقوق پر ترجیح دو۔ **فائدہ**: من تبعیضیہ سے معلوم ہوا کہ ساری بیویاں اور ساری اولاد دشمن نہیں ہے۔ بعض بیویاں اچھی بھی ہیں۔ **حدیث شریف** میں حضور ﷺ نے فرمایا۔ گھر کا بہترین متاع نیک بیوی ہے (رواہ احمد والبخاری)۔ آگے فرمایا کہ اگر تم ان بیویوں اور اولاد کی غلطی کو معاف کردو۔ یعنی اگر وہ معافی مانگیں اور تم انہیں معاف کردو اور انہیں درگذر کرو۔ یعنی پھر انہیں ملامت نہ کرو اور انہیں بخش دو۔ یعنی ان کی غلطیوں سے چشم پوشی کرلو اور ان کا عذر قبول کرلو تو بے شک اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔

شان نزول: مروی ہے کہ کچھ ایمان والوں نے جب مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کرنا چاہی تو ان کی بیویوں اور اولاد نے انہیں ہجرت نہ کرنے پر مجبور کردیا اور وہ عزیز و اقارب اور مال و اولاد کی خاطر ہجرت نہ کرسکے۔ آگے فرمایا کہ اگر تم نے انہیں معاف کیا اور بخش بھی دیا تو بے شک اللہ تعالیٰ بھی بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔


اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا

بے شک تمہارے مال واولاد فتنہ ہیں اور اللہ ہی کے پاس ہے ثواب بڑا۔ پس ڈرو اللہ سے جتنا

اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ

ہو سکے تم سے اور سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو تو بہتر ہوگا تمہارے اپنے لئے اور جو بچالیا گیا اپنے نفس کے بخل سے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾

تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

(آیت نمبر ۱۵) سوائے اس کے نہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنے ہیں۔ یعنی بلاء ومصیبت ہیں کہ وہ تمہیں گناہ اور مصیبت میں ڈالنے والے ہیں۔ **فائدہ**: کاشفی مرحوم فرماتے ہیں۔ مال واولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ مال واولاد پر حق کو ترجیح دیتے ہیں یا مال واولاد سے محبت کر کے یاد الٰہی سے محروم ہوتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو محبت الٰہی میں غرق ہیں اور مال واولاد کو اطاعت الٰہی میں لگاتے ہیں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ **حدیث شریف**: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تمہارے لائق نہیں کہ تم یہ کہو کہ اے اللہ مجھے فتنہ سے بچا کیونکہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو مال واولاد سے بچ جائے۔ مال واولاد کو ہی اللہ تعالیٰ نے فتنہ کہا ہے۔ (جامع الاحکام قرطبی) مروی ہے کہ بروز قیامت انسانوں کو سب سے پہلے اس کے اہل وعیال گھیر لیں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے۔ اس سے ہمارے حقوق دلوائیں۔ ہم تو بے خبر تھے۔ اور اس نے بھی ہمیں کچھ خیر وبھلائی نہیں بتائی اور ہمیں حرام بھی کھلاتا رہا۔ ہمیں کوئی معلوم نہ تھا۔ تو اس کی تمام نیکیاں اہل وعیال کو دے دی جائیں گی اور یہ خالی ہاتھ رہ جائے گا۔

(آیت نمبر ۱۶) تو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے میں اپنی پوری کوشش کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کاموں کے متعلق ڈرتے ہو۔ جو مواخذہ (پکڑ) کا سبب بنیں گے کہ مال اور اولاد کے پیچھے اپنی آخرت خراب کرلو اور ان کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی ہو جائے۔ یا مراد ہے کہ تقویٰ اختیار کرو جتنی تمہاری ہمت ہے۔

شان نزول: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر عبادت کرتے کہ ان کے پاؤں سوجھ جاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سہولت کیلئے یہ جملہ ارشاد فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اتنی تکلیف نہیں دیتا جو ناقابل برداشت ہو۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۙ ﴿۱۷﴾

اگر تم قرض دو اللہ کو قرض حسن تو دگنا کرے گا تمہارے لئے اور بخشے گا تمہیں۔ اور اللہ قدر دان اور بردبار ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۧ ﴿۱۸﴾

جاننے والا غیب وحاضر کو عزت وحکمت والا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۶) آگے فرمایا اللہ تعالیٰ کے احکام غور سے سنو پھر ان پر عمل کرو اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے خرچہ کرنے کا حکم دیا۔ وہاں خرچ کرو۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس سے مراد زکوٰۃ کی ادائیگی ہے لیکن سیاق وسیاق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ درحقیقت یہ حکم عام ہے۔ یہاں سے ہر قسم کا خرچہ مراد ہے۔ ان امور مذکورہ پر عمل کروگے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ یعنی ان کا آخرت میں تمہیں نفع ملے گا اور جو نفس کے بخل سے بچ گیا۔ یعنی جو حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتے۔ وہ بخل سے بچ گئے اور جو بخل سے بچ گئے۔ وہی لوگ درحقیقت کامیاب ہیں۔

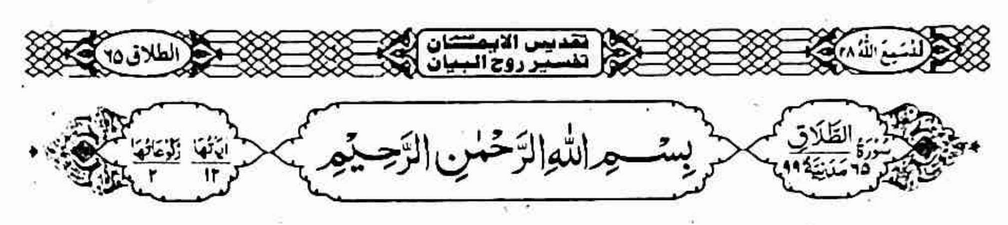
(آیت نمبر ۱۷) اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان مصارف میں خرچ کرو جہاں اس نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ **فائدہ**: راہ حق میں خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر کیا گیا۔

فائدہ: قرض حسن سے مراد ہے جس میں اخلاص بھی ہو۔ جب ایسا قرض زکوٰۃ خیرات، صدقات میں سے دیا جائے تو اسے اللہ تعالیٰ جلد قبول فرماتا ہے۔ اور اس کے اجر کو کئی گناہ بڑھاتا بھی ہے اور تم پر خوش اور راضی بھی ہوتا ہے۔ اس خوشی سے وہ تمہاری کوتاہیاں بھی بخش دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ مشکور ہے۔ یعنی تھوڑی سی عبادت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بہت زیادہ ثواب عطا فرمادیتا ہے۔ وسعت رزق کیلئے اور بدنی صحت کیلئے ''یاشکور'' کا وظیفہ بڑا خاص ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ بردبار بھی ہے۔ یعنی کوتاہیوں پر سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

(آیت نمبر ۱۸) وہ غیب وحاضر سب کچھ جاننے والا ہے۔ یعنی اس کی راہ میں جو بھی دیا جائے اور جس نیت سے دیا جائے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ یعنی جو چاہے جب چاہے کرسکتا ہے۔

فضیلت سورہ تغابن: جو اسے اکثر پڑھتا رہتا ہے۔ وہ اچانک موت سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ یعنی جس موت کا سبب معلوم نہ ہو۔

اختتام سورۂ تغابن: ۱۷ مئی ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۱ شعبان بروز جمعرات بعد نماز عصر



يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ

اے پیارے نبی جب تم طلاق دو عورتوں کو تو طلاق دو انہیں ان کی عدت پر اور شمار کر رکھو عدت کو ۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ

اور ڈرو اللہ سے جو تمہارا رب ہے نہ نکالو انہیں (عدت میں) ان کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ لائیں

بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

بے حیائی کی بات واضح یہ حدیں ہیں اللہ کی اور جو تجاوز کرے اللہ کی حدوں سے تو تحقیق ظلم کیا اس نے اپنی جان پر

لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

نہیں معلوم شاید کہ اللہ نیا بھیجے بعد اس کے کوئی حکم

(آیت نمبر ۱) طلاق کا لفظ اس وقت بولتے ہیں۔ جب کوئی اپنی بیوی کو زوجیت سے آزاد کرتا ہے۔

مسئلہ : اگر لفظ "اطلقك" کہا تو طلاق کی نیت ہو تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ "طلقتك" کہا تو نیت ہو یا نہ ہو طلاق واقع ہو جائیگی۔ اصل عبارت یوں ہے۔ اے پیارے نبی ﷺ آپ مومنوں سے فرمادیں کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو۔ **قاعدہ** : جہاں بھی قرآن میں حکم دیئے گئے۔ اس میں اصل مخاطب حضور ﷺ ہیں۔ اور جہاں منع کیا گیا۔ وہاں مراد امت ہے۔ اب مراد یہ ہے کہ جب آپ اور آپ کی امت میں سے کوئی بیوی کو طلاق دے تو اس کو چاہئے۔ کہ طلاق کے بعد عدت کے دنوں کا شمار کر رکھے۔ تاکہ عدت پوری ہونے سے پہلے وہ کسی دوسری جگہ نکاح نہ کرلیں۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ نکاح باطل ہوگا۔

شان نزول : حضور ﷺ نے حضرت حفصہ کو طلاق دی تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ کہ رجوع کرلیں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور راتوں کو عبادت کرنے والی ہے اور جنت میں آپ کی رفیقہ حیات ہوگی۔ (الطبری)۔ (چونکہ وہ طلاق رجعی تھی۔ اس لئے اس کے رجوع کا حکم دیا گیا۔)

فائدہ: معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کے ہاں روزے داروں اور عبادت گذاروں کی بڑی قدر و منزلت ہے۔

احسن طلاق یہ ہے کہ عورت کو ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو۔ سنی طلاق یہ ہے کہ تین طہروں میں ایک ایک کر کے طلاق دی جائے اور ان میں جماع نہ کیا جائے۔ **مسئلہ:** حاملہ عورت کو بھی طلاق دی جا سکتی ہے۔

بدعی طلاق یہ ہے کہ جس طہر میں جماع کیا اسی میں طلاق دے دی۔ یا ایک ہی طہر میں تینوں طلاقیں دے دی جائیں اور یہ سنت کے خلاف ہے۔ آگے فرمایا کہ عدت کو شمار کر رکھو۔ یعنی خوب یاد رکھو اور یہ خطاب مردوں کو ہے کیونکہ عورتوں میں غفلت کا مادہ زیادہ ہے اور اکثر انہیں بھول لگ جاتی ہے۔ **فائدہ:** بیک وقت تین طلاقیں مکروہ ہیں۔ آگے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے۔ یعنی نہ ان کی عدت کو بڑھاؤ۔ نہ انہیں رجوع کے بعد پھر طلاق دو اور نہ ان کو گھروں سے نکالو۔ جن گھروں میں وہ ہیں۔ **فائدہ:** عورت عدت کے دوران گھر سے خود نکلے گی تو گناہ گار ہوگی۔ البتہ سخت ضرورت کے وقت نکل سکتی ہے۔ مثلاً گھر کو آگ لگ گئی یا وہ مکان گر گیا۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی جگہ پہلے سے کام کرتی تھی۔ وہاں جانا بھی جائز ہے یا خرید و فروخت کیلئے بھی جا سکتی ہے۔ لیکن رات بہر حال وہیں اپنے گھر میں گذارے۔ آگے فرمایا۔ مگر یہ کہ وہ واضح فحش کام کا ارتکاب کرے۔ اس سے مراد زنا ہے۔ اس وجہ سے اسے گھر سے نکالنا ضروری ہے تاکہ حد جاری کی جائے۔

فائدہ: بعض مفسرین نے کہا کہ اس سے مراد فحش کلامی اور بدزبانی یا نافرمانی ہے۔ ایسی عورت کو گھر سے نکالنا جائز ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ حدیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں تاکہ اس کے بندے ان حدوں سے تجاوز نہ کریں اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی ان مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرے گا۔ اس نے اور کسی کا نقصان نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ **فائدہ:** حضرت بقلی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حدود اس لئے مقرر فرمائیں تاکہ چلنے والے ان پر چل کر راہ نجات پائیں۔ ورنہ راہ حق سے بھٹک جائیں گے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کرنے والے انجام کو نہیں جانتے۔ بعض نے معنی کیا کہ نفس امارہ ان حدود کو نہیں جانتا۔ شاید اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی امر پیدا فرما دے کیونکہ تمام دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہیں۔ وہ جیسے چاہتا ہے۔ دلوں کو پھیر دیتا ہے تو ایسا نہ ہو کہ اس تجاوز کے بعد اللہ تعالیٰ تیرے دل کو روگردانی کی طرف پھیر دے۔ جس کا پھر پلٹنا تیرے بس میں نہ ہو۔ **فائدہ:** اس آیت سے اکٹھی تین طلاق دینے کی کراہت معلوم ہوئی۔ اس لئے کہ تین طلاق کے بعد رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ **فائدہ:** اکٹھی تین طلاق دینا شیطان کی مدد کرنا ہے کیونکہ یہ شیطان کے اہم مقاصد سے ہے۔ اس نے اپنے چیلے اس مقصد کیلئے ہر طرف پھیلا رکھے ہیں۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا 7

تو جب پہنچیں اپنی میعاد کو تو روکنا ہے انہیں بھلائی کے ساتھ یا جدا کرنا ہے انہیں تو بھلائی کے ساتھ اور گواہ بنالو

ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ

دو عدل والے اپنے میں سے اور قائم رہو گواہی پر اللہ کیلئے یہ تمہیں نصیحت کی گئی اس کے ساتھ اس کو جو ہے ایمان رکھتا

بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ ﴿۲﴾

اللہ اور روز آخرت پر اور جو ڈرے اللہ سے کرے گا اس کیلئے راہ نکلنے کی

(آیت نمبر ۲) پس جب وہ اپنی مقررہ میعاد کو پہنچ جائیں۔ یعنی پوری کرنے والی ہوں (پھر رجوع والی ہوں) تو رجوع کر کے انہیں اپنے گھر میں روک لو۔ (اگر طلاق رجعی دی ہے۔ اور اگر طلاق بائنہ یا مغلظہ ہے پھر رجوع نہیں)۔

رجوع کا طریقہ: امام اعظم کے نزدیک عورت سے بات کرنا۔ یا وطی کرنا۔ شہوت کے ساتھ اس کو ہاتھ لگانا بلکہ شہوت کے ساتھ دیکھنے سے بھی رجوع ہو جاتا ہے۔ بہر حال۔ روکنا ہے تو وہ بھی اچھے معاشرت کے ساتھ۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ تم میں کامل مومن وہ ہے۔ جس کے اخلاق اچھے اور اپنی بیوی کے ساتھ زیادہ مہربان ہو (رواہ الترمذی)۔ آگے فرمایا اگر تم عورتوں کو فارغ کر کے جدا کرنا چاہتے ہو تو انہیں جدا کر دو لیکن اچھے باعزت طریقے سے بغیر کوئی انہیں تکلیف یا نقصان پہنچائے اور فارغ کرتے وقت دو عدل والے شخص گواہ بھی بنالو تا کہ بعد میں کوئی اختلاف یا جھگڑا نہ کھڑا ہو جائے یہ حکم وجوبی نہیں ہے۔ عادل وہ ہوتا ہے۔ جو گناہ کبیرہ کے قریب بھی نہ جائے اور صغیرہ کو بھی بار بار نہ دھرائے اور نیک ہو۔ آگے فرمایا اے گواہو بوقت ضرورت ضرور گواہی دو محض رضاء الٰہی کیلئے۔ بغیر کسی کی رو رعایت کے۔ **فائدہ**: کیونکہ گواہی ایک امانت ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امانتوں کو صحیح طور پر ادا کرو۔ آگے فرمایا کہ اس بات کی نصیحت کی جاتی ان کو جو اللہ تعالیٰ اور بروز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

فائدہ: ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے معبود کے حقوق پورے کئے جائیں۔ آخرت کا ذکر اس لئے کیا تا کہ اسے آخرت کا خوف بھی رہے اور صحیح گواہی پر ثواب کی امید بھی ہو۔ **سبق**: عقل والا وہی ہے جو اس ختم ہونے والے دن میں اس نہ ختم ہونے والے دن یعنی آخرت کیلئے نیک اعمال کی پوری جدو جہد کرے۔ ایمان اور عمل صالح کے مطابق زندگی بسر کرے تا کہ انجام اچھا ہو۔

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ

اور روزی دے گا اسے جہاں سے نہیں ہوگا اسے گمان اور جو بھروسہ کرتا ہے اللہ پر تو وہ اسے کافی ہے۔ بے شک

اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ③

اللہ پورا کرنے والا ہے اپنا کام۔ تحقیق بنایا اللہ نے ہر چیز کا اندازا

(بقیہ آیت نمبر۲) آگے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور کسی کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس کیلئے اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی راستہ نکال دیتا ہے۔ جس سے اس کا غم اور دکھ دور ہو جاتا ہے۔ **فائدہ:** یہ بات صرف طلاق کے معاملہ کیلئے خاص نہیں ہے بلکہ دنیوی اور اخروی تمام معاملات کیلئے ہے۔

(آیت نمبر۳) اور اللہ تعالیٰ اس کو ایسے طریقے سے روزی عطا فرماتا ہے کہ جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور وہ کسی کا دست نگر بھی نہیں ہوگا۔

روزی زیادہ ملنے کا وظیفہ: حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے قرآن پاک کی ایک آیت ایسی ملی ہے کہ اگر کوئی اسے ورد زبان کرے تو اسے روزی کا کوئی فکر نہ ہو (مسند احمد و مشکوٰۃ شریف)۔ وہ یہی آیت کریمہ ہے۔ دوسرا وظیفہ زیادہ روزی کیلئے کثرت سے استغفار کی جائے۔ اس سے ہر دکھ درد بھی ختم اور روزی بھی وافر مقدار میں ملے گی۔ ایک اور وظیفہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو بتایا کہ مشرکین نے میرے بیٹے کو گرفتار کر لیا ہے اور گھر میں سخت غربت بھی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تقویٰ کو لازم پکڑو اور "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" بہت زیادہ پڑھتے رہو تو اس وظیفہ کو انہوں نے ابھی چند دن ہی پڑھا تھا کہ ان کا بیٹا خود بخود ہی گھر میں آ گیا اور اپنے ساتھ دشمنوں کے سو اونٹ بھی لے آیا۔ بلکہ کاشفی فرماتے ہیں۔ اونٹوں کے علاوہ چار ہزار بکریاں بھی لے آیا اور بھی سامان ساتھ لے آیا۔ **حکایت:** قرآن پاک کی اس آیت کو پڑھنے والا چند دنوں میں امیر ترین بن گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا۔ بہت غریب ہوں۔ آپ نے اسے فرمایا کیا۔ قرآن پڑھ لیا ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا۔ قرآن پڑھ لو پھر آنا۔ اس نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اس کی برکت سے وہ نوکری وغیرہ سے بے نیاز ہو گیا۔ کافی عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا تم پھر واپس نہیں آئے۔ عرض کی قرآن پاک کی ایسی برکات نصیب ہوئیں کہ میری تمام ضروریات پوری ہو گئیں۔



وَالّٰٓـِٔيۡ يَـئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِيۡضِ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشۡهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيۡ

وہ عورتیں جو ناامید ہو گئیں حیض سے تمہاری عورتوں سے اگر تمہیں شک ہو تو عدت ان کی تین ماہ اور وہ جنہیں ابھی

لَمۡ يَحِضۡنَ ؕ وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ؕ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ

حیض نہیں آیا اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ جن لیں اپنا حمل۔ اور جو ڈرے اللہ سے

يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا ④

تو کر دیتا ہے اس کے کام میں آسانی۔

(بقیہ آیت نمبر۳) **فائدہ**: ایک اور شخص نے فقر و فاقہ کی شکایت کی تو فرمایا۔ ہمیشہ باوضو رہا کرو۔ تمہارے رزق میں برکت ہوگی۔ آگے فرمایا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کو کافی ہو جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اسے اتنا عطا فرماتا ہے کہ بندہ اسے سنبھال نہیں سکتا۔ آگے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری کرنے والا ہے یا وہ اپنے کام کو انجام تک پہنچانے والا ہے۔ اسے کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا صحیح اندازہ رکھنے والا ہے۔ یعنی مقدار یا وقت یا اجل یہ وہی جانتا ہے۔

(آیت نمبر۴) وہ عورتیں جو حیض کے خشک ہونے کی وجہ سے حیض سے ناامید ہو گئیں۔ یعنی پچپن سال سے عمر زیادہ ہو گئی ہو کیونکہ اس عمر کے بعد اگر وہ خون دیکھے بھی تو وہ حیض کا نہیں ہوگا۔ اس عورت کو آئسہ کہا جاتا ہے اس کے متعلقہ فرمایا کہ اگر تمہیں شک ہو۔ کہ ان کی عدت کیسے پوری ہوگی۔ کیونکہ اسے خون نہیں آ رہا۔

فائدہ: یعنی خون حیض والا آنا ختم ہو جائے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ یہ بڑھاپے کی وجہ سے بند ہوا یا کسی بیماری کی وجہ سے تو ایسی عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔

مسئلہ: اسی طرح وہ نوجوان عورت جس کا خون کسی وجہ سے بند ہو گیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ اسی طرح فرمایا وہ عورتیں جنہوں نے حیض کم عمری کی وجہ سے دیکھا ہی نہیں تو ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ آگے فرمایا۔ حاملہ عورتیں جن کے پیٹ میں بچی یا بچہ ہے۔ (اس بوجھ کے اٹھانے کی وجہ سے ہی اسے حاملہ کہا جاتا ہے)۔ ان کی عدت کا اختتام یہ ہے کہ وہ وضع حمل کریں۔ یعنی جب وہ بچہ جن لیں پھر ان کی عدت ختم ہوگی۔ خواہ وہ طلاق شدہ ہیں۔ یا ان کا خاوند فوت ہو گیا ہے۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ﴿۵﴾

یہ حکم ہے اللہ کا اتارا اس نے تمہاری طرف اور جو ڈرے اللہ سے دور کرے گا اس سے اس کی برائیاں اور بڑا کریگا اس کا ثواب

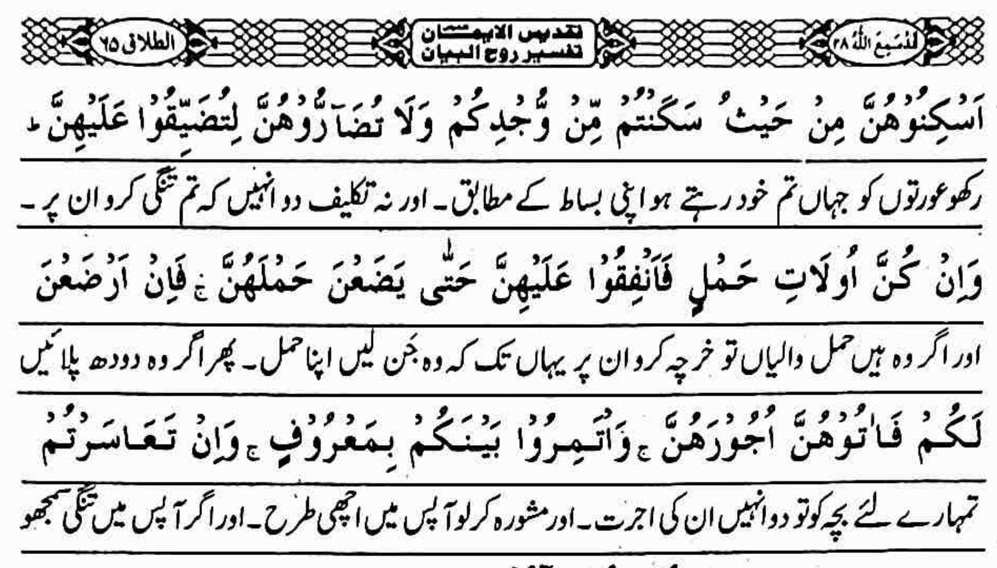
(بقیہ آیت نمبر۴) **مسئلہ**: جس عورت کا طلاق کے یا خاوند کے فوت ہونے کے فورا بعد وضع حمل ہو گیا۔ یعنی بچہ پیدا ہو گیا تو اس کی اسی وقت عدت ختم ہو گئی۔ وہ اسی وقت دوسرے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔ خواہ ایک ماہ یا ایک ہفتہ یا ایک دن یا ایک گھنٹہ گذرا۔ کیونکہ اس کی عدت ہی بچہ جننا ہے۔

فائدہ: اس پہ چار ماہ دس دن والا حکم جاری نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ سبعہ بنت حارث اسلمی کا شوہر فوت ہوا۔ اس کے چند دن بعد اس کا وضع حمل ہو گیا تو اس نے جا کر حضور ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تیری عدت ختم ہو گئی۔ اب جہاں چاہے نکاح کر لے۔ آگے فرمایا کہ جو بھی احکام وحقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام امور آسان فرماتا ہے۔ اسے خیر و بھلائی دیتا ہے۔ یا اسے تقویٰ کے سبب نافرمانیوں وغیرہ سے بچنے کی توفیق دیتا ہے۔

(آیت نمبر ۵) یہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔ یعنی شرعی حکم ہے۔ جسے اس نے لوح محفوظ سے اتارا ہے تمہاری طرف۔ **فائدہ**: ابواللیث نے فرمایا کہ قرآن مجید میں یہ حکم اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی علیہ السلام پر اتارا تاکہ تم اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ اور اس کی مخالفت نہ کرو۔

آگے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کے حکموں کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمائے گا۔ یعنی اپنی رضا سے اس کے گناہوں پر پردہ ڈالے گا اور دوسرے جگہ فرمایا کہ اس کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور بروز قیامت اس کے اجر کو بڑھائے گا۔

فائدہ: اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ تین طلاقیں اکٹھی دینے سے ڈرو۔ صرف ایک طلاق دو یا زیادہ سے زیادہ دو دے دو تاکہ واپسی ممکن ہو۔ تین طلاقیں دینے سے تین ہی طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں لیکن اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے: (۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور حضور ﷺ نے ان تینوں طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔ (سنن ابوداؤد نمبر ۲۲۵۰)



اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ط

رکھو عورتوں کو جہاں تم خود رہتے ہو اپنی بساط کے مطابق۔ اور نہ تکلیف دو انہیں کہ تم تنگی کرو ان پر۔

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ج فَاِنْ اَرْضَعْنَ

اور اگر وہ ہیں حمل والیاں تو خرچہ کرو ان پر یہاں تک کہ وہ جَن لیں اپنا حمل۔ پھر اگر وہ دودھ پلائیں

لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ج وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ج وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ

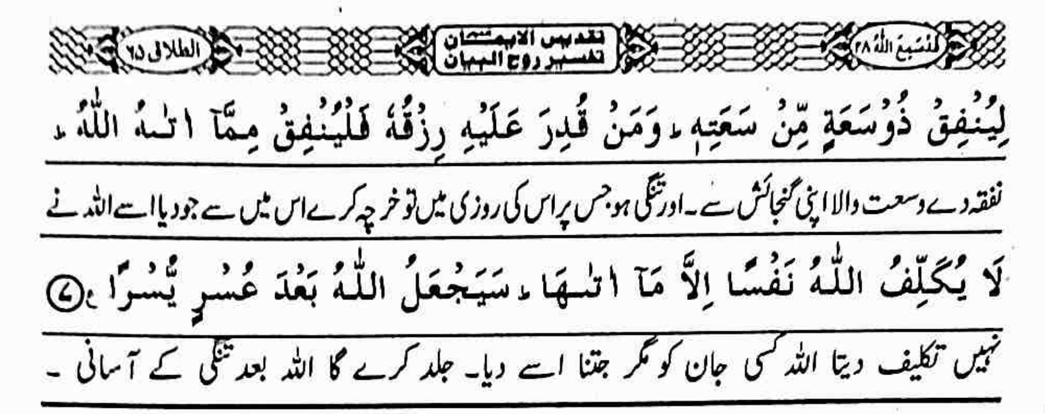
تمہارے لئے بچہ کو تو دو انہیں ان کی اجرت۔ اور مشورہ کرلو آپس میں اچھی طرح۔ اور اگر آپس میں تنگی سمجھو

فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ط ﴿٦﴾

تو دودھ پلانے لگے اسے کوئی اور۔

(آیت نمبر ٦) ٹھہراؤ ان کو اس مکان میں جہاں تم خود رہتے ہو۔ یعنی طلاق کے بعد غصے میں آ کر انہیں کہیں گھر سے نہ نکال دینا۔ بلکہ انہیں اپنے گھر کے کسی حصہ میں عدت پوری ہونے تک ٹھہرانا۔ یہ خطاب ان مسلمانوں سے ہے۔ جنہوں نے بیویوں کو طلاق دی ہو۔ وہ اپنی وسعت کے مطابق یعنی اگر ایک ہی مکان ہے۔ یا ایک ہی کمرہ ہے۔ تو اسے ایک کونے میں جگہ دیدی جائے۔ **مسئلہ**: صاحب لباب نے کہا کہ ایک ہی کمرہ ہے تو مرد عورت کو دے کر خود کہیں اور ٹھہرے۔ **مسئلہ**: اگر کرائے کا ہے تو کرایہ مرد ادا کرے گا۔

آگے فرمایا کہ انہیں کسی قسم کا ضرر بھی نہ پہنچاؤ۔ یعنی گھر میں ٹھہرا کر کسی طرح تنگ نہ کرو کہ انہیں کھانا نہ دو۔ یا ان کے ساتھ ان کو ٹھہراؤ۔ جنہیں وہ پسند نہیں کرتی وغیرہ کہ وہ وہاں سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں۔ **فائدہ**: اس میں حسن مروّۃ، شفقت ورحمت کا درس دیا گیا ہے۔ تا کہ وہ آرام سے عدت گذار سکیں اور اگر وہ حمل والی ہوں۔ خواہ وضع حمل قریب ہے یا دور وضع حمل تک انہیں نان نفقہ دیتے رہو۔ یہاں تک کہ وضع حمل کے بعد وہ عدت سے فارغ ہو جائے اور تمہیں خرچ دینے کی کلفت بھی ختم ہو جائے گی۔ اور انہیں بھی دوسری جگہ نکاح میں جانا آسان ہو جائیگا۔ **مسئلہ**: طلاق مغلظہ ہو یا بائنہ بہرصورت نان نفقہ اور سکونت کی ذمہ داری شوہر پر ہے۔ اس میں عدت کوئی بھی ہو۔ آگے فرمایا پس اگر وہ مطلقہ عورتیں رشتہ زوجیت اور نکاح کا تعلق ختم ہونے کے بعد تمہارے بچے کو دودھ پلانا چاہیں۔



لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ

نفقہ دے وسعت والا اپنی گنجائش سے۔ اور تنگی ہو جس پر اس کی روزی میں تو خرچہ کرے اس میں سے جو دیا اسے اللہ نے

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴿۷﴾

نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی جان کو مگر جتنا اسے دیا۔ جلد کرے گا اللہ بعد تنگی کے آسانی ۔

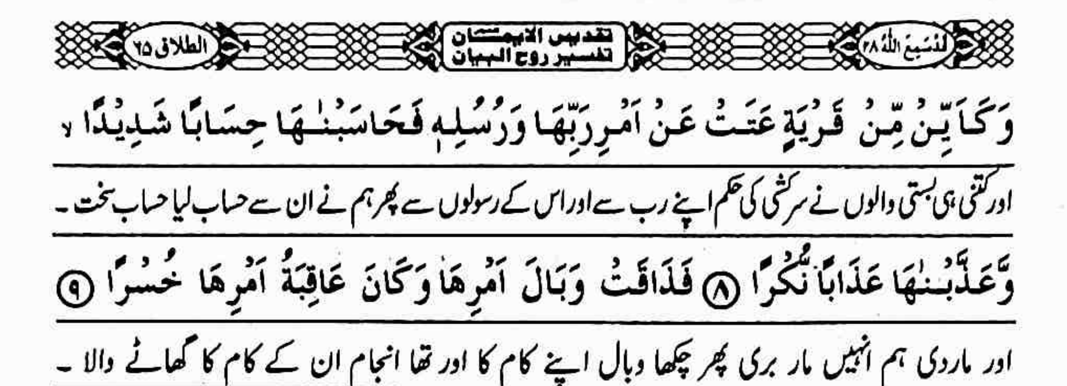
(بقیہ آیت نمبر ۶) **فائدہ**: "لکم" سے معلوم ہوا کہ بچے تمہارے ہیں۔ تمہاری اولاد کو وہ دودھ پلا رہی ہیں۔ اس لئے خرچہ نان نفقہ کا بھی تم پر ہی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ تم انہیں دودھ پلانے کی اجرت دو۔

مسئلہ: اللباب میں ہے کہ عورت کو طلاق ہو جائے تو پھر اس پر دودھ پلانا واجب نہیں۔ البتہ اگر بچہ ماں کے علاوہ کسی اور عورت کا دودھ نہ پئے تو پھر ماں پر دودھ پلانا واجب ہے۔ **مسئلہ**: عورت نے اگر جائز اجرت مانگی تو شوہر کو ہر حال میں دینی پڑے گی۔ آگے فرمایا کہ دودھ پلانے کے سلسلے میں آپس میں مشورہ کرلو۔ یعنی بچے کے ماں باپ مل کر تمام معاملات طے کرلیں۔ نہ باپ خرچہ دینے میں بخل سے کام لے۔ نہ ماں حد سے زیادہ کا مطالبہ کرے اور اگر تمہیں تنگی ہو۔ یعنی اجرت لینے دینے کے معاملے میں کوئی دشواری پیش آئے تو دوسری کسی عورت سے جو اس بچے کی ماں نہیں ہے۔ اس سے دودھ پلوالیا جائے۔

فائدہ: لیکن اجرت سے دودھ پلوانا ہو تو بھی زیادہ حقدار بچے کی ماں ہے کیونکہ بہ نسبت دوسری عورت کے ماں اپنے بچے پر زیادہ شفیق و مہربان ہے۔ اور اس کا دودھ بچے کو فائدہ بھی زیادہ دے گا۔

(آیت نمبر ۷) چاہئے کہ وسعت والا اپنی وسعت سے خرچ کرے۔ یعنی دولت مند اپنی دولت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر رزق کی تنگی ہے۔ یعنی وہ فقیر اور محتاج ہے۔ تنگدست ہے تو پھر جو بھی اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے۔ اسی میں سے خرچ کرے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وسعت والے پر اس کا اندازہ اور تنگدست پر اس کا اندازہ۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ دکھ کے بعد آسانی عطا فرمائے گا۔ لہٰذا تنگدست کو آسانی کے ایام کا انتظار کرنا چاہئے۔ کبھی تو قسمت کھلے گی۔ اس انتظار رحمت کا بھی وہ ثواب پائے گا۔

فائدہ: اس آیت میں غریب اور تنگدست کو تسلی دی گئی ہے اور ترغیب دی کہ وہ اپنی کوشش جاری رکھے۔



وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ

اور کتنی ہی بستی والوں نے سرکشی کی حکم اپنے رب سے اور اس کے رسولوں سے پھر ہم نے ان سے حساب لیا حساب سخت ۔

وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨

اور ماردی ہم انہیں مار بری پھر چکھا وبال اپنے کام کا اور تھا انجام ان کے کام کا گھاٹے والا ۔

(آیت نمبر ۸) کتنی ہی بستیاں تھیں۔ یعنی بے شمار بستیاں ہوئیں۔ جنہوں نے حکم خدا اور رسول سے سرکشی کی۔ حدود اللہ سے تجاوز کیا۔ یعنی کفر وشرک اور نافرمانیاں کیں۔ اور نبیوں کو جھٹلایا۔

فائدہ: ان بستیوں والوں کو عتاب کیا گیا کہ تم انتہائی کمزور بندے تھے اور اللہ تعالیٰ طاقت والا تمہارا رب۔ اتنی بڑی ذات آقا کریم کے آگے سرکشی تو بہت بڑی جرات بلکہ جہالت اور حماقت ہے۔ بندے کو تو اپنے آقا کے سامنے عاجز ہونا چاہئے اس لئے کہ ہر وقت وہ اس کا محتاج ہے تو جب کفار نے سرکشی کر کے حد سے تجاوز کیا تو پھر ہم نے ان کا محاسبہ کیا اور سخت حساب لیا دنیا میں اور ان کی غلطیوں کی انہیں سزا دی۔ کبھی قحط تو کبھی مصائب وامراض میں مبتلاء کیا اور کبھی ان کے سرقلم ہوئے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کیا اور ایسی آفات وبلیات نازل ہوئیں کہ ان کا نام ونشان بھی مٹ گیا۔ **فائدہ**: ان بلاؤں کے نازل کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والے گذشتہ واقعات سے عبرت حاصل کریں اور توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ آگے پھر ان کی سزاؤں کا بیان یوں کیا کہ ہم نے انہیں ایسا عذاب دیا کہ جو انتہائی سخت تھا۔ جس کی کیفیت کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ جس سے ان کی چیخیں نکل گئیں کیونکہ جو قہر اچانک اترتا ہے۔ اس کا درد بھی زیادہ محسوس ہوتا ہے۔

(آیت نمبر ۹) تو ان قوموں نے اپنے وبال کو چکھ لیا۔ یعنی ان کو کفر وشرک کا نقصان اور نافرمانیوں کی سزا انتہائی سخت ملی۔ ان کا انجام برا ہوا۔ اور انہیں سخت خسارہ ہوا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ ہوگا کہ وہ اپنی زندگی کے منافع سے ہی محروم ہو گئے اور قسم قسم کے عذابوں اور مصائب میں مبتلا ہوئے۔ انہیں صحت وفراغت کے علاوہ بے شمار نعمتیں ملیں مگر احکام الٰہی کی مخالفت سے سب کچھ ضائع کر دیا۔ یہ سب سے بڑا خسارہ ہے کیونکہ جیسے انہیں ایمان لانے پر جان، مال، دنیوی جاہ ومرتبہ صحت وسلامتی، عقل ایمان دنیا میں ملتا۔ اسی طرح ایمان نہ لانے پر انہوں نے یہ سب ضائع کیا۔ تو اس سے بڑا اور کون سا خسارہ ہوگا۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ ۛ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ

تیار کیا اللہ نے ان کیلئے عذاب سخت۔ پس ڈرو اللہ سے اے عقلمندو۔ جو ایمان لائے ہو

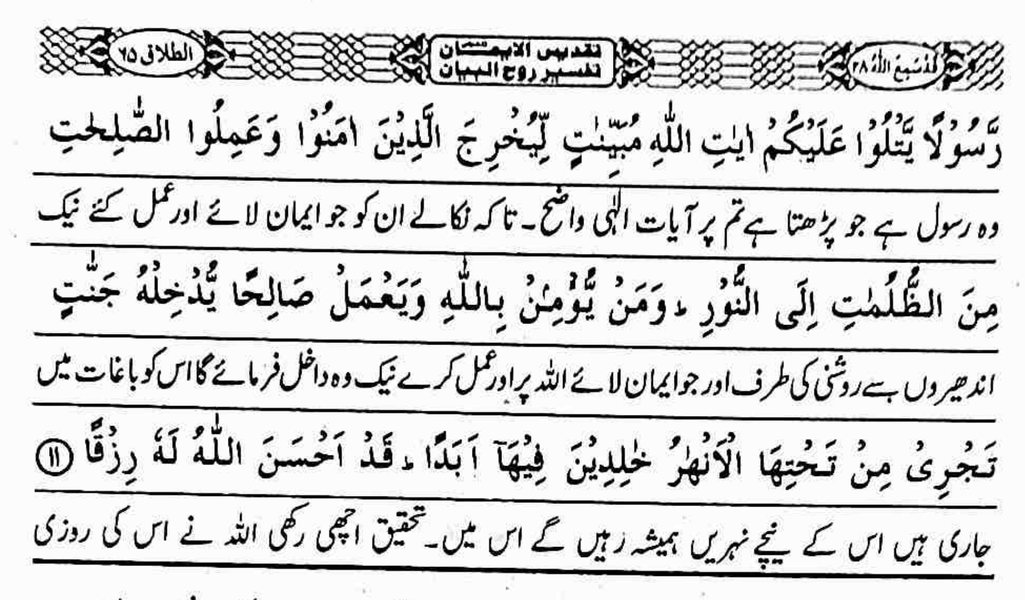
قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ ﴿١٠﴾

تحقیق اتارا اللہ نے تمہاری طرف ذکر۔

(آیت نمبر۱۰) اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے تیار کیا۔ مذکورہ بالا سزاؤں کے علاوہ ان کے لئے وہ عذاب شدید۔ جس طرح اس کی حکمت کا تقاضا تھا۔ یا ان کیلئے جہنم کا وہ عذاب تیار کیا کہ جس کی کنہ کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ یعنی انہیں صرف دنیا میں ہی سزا کے طور پر عذاب نہیں ہوا۔ بلکہ انہیں آخرت کا عذاب سخت تر کر کے دیا جائے گا۔ یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں سزا مل گئی اور بس۔ دنیا میں جو سزا ملی وہ تو سمجھانے کیلئے تھی کہ سمجھ جاؤ۔ اور وہ آخرت کے عذاب سے بہت ہی کم ہے۔ آخرت کا عذاب نہ سمجھنے کی وجہ سے جو دنیا کے عذاب سے ستر گنا بڑھ کر ہے اور دنیا والا عذاب ان کے گناہوں کا کفارہ بھی نہیں بن سکتا۔ آگے فرمایا۔ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اے عقل والو۔ یعنی ماضی کے سرکشوں کے حال سے عبرت حاصل کرو کہ وہ کن کن گناہوں میں پکڑے گئے اور ان پر کیسے وبال آئے۔ لہذا تم اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی مخالفت کرنے سے ڈرو اور اپنے عقلوں کو وہم سے دور رکھو۔ لب اس خالص عقل کو کہا جاتا ہے جس میں شوائب وہم کو کوئی دخل نہ ہو اور یہ اس خوش بخت کو ملتا ہے۔ جس کا قلب صفات نفس کے شوائب سے بالکل صاف ہو۔ آگے فرمایا عقل والے وہی ہیں جو ایمان لائے۔

فائدہ: جنہوں نے حقا اور صدقا ایمان قبول کیا۔ وہی حقیقی عقل والے ہیں کیونکہ مومن کے علاوہ کوئی بھی اولوالالباب نہیں ہو سکتا۔ **فائدہ:** تقویٰ کو اہل ایمان کے ساتھ اس لئے خاص کیا کہ وہی تقویٰ سے نفع اٹھاتے ہیں۔

آگے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر نازل فرمایا۔ یہاں ذکر سے مراد رسول پاک ﷺ ہیں۔ اس کی کئی وجوہ ہیں: (۱) اس لئے کہ آپ نے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہے۔ (۲) اس لئے کہ آپ نے بہت زیادہ قرآن کی تلاوت کی۔ (۳) آپ نے احکام قرآنی کی بہت زیادہ سعی بلیغ فرمائی۔ (۴) آپ نے قرآن کے ذریعے لوگوں کو تذکیر و وعظ فرمایا۔ **فائدہ:** حضور ﷺ کے ارسال کو انزال سے تعبیر کرنا مجازا ہے۔ یا اس لئے کہ آپ نزول وحی کا سبب ہیں اور آپ کا قرآن سے گہرا تعلق ہے۔ گویا یہ استعارہ تصریحیہ ہے۔ کاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہاری طرف وہ روح مقدس بھیجا جس پر قرآن اترا۔



رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

وہ رسول ہے جو پڑھتا ہے تم پر آیات الٰہی واضح۔ تا کہ نکالے ان کو جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ

اندھیروں سے روشنی کی طرف اور جو ایمان لائے اللہ پر اور عمل کرے نیک وہ داخل فرمائے گا اس کو باغات میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾

جاری ہیں اس کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے اس میں۔ تحقیق اچھی رکھی اللہ نے اس کی روزی

(آیت نمبر ۱۱) وہ شان والا رسول ہے جو تم پر پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ کی وہ آیات جو بالکل واضح ہیں۔ یعنی احکام بیان کرتے ہیں جن کی تمہیں اشد ضرورت ہے۔ منصف مزاج لوگوں کیلئے قرآن پاک کی آیات معجزہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ لوگوں کے سامنے آیات اس لئے پڑھتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ نکالے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اندھیروں سے روشنی کی طرف تا کہ ان کے ایمان اور عمل صالح کی شرافت کا ظہور ہو اور اخراج کا سبب بھی معلوم ہو اور ان پر ثابت قدمی کی انہیں تنبیہ ہو جائے۔

فائدہ: نیز یہاں ظلمات سے مراد گمراہی اور نور سے مراد ہدایت۔ یعنی اللہ تعالیٰ باطل سے حق کی طرف یا جہالت سے علم کی طرف یا کفر سے ایمان کی طرف نکالتا ہے۔ آگے فرمایا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ پر خالص ایمان لائے اور صالح عمل کرے۔ یعنی ایسے اعمال جن میں نہ ریاء ہو نہ تصنع اور بناوٹ ہو۔ نہ اور کوئی غرض ہو۔ بلکہ خالص رضاء الٰہی کیلئے کیا ہو۔ **فائدہ:** اس آیت میں ایمان و عمل کی شرافت کو بیان کیا گیا اور بتایا گیا کہ جو ان دونوں سے متصف ہوگا۔ اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔

نکتہ: بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ صرف ایمان سے یہ شرافت ملتی تو مومن کو اعمال صالحہ پر تاکید نہ کی جاتی۔ ایمان اور اعمال صالحہ دو ملیں۔ تو پھر ان کے نتائج اعلیٰ ہوتے ہیں۔ دونوں جہانوں میں بندہ کامیاب ہوتا ہے۔

میلاد کی خوشی منانے سے فائدہ: (کافر اعظم) ابولہب کو خواب میں دیکھا گیا کہ اسے سوموار کے دن عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس نے حضور ﷺ کی ولادت کا سن کر خوشخبری سنانے والی لونڈی ثوبیہ کو انگلی کے اشارے سے آزاد کیا۔ اس وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہر سوموار کو ہوتی ہے۔ (بخاری)

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا

اللہ ہی نے بنائے سات آسمان اور زمینیں اسی کے برابر۔ اترتے ہیں حکم ان میں تاکہ تم جان لو

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۠ ﴿۱۲﴾

کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور بے شک اللہ کے حکم نے تحقیق گھیر لیا ہر چیز کو علم سے۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۱) **حاتم طائی کو سخاوت کا صلہ:** حضور ﷺ نے معراج کی رات جہنم میں حاتم طائی کو دیکھا کہ جہنم کی آگ اس کے قریب نہیں آ رہی تھی۔ **فائدہ:** ایمان کے بغیر صرف عمل صالح کا یہ فائدہ ہے تو ایمان کے ساتھ عمل صالح کتنا فائدہ مند ہوگا۔ لہٰذا ایمان اور عمل صالح والے کو اللہ تعالیٰ ایسے باغات میں داخل فرمائے گا۔ جن میں نہریں جاری ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیسا ہی اچھا اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے رزق تیار کیا کہ اس کی شان کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ نہ وہ کبھی ختم ہوگا۔ نہ اس کے کھانے سے کبھی روکا جائے گا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوگا۔ یہ عمل کی اچھی جزاء ہوگی۔

(آیت نمبر ۱۲) اللہ تعالیٰ کی وہ قادر وقدیر ذات ہے کہ جس نے سات آسمان بنائے جو ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں۔ جو کمال قدرت کی صناعت پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا اثبات ہے اور اسی پر حصر نہیں۔ بندوں کی اپروچ زیادہ سے زیادہ یہاں تک ہے۔ اس لئے صرف آسمانوں اور زمین کا ذکر کیا (ورنہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں)۔ آگے فرمایا کہ ان ہی کی مثل زمینوں کو بھی بنایا۔ یعنی جس طرح آسمان سات ہیں۔ اسی طرح زمینیں بھی سات ہیں۔ جو آسمانوں کی مثل ہیں۔ یعنی وہ بھی آسمانوں کی طرح اوپر نیچے سات ہی ہیں۔ "مثلھن" سے یہی ثابت ہوا کہ جیسے آسمان سات ہیں۔ اسی طرح زمینیں بھی سات ہی ہیں۔

زمین کے طبقات کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ یہ آسمانوں کی طرح اوپر نیچے سات طبقے ہیں۔ اور ہر دو طبقوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر طبقہ پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق آباد ہے۔

فائدہ: ضحاک فرماتے ہیں کہ زمینوں کے طبقات تو سات ہی ہیں لیکن ان کے درمیان خلاء نہیں ہے۔ ممکن ہے درمیان میں کوئی دریا وغیرہ ہوں تو وہ الگ بات ہے۔ امام قرطبی نے جمہور کے قول کی تائید کی ہے۔ اس پر علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی ساری احادیث بطور دلیل پیش کیں۔ جن میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں۔

حدیث شریف :حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی کی زمین غصب کریگا۔اسے بروز قیامت ساتوں زمینوں کے نیچے دھنسا دیا جائے گا۔ساتوں زمینوں تک سر پر اٹھا کر محشر میں لائے گا(بخاری ومسلم)۔ابن الملک فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا آخرت میں بھی زمین کے ساتھ طبقے ہی ہوں گے۔**فائدہ**:الکواشی میں ہے کہ سات زمینوں کی تعداد کا ذکر صرف اسی ایک آیت میں آیا ہے۔**حدیث شریف**: ابن عباس فرماتے ہیں کہ تمام زمینوں میں مخلوق ہے۔ ہر زمین میں آدم ہمارے آدم کی طرح ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم ہمارے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ کی طرح ہیں۔(رواہ البیہقی)

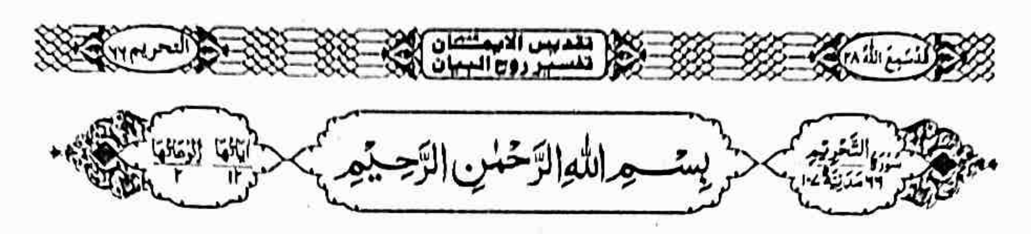
آگے فرمایا کہ ان ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں حکم اللہ تعالیٰ کا اترتا ہے۔اس امر سے مراد قضاء وقدر ہے اور اس کا حکم ہر جگہ نافذ ہے۔تا کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اس لئے کیا تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ان تمام مذکورہ امور پر قدرت حاصل ہے اور وہ بروز قیامت حساب وکتاب اور مردے زندہ کرنے وغیرہ جیسے تمام امور پر قادر ہے۔اس لئے اس کے حکموں کی اطاعت کرو اور پورے یقین سے ان باتوں کو مانو۔تا کہ سعادت پاؤ اور شقاوت سے بچ جاؤ۔

فائدہ:امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت سب سے زیادہ خوف دلانے والی ہے۔

آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی قدرت ہر شیء کو گھیرنے والی ہے۔ کیونکہ جسے علم وقدرت ہی حاصل نہ ہو۔اس سے ایسے افعال کیسے ہو سکتے ہیں۔

فائدہ :یادر ہے عارف وہ نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو کسی چیز یا ذریعہ یا کسی سبب سے جانے۔ بلکہ عرفان یہ ہے کہ بندہ عالم کون کو دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ وہ بہت بڑی قدرت والا ہے جس نے اس جہان کو بنایا۔اس لئے وہ اس کے قہر سے خوف زدہ رہتا ہے وہ ڈرتا ہے کہ وہ مجھے ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

اختتام سورہ طلاق: مورخہ ۲۴ مئی ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۸ شعبان بروز بدھ صبح دس بجے



يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ

اے پیارے نبی کیوں حرام کرتے ہو جو حلال فرمایا اللہ نے آپ کیلئے۔ آپ چاہتے ہیں مرضی اپنی بیویوں کی

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

(آیت نمبرا) اے میرے پیارے نبی (ﷺ) کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔

شانِ نزول: حضور ﷺ عصر کی نماز کے بعد تمام ازواج مطہرات کے پاس تھوڑے تھوڑے وقت کیلئے تشریف لے جاتے۔ جب آپ حضرت زینب کے ہاں تشریف لے جاتے۔ تو مائی صاحبہ پانی میں شہد ملا کر شربت بناتیں اور حضور ﷺ کو پلاتی تھیں۔ جس کی وجہ سے ان کے پاس کچھ وقت زیادہ صرف ہو جاتا۔ یہ بات دیگر ازواج مطہرات پر گراں تھی تو جناب عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما میں گہرا تعلق تھا۔ انہوں نے ایک منصوبہ بنایا کہ جب حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائیں تو ہم کہیں گی کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ اگلے دن جب ان کے حجروں میں تشریف لائے۔ تو دونوں نے کہا کہ آج آپ نے شاید مغافیر کھایا ہے۔ حضور ﷺ کو مغافیر سے نفرت تھی اس کی بو اچھی نہیں تھی تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ شاید زینب نے شربت میں ملائی ہوگی۔ تو آپ نے قسم کھائی اور فرمایا کہ آئندہ میں زینب کے ہاں سے شہد کا شربت نہیں پیوں گا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔ آپ نے اسے حرام کیوں کیا۔ یہ تو عام مسلمان سے بھی امید نہیں تھی۔ آپ تو میرے نبی ہیں۔

مسئلہ: یاد رہے۔ حلال کو حرام کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی اللہ کے حلال کردہ کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ مجھ پر حرام ہے۔ بلکہ فرمایا۔ کہ میں آئندہ نہیں پیوں گا۔ آگے فرمایا کہ کیا آپ اپنی بیویوں کو خوش کرنے کیلئے حلال کو حرام کر رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں چاہئے کہ وہ آپ کو راضی کریں۔ آگے فرمایا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بات معاف فرما دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾

تحقیق مقرر فرما دیا اللہ نے تمہارے لئے اتارنا تمہاری قسموں کا اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ علم و حکمت والا ہے

(آیت نمبر۲) تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی قسموں سے بری ہونے کا حکم دے دیا ہے اور بتایا ہے کہ تم کس طرح قسم سے بری ہو سکتے ہو۔ یعنی قسم ٹوٹ جائے تو تم کس طرح کفارہ ادا کرو۔

فائدہ: قسم کی گرہ یا کفارہ سے کھلتی ہے یا استثناء سے۔ یعنی ان شاء اللہ کہنے سے۔ کیونکہ استثناء قسم کو منعقد ہونے ہی نہیں دیتی۔ اب معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قسم کی گرہ کھولنے کا طریقہ بتاتے ہیں۔

مسئلہ: ہدایہ میں ہے کہ جو شخص اپنی ذاتی ملکیت والی چیز کو اپنے اوپر حرام کرتا ہے تو وہ چیز اس پر حرام نہیں ہوتی۔ البتہ اسے وہ اپنے لئے استعمال کرنے سے پہلے کفارہ دے کیونکہ امام اعظم کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم میں شامل ہے۔ یعنی گویا اس نے اسے استعمال نہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔

فائدہ: اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب ہے کہ اس سے وہ نفع نہیں اٹھائے گا۔ مثلاً کھانے کی چیز کو کہے کہ اب اسے ہرگز نہیں کھائے گا۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کسی چیز کو حرام کرنا بھی قسم ہے۔ مثلاً بیوی کو کہا تو مجھ پر حرام ہے۔ اگر اس سے مراد طلاق ہے تو عورت کو طلاق ہو جائے گی۔ لہذا اس آیت سے قسم مراد ہے۔ اصل میں یہ حکم امت کی تعلیم کے لئے ہے۔ ورنہ حضور ﷺ تو مغفور ہے۔ آگے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا مالک و مولیٰ ہے۔ تمہارے سارے کام بنانے والا ہے اور وہ تمہاری تمام مصلحتیں جانتا ہے اور اس کے تمام افعال اور احکام میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ تمہیں جو بھی حکم دیتا ہے اس میں ضرور کوئی حکمت ہوتی ہے۔

ان آیات کا دوسرا شان نزول: تبیان القرآن میں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ حضور ﷺ کی ام ولد ہیں۔ یعنی ان کے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ شاہ اسکندریہ مقوس نے ماریہ اور اس کی بہن سیرین اور اس کے علاوہ ہزار مثقال سونا۔ بیس ملائم کپڑے اور ایک خچر اور ایک گدھا جس کا نام یعفور رکھا گیا۔ حضرت ماریہ کا رنگ گورا خوبصورت تھا۔ اور حضور ﷺ کو بہت پسند تھی۔ آپ زیادہ وقت اس کے ساتھ گذارتے۔ حضرت حفصہ کے حجرے میں ایک دن حضور ﷺ نے اس سے ہم بستری کی تو وہ ناراض ہوگئیں۔ حضور ﷺ نے انہیں طلاق کا پروگرام بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ

اور جب پوشیدہ کی نبی پاک نے اپنی ایک زوجہ سے بات پھر جب وہ بات بتا بیٹھی اور ظاہر کردیا اس کو اللہ نے

عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ

نبی پر تو انہوں نے کچھ کو بتایا اور چشم پوشی کی کچھ سے۔ پھر جب خبر دی اسے اس کی تو وہ بولی کس نے بتادیا آپ کو

هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③

یہ فرمایا کہ بتایا مجھے علم والے خبر رکھنے والے نے۔

(آیت نمبر۳) اے ایمان والو۔ وہ وقت یاد کریں۔ (اس میں حضور ﷺ کی تعظیم مطلوب ہے) کہ جب نبی پاک ﷺ نے اپنی کسی ایک بیوی کو پوشیدہ راز بتایا۔ اس بیوی سے مراد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت حفصہ کا نکاح حضور ﷺ سے تین ہجری کی ابتداء میں ہی ہوا۔ غزوہ احد سے دو ماہ پہلے اور وصال ۴۵ ہجری میں ہوا۔ آپ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں تو انہوں نے حضور ﷺ کا خفیہ راز جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتادیا جس بات کو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کے ذریعے حضور ﷺ پر ظاہر فرمادیا۔ تو آپ نے بعض کو اس راز سے آگاہ فرمایا اور انہیں ناراض ہوکر فرمایا کہ کیا میں تجھے اس کے مخفی رکھنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ کہ اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ **فائدہ:** حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یاد فرمایا ہے۔ یہ بات میرے لئے کرامت ہے۔ آگے فرمایا کہ بعض ازواج کو درگذر فرمادیا۔ یہی آپ کے بلند حوصلہ ہونے کی دلیل ہے۔

فائدہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کریم وہ ہوتا ہے۔ جو غلطی کرنے والے پر سختی نہیں کرتا۔ اور بزرگوں کا طریقہ ہی چشم پوشی کرنا ہے۔ آگے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے بتلانے کے مطابق جناب حفصہ رضی اللہ عنہا کو راز افشاء کی خبر دی تو انہوں نے عرض کی کہ آپ کو کس نے بتایا ہے کہ میں نے راز فاش کیا ہے۔ جناب حفصہ نے سمجھا کہ شاید حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتادیا اور میری راز داری کی انہوں نے قدر نہیں کی جبکہ میں نے انہیں اس راز کو چھپانے کی سخت تاکید بھی کی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس ذات نے بتلایا جو علیم بھی ہے اور خبیر بھی ہے۔ اب جناب حفصہ کیلئے اعتراف کے بغیر چارہ نہ تھا۔ علیم وخبیر دونوں تقریباً ہم معنی ہی ہیں۔ یہ اس ذات کے نام ہیں جو اندر باہر کے سب حالات کو جانتا ہے۔

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ

اگر تم دونوں رجوع کرو طرف اللہ کے پس ضرور راہ سے ہٹ گئے تمہارے دل۔ اور اگر تم دونوں زور لگاؤ ان پر

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④

تو بے شک اللہ ہی ان کا مولیٰ ہے اور جبریل اور نیکو کار مومن۔ اور فرشتے بعد اس کے مددگار ہیں۔

(آیت نمبر ۴) اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرلو۔ **فائدہ**: یہ خطاب جناب عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو ہے اور ان دونوں کی راہبری عتاب کے ساتھ کی گئی کہ تم دونوں سے غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ لہذا تم دونوں پر توبہ کرنا واجب ہے کیونکہ تم دونوں پر واجب تھا کہ تم دونوں اسی چیز سے محبت کرو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہو اور جو انہیں ناپسند ہو۔ اس سے تم بھی کراہت کرو۔ آگے فرمایا کہ تم دونوں نبی پاک کی مدد کرو کہ جو افشاء راز ہوا جو انہیں ناگوار ہوا۔ اس سے باز آ ؤ اور یہ بھی تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ان کا مالک و مولیٰ ہے۔ اس کے بعد جبریل اور صالح ایمان والے بھی ان کے مددگار ہیں۔ **فائدہ**: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاونین کی کوئی کمی نہیں ہے۔ سب سے بڑا تو ان کا معین و مددگار خود اللہ تعالیٰ ہے اور پھر جبریل جو سارے فرشتوں کا سردار ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی اور رفیق خاص ہے۔ اسی طرح وہ نیک لوگ جو آپ کے تابعدار ہیں اور ہمہ وقت خدمت میں حاضر ہیں۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ صالح المؤمنین سے مراد صرف ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔ **فائدہ**: الارشاد میں ہے کہ یہ دونوں حضرات اس شان کے لائق ہیں کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری اور باطنی ظہیر ہونا چاہئے۔ جمہور کہتے ہیں۔ اس سے تمام نیک لوگ مراد ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں۔ اس سے مراد علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ اے علی تو میرے لئے ایسے ہے۔ جیسے موسیٰ کیلئے ہارون علیہ السلام تھے۔ صرف یہ ہے کہ میرے بعد اور نبی کوئی نہیں۔ آگے فرمایا کہ آسمان و زمین کے تمام فرشتے اس کے بعد ان کے مددگار ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا۔ نہ تمام اولیاء کرام فرشتوں سے افضل ہیں۔ نہ سارے فرشتے اولیاء کرام سے افضل ہیں۔ انبیاء کرام بہرحال تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ **فائدہ**: اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد اور کسی کی مدد کی ضرورت ہی نہیں۔ باقیوں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ان کی مدد بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی مدد ہے یا یہ مراد ہے کہ یہ تمام صاحب فضیلت میرے نبی کے ساتھ ہیں۔

عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ

قریب ہے کہ اس کا رب اگر وہ تمہیں طلاق دیں تو بدل دے اسے۔ بیوی بہتر تم سے جو مسلمان مومنہ فرمانبردار

تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ

توبہ والیاں عبادت گذار روزہ دار بیاہیاں اور کنواریاں ہیں۔ اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور گھر والوں کو

نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ

آگ سے ایندھن اس کا لوگ اور پتھر ہیں۔ اس پر مقرر ہیں فرشتے طاقتور سخت جو نہیں نافرمانی کرتے اللہ کی۔

مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾

جو حکم دیا ان کو اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیئے گئے۔

(آیت نمبر ۵) ہوسکتا ہے کہ اس کا رب (ایسا کردے) اگر تمہیں نبی پاک ﷺ طلاق دے دیں تو ان کا رب تمہارے عوض انہیں اور بیویاں دے دے۔ جو تم سے بہتر ہوں۔ یہ خطاب تمام ازواج سے ہے۔ یعنی اے عائشہ اور حفصہ اگر میرا نبی علیہ السلام تمہیں طلاق دیں اور تمہاری جگہ ایسی بیویاں عطا کرے جو مسلمان بھی ہوں مومنہ ہوں فرمانبردار ہوں توبہ کرنے والیاں عبادت گذار اور روزے رکھنے والیاں بیوہ یا باکرہ ہوں۔ **مسئلہ**: یہ عقیدہ ہونا ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ مسلمات اور مومنات سے مراد یہ ہے کہ وہ ظاہر فرمانبردار ہیں اور دل سے تصدیق کرنے والی ہیں۔ قانتات یعنی وہ اطاعت میں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ تائبات یعنی وہ اپنی لغزش پر توبہ کرنے والی اور عابدات یعنی عبادت گذار اور حضور ﷺ کی خدمت گار ہیں۔ سائحات یعنی روزہ دار ہیں۔ **فائدہ**: یہ آیت بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے موافقات سے ہے۔

روزہ دو قسم ہے: (۱) حقیقی: یعنی کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا۔ (۲) حکمی یعنی جسم کے تمام اعضاء کو گناہوں سے بچا کر رکھنا۔ یعنی حضور ﷺ کو جو عورتیں ملیں گی وہ ان صفات کی مالک ہوں گی۔ جنت کی ازواج میں حضرت مریم اور جناب آسیہ بنت مزاحم بھی ہوں گی اور ان کی دعوت ولیمہ میں تمام اہل جنت شرکت کریں گے۔ تمام ازواج مطہرات میں سب سے افضل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(آیت نمبر ۶) اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۧ ⑦ 8

اے کافرو نہ بہانے بناؤ آج۔ سوا اس کے نہیں تم بدلہ دیئے جاؤ گے جو تھے تم کرتے ۔

(بقیہ آیت نمبر ۶) یعنی انہیں گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے منع کرو اور اطاعت وعبادت کا عادی بناؤ۔ **فائدہ**: اس سے معلوم ہوا کہ قریبی رشتہ داروں کو درجہ بدرجہ نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔تم میں سے ہرایک اپنی رعیت کا نگران ہے اور ہر نگران سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ حاکم سے اپنے علاقے کی رعیت کے بارے میں۔ مرد سے تمام اہل خانہ کے بارے میں عورت سے شوہر کے گھر اور اولاد کے بارے میں سوال ہوگا۔(بخاری ومسلم)

فائدہ :اہل وعیال سے بے خبر کو سخت سزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو پہلا حکم یہی دیا کہ اپنے گھر والوں کو ڈراؤ۔ آگے فرمایا۔ جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ یعنی انسان اور جن دونوں ہوں گے۔ جن کا خاتمہ کفر وشرک اور گناہوں پر ہوا۔ اور پتھر سے مراد یا پتھر عام ہیں۔ جن کی آگ سخت ہوگی۔ یا اس سے مراد وہ بت ہیں۔ جن کی مشرکین پوجا کرتے رہے۔ آگے فرمایا کہ اس آگ پر وہ فرشتے مقرر ہیں۔ جنہیں زبانیہ کہا جاتا ہے۔ جو انتہائی سخت دل جن میں شفقت ورحمت بالکل نہیں ہے اور بہت طاقت والے قوی ہیکل اور سخت گیر ہیں۔ ان کی طبیعت میں جبر وقہر ہے اور سخت غیظ وغضب والے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی انہیں حکم دیا۔ یعنی کفار کو عذاب وغیرہ دینے کا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور بغیر سستی کئے اور بلا تاخیر جو انہیں حکم دیا گیا۔ وہ وہی کرتے ہیں۔ اس میں ذرا بھر کی زیادتی نہیں کرتے۔ یعنی کفار ومشرکین کے عذاب کو وہ تیز سے تیز تر کریں گے۔

مسئلہ: بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں آسمانی فرشتوں کی عصمت کا ثبوت ہے کیونکہ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہیں۔ اسی لئے وہ بالذات مطیع ہیں۔ لیکن انہیں اعمال صالحہ پر اجر وثواب نہیں ہے۔ بخلاف جن وانس کے کہ انہیں امر ونہی پر عمل کرنے سے اجر وثواب ملتا ہے۔

(آیت نمبر ۷) جب فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کفار کو جہنم میں لے جائیں گے تو کفار اپنے اپنے عذر پیش کریں گے تو انہیں اس وقت فرشتے کہیں گے۔ آج عذر ومعذرت مت کرو کیونکہ تمہارا کوئی بھی عذر قبول نہیں کیا جائیگا۔ اور نہ ہی تمہارے عذر کرنے کا کوئی تمہیں فائدہ ہوگا۔ **فائدہ**: کاشانی مرحوم فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد اعمال کی تکمیل ہوگئی۔ اب جزائے اعمال کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔

جلد-10

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ

اے ایمان والو توبہ کرو طرف اللہ کے توبہ نصیحت والی۔ قریب ہے تمہارا رب دور کرے تم سے

سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ

تمہاری برائیاں اور داخل کرے تمہیں باغات میں جاری ہیں اس کے نیچے نہریں۔ اس دن نہیں رسوا کرے گا اللہ نبی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ

اور ان کے ساتھی ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے سامنے اور ان کے پیچھے کہیں گے اے ہمارے رب

اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧

پورا کر ہمارے لئے ہمارا نور اور بخش ہمیں۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(بقیہ آیت نمبر ۷) آگے فرمایا کہ سوائے اس کے نہیں تمہیں تمہارے کفر و نافرمانیوں کا بدلہ دیا جائیگا۔ جن جن کاموں سے تمہیں منع کیا گیا تھا اور تم باز نہیں آئے اور وہی کرتوت کرتے رہے اور ایمان و اطاعت کا جو تمہیں حکم دیا تھا۔ وہ تم نے کیا ہی نہیں۔ اب اسی کی تمہیں سزا دی جا رہی ہے۔ اب تمہارا کوئی عذر قبول نہیں۔ بلکہ ایک جگہ فرمایا کہ انہیں عذر کرنے کی اجازت ہی نہیں دی جائے گی کہ وہ عذر کر سکیں۔

(آیت نمبر ۸) اے ایمان والو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پکی اور خالص توبہ کرو۔

توبہ : گناہ کی برائی سے اسے چھوڑنا اور جو کوتاہی ہوگئی۔ اس پر پشیمان ہونا اور پختہ ارادہ کرنا کہ وہ آئندہ ایسا کام نہیں کرے گا اور حتی الامکان اس غلطی کا تدارک بھی کرے گا۔ یعنی اس کے بالمقابل اعمال صالحہ کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔ جب یہ چاروں شرائط پائی جائیں تو پھر توبہ مکمل ہوتی ہے اور قبول ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔

نصوح: مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کا معنی ہے۔ دوسروں کی خیر خواہی کرنے میں بہت زیادہ کوشش کرنے والا۔ اب معنی یہ ہوگا کہ ایمان والوں کو چاہئے کہ وہ وہ اعمال کریں۔ جن کا توبہ تقاضا کرتی ہے کہ برائیوں سے توبہ بھی اور پشیمان بھی ہو اور وعدہ کریں کہ آئندہ وہ یہ برائیاں نہیں کریں گے۔ ٹکڑے ہونا اور آگ میں جلنا منظور ہے۔ مگر اس گناہ کے قریب نہیں جائیں گے۔

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا ایک شخص کہہ رہا تھا۔ اے اللہ میں توبہ استغفار کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ تو جھوٹے لوگوں کی توبہ ہے۔

حقیقی توبہ کیلئے چھ شرطیں ہیں: (۱) پچھلے گناہوں پر پشیمان ہونا۔ (۲) جونماز روزہ قضا ہوا اسے ادا کرنا۔ (۳) آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا عزم۔ (۴) جس سے ظلم وزیادتی کی انہیں راضی کرنا۔ (۵) حقوق العباد میں جو جو کوتاہی ہوئی اسے پورا کرنا۔ (۶) اپنے نفس کو طاعت الٰہی پہ لگانا۔ لحہ بھر مہلت نہ دینا۔

فائدہ: ابوعبداللہ بن حفیف نے فرمایا۔ النصوص کا مطلب یہ ہے کہ اس کی توبہ میں صدق، صفائی اور خلوص ہو اور وہ ظاہراً باطناً قولاً فکراً ہر لحاظ سے تائب ہو۔ (نصوص ایک شخص کا نام بھی تھا جس کی توبہ کا پورا واقع مثنوی کے حوالے سے فیوض الرحمٰن میں پڑھا جا سکتا ہے)۔ آگے فرمایا۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری توبہ کو قبول کرے اور تمہارے گناہوں کو بھی تم سے دور کردے یعنی ان پر پردہ ڈال دے۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں مٹا کر ان کے بدلے نیکیاں لکھ دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمادے کہ جن میں نہریں جاری ہوں گی۔ عسیٰ کا لفظ بول کر یہ اشارہ دے دیا کہ گناہ معاف کردینا یہ اس کی نوازش اور خاص مہربانی ہے اور اس کا فضل واحسان ہوگا۔ ورنہ اس پر توبہ قبول کرنا لازم نہیں۔ اس لئے لفظ عسیٰ لایا گیا۔ نیز اس میں یہ بھی تنبیہ ہے کہ بندہ خوف اور امید کے درمیان ہی رہے اور طاعت وعبادت میں لگا ہی رہے۔ ان کی ادائیگی میں سستی نہ کرے۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں کو جنت میں داخل فرمانے میں یہ اشارہ ہے۔ کہ بندہ قرب الٰہی اور کرامت کے مقام پر پہنچ گیا ہے اور نہریں جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے حیات ابدی مل گئی کیونکہ اسے آب حیات مل گیا۔ آگے فرمایا کہ ایمان والو۔ وہ دن یعنی قیامت کا ایسا دن ہے کہ اس دن اللہ نہ اپنے نبی کو رسوا کرے گا۔ نہ ایمان والوں کو۔ کہ وہ اپنے نبی کی شفاعت گناہگار امتیوں کے حق میں قبول نہ کرے اور مسترد کردے۔

فائدہ: مفسرین فرماتے ہیں کہ اس میں کفار کو تعریض ہے۔ یعنی کافروں کو رسوا کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ قیامت کے دن صرف تمہاری ہی رسوائی ہوگی اور حضور ﷺ بھی اکثر دعا میں فرمایا کرتے۔ اے اللہ ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ رسوا نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں برے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ جنہوں آپ کی کامل اتباع کی۔ اور نہ ہی ان کی غلطیوں پر ان کو عار دلائی جائے گی اور نہ انہیں ڈانٹ پلائی جائے گی بلکہ معاف کردیا جائیگا۔ اور ان کا حساب بھی مختصر اور آسان ہوگا۔ بلکہ بعض خوش نصیبوں کا تو حساب ہی نہیں ہوگا اور جن کا حساب ہوگا۔ ان سے نرمی کی بات ہوگی۔ جمال الٰہی سے انہیں سرفراز کیا جائیگا۔ ان کے تمام مقاصد پورے کئے جائیں گے اور انہیں عزیزوں کے متعلق شفاعت کی اجازت ہوگی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑨

اے پیارے نبی جہاد کریں کفار اور منافقین سے اور سختی کریں ان پر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت برا ہے انجام

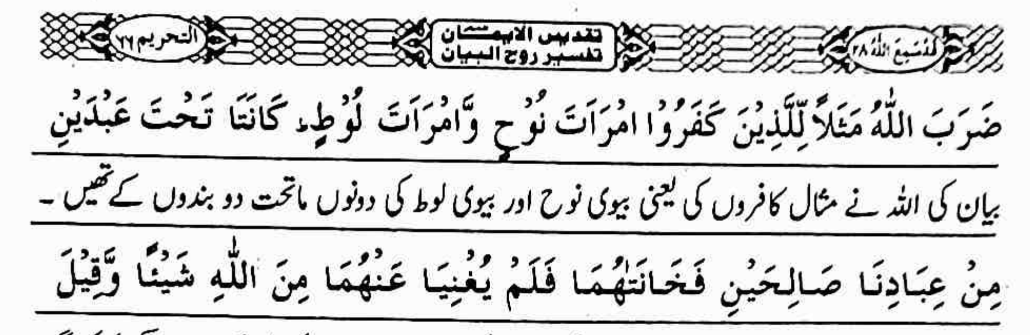
(بقیہ آیت نمبر ۸) آگے فرمایا کہ ان کا نور۔ یعنی محشر کے دن انہیں جو ان کے ایمان وطاعت کا نور ملے گا۔ جس کی روشنی میں وہ پلصراط کو عبور کریں جو چاند کی طرح چمک رہا ہوگا اور نور اہلوفاء جو اہل محبت کو نصیب ہوگا۔ جو سورج کی طرح چمکے گا اور وہ ان کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چمک مار رہا ہوگا۔ دو طرفوں کا ذکر ان کی شرافت کی وجہ سے ہے۔ ورنہ نور تو ان کے ہر طرف ہوگا۔

حضور ﷺ کی دعائے نور: جو احادیث میں مشہور ہے۔ اے اللہ میرے دل میرے کانوں میری آنکھوں میں اور میرے دائیں بائیں آگے پیچھے اور اوپر نیچے نور ہی نور کر دے۔ شرح بخاری میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ آگے فرمایا کہ ایمان والے کہیں گے۔ جب منافقین کا نور چھن جائیگا تو اس وقت ایمان والے کہیں گے۔ اے پروردگار ہمارے نور کی حفاظت فرما۔ تاکہ ہم پلصراط سے بہ حفاظت گذر جائیں۔ اور سلامتی کے ساتھ دارالسلام تک پہنچ جائیں اور ہمیں معاف فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا۔ اندھیرے میں مسجدوں کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن نور تام ملنے کی خوشخبری ہو۔ (ریاض الصالحین)۔ یعنی عشاء اور صبح کی نمازیں اندھیرے میں پڑھی جاتی ہیں۔

فائدہ: جو لوگ اندھیرے کو عذر بنا کر مسجد میں نہیں جاتے وہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ مسجد میں حاضری نہ دینا بدبختی کی علامت ہے۔ البتہ اگر کوئی بہت بڑا شرعی عذر ہے تو وہ الگ بات ہے۔ جیسے مفلوج ہے یا اندھا ہے۔ ایمان والوں کے وضو والے اعضاء بروز قیامت روشن ہوں گے۔

(آیت نمبر ۹) اے بلند قدر نبی۔ کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کریں اور منافقوں کے ساتھ دلائل سے جہاد کریں۔ یعنی انہیں وعید و تہدید سنائیں۔ یا قہر و جبر سے منوائیں یا ان کی اندرونی سازشیں بے نقاب کریں۔ منافقت دل میں چھپے ہوئے ایک مرض کا نام ہے۔ **فائدہ:** حضور ﷺ کو منافقین کا اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم تھا۔ اسی لئے آپ نے ان کی منافقت جان کر ان سے زبانی جہاد کیا۔ انہوں نے اوپر سے کلمہ پڑھ لیا۔ اسی مبارک کلمہ کی تعظیم وتکریم کی وجہ سے ان کے ظاہر احکام اہل اسلام کی طرح ہو گئے۔ آگے فرمایا کہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیں۔ یعنی جنگ کی حالت میں کفار کے ساتھ اور حجت قائم کرتے وقت منافقوں کے ساتھ سختی سے پیش آئیں۔



ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ

بیان کی اللہ نے مثال کافروں کی یعنی بیوی نوح اور بیوی لوط کی دونوں ماتحت دو بندوں کے تھیں۔

مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ

ہمارے بندوں سے جو نیک تھے تو دونوں نے ان کی خیانت کی پھر نہ کام آئے ان کو اللہ کے سامنے کچھ پھر کہا گیا

ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿١٠﴾

دونوں داخل ہو آگ میں ساتھ داخل ہونے والوں کے۔

(بقیہ آیت نمبر ۹) **سبق**: حضور ﷺ رحمۃ للعالمین تمام رحمدلوں اور نرم دلوں کے سردار ہیں۔ جب انہیں بھی بے دینوں کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر ہم تم کس شمار میں ہیں۔ (آج کل اگر کسی بے دین سے سخت بات کی جائے تو متشدد یا متعصب کا حکم لگا دیا جاتا ہے)۔

مسئلہ: بے دینوں اور بدمذہبوں کے ساتھ سختی اور اہل سنت کے ساتھ محبت اور پیار یہ اہل حق کا طریقہ رہا ہے۔ یہی تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآن پاک میں شان بیان فرمائی ہے کہ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں بہت ہی مہربان ہیں۔ آگے فرمایا کہ ان کافروں اور منافقوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جس میں عنقریب وہ ڈال دیئے جائیں گے۔ آگے فرمایا کہ وہ جہنم انتہائی برا ٹھکانا ہے۔ اس آیت میں کفار و منافقین کی سخت مذمت ہے۔

سبق: علامہ اسماعیل حقی مرحوم فرماتے ہیں کہ جب ظاہری دشمن پر سختی کا حکم ہے۔ تو جو باطنی دشمن نفس امارہ پر بھی سختی کی جائے کیونکہ اس میں نجات ہے۔ اور ان سے نرمی کرنے میں ہلاکت ہے۔ **فائدہ**: اس میں یہ بھی اشارہ ہے جو رحمت کیلئے پیدا ہوئے جیسے اہل ایمان ان پر سختی نہ ہوگی اور جو غضب کیلئے پیدا ہوئے جیسے کفار و منافقین ان سے نرمی نہ کی جائے۔ خصوصاً جب وہ اسلام کے برخلاف کوئی کام کریں۔

(آیت نمبر ۱۰) اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مثال بیان فرمائی۔ **فائدہ**: اس قسم کی مثالیں عبرت دلانے کیلئے ہوتی ہیں۔ جتنے بھی کافروں کے حالات بیان ہوئے ان سے مقصد عبرت دلانا ہے۔ یہاں پر نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیویاں جو کافرہ تھیں۔ جناب نوح کی بیوی کا نام واعلہ تھا۔ عین سے اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام واہلہ (ھا سے) تھا۔ آگے فرمایا۔ یہ دونوں عورتیں ہمارے صالح دو بندوں کے نکاح میں تھیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ

اور بیان کی اللہ نے مثال ایمان والوں کی بیوی فرعون کی جب کہا میرے رب بنا میرے لئے اپنے پاس

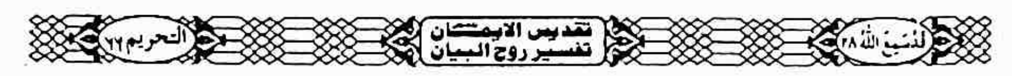
بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾

گھر جنت میں۔ اور نجات دے مجھے فرعون اور اس کے عملے سے۔ اور نجات دے مجھے قوم ظالم سے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۰) یعنی ان کے نکاح وزوجیت میں تھیں اور دونوں نبی عظیم الشان تھے اور ان دونوں بیویوں کو ہر قسم کی نعمتیں حاصل تھیں۔ لیکن انہیں نعمتیں راس نہ آئیں۔ ان دونوں نے نبیوں کی خیانت کی جو انکا بہت برا قصور تھا۔ چونکہ دونوں نے نبیوں کی صحبت پائی۔ لیکن بدقسمتی سے کفر ونفاق ان سے نہ نکلا۔ کہ وہ نبیوں کے بھید لوگوں کے سامنے جا کر بیان کرتی تھیں۔ **فائدہ**: یہ بھی نبی پاک علیہ السلام کے زمانے والے کافروں کو نصیحت کی جارہی ہے کہ ان دوعورتوں کو اس کے باوجود کہ انہیں ایمان واطاعت کی دولت پانے کا موقع ملا۔ مگر انہوں نے ضائع کر دیا اور کفر ونافرمانی میں مبتلا ہوئیں تم اس واقعہ سے سبق حاصل کرو۔

دونوں کا انجام یہ ہوا کہ جب عذاب آیا تو انہیں موت کے وقت کہا گیا یا بروز قیامت انہیں کہا جائیگا کہ تم جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یعنی باقی کافروں کے ساتھ مل کر جن کے ساتھ تمہارا کوئی رشتہ نہیں۔ صرف ان سے کفر کا رشتہ ہے۔ اکٹھے ہو کر جہنم میں چلے جاؤ۔ **فائدہ**: قیامت کے دن مردوں عورتوں کو ملا کر جہنم میں داخل کیا جائیگا۔ **مسئلہ**: اس آیت میں ان لوگوں کی طمع کو ختم کیا گیا۔ جو گناہ کر کے کہتے ہیں۔ ہمیں ہمارے بزرگ بچالیں گے۔ جبکہ اس کا اس سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ظاہر رشتہ تو ویسے بھی فانی ہے مرنے کے بعد اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔ کیونکہ بروز قیامت نسب کا اعتبار نہیں ہوگا۔ نوح علیہ السلام کا لڑکا ان کا بیٹا جوان کے نسب سے تھا۔ اسے قرآن نے "انہ لیس من اھلک" کہہ کر اہل سے جدا کر دیا۔ تو یہ دور کے گناہ گار رشتے دار کیا امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔

(آیت نمبر۱۱) اور اللہ تعالیٰ نے مثال بیان فرمائی ان کی جو ایمان لائے۔ جیسے فرعون کی بیوی جو ایمان والی خاتون تھی۔ جس کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ جو انتہائی صابرہ تھی۔ فرعون بے ایمان ان کو سخت سے سخت تکالیف دیتا تھا۔ **فائدہ**: بزرگ فرماتے ہیں۔ اس آیت میں ایمان والوں کو صبر کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ سخت سے سخت مصائب وآلام میں بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا کی طرح صبر کریں۔ جیسے انہوں نے فرعون کی طرف سے دی جانے والی تکالیف پر صبر کیا۔ یہی مقصد ہے یہاں ان کی مثال دینے کا کہ جب ان پر مصائب وآلام زیادہ ہوئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ



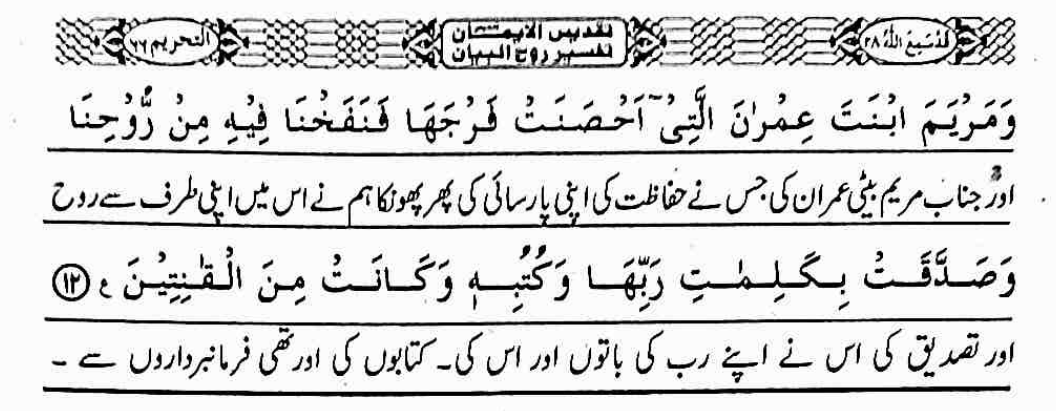
کی بارگاہ میں عرض کی۔اے میرے رب میرے لئے بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنے دست قدرت سے اپنے قریب یعنی اپنی رحمت کے قریب جنت میں میرا گھر بنا۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو اپنے دست قدرت سے بلاواسطہ پیدا فرمایا۔ (الدر السنیۃ)۔**فائدہ**: اگر چہ اللہ تعالیٰ تو کسی جگہ میں ہونے سے منزہ ہے۔اس کا یہ معنیٰ ہوگا کہ میرا گھر مقربین میں بنادے۔**فائدہ**: عین المعانی میں ہے کہ یہ "عندك" اصل میں "من عندك" ہے کہ مجھے جنت کے اعلیٰ مقام پر اپنے لطف وکرم سے جگہ عطا فرما۔

دعا قبول ہوگئی: مروی ہے کہ ادھر جناب آسیہ نے دعا کی اور تمام حجابات ہٹ گئے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت والا محل وہیں سے دکھادیا۔مزید جناب آسیہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ مجھے اس جاہل فرعون سے نجات عطا فرما اور اس خبیث پلید کے برے عمل یا بری صحبت سے نجات عطا فرما۔یا اس کے کفر وشرک اور نافرمانیوں جیسے برے عمل سے نجات دے دے اور اس فرعون کے ظالم کارندوں سے نجات عطا فرما۔جناب آسیہ اس دن ایمان لائیں۔جس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں پر فتح مبین عطا فرمائی۔

فرعون کے مظالم: جب جناب آسیہ مسلمان ہوگئیں تو فرعون نے انہیں ایمان سے منع کیا۔جب آپ ایمان پر ثابت قدم ہوگئیں تو فرعون ظالم نے ان کے ہاتھوں پاؤں پر میخیں ٹھونک کر گرم ریت پر ڈال دیا اور سخت سے سخت سزائیں دی جانے لگیں اور ایک ہی شرط تھی کہ اسلام سے پھر جا۔(مگر واہ رہے بی بی اللہ تعالیٰ تجھ پہ کروڑ ھا رحمتیں نازل فرمائے) تمام مصائب جھیلے مگر اسلام سے نہ پھریں۔

جناب آسیہ کی کرامت: فرعون نے حکم دیا کہ بڑی چکی ان پر گرائی جائے ادھر انہوں نے جنت میں محل کی درخواست اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی تو اس بھاری پتھر کے ان تک پہنچنے سے پہلے ہی ان کی روح پرواز کر گئی۔ (علماء نے لکھا ہے کہ ان کو ملنے والی ان سزاؤں کے دوران جناب موسیٰ علیہ السلام کا ان کے پاس سے گذر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ اے موسیٰ علیہ السلام کیا میرا رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آسمانی فرشتے آپ کا انتظار کررہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کے اس کارنامے پر فخر فرمارہا ہے۔اس وقت آپ اپنے رب سے جو بھی مانگیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے گا تو اس وقت سوال کیا کہ میرے رب میرا گھر اپنے ہاں جنت میں تیار فرمادے اور ان ظالموں سے مجھے نجات عطا فرما۔



وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

اور جناب مریم بیٹی عمران کی جس نے حفاظت کی اپنی پارسائی کی پھر پھونکا ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾

اور تصدیق کی اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی۔ کتابوں کی اور تھی فرمانبرداروں سے۔

(آیت نمبر۱۲) دوسری عورت جناب مریم علیہا السلام ہیں جن کا اسم مبارک قرآن مجید میں سات مقام پر آیا ہے۔ ہمہ وقت وہ عبادت میں مصروف رہتی تھیں۔ مریم کا معنی ہی عابدہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرنے والی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان دو کامل عورتوں کی مردوں کے سامنے مثال پیش فرمائی کہ جو بہت سارے مردوں پر بازی لے گئیں جبکہ پوری قوم کافروں کی تھی۔ لیکن یہ دونوں طاعت میں کامل نکلیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کرامات سے نوازا۔ اگرچہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ لیکن ان کے مراتب بھی کوئی کم نہیں ہیں۔ حضرت بی بی مریم کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے فسق و فجور سے بچا رکھا چونکہ ان پر کفار نے تہمت لگائی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی بیان فرمائی کہ مریم علیہا السلام نے اپنی شرمگاہ کو گناہ سے بچایا۔

فائدہ :اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بی بی مریم کی پاکدامنی تقوے اور طہارت کو ایسے خوبصورت طریقے سے بیان فرمایا کہ جاہل سے جاہل انسان کیلئے بھی شک کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔

آگے فرمایا کہ ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دی۔

واقعہ یہ ہے کہ جناب جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بی بی مریم کے گریبان میں پھونک ماری تو وہ پھونک ان کے پیٹ میں یعنی بچہ دانی میں چلی گئی۔ جس سے جناب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

فائدہ: یہ تخلیق قدرت کا کرشمہ تھا اور ایک شاہکار تھا اور عادت عامہ کے خلاف تھا۔ یعنی عام نسل انسانی کی طرح تخلیق نہ تھی۔ آگے فرمایا کہ بی بی مریم نے اپنے رب کریم کے کلمات کی تصدیق کی۔ کلمات سے مراد شرائع اور احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے مشروع فرمائے اور کتب سے مراد وہ کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرمائیں۔ آگے فرمایا۔ وہ بی بی مریم ان لوگوں میں سے تھیں جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ قانتین کا معنی مطیعین ہے۔

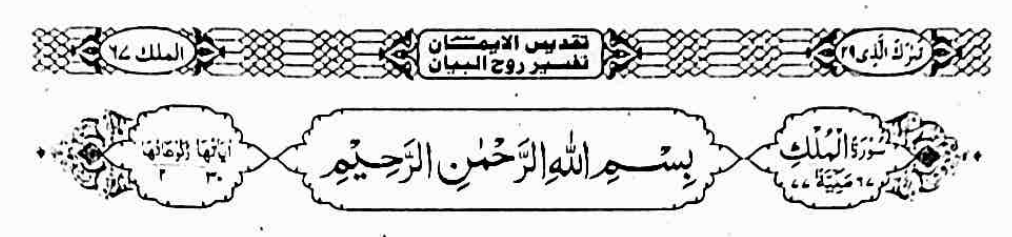
باکمال عورتیں:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مردوں میں تو باکمال بہت ہوئے۔ مگر عورتوں میں صرف چار ہیں: (۱) آسیہ بنت مزاحم۔ (۲) مریم بنت عمران۔ (۳) خدیجہ بنت خویلد۔ (۴) فاطمہ بنت محمد۔ جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان خود نبی کریم ﷺ نے یوں بیان فرمائی کہ وہ اچھے اخلاق والی۔ فصیح زبان رکھنے والی۔ پختہ عقل والی اور سب ازواج سے زیادہ علم والی۔

حدیث شریف میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ دوتہائی دین عائشہ سے سیکھ لو۔ (مقاصد حسنہ امام سخاوی)۔

سورۂ تحریم کا اختتام: مورخہ ۲۷ مئی ۲۰۱۷ء بمطابق یکم رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بروز ہفتہ صبح ساڑھے گیارہ بجے



تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ز وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ لا ① الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی نے پیدا کیا موت

وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ لا ②

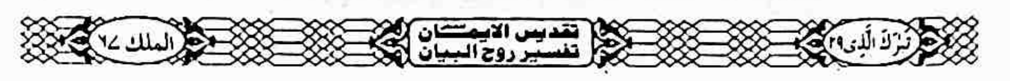
اورزندگی کو تاکہ آزمائے کہ کون تم میں اچھے عمل والا ہے۔ اور وہ عزت والا بخشش والا ہے۔

(آیت نمبر۱) بے انتہاء برکتوں والی وہ ذات ہے جس کے دست قدرت میں سارا جہاں ہے۔ تبارک کا معنی کواشی نے تعظیم اور برتر لکھا ہے یا وہ ذات جس کے خزانوں میں خیر ہی خیر ہو۔ **فائدہ**: اس آیت میں اشارہ ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں ملک وملکوت ہے۔ وہ کل کائنات کا مالک ہے۔ اس کے سوا سب مملوک ہیں۔ یعنی خادم ہیں۔ غلام کا کام ہے کہ وہ اپنے مالک کی خدمت کرے۔ خصوصاً وہ مالک جس نے بغیر کسی معاوضہ کے سب کچھ دیا۔

آگے فرمایا کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ ہر چیز میں اپنی حکمت کے مطابق تصرف فرماتا ہے۔ اس کے ہر قول وفعل میں ہزاروں حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں۔ وہ اپنے ملک میں جیسے چاہتا ہے حکم جاری فرماتا ہے اور چھوٹے بڑے سب اس کے حکم پر تابعدار ہیں۔ اور وہ تابعداروں کو ثواب اور نافرمانوں کو عذاب دے گا۔

(آیت نمبر۲) وہ ذات جس نے موت اور زندگی بنائی۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ موت وحیات دونوں کے اپنے اپنے جسم ہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں فرمایا۔ موت کو مینڈا کی شکل دی گئی۔ جس چیز پر اس کا گذر ہو وہ مر جاتی ہے اور حیات کو گھوڑی کی شکل دی گئی۔ یہ جہاں سے گذرے یا جس چیز کو اس کی بو پہنچے اس چیز کو زندگی مل جاتی ہے۔

حدیث شریف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن جنت ودوزخ کے درمیان موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور پھر اسے ذبح کر دیا جائیگا۔ (رواہ البخاری والمسلم) **فائدہ**: صاحب کشاف فرماتے ہیں۔ حیات وہ ہے۔ جس کے وجود کا احساس ہو اور موت اس کے عدم کا نام ہے۔



الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ

اسی نے پیدا کئے سات آسمان اوپر نیچے۔ کیا دیکھتا ہے تو رحمان کے بنانے میں کوئی فرق ۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ③

پھر پھرا نگاہ کیا تو دیکھتا ہے کہیں کوئی رخنہ۔

(بقیہ آیت نمبر۲) موت کو حیات پر مقدم کرنے میں اشارہ ہے کہ موت اصل ہے اور حیات تابع ہے۔ یا موت پہلے ہے اور حیات بعد میں کیونکہ ہر چیز معدوم تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات بخشی۔ **حدیث** میں ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تین چیزیں اگر نہ ہوتیں تو ابن آدم کا سر نہ جھکتا: (۱) فقر۔ (۲) مرض۔ (۳) موت۔ (الدرر اللآلی) آگے وجہ بیان فرمائی کہ موت وحیات کو کیوں پیدا کیا تا کہ اللہ تعالیٰ آزمائے کہ کون تم میں اچھے عمل والا ہے۔ **فائدہ** :اہل سنت اس آیت کی تاویل کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے امتحان لینے کا یہاں حقیقی معنی مراد نہیں ہے کیونکہ یہ معنی اس کے لئے لیا جاتا ہے کہ جس سے حالات مخفی ہوں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اس لحاظ سے اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو عام طور پر آزمائش کرنے والے کرتے ہیں۔ تا کہ ظاہر ہو جائے کہ تم میں کون اچھے عمل والا ہے یا تم میں مخلص یعنی رضائے الٰہی کا طالب کون ہے۔ یا تم میں سے زیادہ صحیح سمت کون جارہا ہے۔ یا کس کا عمل سنت کے مطابق ہے۔ آگے فرمایا۔ وہی غالب اور اپنے فضل سے بخشنے والا ہے۔

(آیت نمبر۳) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر نیچے بنائے۔ ہر دو آسمانوں کے درمیان کا فاصلہ اور ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ ہے اور بغیر ستونوں کے کھڑے ہیں۔ **فائدہ** : قاشانی فرماتے ہیں۔ آسمان اور باقی ساری مخلوق کی تخلیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسی اور کوئی ذات نہیں جو اتنے بڑے نظام کو چلا سکے۔

سائنس کی تحقیق سے سینکڑوں سال پہلے اہل حق نے تحقیق کر کے بتایا کہ زمین گیند کی طرح گول ہے اور آسمان نے اسے چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ جیسے انڈے کا چھلکا زردی کو گھیرے ہوئے ہے۔ اسی طرح باقی آسمانوں نے بھی زمین کو گھیر رکھا ہے۔ آگے فرمایا۔ رحمان کی تخلیق میں تمہیں کوئی فرق نظر نہیں آئیگا کیونکہ اس کی یہ تخلیق قدرت کا عظیم شاہکار ہے اور مبنی بر رحمت وفضل ہے۔ اسی لئے نہ اس میں اختلاف نہ اضطراب ہے۔ بلکہ وہ مستوی ومستقیم ہے۔ آگے فرمایا آنکھ کو ذرا آسمان کی طرف پھراؤ بلکہ بار بار پھراؤ۔ کیا تمہیں کہیں کوئی سوراخ نظر آتا ہے۔ نتیجہ نکلا کہ جب اس کی پیدا کردہ اشیاء میں کوئی عیب ونقص نہیں ہے تو اس کی اپنی ذات میں کیسے عیب ونقص ہوسکتا ہے۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝۴ وَلَقَدْ زَيَّنَّا

پھر پھرا نظر دو مرتبہ مڑے گی تیری طرف نگاہ تھکی ماندی۔ اور تحقیق مزین کیا ہم نے

السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝۵

آسمان نیچے والے کو چراغوں سے اور بنایا ہم نے مار شیطانوں کیلئے اور تیار کیا ہم نے ان کیلئے عذاب بھڑکتی آگ کا

(آیت نمبر۴) پھر لوٹاؤ نگاہ اپنی دوبارہ دیکھو بلکہ بار بار دیکھو۔ **فائدہ**: اس سے کثرت کے ساتھ دیکھنا مراد ہے۔ یعنی جی بھر کر دیکھو پھر ان میں عیب وخلل تلاش کرو۔ اگر ایک مرتبہ کوئی خلل نظر نہیں آیا۔ پھر دیکھو پھر دیکھو۔ قیامت تک دیکھتے چلے جاؤ۔ کسی قسم کا عیب وخلل اس میں نہیں پاؤ گے۔ **فائدہ**: واسطی مرحوم نے فرمایا کہ ''کَرَّتَيْنِ'' کے لفظ سے قلب اور نظر دونوں مراد ہیں کیونکہ پہلے معنی کے مطابق ہر دونوں کا تکرار مراد ہے۔ یعنی قیامت تک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اور گہرے غور وفکر سے دیکھو تو بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ سوا تھکان اور محرومی کے اور جتنا بھی اسے دیکھنے میں جد وجہد کرو گے۔ اتنی ہی ذلیل وخوار ہو کر تمہاری نظر واپس لوٹے گی۔ ''**خاسئا**'' ۔ یعنی وہ ذلیل وخوار ہو کر اور حسیر یعنی تھکی ماندی بوجہ کثرت کے ساتھ دیکھنے سے۔

(آیت نمبر۵) اور البتہ تحقیق ہم نے آسمان دنیا کو زینت بخشی۔ **فائدہ**: جب یہ معلوم ہوگیا کہ آسمانوں میں کوئی قصور فطور نہیں ہے۔ اب مزید بتایا جا رہا ہے کہ آسمانوں کی جس طرح تخلیق بے مثال ہے۔ اسی طرح حسن وجمال میں بھی یہ بے نظیر ہیں کہ ان میں ہر طرح کے قمقمے لگا دیئے ہیں۔ یعنی ستاروں سے مزین کر دیا ہے۔ مصابیح مصباح کی جمع ہے۔ جس کا معنی چراغ اب اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آسمان پر چراغاں کیا اور اگرچہ ستارے سارے آسمانوں پر ہیں مگر تمام آسمان اتنے صاف شفاف ہیں نظر ایسے آتا ہے کہ وہ چراغ صرف پہلے آسمان پر ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا۔

مسجدوں میں چراغاں کرنے کا ثبوت: احادیث میں ہے کہ مسجد نبوی میں کھجوروں کے پتے جلا کر روشنی کی جاتی تھی۔ جب تمیم داری مدینہ شریف میں حاضر ہوئے تو زیتون کا تیل ساتھ لائے اور مسجد کے ستونوں کے ساتھ لٹکا کر مسجد کو روشن کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا تو نے مسجد کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تجھے روشن کرے (سیرۃ حلبیہ)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں چراغ جلایا تو مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے ابن خطاب تو نے مسجد کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تیری قبر روشن کرے۔ (سیرۃ حلبیہ)

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا

اور وہ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب سے عذاب ہے جہنم کا۔ اور برا ہے ٹھکانہ۔ جب ڈالے جائیں گے اس میں

سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۞ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا

تو سنیں گے اس کا چنگھاڑنا اور وہ جوش مارتی ہے قریب ہے پھٹ جائے غصے سے جب کبھی ڈالا جائیگا اس میں

فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۞

گروہ تو پوچھے گا انہیں داروغہ کیا نہیں آیا تمہارے پاس ڈر سنانے والا۔

(بقیہ آیت نمبر۵) آگے فرمایا کہ ستاروں سے دوسرا کام یہ لیا جاتا ہے کہ جب جن شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے جاتے ہیں تو انہیں ستاروں سے دھتکارا جاتا ہے۔ یعنی وہ سنگساری کا کام بھی دیتے ہیں اور فرمایا کہ ہم نے ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ **فائدہ** :ہر کافر و مشرک کیلئے عذاب کے الگ الگ درکات ہیں۔ جن میں سخت سے سخت بھی ہیں۔ جن میں مشرکوں، ظالموں اور منافقوں کو ڈالا جائیگا۔

(آیت نمبر۶) اور کافروں کیلئے جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔ خواہ وہ شیطان ہوں یا اور کوئی۔

فائدہ :سعدی مفتی فرماتے ہیں۔ اس سے مراد شیطانوں کے علاوہ جو کفار ہیں کیونکہ شیطانوں کے عذاب کا اگلی آیت میں ذکر آرہا ہے تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔ بہر حال کافروں کیلئے جہنم کا عذاب ہے۔ جس سے خلاصی اور نجات ملنے کی کوئی امید نہیں ہوگی اور وہ جہنم کا ٹھکانہ بہت برا ہے۔

(آیت نمبر۷) جب کفار کو جہنم میں ڈالا جائیگا تو وہ دور سے ہی جہنم کی مکروہ اور کرخت ڈراؤنی آوازیں سنیں گے لیکن وہ آوازیں صرف جہنمی لوگ ہی سنیں گے۔ جنتیوں تک تو اس کی بھنک تک بھی نہیں آئیگی۔ اور کافر لوگ جہنم میں کرخت آوازیں ایسے نکالیں گے۔ جیسے گدھوں کی آواز ہوتی ہے اور اس وقت وہ جہنم سخت گرم ہانڈی کی طرح جوش مارتی ہوگی۔ العیاذ باللہ

(آیت نمبر۸) کہ قریب ہے کہ وہ غصے سے پھٹ جائے گی اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگی یہ اس لئے کہ اسے کافروں پر سخت غصہ ہوگا اور اس کے غضب کی وجہ سے کفار کا برا حال ہوگا۔

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۚ

کہیں گے کیوں نہیں تحقیق آیا ہمارے پاس ڈرسنانے والا تو جھٹلایا ہم نے اور کہا ہم نے نہیں اتاری اللہ نے کوئی چیز

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ۹

نہیں ہو تم مگر گمراہی بڑی میں۔

(بقیہ آیت نمبر ۸) **جہنم پکارے کر کہے گی**: آج میں ان سے بدلہ لوں گی جو رزق خدا کا کھاتے اور پوجا غیروں کی کیا کرتے تھے۔ **فائدہ**: اس سے معلوم ہوا کہ آگ میں بھی زندوں کی طرح حیات اور شعور ہے۔ اسی لئے وہ ہر کافر کو پہچان لے گی۔ اور اس کے کرتوتوں کے مطابق سزا دے گی۔ اسی طرح تمام اشیاء میں حیات ہے۔

حضور ﷺ کا معجزہ: جعفر طیار فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا۔ ایک جگہ مجھے پیاس محسوس ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ سامنے والے پہاڑ سے جا کر کہو کہ وہ پانی دے دے۔ جب انہوں نے پہاڑ کے پاس جا کر یہ بات کہی تو پہاڑ سے آواز آئی کہ جب سے یہ آیت اتری کہ جہنم میں لوگ اور پتھر ہونگے۔ اس وقت سے رو رو کر مجھ میں پانی ختم ہو گیا ہے۔ (یہ روایت صرف روح البیان میں ہے)۔

آگے فرمایا کہ جب بھی جہنم میں کوئی گروہ ڈالا جائیگا تو اس کے فرشتے جو غصہ سے بھرے ہوں گے وہ کفار سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا۔ جو تمہیں قرآنی آیات سنا کر آج کے دن سے یا جہنم سے ڈراتے اور آخرت کا تمہیں خوف دلاتے۔ اور تمہیں ایمان لانے کا حکم دیتے۔

(آیت نمبر ۹) تو اس وقت کفار و فجار اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے تو انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے اور انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ اگر تم ایسا ایسا کرو گے تو سزا کے مستحق ہو گے تو وہ (فرقہ جبریہ) کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ ہم کیا کرتے ہماری قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا۔ بلکہ صاف کہیں گے کہ یہ ہماری ہی غلطی تھی کہ جب ہمارے پاس ڈر سنانے والا آیا تو ہم نے اس کی تکذیب کر دی اور کہا کہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے گذر کر ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی چیز اتاری ہی نہیں اور کچھ کافر کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی رسول بھیجا نہ کوئی کتاب نازل کی۔ الٹا ہم رسولوں سے یہ کہتے تھے کہ تم بہت بڑی گمراہی میں ہو۔ یعنی حق و ثواب سے دور ہو۔ (معاذ اللہ)۔ ان سے سوال ہوگا ہی اس لئے۔ تاکہ وہ خود اپنی غلطی کا اعتراف کریں۔

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۰﴾ فَاعْتَرَفُوْا

اور کہیں گے کاش ہم سنتے یا سمجھتے تو نہ ہوتے دوزخیوں میں۔ اب اقرار کیا

بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ

اپنے گناہ کا۔ تو پھٹکار ہو دوزخیوں پر۔ بے شک جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾

ان کیلئے بخشش اور ثواب ہے بہت بڑا۔

(آیت نمبر۱۰) اور یہ بات بھی اقرار کرتے ہوئے کہیں گے۔ کاش ہم ان انبیاء کرام علیہم السلام کی باتوں کو سنتے سمجھتے اور مان لیتے اور عقل سے کام لیتے تو آج ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔

فائدہ: سعدی مفتی فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ ایمان دو قسم ہے: (۱) ایمان تحقیقی۔ (۲) اور ایمان تقلیدی۔ تحقیقی وہ جو نظر و استدلال کا محتاج ہے اور تحقیقی دعیانی جس میں غور و فکر یا استدلال کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ عقل سے نہیں بلکہ وہ کشف سے حاصل ہوتا ہے تو وہ کہیں گے کہ اگر ہم نبیوں کی بات مانتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے تو جب انہیں جہنم کے نگران کہیں گے کہ تم نے انبیاء کرام علیہم السلام سے پروردگار کی آیات نہیں سنیں یا ان کی بات سن کر نہیں سمجھیں تو اس وقت وہ کہیں گے۔ کاش ہم ایسا ہی کرتے۔ کہ ہم سن لیتے اور سمجھ لیتے۔

(آیت نمبر۱۱) تو وہ مجبور ہو کر اعتراف کریں گے لیکن اس وقت ان کا اعتراف کرنا انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ عین المعانی میں ہے کہ وہ اپنے جرموں کا اعتراف کریں گے کہ جو جو گناہ انہوں نے اپنے اپنے اختیار سے کئے یا کفر کیا یا آیات الٰہی اور رسولوں کا انکار کیا اور ان کی تکذیب کی وہ سب بتائیں گے۔ آگے فرمایا۔ ان کیلئے قیامت میں پھٹکار اور لعنت ہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ کیلئے دور ہو گئے۔ یہ بددعائیہ کلمہ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے بندوں سے فرمایا کہ ان کے لئے تم یہی کہا کرو کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ یہ سزا جہنم میں جانے والے کفار کیلئے ہے۔

(آیت نمبر۱۲) بے شک وہ لوگ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ اللہ کے عذاب یا قیامت کے حساب یا قبر کے حالات سے ڈرتے ہیں بغیر دیکھے۔ یعنی نہ عذاب دیکھا نہ قیامت دیکھی (محض آیات قرآن پڑھنے سے وہ ڈر گئے)۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬ اَلَا يَعْلَمُ

چھپا کر کہو تم یا زور سے اسے۔ بے شک وہ جاننے والا ہے راز دلوں کے۔ کیا نہیں وہ جانتا

مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ⑭

جس نے پیدا کیا اور وہ باریکی کو جاننے والا خبر دار ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۲) خوف خدا میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ آپ کے اندر سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہانڈی ابلنے کی آواز آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ جب آپ نماز پڑھتے تو آپ کے قلب اطہر سے جوش مارنے والی ہانڈی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس قدر گریہ کرتے تھے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کیلئے بخشش ہے۔ یعنی جو بھی ان سے گناہ صادر ہوئے۔ وہ سب بخش دیئے گئے ہیں۔ انسان کیلئے کامل سرور اسی وقت ہوتا ہے۔ جب اسے کامل عطا نصیب ہوگی۔ اس لئے آگے فرمایا کہ ان کیلئے اجر بھی بہت بڑا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آخرت میں ان کا بہت بڑا اعزاز واکرام ہوگا۔ اور بخشش بھی ہوگی۔

(آیت نمبر۱۳) تم بات چھپا کر کرو یا ظاہر کر کے کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

شان نزول : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی۔ اس لئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ناحق باتیں کرتے تھے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی باتوں کا علم عطا فرما دیتا۔ اس لئے کفار آپس میں کہتے کہ باتیں آہستہ کرو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خدا سن لے گا اور انہیں بتا دیگا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا۔ کہ بے وقوفو تم خواہ باتیں آہستہ کہو یا اونچے آواز سے ان سب باتوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے آگے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ تو ان باتوں کو بھی جانتا ہے۔ جو تمہارے سینے کے اندر ہیں۔

نکتہ : پوشیدہ باتوں کا نام پہلے انہیں رسوا کرنے کیلئے لیا کہ انہیں معلوم ہو کہ جس سے بات چھپاتے ہو۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ بلکہ پوشیدہ بات بعد میں ہوتی ہے اور اسے پہلے ہی علم ہوتا ہے کیونکہ وہ سینوں کے بھیدوں کو بھی جاننے والا ہے۔ یعنی وہ اسرار کتنا ہی مخفی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی بھید مخفی نہیں رہتا۔

(آیت نمبر۱۴) کیا وہ نہیں جانتا کہ جس نے پیدا کیا۔ وہ ظاہر پوشیدہ سب کو جانتا ہے کیونکہ وہ لطیف ہے۔ یعنی تمام اشیاء کی باریکیوں کو بھی وہ جانتا ہے۔ یہاں تک کہ کالی رات میں سخت کالے پتھر پر چلنے والی چیونٹی پر بھی اس کی نظر ہے اور اسے وہ جانتا ہے اور ایسا خبیر ہے کہ وہ تمام باطنی امور کو بھی جاننے والا ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ ؕ

وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو تابع تم چلو اس کے راستوں میں اور کھاؤ اس کے رزق سے

وَاِلَیۡهِ النُّشُوۡرُ ﴿۱۵﴾

اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۴) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لطیف وہ ہوتا ہے۔ جو تمام مصلحتوں کی باریکیوں کو بھی جانے اور ان کی گہرائی سے بھی مطلع ہو۔ بلکہ تمام دقیق امور سے باخبر ہو۔

حکایت: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہمیں سفر کے دوران کھانا نہ ملا تو ہم حضرت ابراہیم خواص کی خدمت میں چلے گئے۔ بھوک سخت لگی ہوئی تھی۔ میں نے دل میں سوچا کہ ہم تو یہاں کھانے کی نیت سے آئے۔ اب معلوم نہیں یہ شیخ ہمارے دل کے حال سے واقف ہوگا یا نہیں۔ ابھی اسی خیال میں تھا کہ شیخ نے مجھے فرمایا۔ جو بھی ضرورت درپیش ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ سے کہی جائے کیونکہ وہ علیم ہے جو کچھ کہنا ہے۔ اسی سے کہو۔ اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے اور ہم اٹھ کر اپنے ڈیرے پر آ گئے۔ دیکھا تو ہماری ضروریات کی تمام اشیاء ہمیں مل گئیں۔ **سبق:** انسان پر لازم ہے کہ جب اس کا یہ عقیدہ ہے کہ میرا اللہ میرے ہر حال پر مطلع ہے بلکہ دل کے رازوں کو بھی وہ جانتا ہے تو پھر اسے چاہئے کہ وہ اپنے تمام کاموں کو اسی کی طرف پھیر دے جو کچھ مانگنا ہے۔ دل میں اسی سے مانگے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے لئے لطیف بھی خبیر بھی ہے۔

(آیت نمبر۱۵) وہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے فائدوں کیلئے زمین بنائی۔

زمین کی پیائش: حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زمین کی لمبائی چوڑائی پانچ سو سال کی راہ ہے۔ دو سو سال کی راہ پر صرف دریا اور سمندر ہیں۔ دو سو سال کی مسافت ابھی خالی پڑی ہے۔ اسی سال کی مسافت پر صرف یاجوج ماجوج ہیں۔ بیس سال کی مسافت میں باقی ساری مخلوق ہے۔ (اس کے علاوہ بھی بہت اقوال ہیں فیوض الرحمٰن میں پڑھ لیں)۔ آگے فرمایا۔ زمین کو نرم اور حد درجہ فرمانبردار بنایا تا کہ اس پر ٹھہرنا اور چلنا آسان ہو اور اس زمین سے انسانوں اور حیوانوں کیلئے ہر طرح کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ زمین کو ایسا بنایا۔ اس میں نفع ہی نفع حاصل ہوتا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے زمین بنانے کا ایک یہ مقصد بیان فرمایا کہ تم اس کے کناروں پر چل سکو اور فرمایا کہ اس کا رزق کھاؤ۔ یعنی زمین میں اللہ تعالیٰ نے جو جو تمہارے لئے نعمتیں پیدا کی ہیں۔ وہ کھاؤ۔ اگرچہ رزق عام ہے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾

کیا تم بے خوف ہوگئے اس سے جو آسمان میں ہے۔ کہ وہ دھنسا دے زمین میں جبھی تو وہ کانپتی ہے۔

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾

یا بے خوف ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ برسائے تم پر پتھر۔ پھر جلد جانو گے کیسا ہوا ڈرانا۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۵) لیکن اس سے مراد ہے کہ جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوئی اور وہ حلال ہے تو تم ضرور کھاؤ۔ حرام بھی اگرچہ رزق ہے لیکن اسے استعمال کرنا حرام ہے۔ آگے فرمایا اور اسی کی طرف مرنے کے بعد لوٹ کر جانا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھاؤ اور رب تبارک وتعالیٰ کا شکریہ ادا کرو۔

(آیت نمبر ۱٦) کیا تم اس ذات سے نڈر ہوگئے ہو۔ جو آسمانوں میں ہے۔ یعنی تم جو قرآن کو یا رسول کو جھٹلا رہے ہو تو تمہیں ڈر نہیں اس ذات کا جو آسمانوں میں ہے۔

وهم كا ازاله : آسمان کی تخصیص اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور زمین میں نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وہ اللہ تعالیٰ جو آسمانوں اور زمین ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ **فائده**: یہ بات یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی ایک جگہ ماننا یہ گمراہی ہے۔ اس لئے جہت یا سمت تو اس کیلئے ہوتی ہے۔ جس کا جسم ہو۔ اللہ تعالیٰ تو جسم جسمانیت سے منزہ ہے۔ لہٰذا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سلطنت ہے۔ **دوسرا جواب** : ہم جو دعا کے وقت آسمانوں کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ آسمان محل برکات ہے اور دعا کیلئے قبلہ جیسے خانہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔

فائده : نیز یہ آیت متشابہ آیات میں سے ہے۔ جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو فرمایا کہ کیا تم بے خوف ہوگئے ہو اس بات سے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر کرو گے اور اس سے ڈرتے رہو گے تو اسی زمین سے فائدے اٹھاؤ گے اور ناشکری کرو گے تو زمین میں دھنسا دیئے جاؤ گے۔ پھر تم زیادہ دیر اس پر نہیں ٹھہر سکو گے۔ تمہیں زمین اوپر سے نیچے دبا کرلے جائے گی۔

(آیت نمبر ۱۷) یا تم مطمئن ہوگئے ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھر برسادے آسمان سے۔ یعنی تمہارا شرک میں یوں سرکش ہونے کا تقاضا تو یہی ہے کہ تم پر پتھر برسیں لیکن تمہارے شرک کے باوجود اس نے تمہیں امان دے رکھی ہے۔ پھر تم جلد ہی جان لو گے کہ اس کا ڈرانا کیسا رہا یا جب میرا عذاب آ گیا۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ

اور تحقیق جھٹلایا ان سے پہلوں نے تو کیسا ہوا میرا انکار کرنا۔کیا نہیں دیکھے انہوں نے پرندے

فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾

اپنے اوپر پر پھیلائے اور پر سمیٹے۔نہیں روکتا انہیں سوائے رحمٰن کے بے شک وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۷) تو پھر میں تم سے پوچھوں گا کہ میرا عذاب کیسا ہے اور پھر تمہیں بھی یقین آ جائے گا۔اور میرے وعدے کا خلاف تو ہرگز نہیں ہوتا اور میرا عذاب سخت ہے۔اسے کوئی روک بھی نہیں سکتا۔

فائدہ: پچھلی آیت میں زمین کے اندر دھنسنے سے ڈرایا گیا اور اس آیت میں آسمان سے پتھر برسنے سے ڈرایا گیا تا کہ لوگ سبق حاصل کریں۔اپنے وقت کو ضائع نہ کریں اور فراغت کو غنیمت جانیں۔

حکایت: ایک اللہ والے رات کو تہجد کیلئے اٹھے تو سخت سردی تھی۔اوڑھنے کیلئے کوئی چیز نہ تھی۔سردی کی شدت سے رونے لگ گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا کہ یہ تھوڑی بات ہے کہ ہم نے تجھے اپنی بارگاہ میں حاضری کی توفیق دی جبکہ باقی لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔تیرا تہجد کیلئے اٹھنا میری نعمت ہے اور ان کا غفلت سے سونا میری سزا ہے۔تجھے میرا شکر ادا کرنا چاہئے نہ کہ صرف کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے رونا چاہئے۔

(آیت نمبر ۱۸) اور البتہ تحقیق ان سے پہلے جن لوگوں نے بھی جھٹلایا۔یعنی ان کفار مکہ سے پہلے سابقہ امتوں میں قوم نوح۔قوم عاد اور قوم ثمود نے اپنے اپنے نبیوں اور رسولوں کی جب تکذیب کی تو ان کو کوئی جا کر پوچھے کہ پھر میرا انکار کرنے پر جو ان پر عذاب آیا وہ کیسا تھا۔کتنا ہولناک اور خوفناک تھا۔**فائدہ**: گویا اس آیت میں تسلی دی گئی کہ اے میرے محبوب اگر کفار مکہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ان کے بڑے بھی نبیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے رہے۔

(آیت نمبر ۱۹) کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔یعنی وہ اتنے ہی غافل ہیں کہ وہ پرندوں کی طرف کیا نہیں دیکھتے جو ان کے سروں پر ہوا میں اڑ رہے ہیں۔کچھ وہ جو پر کھولے ہوئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پروں کو سمیٹے ہوئے ہیں اور اڑنے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔**فائدہ**: پرندے ہوا میں ایسے اڑتے ہیں۔جیسے پانی پر تیرتے ہیں تو انہیں گرنے سے کوئی نہیں روکتا مگر رحمٰن کہ جس کی رحمت ہر چیز پر پھیلی ہوئی ہے کہ اس نے انہیں مختلف شکلوں اور خصوصیتوں سے پیدا فرمایا اور ہوا میں اڑنے کا سلیقہ سکھایا۔(بلکہ جہاز کو دیکھ لیا جائے وہ کس کی رحمت سے اُڑ رہے ہیں)۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ

یا کوئی ہے وہ لشکر تمہارا جو مدد کرے تمہاری سوائے رحمان کے۔ نہیں ہیں کافر مگر

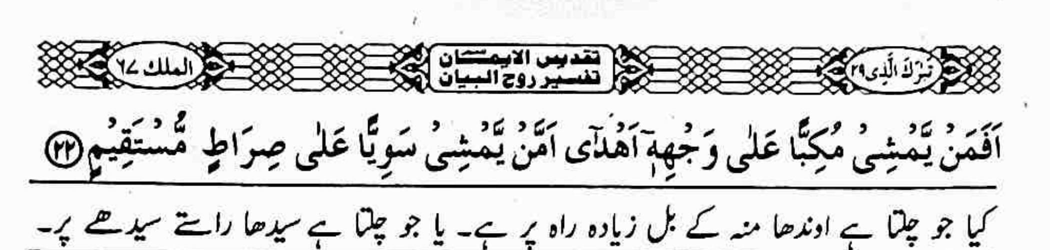
غُرُوْرٍ ۚ ⑳ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ㉑

دھوکے میں یا یہ کون ایسا ہے جو رزق دے تمہیں اگر روک لے وہ اپنی روزی بلکہ پڑے ہیں سرکشی اور نفرت میں

(بقیہ آیت نمبر ۱۹) **فائدہ:** ان کے طبعی تقاضے سے تو انہیں گرنا چاہئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں گرنے سے بچالیا۔ آگے فرمایا۔ بے شک وہ ہی ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔ یعنی اپنی مخلوق تحت الثریٰ سے عرش علیٰ تک کی ہر چیز پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور وہ سب کی حاجات کو پورا بھی کر رہا ہے۔

(آیت نمبر ۲۰) یا کون سا وہ لشکر ہے جو رحمان کے علاوہ تمہاری مدد کرے گا۔ یعنی جو بھی تمہارے گمان کے مطابق تمہارے لشکر یا تمہارے معبودان باطلہ وغیرہ ہیں۔ جو عذاب آنے پر اور آفات اترنے پر تمہاری اسی طرح مدد کریں۔ جیسے رحمان کی مدد پہنچتی ہے۔ یا یہ معنیٰ ہے کہ وہ تمہاری مدد کریں اور اس عذاب سے بچائیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر آئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ہی صفت ہے کہ وہ تمہاری مدد فرماتا ہے اور عذاب خسف اور پتھراؤ سے نجات دیتا ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ کافر لوگ نرے دھوکے میں ہی پڑے ہیں۔ یعنی ان کا جو یہ گمان ہے کہ وہ عذاب ومصائب سے بچ جائیں گے۔ یا بت انہیں کام آجائیں گے۔ اگر وہ پہلوں کے کام نہیں آئے تو تمہارے کام بھی نہیں آئیں گے۔ اس لئے کہ مصائب میں بچانے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یہ بات بھی شیطان کی طرف سے چلائی ہوئی بات ہے کہ انہیں بت بچالیں گے۔

(آیت نمبر ۲۱) کیا وہ ذات جو تمہیں رزق دیتا ہے۔ اگر وہ اپنا رزق روک لے۔ یعنی بارش ہی بند کر دے جو رزق کا سبب ہے۔ یا رزق تو موجود ہے لیکن ایسا مرض لاحق ہو کہ بندہ کچھ کھانے پر قادر ہی نہ ہو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ رزاق بھی ہے اور رزق سے فوائد بھی وہی عطا فرماتا ہے اور جنہیں تم معبود مانتے ہو وہ تو انتہائی حقیر وضعیف ہیں۔ **فائدہ:** کفار ایمان سے اس لئے کتراتے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے اس لئے دشمنی کرتے کہ انہیں دو باتوں کا بڑا بھروسہ تھا: (۱) بتوں سے خیر وبھلائی کی امید اور مصائب وآلام سے نجات کا ذریعہ۔ (۲) مال واولاد پر گھمنڈ تو اللہ تعالیٰ نے پچھلی دونوں آیات میں انکار فرمایا کہ نہ تمہیں تمہارا لشکر کام آئیگا اور نہ یہ بت تمہیں کوئی فائدہ دے سکتے ہیں۔ آگے فرمایا۔ بلکہ تم سرکشی اور نفرت میں پڑے ہوئے ہو۔



اَفَمَنْ يَّمْشِىْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِىْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾

کیا جو چلتا ہے اوندھا منہ کے بل زیادہ راہ پر ہے۔ یا جو چلتا ہے سیدھا راستے سیدھے پر۔

قُلْ هُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

فرمادووہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں اور بنائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں۔ اور دل تھوڑا ہے جو تم شکر کرتے ہو۔

قُلْ هُوَ الَّذِىْ ذَرَاَكُمْ فِى الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

فرمادووہی ہے جس نے پھیلایا تمہیں زمین میں اور اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔

(آیت نمبر۲۲) کیا پس جو اوندھے منہ چلتا ہے وہ زیادہ ہدایت پر ہے۔

فائدہ: اس آیت میں مومن موحد اور مشرک کی مثال دی گئی تا کہ حقیقت واضح ہو۔ تو فرمایا کہ ایک وہ ہے جو چلتے وقت قدم قدم پر منہ کے بل گر جاتا ہے اور راستہ سے بھی بھٹکا ہوا ہے کیا وہ ہدایت والا ہے یا وہ جو سیدھا چلتا ہے اور گرتا بھی نہیں اور صراط مستقیم پر چلا جارہا ہے۔ **فائدہ**: حضرت قتادہ فرماتے ہیں۔ اس سے وہ کافر مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرے الٹے راہ چلتا ہے۔ وہ بروز قیامت جہنم میں بھی اوندھا ہی کر کے گرایا جائیگا اور مومن جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر سیدھا چل رہا ہے۔ اسے قیامت کے دن پوری عزت واکرام سے جنت میں لے جایا جائیگا۔

(آیت نمبر۲۳) اے محبوب آپ فرمادیں۔ اللہ وحدہ لاشریک کی وہ ذات ہے۔ جس نے تمہیں پیدا فرمایا۔ اور تمہیں خوبصورتی اور عقل میں یکتا بنایا۔ تمہیں سننے کیلئے کان عطا فرمائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سنو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ اسی طرح تمہاری آنکھیں بنائیں۔ جن سے اللہ کے مظاہر کو دیکھو کہ وہ کیسے باکمال ہیں اور دل دیئے کہ تم ان میں غور وفکر کرو اور جو چیزیں دیکھنے اور سننے میں آئیں۔ انہیں دل اپنے اندر سمولے لیکن ان نعمتوں پر جو تم شکر کرتے ہو وہ بہت تھوڑا ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ **فائدہ**: ایک عارف نے کہا۔ اگر ایک ہزار سال میں سجدہ میں گزاروں تو بھی اللہ تعالیٰ کے ایک دن کے فضل وکرم کا شکریہ بھی مکمل ادا نہ ہو۔

(آیت نمبر۲۴) اے محبوب فرمادیں۔ وہ ذات جس نے تمہیں پیدا بھی کیا اور بہت زیادہ کر کے زمین میں پھیلادیا۔ **فائدہ**: یہ کام کسی اور نے نہیں کیا۔ یہ صرف اور صرف اسی نے کیا۔ لہذا یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ وہ بروز قیامت اسی کی بارگاہ اقدس میں لوٹائے جائیں گے۔ جہاں حساب وکتاب کے بعد جزاء وسزا ہوگی۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪

اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر ہو تم سچے۔ فرمادو سوائے اس کے نہیں سارا علم اللہ کے پاس ہے

وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور بے شک میں ڈر سنانے والا ہوں۔ کھلا پھر جب دیکھیں گے اس کو قریب سے تو بگڑ جائیں گے چہرے کافروں کے

وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

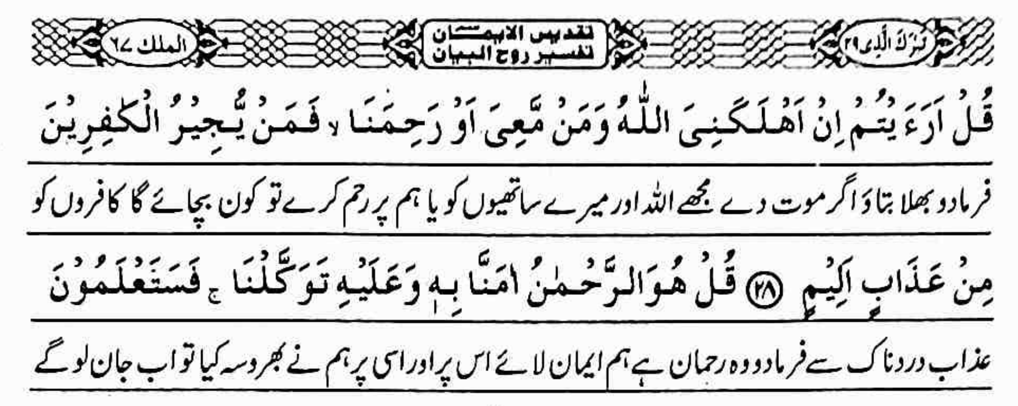
اور کہا جائیگا یہ ہے وہ جسے تم تھے مانگا کرتے۔

(بقیہ آیت نمبر ۲۴) **سبق**: دنیا میں آنے کی طرح برزخ (قبر) میں جانا بھی ایک ایک کر کے ہوا مگر قیامت کے دن سب کے سب اکٹھے اٹھ کھڑے ہونگے۔ آخرت کے تمام امور یہاں سے مختلف ہیں۔ لہذا آخرت کا معاملہ نیک اعمال کر کے یہاں سے ہی درست کر کے لے جاؤ۔ وہاں موقع نہیں دیا جائیگا۔ کہ تم اب اپنے احوال درست کرلو۔

(آیت نمبر ۲۵) یہ مشرکین اپنے عناد و تکبر کی وجہ سے پوچھتے ہیں۔ وہ قیامت کا وعدہ کب ہے۔ یہ وہ استہزاء ٹھٹھہ مخول کرتے ہوئے مسلمانوں سے کہتے کہ اگر اپنے قول میں سچے ہو تو بتلاؤ کہ قیامت کس دن آئے گی۔
فائدہ: اس میں مخاطب نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان ہیں۔ (گویا وہ اس وعدہ کو معاذ اللہ جھوٹ تصور کرتے تھے)۔

(آیت نمبر ۲۶) اے افضل الخلق محبوب ان کو فرمادیں۔ سوائے اس کے نہیں قیامت کا حقیقی تعین اور علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جس نے تمام اشیاء کو مقدر فرمایا اور تمام امور کی تدبیر بنانے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی اس کے بارے آگاہ نہیں ہے۔ آگے فرمایا سوا اس کے نہیں میں تو تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ ایسی زبان میں جو تم جانتے ہو۔ حق کو ظاہر کرنے والا اور واقع کو کھول کر بیان کرنے والا ہوں اور تمہیں اس بات سے ڈراتا ہوں کہ جس قیامت کا وعدہ دیئے گئے ہو۔ وہ لامحالہ ہو کر رہے گا۔ **فائدہ**: یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔ قیامت کو پوشیدہ رکھنے میں جو حکمت ہے وہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی تقدیر کیا ہے اور اس کا خاتمہ کیسا ہے؟

(آیت نمبر ۲۷) پس جب انہوں نے اسے دیکھا۔ یعنی جب ان پر وہ موعود وقت آیا اور اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیں گے۔ کہ وہ بالکل سامنے ہے تو دیکھتے ہی کافروں کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ کیوں کہ ذلت وخواری قریب دیکھ رہے ہوں گے۔ فرشتے سختی کے ساتھ ان کو جہنم کی طرف دھکیل کر لے جارہے ہوں گے۔



قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ

فرمادو بھلا بتاؤ اگر موت دے مجھے اللہ اور میرے ساتھیوں کو یا ہم پر رحم کرے تو کون بچائے گا کافروں کو

مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ

عذاب دردناک سے فرمادو وہ رحمان ہے ہم ایمان لائے اس پر اور اسی پر ہم نے بھروسہ کیا تو اب جان لو گے

مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٩﴾

کہ کون ہے وہ جو گمراہی کھلی میں ہے

(بقیہ آیت نمبر ۲۷) **فائدہ:** اس سے کفر کی مذمت مطلوب ہے کہ ان کافروں کے چہرے بگڑ کر سیاہ ہو جائیں گے۔ جیسے قاتل کو پھانسی کے سامنے لایا جائے تو اس کا برا حال ہوتا ہے تو اس وقت انہیں زجر وتوبیخ کے ساتھ یہ بتایا جائیگا۔ یہ وہی ہے جسے تم دنیا میں مانگا کرتے تھے اور دعویٰ کرتے کہ نہ قیامت ہے نہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے۔

(آیت نمبر ۲۸) اے خیر خلق محبوب ان کو فرمائیں۔ تم مجھے ذرا بتاؤ تو۔ اگر میرا رب مجھے وفات دے دے۔ ہلاک کا لفظ اس لئے فرمایا کہ کافر حضور ﷺ کیلئے یہی لفظ اکثر استعمال کرتے تھے اور مسلمانوں کیلئے بھی ہلاکت کی انتظار کرتے تھے اور کہتے تھے۔ عنقریب محمد (ﷺ) ختم ہو جائیں گے تو یہ سارا سلسلہ ختم ہو جائیگا۔ آگے نہیں چل سکے گا۔ اس لئے فرمایا کہ میں اور ساتھی وفات پائیں۔ یا ہمارا رب کریم ہم پر رحم فرمائے کہ چند دن اور مہلت مل جائے اور پھر ہم اس کے رحمت والے گھر میں چلے جائیں۔ ہر صورت ہمیں اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی امید ہے: (۱) اگر ہم زندہ رہے تو ہمارے لئے فتح ونصرت کے دروازے کھلیں گے اور اسلام پھیل جائیگا۔ (۲) اور اگر دنیا سے چلے گئے تو جنت ملے گی۔ **فائدہ:** لیکن تم یہ بتاؤ تمہیں دردناک عذاب سے کون بچائے گا۔

(آیت نمبر ۲۹) اے مخلوق پر شفیق نبی انہیں فرمادیں کہ وہ بہت بڑا مہربان رب ہے۔ جس پر ہم ایمان لائے۔ ہم نے اس نعمتیں دینے والے رب تعالیٰ کے ساتھ تمہاری طرح کفر نہیں کیا اور اب بھی ہمارا اسی ذات پر بھروسہ ہے۔ تمام معاملات ہم نے اسی کے سپرد کئے۔ تمہاری طرح بتوں وغیرہ پر ہمارا بھروسہ نہیں ہے۔ نہ مال پر نہ اولاد پر نہ بتوں پر۔ جیسے تم نے بھروسہ کیا ہوا ہے۔ پس اے کفار مکہ عنقریب تم جان لو گے کہ جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے تو پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ کون کھلی گمراہی میں ہے تم ہو یا ہم ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾

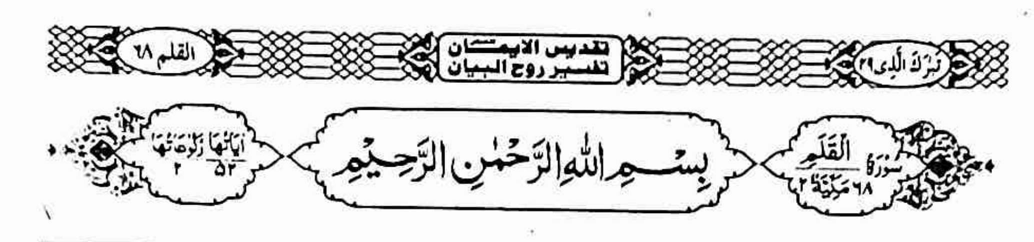
فرمادو بھلا بتاؤ اگر صبح کے وقت پانی تمہارا دھنس جائے تو کون ہے جو لے آئے تمہارا پانی بہتا ہوا۔

(آیت نمبر ۳۰) اے اکرم الخلق محبوب ان سے پوچھ دیں۔ بھلا بتاؤ اگر تمہارا پانی جو تم پیتے ہو۔ یہ زمین میں چلا جائے اور اتنا گہرائی میں چلا جائے کہ تمہیں وہاں تک رسائی نہ ہو سکے۔ کسی بھی حیلہ سے حاصل نہ کیا جا سکے تو تمہیں کون یہ چشمے دار پانی لا کر دے گا۔ **مسئلہ**: آثار میں ہے کہ سورہ ملک ختم کرنے کے بعد پڑھنا چاہئے: "**الحمد لله رب العالمین**" یعنی اللہ رب العالمین لا کر دے گا اور کون لا سکتا ہے۔

حکایت: ایک زندیق نے اس آیت کو سن کر کہا۔ مزدور لگا کر دوسرا نکال لیں گے۔ اگلی رات کو وہی اندھا ہو گیا۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی۔ تیری آنکھ سے پانی کہیں اور دھنس گیا اب مزدور لگا کر نکال لے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتے ہیں۔ اس جراۃ پر جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کرے۔ اور قرآن کی عزت نہ کرے

سورہ ملک کے بے شمار فضائل ہیں: حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایک سورۃ ہے۔ جس کی تیس آیات ہیں۔ اس کو پڑھنے والا جہنم میں بھی گیا۔ تو یہ سورۃ اسے جہنم سے نکال کر جنت میں لے جائے گی۔ **حدیث** نمبر۲: حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ یہ سورۃ ہر مومن کے دل میں ہو۔ یعنی اسے زبانی یاد ہو۔ **حدیث** نمبر۳: حضور ﷺ ہمیشہ اس سورۃ کو پڑھ کر سویا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو اس سورت کو پڑھے اسے قیامت کے دن فرشتے اپنے پروں پر اٹھا کر لائیں گے اور اس کا چہرا یوسف علیہ السلام کی طرح خوبصورت ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لاعلمی میں رات کو ایک قبر پر خیمہ لگا دیا۔ تو پوری رات اس قبر سے سورۂ ملک پڑھنے کی آواز آتی رہی۔ اس بات کے بارے میں جب حضور ﷺ سے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ قبر دنیا میں اس سورت کو پڑھتا تھا اور فرمایا کہ یہ سورہ مانعہ بھی ہے کہ عذاب کو روکتی ہے۔ اور یہ منجیہ بھی ہے۔ یعنی عذاب قبر سے بچانے والی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس سورت کے پڑھنے والے پر اگر عذاب سر کی طرف سے آیا۔ تو آواز آئے گی۔ کہ تو اس تک نہیں آ سکتا۔ کہ یہ اس سر سے اس سورۃ کو پڑھتا تھا۔ اگر پاؤں کی طرف سے آیا پھر کہا جائیگا۔ کہ یہ ان ہی پاؤں پر کھڑے ہو کر اس کو پڑھا کرتا تھا۔ اگر پیٹ کی طرف سے آیا تو کہا جائے گا۔ اس کے پیٹ میں بھی یہ سورۃ موجود ہے۔ یعنی اسے زبانی یاد ہے۔ اسی لئے اس سورۃ کو مردوں کے پاس اکثر پڑھا جاتا ہے۔ مزید فضائل فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں۔

اختتام سورہ ملک ۳۱۔ مئی بمطابق ۵ رمضان المبارک بروز بدھ صبح آٹھ بجے



نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ②

قسم ہے قلم کی اور جو وہ لکھتے ہیں نہیں آپ فضل ربی سے دیوانے

(آیت نمبر۱) نون کے متعلق بعض بزرگوں نے فرمایا کہ یہ اسم نور اور ناصر کی کنجی ہے۔ **فائدہ**: بعض نے لکھا کہ نون حضور ﷺ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے یا یہ حضور ﷺ کے اسم نور کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے فرمایا: (اول ما خلق اللہ نوری) لہذا یہ ان اس نور کا جزء ہے۔ یا اس نون سے مراد یونس علیہ السلام والی مچھلی ہے۔ جس کے پیٹ میں آپ کچھ عرصہ رہے۔ اسی وجہ سے یونس علیہ السلام کو ذوالنون کہا جاتا ہے۔ نون کی قسم کے بعد والقلم کہہ کر قلم کی قسم کھائی۔ اس سے مراد لوح و قلم ہے۔ جیسے **حدیث** میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔ پھر اسے فرمایا لکھ۔ تو اس نے جو اس سے پہلے ہوا اور جو قیامت تک ہوگا۔ وہ سب لکھ دیا۔ اسی کو تقدیر کی قلم کہا جاتا ہے۔ جس پر ایمان لانا فرض ہے۔ **فائدہ**: الوسیط میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمانے کے بعد نون کو پیدا فرمایا۔ ہوسکتا ہے۔ اس سے مراد دوات ہو۔ جس میں سیاہی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کی شکل دوات والی ہے ان دونوں کی آپس میں نسبت بھی ہے۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ممکن ہے۔ اس سے مراد کراماً کاتبین کی قلم ہو۔ آگے فرمایا۔ اس کی قسم جو وہ لکھتے ہیں۔ اسی لئے جب ایک لائن لکھی جائے تو اسے ایک سطر کہا جاتا ہے۔ پھر معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے قسم یاد فرمائی۔ اصحاب قلم کی جو آسمانوں اور زمینوں میں کتاب اور کلام الٰہی لکھتے ہیں۔

(آیت نمبر۲) اے میرے محبوب آپ اپنے رب تعالیٰ کی نعمت سے مجنون نہیں ہیں یہ جواب قسم ہے۔ جنون کا مطلب ہے۔ عقل و نفس کے درمیان کسی چیز کا حائل ہونا۔ **فائدہ**: یعنی اے محمد ﷺ ہمیں قلم کی قسم آپ کو جنون نہیں ہے۔ **فائدہ**: یہ حضور سرور عالم ﷺ کی تنزیہہ ہے کہ جو کچھ کفار بک رہے تھے۔ وہ محض حسد و عداوت سے آپ کی طرف جنون کی نسبت کر رہے تھے۔ اسی طرح کاہن یا شاعر وغیرہ بھی عداوت سے کہتے تھے۔

شان نزول: وحی کی ابتداء میں جب حضور ﷺ نے کفار مکہ کو شرک سے روکا اور توحید کا حکم دیا تو کفار نے (جو پہلے صادق و امین کہتے تھے) مجنون کہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے۔ آپ میں کوئی جنون وغیرہ نہیں ہے۔ یہ بات محض دشمنی سے کہتے تھے۔

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝۳ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴

اور بے شک آپ کے لئے ثواب ہے بے انتہاء۔ اور بے شک آپ ضرور اعلیٰ بڑے اخلاق والے ہیں۔

(بقیہ آیت نمبر۲) **فائدہ**: اسی تفسیر کی پہلی جلد میں گذرا ہے کہ حضور ﷺ تو ازل سے ابد تک کے علوم جانتے تھے۔ یہی مذہب اہل سنت کا ہے بلکہ تمام سلف صالحین کا ہے۔ (اسی عقیدے کی مشکوٰۃ شریف باب الوضوء میں حدیث تصدیق کرتی ہے)۔ لیکن حضور ﷺ کے تمام علوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے۔

(آیت نمبر۳) اور بے شک آپ کا اجر وثواب کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ بلکہ تمام امت کے اجر وثواب سے زیادہ ہے۔ **فائدہ**: کاشفی فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے۔ آپ پر کوئی منت واحسان نہیں ہے۔ محض اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ آپ کو نواز رہا ہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں۔ اجر غیر ممنون کا یہ مطلب ہے کہ آپ کی شفاعت قبول ہے۔ آپ اہل کبائر کی شفاعت کریں گے۔ آپ کو امت کے معاملے میں ناامید نہیں فرمایا جائے گا۔

(آیت نمبر۴) بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں کہ جس مرتبے پر مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (۱) آپ متخلق باخلاق اللہ ہیں۔ (۲) اور مؤید بتائید القدسی ہیں۔ اسی لئے آپ کافروں کے افتراء سے متاثر نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی اذیتوں پر صبر فرماتے ہیں کیونکہ آپ کی مدد اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔

نکتہ: لفظ علیٰ سے معلوم ہوا کہ آپ کے تمام اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ ہیں۔ گویا یہ آپ کی طبیعت کا حصہ بن گئے اور آپ کے اخلاق میں کوئی تکلف نہیں ہے۔ کیونکہ تکلف زیادہ دیر نہیں ٹھہرتا۔

حضور ﷺ کی شان: قرآن میں حضور ﷺ کے اخلاق کو عظیم کہا گیا۔ اس میں اشارہ ہے کہ حضور ﷺ مکارم اخلاق کے جامع ہیں۔ یعنی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی اعلیٰ صفات کو حضور میں جمع کر دیا گیا کیونکہ ہر نبی علیہ السلام میں مخصوص قسم کا خلق موجود تھا۔ ان تمام اخلاق کو حضور ﷺ میں جمع کر کے فرمایا کہ سابقہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں جو اخلاق متفرق تھے۔ وہ آپ کی ذات میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ آپ کا ہر عمل مقبول تھا کیونکہ وہ محض رضاء الٰہی کیلئے تھا۔ صدیقہ کائنات نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے اخلاق قرآن ہے۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا مجھے بھیجا ہی اس لئے گیا کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔ (رواہ ابن ماجہ)

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۙ ⑤ بِاَيِّىكُمُ الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ

عنقریب تم بھی دیکھو وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ کون تم میں مجنون ہے بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون

ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۪ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑧

بھٹکا ہے سیدھی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔ تو نہ بات مانیں جھٹلانے والوں کو

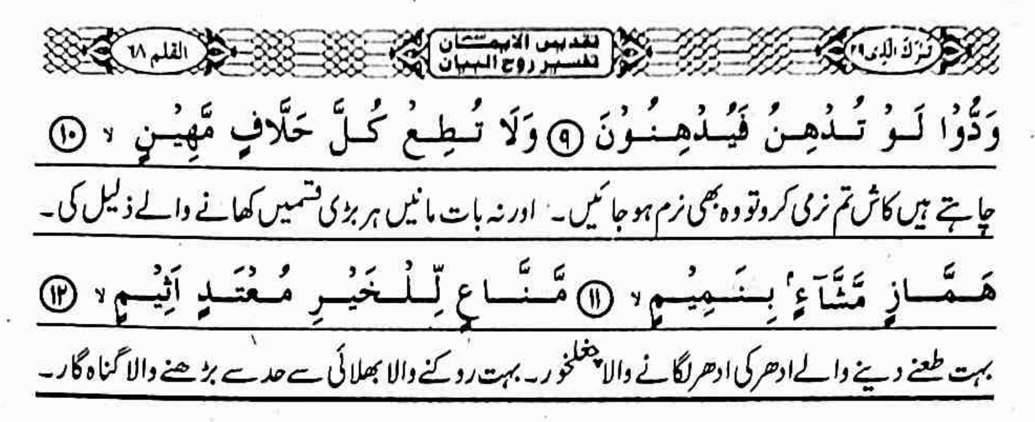
(آیت نمبر ۵) بس عنقریب آپ دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ یعنی جب قیامت کا دن آئیگا تو تم سب جان لو گے جب حق و باطل واضح ہو جائے گا۔ **فائدہ**: اس دیکھنے سے مراد دل اور آنکھ سے دیکھنا ہے۔ قاشانی مرحوم نے فرمایا کہ موت کے وقت جب پردے ہٹ جائیں گے تو پھر تم بھی دیکھ لو گے وہ بھی دیکھ لیں گے۔

فائدہ: کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ جب ان پر عذاب نازل ہوگا تو پھر انہیں معلوم ہو جائیگا کہ مجنون کون ہے۔ اس آیت میں حضور ﷺ اور مسلمانوں کو غلبہ کا وعدہ دیا گیا اور دشمنان اسلام کیلئے اس میں وعید ہے۔

(آیت نمبر ۶) یہ معلوم ہوگا کہ تم میں مجنون کون ہے۔ یعنی دونوں گروہوں میں سے کون سے گروہ کو جنون ہے۔ اہل ایمان کو یا اہل کفر کو۔ اس خطاب سے صرف حضور ﷺ ہی خاص نہیں۔ بلکہ تمام امت اس میں داخل ہے۔
فائدہ: گویا یہ ابو جہل اور ولید پلید جیسے کفار کیلئے تعریض ہے۔

(آیت نمبر ۷) بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے۔ اس کو بھی جو سیدھی راہ پر ہے اور جو گمراہ ہو گیا اور دونوں جہانوں کی سعادتوں سے محروم ہو گیا۔ وہی اصل میں پاگل ہے۔ جسے اپنے نقصان کا احساس نہیں ہو رہا۔ بلکہ وہ نقصان کو اپنے لئے نفع مند سمجھ رہا ہے۔ اسی لئے اسے بہت پسند کرتا ہے اور نفع کو نقصان سمجھ کر اس سے دور بھاگتا ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ جو نقصان دہ راستہ سے کنارہ کش ہیں۔ وہی عقل والے ہیں۔ جو حق کی طرف رجوع رکھتے ہیں۔ اسی استحقاق کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کو اچھی جزاء دے گا۔ اور کفار کو کفر کی سزا دے گا۔ **فائدہ**: معلوم ہوا۔ اصل مجنون اور پاگل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔

(آیت نمبر ۸) تم جھٹلانے والوں کی بات نہ مانو۔ یعنی جب تمہیں معلوم ہو گیا تو اب جس طرف وہ تمہیں بلاتے ہیں۔ ان کی ایک نہ مانو۔ بلکہ ان سے دور ہی رہو۔ **فائدہ**: ظاہراً تو خطاب حضور ﷺ کو ہے۔ لیکن حقیقتاً ساری امت کو ہے۔



وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ⑨ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ ⑩

چاہتے ہیں کاش تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔ اور نہ بات مانیں ہر بڑی قسمیں کھانے والے ذلیل کی۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۙ ⑪ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ ⑫

بہت طعنے دینے والے ادھر کی ادھر لگانے والا چغلخور۔ بہت روکنے والا بھلائی سے حد سے بڑھنے والا گناہ گار۔

(بقیہ آیت نمبر۸) **مسئلہ**: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نافرمانوں کی اطاعت سخت گناہ ہے اور سرکش کے پیچھے چلنا اس کی سرکشی میں حصہ دار بنتا ہے۔

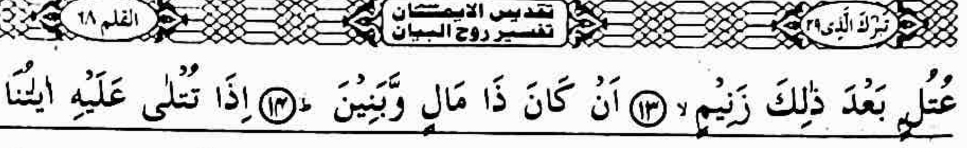
(آیت نمبر۹) وہ چاہتے ہیں کہ کاش تم نرم ہو جاؤ۔ یعنی بتوں کے بارے میں ان سے نرمی اور چشم پوشی کرو۔ اور انہیں توحید کی طرف بلانا چھوڑ دو۔ تو پھر وہ بھی نرم ہو جائیں۔ یعنی مسلمانوں پر طعن و تشنیع چھوڑ دیں۔ مطلب یہ ہے کہ کفار اس طمع پر ہیں کہ تم ان سے نرمی کا برتاؤ کرو۔ کہ انہیں وعظ ونصیحت نہ کرو برائیوں میں منہمک رہنے دو۔ اور گونا گوں خواہشات نفسانیہ پر انہیں کھلا چھوڑ دیں۔ (اسی طرح کی نرم پالیسی آج بھی بدمذاہب اہل سنت سے چاہتے ہیں)۔

(آیت نمبر۱۰) اے محبوب اس کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہے کیونکہ وہ جھوٹی قسمیں کھا کر بات منواتا ہے اور وہ ذلیل وحقیر ہے کیوں کہ وہ عظمت الٰہی کو نہیں جانتا اس لئے وہ بہت قسمیں کھاتا ہے۔ **فائدہ**: یہ تمام باتیں ظاہراً تو ولید کے متعلق تھیں۔ مگر مراد سب کافر ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ بہت قسمیں کھانے والا اصل میں اپنے جھوٹ کو چھپانا چاہتا ہے۔

(آیت نمبر۱۱) وہ بہت زیادہ طعنے مارنے والا اور پیٹھ پیچھے لوگوں کے عیب نکالنے والا۔

حدیث شریف میں ہے۔ مومن نہ لعنت کرنے والا ہے۔ نہ طعنے مارنے والا (رواہ مسلم)۔ اور صد مبارک ہے وہ شخص جسے اپنے عیبوں نے دوسروں کے عیبوں سے دور رکھا ہے۔ (اخرجہ البزاز) البتہ لوگوں کی معصیت کو حاکم کے سامنے بیان کر سکتا ہے۔ یعنی چور یا ڈاکو وغیرہ کے کرتوت کو حکام تک پہنچائے تو یہ اس زمرے میں نہیں آتا۔ آگے فرمایا۔ ادھر کی ادھر لگانے والا۔ چغلخور۔ جس کی باتوں سے جھگڑا اور فساد برپا ہو۔ (یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔)

(آیت نمبر۱۲) بھلائی سے منع کرنے والا۔ یعنی جو لوگوں کو ایمان اور اطاعت سے روکے۔ اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔ جس کے دس لڑکے تھے اور یہ بہت بڑا مالدار تھا اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے منع کرتا تھا اور کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین سے کوئی فائدہ نہیں۔ (معاذ اللہ)۔ آگے فرمایا کہ حد سے بڑھ کر ظلم کرنے والا اور حد سے زیادہ گناہ گار۔



عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ؕ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا

تندمزاج بعداس کے طرہ یہ کہ بے اصل ہے یہ کہ ہے مال اور اولا دوالا جب پڑھی جاتیں اس پر ہماری آیتیں

قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

تو کہتا کہ قصے ہیں پہلے لوگوں کے عنقریب داغیں گے اس کی تھوتھنی کو۔

(آیت نمبر۱۳) خشک مزاج سخت طبیعت تندمزاج اتنی خرابیوں کے بعد یہ کہ وہ حرام زادہ ہے۔یعنی اپنے باپ کا ہی نہیں۔ **شان نزول** : یہ اور سابقہ تمام صفات ولید کافر کی بیان ہوئیں کیونکہ اس نے حضور ﷺ کو مجنون کہا۔تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ میرے محبوب کو مجنون کہنے والا خود کیسی کیسی صفات والا ہے۔

عجوبہ :اس آیت کے اترنے سے پہلے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ولید حرام زادہ ہے۔اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔اس نے ماں سے پوچھا کہ کیا یہ بات صحیح ہے تو ماں نے تصدیق کر دی تو گویا حضور ﷺ کی بے ادبی سے ماں کی خطا بھی معلوم ہوئی۔جس نے اسے پوری دنیا کے سامنے ذلیل کر دیا۔

(آیت نمبر۱۴) یہ کہ وہ صاحب مال واولاد ہے۔یعنی مال واولاد کے نخرے میں اس نے حضور ﷺ کی شان میں بکواس کیا گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان بری صفات والوں کی بات ہرگز نہ مانو۔خواہ وہ بہت مال اولاد والا ہے۔یہ مال واولاد دنیا میں کام آسکتے ہیں۔آخرت میں کام نہیں آئیں گے۔وہاں ایمان اور نیک عمل ہی کام آئیں گے۔

(آیت نمبر۱۵) جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے۔یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔یعنی یہ ایسی باتیں ہیں جو اپنے گمان کے مطابق بنا کر لکھ لی گئی ہیں۔اس نبی نے لکھ لیں پھر تم پر پڑھ دیں۔جو پہلے لوگوں کے افسانے بنائے گئے۔ **فائدہ**:یعنی ہم نے اس بدبخت کو نعمتیں دیں اور کثرت سے مال و دولت دیا لیکن اس نے شکر کے بجائے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا۔

(آیت نمبر۱۶) عنقریب ہم اس کی تھوتھنی کو داغیں گے۔یعنی اس کی عزت کو ذلت میں بدل دیں گے کیونکہ ناک ہی انسان کے چہرے پر عزت والی جگہ ہے۔ **نکتہ**:ناک کو خرطوم کہنا۔اصل میں اس کی ذلت وحقارت مقصود ہے۔خرطوم ہاتھی اور خنزیر کی ناک کو کہا جاتا ہے۔ **فائدہ** :صاحب کشاف نے کہا۔اس سے اس کی وہ ذلت مراد ہے۔ جو اسے دائماً نصیب ہوئی۔بعض نے کہا اس سے مراد اس کی آخرت کی ذلت ہے کہ پوری دنیا کے سامنے اس کا چہرہ سخت کالا ہوگا۔نبی علیہ السلام سے عداوت کی نحوست اس کے چہرے پر نمایاں ہوگی۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۙ ﴿۱۷﴾

بے شک ہم نے انہیں آزمایا جیسے آزمایا ہم نے باغ والوں کو جب قسم کھائی کہ ضرور ہم کاٹ لیں گے کھیت صبح کو۔

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور ان شاء اللہ نہ کہی۔ تو پھر گیا اس پر پھرنے والا تیرے رب کی طرف سے اور وہ سو رہے تھے۔

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۙ ﴿۲۰﴾

تو صبح کو ہو گیا پھل ٹوٹا۔

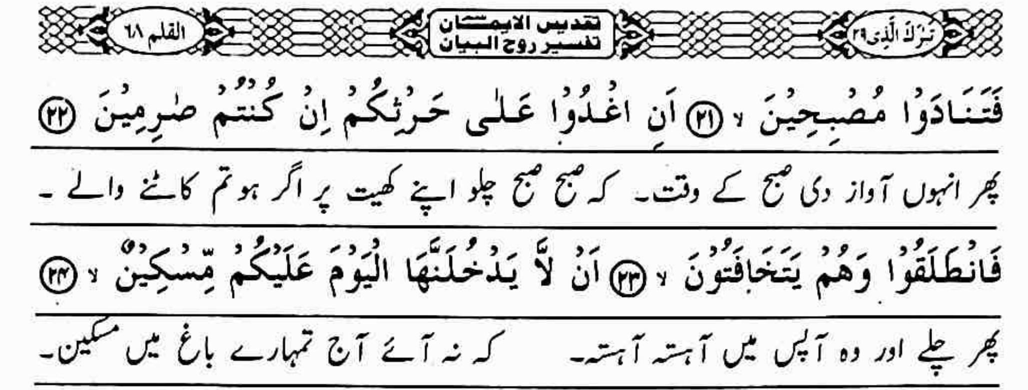
(آیت نمبر ۱۷) بے شک ہم نے انہیں آزمایا۔ یعنی مکہ والوں کو آزمائش میں ڈالا کہ حضور ﷺ کی بددعا سے انہیں قحط میں سات سال تک مبتلا کیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مردار ہڈیاں اور چمڑے اور خون تک کھا لیا۔ اس لئے کہ انہوں نے نعمتوں پر ناشکری تکبر اور سرکشی کی۔ آگے فرمایا جیسے باغ والوں کو آزمایا۔

واقعہ: صنعاء میں ایک بندۂ خدا کا باغ تھا۔ جو دو فرسخ تک پھیلا ہوا تھا۔ جس کے تین بیٹے تھے۔ باپ تو نیک آدمی تھا۔ جو باغ کا پھل زیادہ تر غریبوں کو دیتا تھا۔ غریبوں کے اس نے باقاعدہ حصے مقرر کئے ہوئے تھے۔ جب وہ فوت ہو گیا۔ تو بیٹوں نے سوچا۔ اگر ہم نے والد کی طرح خیرات کی تو ہمارے لئے کچھ نہیں بچے گا۔ لہٰذا انہوں نے قسمیں کھا لیں کہ باغ کا پھل صبح ہونے سے پہلے پہلے اتار کر لے آئیں گے۔ یعنی انتہائی بخل سے کام لیا۔

(آیت نمبر ۱۸) لیکن وہ ان شاء اللہ نہ کہہ سکے۔ ان کی آپس میں گفتگو ہی بری تھی۔ استثناء نہ کرنے نے انہیں مزید محروم القسمۃ بنا دیا۔ چونکہ انہوں نے دو غلطیاں کیں: (۱) یہ کہ باپ کی مخالفت کی اور (۲) یہ کہ بخل کی انتہاء کی۔ پھر (۳) یہ کہ ان شاء اللہ بھی نہیں کہا۔ **فائدہ**: جب اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو اپنا نام لینے کی توفیق ہی نہیں دیتا۔

(آیت نمبر ۱۹) تو اس کا گھیرا کر کے پھرنے والا پھر گیا۔ یعنی تیرے رب کی طرف سے آنے والی آگ نے باغ کا صفایا کر دیا اور یہ مصیبت رات کو آئی جبکہ وہ غفلت کی نیند سو رہے تھے اور ادھر ان کا باغ اجڑ چکا تھا۔ وہ اپنا پلان بنا رہے تھے کہ صبح کے وقت ایسے جائیں گے کہ غریبوں کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔

(آیت نمبر ۲۰) تو صبح کے وقت تک پھل تو درکنار باغ ہی جڑوں سے نکل کر اکھڑ چکا تھا کہ آسمانی آفت نے آ کر باغ کو مکمل طور پر نیست و نابود کر دیا تھا۔ پورا باغ راکھ کا ڈھیر بن گیا۔



فَتَنَادَوْا مُصْبِحِیْنَ ۙ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰی حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِیْنَ ﴿۲۲﴾

پھر انہوں آواز دی صبح کے وقت۔ کہ صبح صبح چلو اپنے کھیت پر اگر ہو تم کاٹنے والے۔

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ یَتَخَافَتُوْنَ ۙ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِّسْكِیْنٌ ۙ ﴿۲۴﴾

پھر چلے اور وہ آپس میں آہستہ آہستہ۔ کہ نہ آئے آج تمہارے باغ میں مسکین۔

وَّغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ ﴿۲۵﴾

اور صبح چلے اپنے ارادے پر قدرت سمجھتے۔

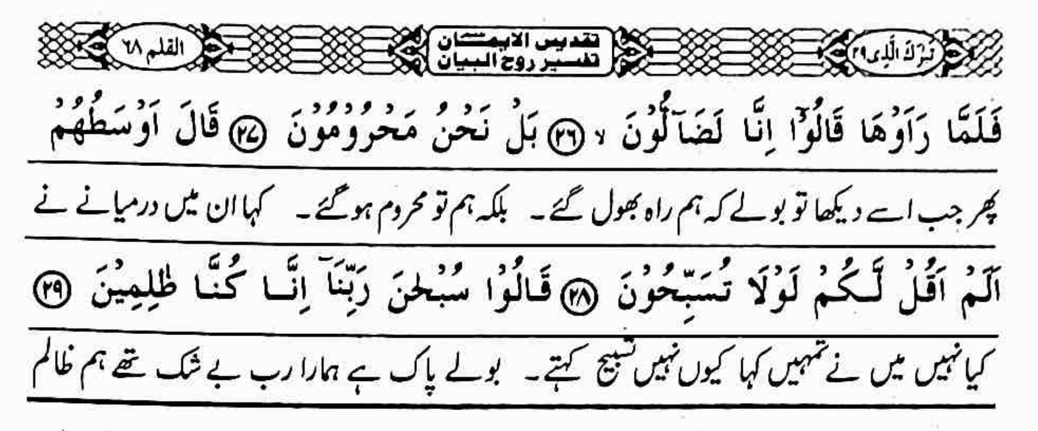
(آیت نمبر۲۱) اور ادھر وہ صبح کے وقت ایک دوسرے کو جگانے کیلئے آوازیں دے رہے تھے کہ ہم پروگرام کے مطابق جائیں اور جلدی جلدی باغ کا سارا پھل اتار کرلے آئیں۔ (کہیں زیادہ دیر نہ ہو جائے اور منصوبہ خاک میں نہ مل جائے)۔

(آیت نمبر۲۲) یہ کہ اندھیرے میں ہی اٹھو اور جلدی چلو تا کہ دن چڑھنے سے پہلے ہی اپنی کھیتی میں پہنچیں کہیں۔ اس لئے اگر باغ کا پھل کاٹ کرلانا ہے تو صبح صبح جلدی چلو تا کہ اپنا کام جلد کرآئیں۔ اور غریبوں کو پتہ نہ چلے۔

(آیت نمبر۲۳) اب وہ جلدی جلدی اٹھے اور اپنے باغ کی طرف چل پڑے اور آپس میں باتیں بہت آہستہ آہستہ کرتے ہوئے جارہے تھے تا کہ ان کی آواز کوئی اور سن نہ لے اور ان کے ساتھ نہ ہو جائے۔ اور قدم بھی زمین پر بڑے آہستہ آہستہ رکھ رہے تھے تا کہ غریبوں مسکینوں کو ہمارے منصوبے کا علم نہ ہو جائے۔

(آیت نمبر۲۴) ان کا پروگرام یہ تھا کہ ان کے باغ میں آج کوئی (غریب فقیر) مسکین وغیرہ نہ آسکے۔ چہ جائیکہ زیادہ آئیں اور اپنا اپنا حصہ نہ لے جائیں۔ یہ مسکین کو روکنے اور اسے محروم کرنے میں مبالغہ ہے۔

(آیت نمبر۲۵) لہٰذا وہ صبح صبح جلدی جلدی جارہے تھے۔ اپنے اس ارادے پر اپنے خیال کے مطابق قدرت پانے والے تھے۔ یعنی صبح جلدی اس لئے اٹھے تھے کہ آج اپنے باغ میں کسی مسکین کو نہیں داخل ہونے دیں گے اور وہ بزعم خویش کھیتی کاٹ کر گھر لانے پر قدرت رکھتے ہیں۔ **فائدہ:** لیکن انہیں سوائے ذلّت اور ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہ مسکینوں کو محروم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن محرومی ان کے اپنے گلے کا ہار بن گئی۔ (اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے)۔



فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ

پھر جب اسے دیکھا تو بولے کہ ہم راہ بھول گئے۔ بلکہ ہم تو محروم ہوگئے۔ کہا ان میں درمیانے نے

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

کیا نہیں میں نے تمہیں کہا کیوں نہیں تسبیح کہتے۔ بولے پاک ہے ہمارا رب بے شک تھے ہم ظالم

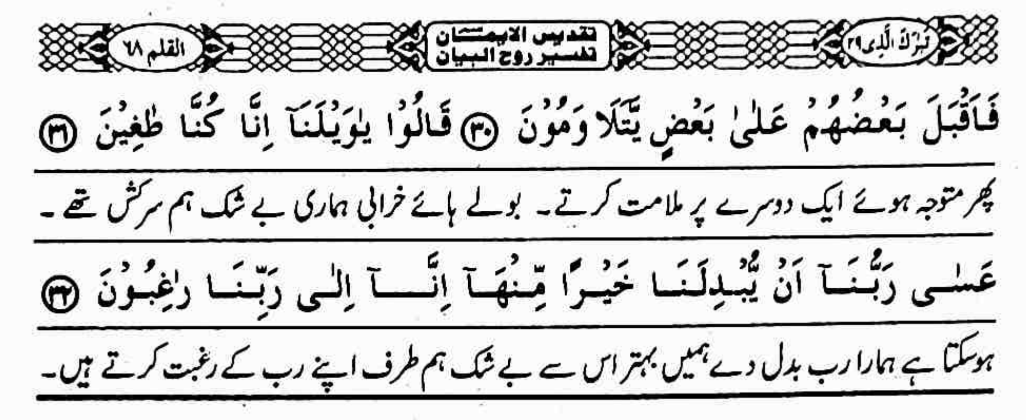
(آیت نمبر ۲۶) پھر جب وہ باغ والی جگہ پر پہنچے تو باغ کا حال ان کی سوچ کے خلاف تھا۔ (وہاں تو چٹیل میدان بن چکا تھا)۔ وہاں پہنچ کر کہنے لگے۔ شاید کہ ہم راستہ بھول گئے۔ یعنی باغ والی جگہ کو درختوں کے بغیر دیکھا اور تباہی اور بربادی دیکھ کر کہا۔ شاید ہم کسی اور طرف چلے گئے۔

(آیت نمبر ۲۷) فوراً ہی مغز بحال ہوا تو بولے کہ ہم بے نصیب ہوگئے۔ یعنی جب انہیں حقیقت کا علم ہوا تو سمجھ گئے ہم راستہ تو نہیں بھولے۔ البتہ ہم نے غریبوں کو محروم کرنا چاہا۔ الٹا ہم خود بے نصیب ہوگئے۔ ہمیں خیر و بھلائی سے اور اس باغ کے نفع اٹھانے سے محروم کر دیا گیا۔ یہ ہماری بری سوچ کا نتیجہ ہے۔

سبق: جب انسان کی نیت میں خرابی آتی ہے تو مالوں سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

(آیت نمبر ۲۸) ان میں سے جو عمر کے لحاظ سے درمیانی عمر کا تھا۔ یا افراط و تفریط کے لحاظ سے درمیانہ تھا۔ یا بخل اور فضول خرچی کے لحاظ سے درمیان تھا۔ یعنی ان مذموم خصائل سے محفوظ تھا۔ اس نے کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم کیوں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے۔ یعنی اپنی بدنیتی سے توبہ کیوں نہیں کرتے۔ جب انہوں نے یہ برا پروگرام سوچا ہی تھا تو اس وقت اس نے کہا۔ اللہ اللہ کرو اور اس بری نیت سے توبہ کرو۔

(آیت نمبر ۲۹) اب وہ اپنے کئے پر نادم ہو کر اور گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے کہنے لگے۔ ہمارے رب کی ذات پاک ہے۔ ہر نقص و عیب سے خصوصاً ظلم سے پاک ہے۔ بے شک ہم ظالم تھے کہ نفس کے کہنے پر بخل کیا اور مسکینوں کو محروم کرنے کا سوچا تو ہم پر عذاب نازل ہوا کہ سارا باغ ہی اجڑ گیا۔ ہم نے تو یہ سوچا تھا کہ مسکینوں کو کچھ نہیں دیں گے کیا پتہ تھا کہ ہمارا اپنا ہی کچھ نہیں رہے گا۔



(آیت نمبر ۳۰) اب وہ آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ یعنی ایک دوسرے کو کہتا۔ تم نے مشورہ دیا تھا۔ دوسرا کہتا تم بھی تو خوش ہوئے کہ ٹھیک ہے اور یوں تجویز دی تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔ یعنی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ جب کام خراب ہوتا ہے۔ تو یوں ہی آپس میں لڑائی ہوتی ہے۔

(آیت نمبر ۳۱) اپنے گناہ کا اعتراف کرنے کے بعد اپنے عجز و نیاز سے کہنے لگے۔ ہائے افسوس ہم پر اور ہماری سوچ پر بے شک ہم سرکش ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں اور گناہوں میں بہت آگے نکلنے والے ہیں۔ لیکن اب پچھتائے کیا ہو۔ جب چڑیا چگ گئی کھیت۔

(آیت نمبر ۳۲) شاید ہمارا رب کریم ہم پر پھر کرم فرمائے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری توبہ کی برکت سے پہلے سے بھی بہتر عطا فرمادے۔ بے شک ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔ اس عفو کے امیدوار اور خیر و بھلائی کے طلبگار ہیں۔

باغ کا واقعہ : مروی ہے کہ جب وہ خوب روئے دھوئے اور بہت زیادہ عجز و انکساری ظاہر کی اور وعدہ کیا کہ اب اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال و دولت دیا۔ تو ہم اپنے والد گرامی کی طرح فقیروں اور مسکینوں کو پورا حق دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کرم نوازی فرمائی اور جبریل امین کو حکم دیا تو انہوں نے جلا ہوا باغ وہاں سے پروں پر اٹھایا۔ اور زعر کے علاقے میں شام کے قریب ہے وہاں ڈال دیا اور شام کے علاقے سے ایک اعلیٰ باغ کا ٹکڑا اٹھایا اور وہ یہاں پر لا کر رکھ دیا۔ **فائدہ**: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چونکہ انہوں نے توبہ پورے اخلاص سے کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کو دیکھ کر انہیں پہلے سے بہتر باغ عطا فرمادیا۔ **سبق**: محققین فرماتے ہیں۔ بندہ خطا کے بعد گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے زاری کرے تو اللہ تعالیٰ حالات بدل دیتا ہے۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "انا الی ربنا راغبون" کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومن تھے۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۠ ﴿۳۳﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ

یوں ہی آتی ہے مار اور ضرور عذاب آخرت کا بہت بڑا ہے کاش ہوتے جانتے بے شک پرہیزگاروں کیلئے

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ؕ ﴿۳۵﴾

ان کے رب کے ہاں باغات ہیں نعمتوں والے۔ کیا ہم کر دیں گے مسلمانوں کو مجرموں کی طرح۔

مَا لَكُمْ ۛ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۚ ﴿۳۶﴾

تمہیں کیا ہوا کیسے فیصلے کرتے ہو۔

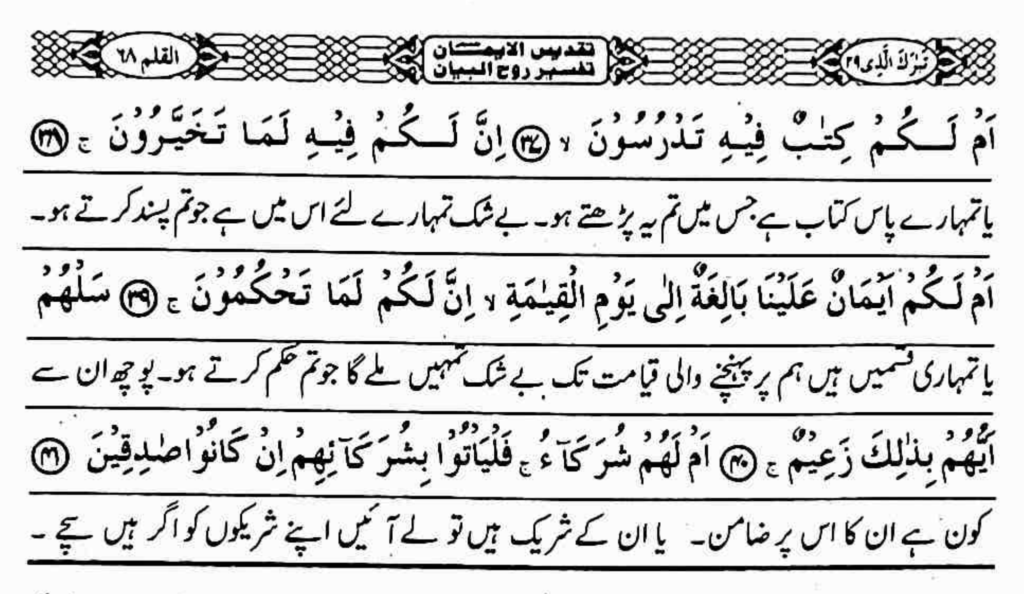
(بقیہ آیت نمبر ۳۴) خدا کی مار ایسی ہی ہوتی ہے۔ اہل مکہ کو اس طرح آزمائش میں ڈالا جیسے باغ والوں کو دنیا کے عذاب میں۔ **فائدہ**: کشف الاسرار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ محبوب ہم آپ کی امت سے ایسا ہی کریں گے کہ جب امیر غریبوں پر رحم نہیں کرینگے تو ہم ان سے بارش روک لیں گے۔ ان پر مصائب ڈال دیں گے۔ کھیتوں سے برکت اٹھا لیں گے۔ تجارت میں برکت نہیں رہے گی۔ **مسئلہ**: زکوٰۃ وصدقات نہ دینے والوں کیلئے اس میں وعید ہے۔ آگے فرمایا۔ آخرت کا عذاب اس سے بھی بہت بڑا ہے سخت اور دائمی ہے۔ نہ ختم ہونے والا۔

(آیت نمبر ۳۴) بے شک پرہیزگار اپنے رب کے ہاں یعنی قرب خداوندی میں نعمتوں والے باغات کے اندر ہوں گے۔ جہاں پہ نہ طبیعت کو خراب کرنے والی کوئی چیز ہوگی۔ نہ نعمتیں ختم ہوں گی۔ جیسے دنیا میں ختم ہو جاتی ہیں۔ نہ نعمتیں خراب ہوں گی۔

(آیت نمبر ۳۵) **شان نزول**: مشرکین مکہ نے کہا کہ اول تو قیامت وغیرہ کوئی نہیں۔ اگر ہوئی تو دنیا کی طرح وہاں ہماری ٹھاٹھ باٹھ ہوگی۔ مسلمان جیسے دنیا میں زبوں حال ہیں۔ ایسے ہی آخرت میں ہونگے۔ زیادہ سے زیادہ ہم برابر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تردید فرمادی اور فرمایا۔ دونوں کا حال برابر نہیں ہوگا۔ بلکہ اہل ایمان کے لئے نجات اور بلند درجات ہوں گے اور کافروں کیلئے عذاب ہوگا۔

سبق: اس واقعہ میں عاقل کیلئے وعظ ونصیحت اور گناہ گاروں کیلئے زجر وتوبیخ ہے کہ وہ گناہوں سے باز آئیں۔

(آیت نمبر ۳۶) تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم کیسے فیصلے کر رہے ہو۔ ان کے ایسے فیصلے پر تعجب کا اظہار ہے۔ یعنی ان کی ایسی باتیں بے اعتبار اور دعوے جھوٹے ان کی جہالت کا پتہ دیتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کیسے عجیب انسان ہو۔ تم کیسا قبیح فیصلہ کر رہے ہو کیا ایسے فیصلے کرنا تمہارے سپرد ہیں کہ جو مرضی آئے فیصلہ کر دو۔



اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۙ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۚ﴿۳۸﴾

یا تمہارے پاس کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھتے ہو۔ بے شک تمہارے لئے اس میں ہے جو تم پسند کرتے ہو۔

اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۚ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ

یا تمہاری قسمیں ہیں ہم پر پہنچنے والی قیامت تک بے شک تمہیں ملے گا جو تم حکم کرتے ہو۔ پوچھ ان سے

اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۚ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾

کون ہے ان کا اس پر ضامن۔ یا ان کے شریک ہیں تو لے آئیں اپنے شریکوں کو اگر ہیں سچے۔

(آیت نمبر ۳۷) یا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے۔ جس میں سے تم پڑھ رہے ہو۔ یا اس کتاب کے اندر کوئی ایسی بات تھی جو تم نے سنبھال رکھی تھی۔ اب اسے پڑھ رہے ہو۔ حالانکہ آسمانی کسی کتاب میں ایسی کوئی بات نہیں۔

(آیت نمبر ۳۸) کہ بے شک تمہارے لئے اس میں وہ سب ہے جو تم پسند کرتے ہو۔ یا جو تمہاری نفسانی خواہش کے مطابق ہو۔ وہی اس کتاب سے پڑھ رہے ہو کہ آخرت میں نیک و بد ایک ہی بھاؤ ہوں گے۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو وہ کتاب لاؤ اور دکھاؤ۔ (لیکن ایسی کوئی کتاب نہیں)۔

(آیت نمبر ۳۹) یا تمہاری کوئی قسمیں تھیں ہم پر یعنی ایسے معاہدے جو قسموں سے پختہ کئے گئے تھے جو تاکید وصحت کی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہیں۔ یعنی ہم نے تمہیں کوئی ضمانت دی جس پر پکی قسمیں کھائیں کہ وہ معاہدے قیامت تک ثابت رہیں گے۔ ہم ان سے نکل نہیں سکتے کہ جو تم نے فیصلہ کیا۔ ہم وہی کریں گے۔ آگے فرمایا بے شک یہ تمہارے اپنے ہی فیصلے ہیں۔ جس کے تم دعویدار ہو۔ یہ جواب قسم ہے۔

(آیت نمبر ۴۰) اے محبوب ان سے پوچھ تو سہی یعنی ان کفار و مشرکین کو ذلیل کرنے کیلئے یہ باتیں پوچھیں کہ یہ جو تم دعوے کر رہے ہو۔ اس پر ضامن کون ہے؟ جس کی تصحیح کرا رہے ہو۔

(آیت نمبر ۴۱) یا ان کے کوئی ایسے شریک ہیں جو ان کے اس قول میں شریک ہیں اور ان کے مذہب پر چلتے ہیں۔ اگر ہیں تو وہ ان شریکوں کو لے آئیں۔ اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ یا کوئی ایسی عقلی دلیل ہی لے آئیں۔ جس سے ثابت ہو کہ فرمانبردار اور نافرمان کا آخرت میں ایک ہی مرتبہ ہوگا اور نقلی دلیل بھی ان کے پاس کوئی نہیں کہ جو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر سکیں۔ عقل ویسے ان کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کا گمان ہر لحاظ سے باطل ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۙ ﴿۴۲﴾

جس دن کھولی جائے گی ساق اور بلائے جائیں گے طرف سجدہ کے تو نہیں کر سکیں گے۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۱) **مسئلہ**: معلوم ہوا کہ مسئلہ اگر قرآن وحدیث سے نہ مل سکے تو حاکم پورے غور وخوض کر کے فیصلہ کرے۔ بغیر سوچے سمجھے فیصلہ خطا سے خالی نہ ہوگا۔ **مسئلہ**: نمازی کو سمت قبلہ معلوم نہ ہو تو سوچ وبکار کے بعد جدھر دل جمے ادھر منہ کر کے نماز پڑھے۔ اگر غلط سمت بھی منہ کیا۔ تب بھی نماز ہو جائیگی۔ بغیر سوچے سمجھے نماز غلط سمت پڑھ لی تو نہیں ہوگی۔

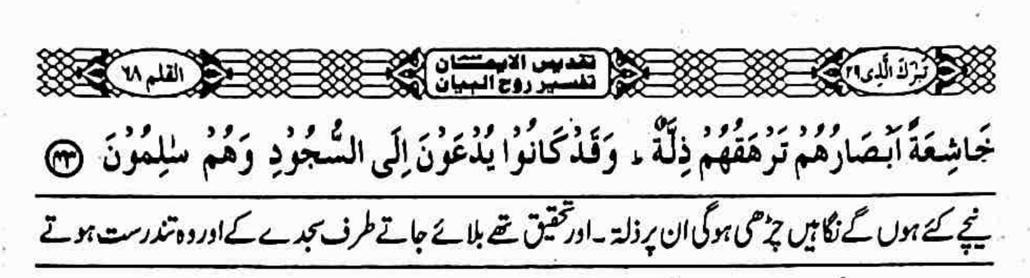
(آیت نمبر ۴۲) جس دن ایک ساق کھولی جائیگی۔

فائدہ: ساق کی اصل حقیقت کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ غالباً مثال دی گئی ہے۔ ورنہ ساق کا بروز قیامت کیا کام۔ جیسے بخیل کو ہاتھ بندھا کہہ دیا جاتا ہے۔ یہ استعارہ تمثیلیہ ہے۔ جیسے عورت مصیبت کے وقت دوڑے تو پنڈلی سے کپڑا اوپر اٹھا لیتی ہے تا کہ گر نہ جائے۔ یوں ہی بندے کا حال ہوگا خوفنا کی سے پھر لوگ بلائے جائیں گے سجدہ کیلئے۔ یعنی کفار ومنافقین کو ڈانٹ ڈپٹ اور سختی سے کہا جائیگا کیونکہ وہ دنیا میں سجدہ سے کتراتے تھے۔ آج انہیں اس کوتاہی پر حسرت دلانے کیلئے سجدہ کا حکم ہوگا۔ یہ سجدۂ عبادت نہیں ہوگا۔ اسی لئے کفار ومنافقین وہاں سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ **فائدہ**: سجدہ کرنے کی کوشش تو کریں گے۔ مگر نہیں کر سکیں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان کی پشت خشک ہو کر سخت ہو جائیگی۔ ان کی ہڈیاں جوڑوں کے بغیر ہوں گی۔ سیدھے کھڑے ہوں گے۔ اس وقت انہیں اس کوتاہی پر سخت ندامت ہوگی۔ (وہاں سجدہ وہی کر سکے گا۔ جو دنیا میں سجدے کرتا رہا)۔

حدیث شریف میں ہے ان کی پیٹھ اور کمر ایک ہو جائیگی۔ گویا لوہے کا سریا ان کی پیٹھ میں آ گیا ہے۔

ایک لمبی **حدیث شریف** اختصاراً یوں ہے۔ ابو ہریرہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ اہل ایمان سے جب بروز قیامت حجاب اٹھے گا اور وہ اپنے رب کریم کا دیدار کریں گے تو دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ خالص مسلمانوں کے علاوہ سب لوگ لکڑی کی طرح کھڑے رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے والوں سے فرمائے گا۔ سجدے سے سر اٹھالو۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۹)

فائدہ: تفسیر فناری میں ہے کہ منافقین اور دکھلاوے سے نماز پڑھنے والے بھی سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ اگر سجدہ کرنا چاہیں گے تو وہ گر جائیں گے۔ (دنیا میں تکبر کا سریا جو گردن میں تھا۔ وہ پیٹھ میں آ جائے گا۔)



خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

نیچے کئے ہوں گے نگاہیں چڑھی ہوگی ان پر ذلۃ۔ اور تحقیق تھے بلائے جاتے طرف سجدے کے اور وہ تندرست ہوتے

فَذَرْنِىْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ ﴿۴۴﴾

تو چھوڑ مجھے اور جو جھٹلاتے ہے اس بات کو۔ جلد ہم انہیں لے جائیں جہاں کو وہ نہیں جانتے۔

(آیت نمبر۴۳) سجدہ نہ کرسکنے والوں کی نگاہیں شرمندگی سے جھکی ہوں گی۔

فائدہ: کاشفی مرحوم نے فرمایا۔ ایمان والے جب سجدہ سے سر اٹھائیں گے۔ تو وہ برف کی طرح سفید ہوں گے۔ لیکن یہود و نصاریٰ اور منافقین تو سجدہ نہیں کرسکیں گے۔ انتہائی غمگین اور پریشانی میں ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان پر اس وقت ذلت سوار ہوگی۔ یعنی ذلت انہیں پوری طرح ڈھانپ لے گی۔ یا سخت خواری انہیں اہل محشر کے سامنے رسوا کردے گی۔ بعض نے کہا کہ سب کو باقاعدہ سجدہ کی طرف بلایا جائیگا کیونکہ سجدہ تمام عبادات اور طاعات میں بڑی اعلیٰ عبادت وطاعت ہے۔ **فائدہ**: ہمیں جو نماز کی طرف بھی بلایا جاتا ہے۔ وہ بھی دراصل اسی سجدہ کی طرف دعوت ہے۔ اسی لئے ایک **حدیث شریف** میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب سجدہ میں ہوتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ جنت میں میری دوستی اور قرب چاہتے ہو۔ تو سجدوں کی کثرت کرو۔ تو آگے فرمایا۔ جب ان منکروں کو دنیا میں سجدہ کیلئے بلایا جاتا تھا تو وہ نہیں آتے تھے۔ حالانکہ وہ صحیح سلامت ہوتے تھے۔ ان کے جوڑ اور تمام اعضاء صحیح سلامت تھے۔ سجدہ پر قدرت کے باوجود وہ سجدہ نہیں کرتے تھے۔ قوت وطاقت کے مالک تھے۔ لیکن جب مؤذن انہیں نماز کی طرف دعوت دیتا تھا تو وہ اس دعوت کو قبول نہیں کرتے تھے۔ لہذا آج ذلت وحسرت کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ **فائدہ**: اس آیت میں وعید ہے ان کیلئے جو فرض نماز کو جان بوجھ کر بغیر عذر کے وہ قضاء کردیتے ہیں۔ ہمارے اسلاف تو تکبیر اولیٰ بھی ترک نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور ایک آج کل کے پیر ہیں۔ جو نماز کے قریب نہیں جاتے۔ الا ماشاءاللہ

(آیت نمبر۴۴) مجھے چھوڑیئے اور اس کو بھی جو اس حدیث (قرآن) کو جھٹلاتا ہے۔ یعنی آپ میرے اور ان کے درمیان نہ آئیں۔ یعنی آپ ان کا خیال نہ کریں۔ اور نہ کان ان کی طرف لگائیں۔ ان سے میں خود ہی بدلہ لے لوں گا کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کون عذاب کا زیادہ مستحق ہے۔

وَاُمْلِیْ لَهُمْ ۗ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۴۵﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ

اور مہلت دیں انہیں بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔ یا تم مانگتے ہو ان سے اجرت تو وہ اس کی چٹی کے

مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾

بوجھ میں دبے ہیں۔ یا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں۔

(بقیہ آیت نمبر۴۴) **فائدہ**: فتح الرحمان میں ہے کہ اس آیت میں وعید ہے کہ وہاں پر انہیں عذاب سے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔ **سبق**: عقلمند پر ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت پر شکر کرنے میں معمولی سی بھی غفلت نہ کرے۔ نہ اس نعمت سے یہ سمجھے کہ وہ اس نعمت کا مستحق تھا۔ بلکہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے محض فضل وکرم کیا۔ ورنہ میرا اس پر کوئی استحقاق نہیں ہے۔ اس بیماری میں عوام تو در کنار کئی مولوی اور پیر حضرات بھی مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ آمین

(آیت نمبر۴۵) میں انہیں مہلت دیتا ہوں۔ یعنی انہیں لمبی لمبی عمریں دے کر ان کی اجل کو مؤخر کرکے مہلت دیتا ہوں۔ تاکہ خوب گناہ کمالیں۔ لیکن وہ شاید اس سوچ میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے خیر وبھلائی کا ہی ارادہ کر رکھا ہے۔ آگے فرمایا بے شک میری خفیہ تدبیر یعنی عذاب کیلئے پکڑ انتہائی سخت اور مضبوط ہے۔ پھر اسے دفع کرنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ نہ کوئی میری سزا سے بچ سکتا ہے۔

فائدہ: کید دو قسم ہے: (۱) محمود۔ (۲) مذموم۔ نعمت واحسان بھی عطا کرتا ہے تو پتہ نہیں چلتا اور ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنا چاہے تو بھی دیر نہیں لگتی۔

(آیت نمبر۴۶) یا اے میرے محبوب کیا آپ نے وعظ ونصیحت کے بدلے میں ان سے کوئی اجرت مانگ لی ہے کہ وہ اس چٹی کو ادا نہیں کر سکتے۔ **فائدہ**: چٹی وہ مالی تاوان ہے جو بغیر جرم کے کسی پر ڈال دیا جائے۔ یعنی یہ کفار اس چٹی کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ آپ سے روگردانی کر رہے ہیں۔ اجرت سے مراد دنیوی مال لینا۔

(آیت نمبر۴۷) یا ان کے پاس کوئی پوشیدہ غیبی امور آگئے ہیں۔ جسے وہ لکھ رہے ہیں۔ یعنی یہ مذکورہ باتیں ان غیبی امور کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ کیا ان غیبی امور کو اپنے پاس لکھ کر رکھ رہے ہیں۔ کہ ایمان والے اور یہ دونوں گروہ آخرت میں برابر ہونگے وغیرہ کہ اب انہیں تمہارے علم کی حاجت نہیں رہی۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝٤٨

پس انتظار کریں حکم ربی کا اور نہ ہوں مچھلی والے کی مثل۔ جب پکارا اس حال میں کہ دل گھٹ رہا تھا۔

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۝٤٩ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ

اگر نہ پہنچتی اسے نعمت اپنے رب کی تو پھینک دیا جاتا میدان میں الزام دیا ہوا۔ پھر چن لیا اسے اس کے رب نے

فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٥٠

پھر کرلیا اسے نیک لوگوں میں۔

(آیت نمبر ۴۸) پس انتظار کیجئے اپنے رب کے حکم کا جو رب تعالیٰ نے انہیں مہلت دے رکھی ہے اور تمہیں ان پر غلبہ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی طرح جلدی نہ کریں کہ وہ اپنی قوم کی اذیت پر صبر نہ کر سکے اور قوم سے ناراض ہو کر چلے تو مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔ وہاں جا کر جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیری ذات ہر شریک سے پاک ہے۔ بے شک میں حد سے بڑھنے والوں سے ہوں۔ اس حال میں کلمات کہے کہ اندر سے غم میں بھرے ہوئے اور غیظ و غضب میں دل گھٹ رہا تھا۔ (تفصیلی واقعہ پیچھے گذر چکا ہے)۔

(آیت نمبر ۴۹) اگر انہیں ان کے رب تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نعمت نہ ملی ہوتی یعنی فوری طور پر توبہ کی توفیق اور اس کی قبولیت نہ ہوئی ہوتی اور انہیں رب کی نعمت کا تدارک حاصل نہ ہوتا تو وہ مچھلی کے پیٹ سے باہر پھینک دیا جاتا تو وہ مذمت کئے ہوئے اور ملامت والے ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کی ان پر خاص رحمت ہوئی کہ مچھلی نے انہیں پیٹ میں بھی پرسکون رکھا اور پھر ایسی جگہ جا کر پیٹ سے نکالا جہاں انہیں آرام ملا۔ حالانکہ اس وقت بیمار تھے۔

(آیت نمبر ۵۰) پھر انہیں رب تعالیٰ نے چن لیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت و نعمت پہنچی اور ان کی توبہ قبول ہوئی اور پھر وحی کا سلسلہ جاری ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے کچھ زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

فائدہ: اگرچہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے بھی نبی اور رسول تھے۔ یہ پورا واقعہ یونس علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باصلاحیت کامل لوگوں میں بنایا یا قرب خاص کا سزاوار بنایا۔ **فائدہ**: اس آیت میں صبر کی فضیلت بیان ہوئی۔ **فائدہ**: صلاح ایک عظیم مرتبہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے خاص چنے ہوئے لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ

اور بے شک قریب تھا کہ کافرلوگ ضرور آپ کو گرادیتے اپنی بدنظری سے جب سنا انہوں نے قرآن اور کہتے ہیں

اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۘ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ؑ ﴿۵۲﴾

کہ بے شک وہ مجنون ہے۔ اور نہیں ہے وہ مگر نصیحت تمام جہانوں کیلئے۔

(آیت نمبر ۵۱) اور بے شک قریب تھا کہ یہ کافرلوگ اپنی بدنظر لگا کر آپ کو گرادیتے کہ جب انہوں نے قرآن سنا تو وہ اپنی سخت دشمنی کی وجہ سے غضبناک ہوئے اور آپ کو نظر بد سے دیکھتے ہیں کہ کس طرح آپ کو گرادیں۔ یہ ان کے غضب اور حسد کی وجہ سے ہے۔

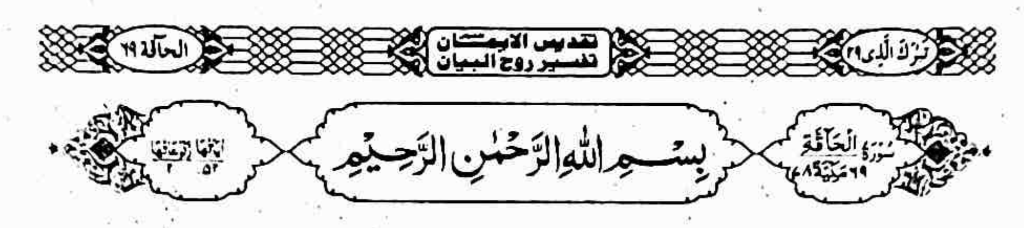
فائدہ: ان کے خاندان میں ایک ایسا شخص تھا۔ وہ جسے نظر بدلگانا چاہتا۔ تین دن تک بھوکا رہتا۔ پھر کسی کے گھر جا کر کہتا آپ کی اونٹنی کتنی اچھی ہے۔ بس اس کے دیکھتے ہی وہ گر جاتی۔ مشکل سے اسے ذبح کیا جاتا۔ یعنی نظر بدلگانے میں وہ یکتا تھا۔ کہ جس پر وہ نظر بدلگاتا۔ وہ بچ نہیں سکتا تھا۔

قریش مکہ نے اس سے التجا کی کہ وہ حضور ﷺ کو بھی نظر بدلگائے تا کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما جائیں تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ اتری۔ **نظر بد کا علاج** یہ ہے کہ یہی آیت پڑھ کر اس پر دم کیا جائے یا لکھ کر گلے میں ڈال دی جائے تو فوراً نظر بد ختم ہو جائیگی اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ نظر لگنا برحق ہے لگ جاتی ہے۔

آگے فرمایا کہ وہ کفار اپنی جہالت اور حماقت سے اور لوگوں کو قرآن اور اسلام سے نفرت دلانے کیلئے حضور ﷺ کو مجنون کہتے تھے۔ حالانکہ انہیں اچھی طرح علم تھا کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر ذہین اور عقل والا کوئی نہیں۔

(آیت نمبر ۵۲) اور نہیں ہے یہ قرآن مگر نصیحت تمام جہانوں کیلئے اس میں ان امور کا بیان ہے۔ جس کے یہ لوگ محتاج ہیں۔ بھلا ایسی پیاری کلام سنانے والا مجنون ہو سکتا ہے جو اسرار و رموز سے آگاہ بلکہ تمام حقائق سے واقف ہے۔ جسے کمال عقل نصیب ہوا اور جس کی اتنی بلند شان ہے۔ ایسی شخصیت کی طرف ایسی بات منسوب کرنے والا خود پاگل ہے۔

اختتام سورۂ نون: ۵ جون ۲۰۱۷ء، دس رمضان المبارک بروز سوموار صبح ۹ بجے



اَلْحَآقَّةُ ۙ ① مَا الْحَآقَّةُ ۚ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ؕ ③

حق ہونے والی کیا ہے حق ہونے والی۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ کیا ہے حق ہونے والی۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ④ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ⑤

جھٹلایا ثمود اور عاد نے سخت صدمہ دینے والی کو۔ البتہ ثمود تو ہلاک ہوئے چنگھاڑ سے۔

(آیت نمبر۱) حق ہونے والی۔ یہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس لئے کہ قیامت کا آنا واجب اور لازم ہے۔ اور وہ برحق ہے۔ یعنی وہ ہر حال میں قائم ہوگی اور سب کا محاسبہ ہوگا۔

(آیت نمبر۲) کیا ہے۔ وہ حق ہونے والی۔ یہاں اس میں ضمیر کے بجائے اسم ظاہر اس لئے لایا گیا تا کہ اس کی ہولناکی کا پتہ چلے۔ یعنی یہ کوئی عجیب امر اور خوف ناک منظر آنے والا ہے۔ جس کے ظاہر ہونے پر منکرین بھی مان جائیں گے۔

(آیت نمبر۳) تمہیں کس نے بتایا کہ وہ حق ہونے والی کیا چیز ہے۔ یہاں خوف ناکی اور قیامت کی ہولناکی کی مزید تاکید بیان ہوئی اور یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ مخلوقات کی سوچ اور اپروچ سے باہر ہے۔ وہ انسان کے وہم وگمان سے بھی بالاتر ہے۔ اس لئے اس کے واقع ہونے کو کوئی نہیں جان سکتا۔ حضور ﷺ اس کے اجمال کو تو جانتے تھے۔ مگر اس کی تفصیلات اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

(آیت نمبر۴) قوم ثمود یعنی صالح علیہ السلام کی قوم نے اور قوم عاد یعنی ہود علیہ السلام کی قوم نے اسے جھٹلایا۔ جو کھٹکھٹانے والی ہے۔ یعنی قیامت کو۔ چونکہ اس کی گھبراہٹ اور ہولناکی ایسی ہوگی کہ گویا وہ کھٹکھٹا رہی ہے۔ **فائدہ**: اس آیت میں اہل مکہ کو ڈرایا گیا اور بتایا گیا کہ تم سے پہلے قوم عاد وثمود نے بھی قیامت کو تمہاری طرح جھٹلایا۔ (پھر تم دیکھ لو۔ انہیں جھٹلانے کی کیا سزا ملی)۔

(آیت نمبر۵) البتہ ثمود کی قوم جو شام وحجاز کے درمیان حجر میں آباد تھی۔ شام کی طرف آتے جاتے ان کے کھنڈرات سے اہل مکہ اور حجاج واقف تھے۔ اور انہیں اس کا بھی علم تھا کہ انہیں بہت سخت چنگھاڑ سے ہلاک کیا گیا۔ جس آواز سے زمین بھی کانپ اٹھی۔ اور کفار کے دل پھٹ گئے اور وہ آن کی آن میں ہلاک ہوگئے۔ قیامت کی چنگھاڑ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگی۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ

اور رہے عاد تو وہ ہلاک ہوئے ایسی آندھی سے جو سخت گرجنے والی تھی۔ وہ لگادی ان پر سات راتیں

وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾

اور آٹھ دن لگاتار تو دیکھتا ان لوگوں کو اس میں گرا ہوا گویا کہ وہ ٹنڈ ہیں کھجوروں کے گرے ہوئے

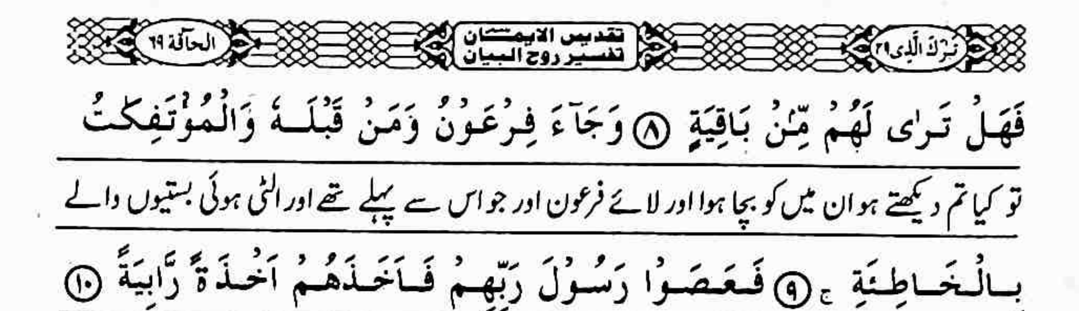
(آیت نمبر ۶) البتہ جو قوم عاد تھی جو احقاف کے علاقے میں آباد تھے۔ ان کا علاقہ یمن سے حضر موت تک پھیلا ہوا تھا۔ بہت موٹے اور قد آور تھے۔ عام آدمی سو ہاتھ کا تھا۔ سب سے چھوٹا آدمی ساٹھ ہاتھ کا تھا۔ آگے فرمایا کہ وہ دبور ہوا سے ہلاک ہوئے۔ جس میں سخت آوازیں تھیں۔ اور وہ انتہائی سرد بھی تھی اور حد سے بڑھی ہوئی بھی تھی۔

فائدہ: مروی ہے کہ عام طور پر ہوا اپنے خزانے سے اتنی ہی نکلتی ہے۔ جتنی اہل دنیا کو ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جب قوم عاد پر غضب الٰہی بڑھا تو خزانے سے بے قابو ہو کر ہوا نکلی تو اس نے پوری قوم عاد کو تباہ و برباد کر دیا۔ خواہ ان میں سے کوئی گھر میں تھا یا کسی غار میں یا پہاڑ پر یا گڑھے میں چھپا ہوا تھا۔ جہاں بھی اس قوم کا کوئی فرد تھا۔ ہوا نے اسے وہاں سے باہر نکال کر ہلاک کر دیا۔

(آیت نمبر ۷) ان پر پوری قوت سے سات راتیں اور آٹھ دن تک وہ ہوا مسلسل چلتی رہی۔ **فائدہ**: یہ وہ ہوا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی قوت قاہرہ سے قوم عاد جیسی سرکش قوم پر چلاتا ہے۔ اور وہ ایک بدھ سے دوسرے بدھ تک لگاتار چلتی رہی۔ ایک منٹ کیلئے بھی نہیں رکی۔ یہاں تک کہ انہیں ملیامیٹ کر دیا۔ اس ہوا نے تین کام کئے: (۱) لگاتار بغیر وقفہ کے چلی۔ (۲) ہر خیر و بھلائی کی جڑ کاٹ دی۔ (۳) قوم عاد کا نام و نشان تک مٹا دیا۔

بڑھیا کی کہانی: قوم عاد کی ایک بڑھیا گھر کے اگلے کونے میں چھپی رہی۔ یہاں تک کہ آٹھویں دن ہوا نے اسے وہاں سے باہر نکال کر ہلاک کر دیا۔ اگر تم وہاں موجود ہوتے تو قوم عاد کا حال دیکھتے کہ وہ اس تیز و تند ہوا میں کیسے ہلاک ہو رہے ہیں اور وہ مردوں کی طرح ہر طرف بکھرے پڑے ہیں۔ یعنی وہ زمین پر ایسے گرے پڑے ہیں۔ جیسے کھجور کے ٹنڈ گر کر پڑے ہوتے ہیں کیونکہ وہ مردہ ہو کر زمین پر بے گور و کفن پڑے ہوئے تھے۔

چونکہ انہیں اپنے عظیم الجسم والقوۃ ہونے پر بڑا ناز و نخرہ تھا۔ وہ کہتے تھے ہم جیسا قوۃ والا اور کون ہو سکتا ہے۔



فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ

تو کیا تم دیکھتے ہو ان میں کو بچا ہوا اور لائے فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹی ہوئی بستیوں والے

بِالْخَاطِئَةِ ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾

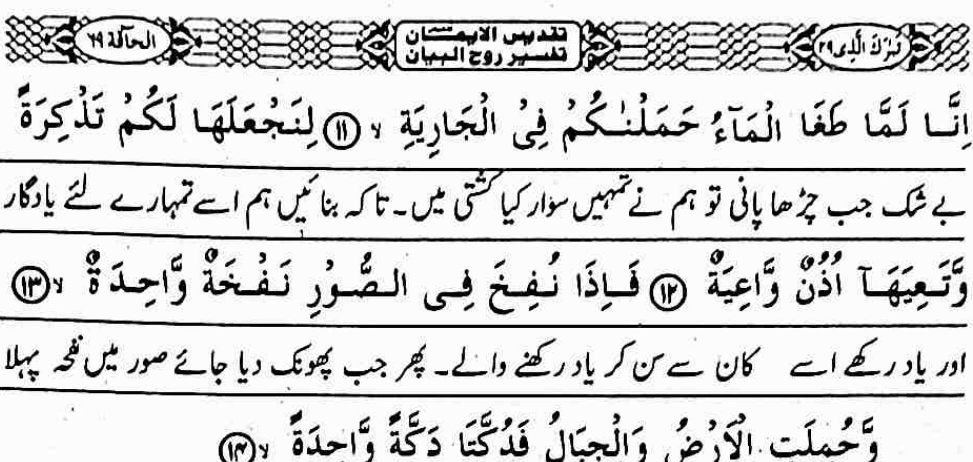
خطائیں۔ تو نافرمانی کی انہوں نے رسول خدا کی پھر اس نے انہیں پکڑا پکڑ بڑھی چڑھی سے۔

(آیت نمبر ۸) تو کیا تم دیکھتے ہو ان میں سے کوئی بچا ہوا۔ یعنی ان میں نہ چھوٹا بچا نہ بڑا نہ کوئی مرد بچا نہ عورت۔ اگر بچے ہیں تو صرف ایمان والے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایمان والوں کی مدد فرماتا ہے۔

سبق: لہذا عقلمند پر لازم ہے کہ وہ پوری کوشش کر کے دنیا میں ایسے زندگی گذارے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا اچھا ذکر ہو۔ یعنی دنیا میں وہ نیک نام مشہور ہو۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ مجھے آنے والے لوگوں کی زبان پر سچی زبان بنا۔ یعنی لوگ مجھے سچائی کے ساتھ یاد کریں۔ لہذا مسلمان کو اس طرح زندگی گذارنی چاہئے۔

(آیت نمبر ۹) اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فرعون بھی آیا۔ جو بڑا مغرور اور سخت متکبر (ظالم) تھا اور جو اس سے بھی پہلے بڑے بڑے کافر ہو گذرے جیسے قوم عاد و ثمود اور اس کے علاوہ فرعون اور اس کے ساتھی (ہامان وغیرہ) ہوئے اور الٹنے والی بستیاں یعنی قوم لوط کی بستی۔ جو مشہور پانچ بستیاں تھیں: (۱) صعبہ۔ (۲) صعدہ۔ (۳) عمرہ۔ (۴) دوماہ۔ (۵) سدوم۔ جو ایسے گندے فعل کے مرتکب ہوئے کہ ان جیسا فعل ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ ان سب کا عمل خطا والا تھا اور وہ قیامت کے بھی منکر تھے۔ اور اپنے نبی کے سخت منکر تھے۔

(آیت نمبر ۱۰) تو انہوں نے اپنے اپنے رسولوں کے حکموں کو نہیں مانا۔ یعنی ہر امت میں اکثر اپنے رسول کے نافرمان ہوئے۔ جن جن برائیوں سے ان رسولوں نے منع کیا۔ انہوں نے وہی کام کئے تو پھر انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ایسا پکڑا جس سے جان چھڑانی مشکل ہو گئی تھی۔ یعنی ہر کافر کی پکڑ دوسرے کافروں سے سخت تھی۔ اس لئے کہ ان کے جرم بھی ایک دوسرے سے زیادہ تھے تو جن لوگوں نے جناب نوح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ ان کو پانی میں غرق کر دیا گیا۔ اس وقت روئے زمین پر صرف وہی لوگ تھے جو غرق ہو گئے۔ ان میں سے صرف وہ لوگ بچے جو کشتی میں سوار ہوئے۔ دیگر قومیں بھی جہاں جہاں آباد تھیں۔ ان پر بھی کئی قسم کے عذاب آئے۔ **فائدہ**: ان واقعات سے اہل مکہ کو ڈرانا مقصود ہے۔ کہ اگر تم اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے۔ تو تمہارا حال بھی وہی ہوگا۔



إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً

بے شک جب چڑھا پانی تو ہم نے تمہیں سوار کیا کشتی میں۔ تا کہ بنائیں ہم اسے تمہارے لئے یادگار

وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾

اور یاد رکھے اسے کان سے سن کر یاد رکھنے والے۔ پھر جب پھونک دیا جائے صور میں نفحہ پہلا

وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾

اور اٹھالئے جائیں زمین اور پہاڑ پھر چورا چورا کر دیئے جائیں ایک ہی دفعہ۔

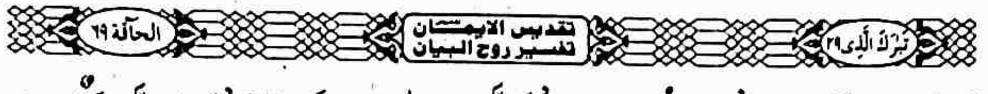
(آیت نمبر۱۱) بے شک جب پانی اوپر کو چڑھا یعنی جب پانی طوفان بن گیا اور اونچے سے اونچے پہاڑ سے بھی پندرہ بیس ہاتھ اوپر ہو گیا اور پانی فرشتوں کے قابو سے بھی بڑھ گیا چونکہ قوم سرکش تھی۔ اس لئے پانی بھی حد سے تجاوز کر گیا۔ ایسی حالت میں اے لوگو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا۔ اگر چہ تمہارے آباء تھے۔ مگر تم بھی ان کی پشت میں سوار تھے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے تمہاری اس وقت حفاظت کی اور پانی سے اوپر اٹھالیا۔

(آیت نمبر۱۲) تا کہ ہم بنائیں اس قصہ کو تمہارے لئے ایک یادگار (عبرت اور صانع کی قدرت کا کمال)۔

فائدہ: اس میں یہ تنبیہ ہے کہ بچنے والوں کی نجات کا دارومدار محض عصمت الٰہی تھا۔ کشتی تو ایک ظاہر سبب تھا۔ لہٰذا اے مکے والو جو غرق ہوئے ان میں تمہارے لئے عبرت ہے اور جو بچے ان میں بھی تمہارے لئے سبق ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے قہر کی قوت بھی دیکھو اور اس کی رحمت کی وسعت بھی۔ یعنی کفار قہر کا لقمہ بنے اور ایمان والوں کو جو رحمت ملی اس کو بھی دیکھو۔ آگے فرمایا تا کہ اس واقعہ کو سننے والے کان محفوظ رکھیں اور اس واقعہ میں غور وفکر کریں۔

(آیت نمبر۱۳) پھر جب صور میں ایک دفعہ پھونک دیا جائیگا۔ یعنی جب اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے صور میں پھونک ماریں گے تو وہ آواز ایسی ہوگی۔ جسے سنتے ہی لوگ مرجائیں گے۔ **فائدہ**: اس سے پہلا نفخ مراد ہے کہ اس سے تمام ذی روح ختم ہو جائیں گے۔ یہ حادثہ امر عظیم ہوگا کہ اس سے تمام جہان تباہ و برباد ہو جائیگا۔

(آیت نمبر۱۴) زمین اور پہاڑ بھی اکھیڑ دیئے جائیں گے۔ یعنی ایسی آندھی چلے گی کہ جو بڑے بڑے پہاڑوں کو بھی اکھیڑ کر الٹ پلٹ دے گی۔ جیسے قوم عاد پر چلی تو ان کی بھی چھوٹی بڑی ہر چیز کو تباہ و برباد کر گئی۔



فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۙ﴿۱۶﴾

وہی دن ہے کہ واقع ہوگی واقع ہونے والی۔ اور پھٹ جائیگا آسمان تو اس کا حال اس دن پتلا ہوگا۔

وَّالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ؕ﴿۱۷﴾

اور فرشتے اس کے کناروں پر ہونگے۔ اور اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو اپنے اوپر اس دن آٹھ فرشتے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۴) اسی طرح ایک ہی جھٹکے سے سب کچھ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا۔ دوسرا جھٹکا دینے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی کہ تمام پہاڑ اور زمینیں ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اونچ، نیچ سب برابر ہو جائیگی۔

(آیت نمبر۱۵) اسی دن واقع ہونے والی یعنی قیامت واقع ہو جائے گی جس سے تمہیں ڈرایا جا رہا ہے۔

فائدہ: واقعہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس واقعہ کے وقوع کے محقق ہونے کی وجہ سے اسے واقعہ کہا گیا ہے۔ جو فی الواقع ایک دن واقع ہو کر رہے گی۔

(آیت نمبر۱۶) اور آسمان کناروں سے پھٹ جائیگا۔ اس وقت بادلوں کے ساتھ فرشتے زمین پر اتر آئیں گے۔ تو یہ آسمان بھی اس دن انتہائی کمزور ہو جائیں گے۔ پھٹے ہوئے پرانے کپڑے کی طرح ان کی قوت ختم ہو جائیگی۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے انتہائی سخت اور مضبوط تھے۔ یہ سب قیامت کے دن ہولناک اور خوف ناک مناظر ہوں گے۔ جہنم بھی اپنے پورے جوش وخروش سے ظاہر ہو جائیگی۔ یہ دن سب سے بڑی گھبراہٹ والا ہوگا۔ ہر کافر متکبر اور ظالم سخت خوف میں ہوگا صرف اللہ والے اس دن بےخوف ہوں گے۔ (ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون)

(آیت نمبر۱۷) اور فرشتے آسمانوں کے کناروں پر ہوں گے۔ یعنی جب آسمان پھٹ جائیں گے۔ چونکہ فرشتوں کا ڈیرہ آسمانوں پر تھا۔ جب آسمان ختم ہو جائیں گے تو پھر وہ بھی زمین پر آ کر زمین کو گھیر لیں گے۔ تمام انسان درمیان میں ہوں گے۔ بلکہ تمام باقی مخلوق درمیان میں ہوگی۔ اور باہر فرشتے اپنی صفیں بنالیں گے۔ آسمان اپنی ترتیب کے ساتھ پھٹ جائیں گے۔ پہلے پہلا آسمان پھٹے گا۔ اس میں رہنے والے فرشتے زمین پر آ جائیں گے۔ پھر دوسرا آسمان پھٹے گا تو اس کے فرشتے زمین پر آ کر پہلے فرشتوں کے آگے صف بنا کر کھڑے ہو جائیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام آسمانوں کے فرشتے زمین پر آ کر صفیں بنالیں گے۔ جس آسمان والے فرشتے اتریں گے تو زمین والے ان سے پوچھیں گے کیا ہمارا رب تمہارے اندر ہے تو فرشتے گھبرا کر کہیں گے۔ نہیں رب تبارک وتعالیٰ ابھی آنے والے ہیں۔ آخر میں وہ فرشتے اتریں گے جنہوں نے عرش اٹھایا ہوگا۔ ان کی تعداد آٹھ ہے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ

اس دن سب پیش ہوں گے نہیں چھپے گا تم سے کوئی چھپنے والا۔ تو جسے دیا گیا اس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ

فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾

تو وہ کہے گا آؤ پڑھو میرا اعمالنامہ۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۷) جیسا کہ فرمایا تیرے رب کے عرش کو سروں پر آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ مروی ہے کہ وہ آٹھ فرشتے ہیں۔ جن کے قدم ساتویں زمین سے نیچے ہیں اور سر ساتوں آسمانوں سے اوپر ہیں اور عرش ان کے سروں پر ہے اور وہ اپنے سر جھکا کر ہمہ وقت تسبیح پڑھ رہے ہیں۔

فائدہ: بعض روایات میں آتا ہے کہ ابھی چار فرشتوں نے عرش اٹھایا ہوا ہے۔ قیامت کے دن ان کی تعداد آٹھ ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان پہلوں کی مدد کیلئے چار فرشتے مزید ان کے ساتھ کر دے گا۔

(آیت نمبر ۱۸) اس دن جب تم رب کی بارگاہ میں پیش کئے جاؤ گے۔ سوال و جواب یا حساب و کتاب کیلئے۔ اس کے بعد جزاء و سزا کا فیصلہ کیا جائیگا۔ آگے فرمایا کہ تم میں سے کوئی چھپنے والا چھپ نہیں سکے گا۔ جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے کا وقت ہوگا۔ تو اس وقت نہ بندہ خود چھپ سکے گا۔ نہ اس کا کوئی فعل چھپے گا۔ بلکہ اس کا کوئی بھید بھی چھپا نہیں رہے گا۔ سب کچھ سامنے آ جائیگا۔

فائدہ: اس آیت میں نافرمانوں کیلئے بہت بڑی ڈانٹ ڈپٹ ہے۔ جن کی اس دن بڑی رسوائی ہوگی۔

فائدہ: لیکن ایمان والے اپنے پورے فرحت و سرور میں ہوں گے۔ ان پر خوف یا غم کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

(آیت نمبر ۱۹) البتہ جسے دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائیگا۔ دائیں ہاتھ میں ملنا یہ اس کی عظمت کی دلیل ہے۔ اس سے مراد ابرار لوگ ہیں۔ مقربین تو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں پہنچ جائیں گے۔

شان صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما: حضور ﷺ نے فرمایا۔ میری امت میں سب سے پہلے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ ملے گا۔ عرض کی گئی کہ ابوبکر صدیق کو تو فرمایا وہ تو اعمالنامے ملنے سے بہت پہلے جنت میں پہنچ چکے ہوں گے۔ **فائدہ**: معلوم ہوا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے افضل ہیں۔ جسے دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ ملے گا وہ خوشی اور سرور میں پورے خاندان والوں اور دوستوں کو پورے زور سے پکار کر کہے آؤ۔ میرے اعمالنامہ کو پڑھو۔

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾

بے شک میں یقین رکھتا تھا کہ میں ملنے والا ہوں اپنے حساب کو۔ وہ تو اپنی عیش میں خوش ہوگا۔ بلند جنت میں۔

قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾

جس کے خوشے جھکے ہونگے۔ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا۔ صلہ اس کا جو آگے بھیجا تم نے دنوں گذرے ہوؤں میں۔

(آیت نمبر۲۰) مجھے تو پہلے ہی یقین تھا کہ میں اپنے حساب وکتاب کو ملنے والا ہوں۔ یعنی ایک دن میرا حساب ہوگا۔ میرا ایمان اور یقین اس بات پر تھا۔ اس لئے میں نے اس کے لئے پوری تیاری کی۔ یہاں ظن بمعنی یقین ہے اور یقین کے بغیر ایمان مکمل ہوتا ہی نہیں۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر ظن بمعنی یقین آیا ہے۔

(آیت نمبر۲۱) پس وہ عیش میں راضی خوش ہوگا۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی تھا۔ **حدیث شریف:** حضور ﷺ نے فرمایا۔ نہیں ہے کوئی عیش مگر آخرت کی عیش (بخاری ومسلم)۔ راضیہ کا مطلب ہے۔ اس کی پسندیدہ عیش کہ جس میں زندگی گذارنے والا پوری خوشی کے ساتھ زندگی گذارے۔ جس میں کوئی ڈر خطرہ نہ ہو۔

(آیت نمبر۲۲) بلند جنت میں ہوگا کیونکہ جنت ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے۔ جیسے جہنم ساتوں زمینوں سے نیچے ہے۔ اور جنت میں بلند سے بلند تر مقامات ہونگے۔ وہ ان باغات میں مرضی سے زندگی گذارے گا۔ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ اور درجہ دیا جائیگا۔

(آیت نمبر۲۳) جس کے پھل فروٹ جھکے ہوئے ہیں۔ یعنی خواہشمند کے منہ کے بالکل قریب ہوں گے۔ جہاں سے چاہے گا بیٹھے بیٹھے پھل توڑے یعنی پھل چننے میں نہ کوئی تکلیف اٹھانی پڑے گی اور نہ دنیوی پھلوں کی طرح وہ ختم ہوں گے جس دنیا میں پھل حاصل کرنے میں تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ **فائدہ:** بلکہ جنت کے میوے جنتی کی مرضی پر ہوں گے کہ وہ جب چاہے جتنا چاہے جیسے چاہے حاصل کرلیگا۔ موسم کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔

(آیت نمبر۲۴) اور کہا جائیگا۔ کھاؤ اور پیو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یا فرشتے کہیں گے کہ خوب کھاؤ رچتا پچتا اور پیو۔ اس کھانے پینے سے کوئی ناگواری نہیں ہوگی۔ اس کھانے اور پینے کے بعد صحت وعافیت اور زیادہ نصیب ہوگی۔ یہ سب تمہارے ان نیک اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے دنیا میں کرکے آخرت کی طرف بھیجے۔ یعنی گرمیوں کے دنوں میں رمضان کے روزے رکھے اور اپنے آپ کو کھانے پینے سے دور رکھا۔ اس کا تمہیں آج بدلہ دیا جارہا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ

البتہ جسے دیا گیا اعمالنامہ بائیں ہاتھ تو وہ کہے گا ہائے افسوس نہ دیا جاتا میرا اعمالنامہ۔ اور نہ میں جانتا

مَا حِسَابِيَهْ ۚ ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ ﴿۲۸﴾

کہ کیا ہے میرا حساب۔ ہائے افسوس ہو جاتا کسی طرح موت واقع۔ نہ کام آیا مجھے میرا مال۔

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ ﴿۲۹﴾

ختم ہو گیا میرا زور بھی۔

(آیت نمبر ۲۵) اور جن کے بائیں ہاتھ میں اعمالنامے دیئے جائیں گے۔ اس کو حقیر جان کر اسے پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا۔ جب بائیں ہاتھ میں اسے ملے گا تو وہ اس میں اپنی تمام بداعمالیاں دیکھ کر حسرت سے اور خوف زدہ ہو کر کہے گا۔ اے کاش میں اعمالنامہ نہ دیا گیا ہوتا کہ جس میں میرے تمام گناہ درج ہیں۔

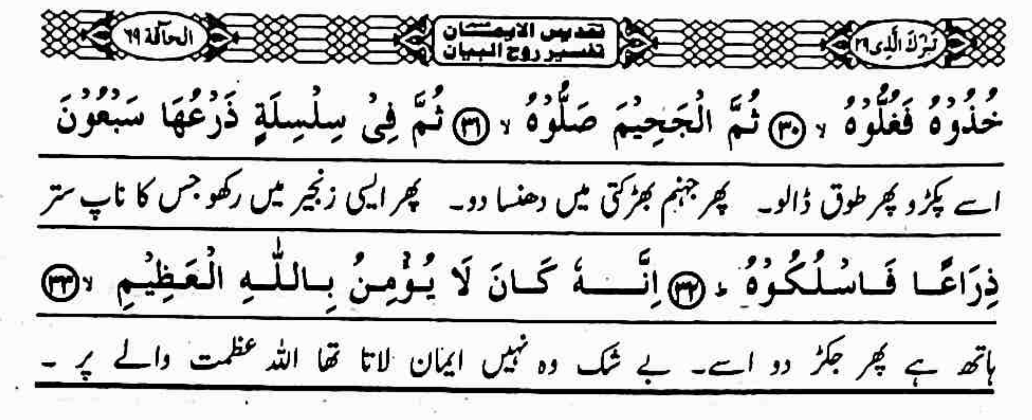
(آیت نمبر ۲۶) اور مجھے نہ پتہ چلا ہوتا کہ میرا حساب کیسا ہے؟ **فائدہ:** یعنی جب وہ اپنے برے انجام کو دیکھے گا تو اس وقت افسوس سے کہے گا۔ کاش میں اپنے حساب کو ہی نہ جانتا کہ آج میرے اعمال کا حساب کیا ہوا۔

(آیت نمبر ۲۷) بار بار تمنا کرے گا حسرت وحزن سے کہے گا۔ اے کاش وہ موت ہی آ جائے۔ اور وہ آ کر میرا قصہ تمام کر جائے۔ میری زندگی کا خاتمہ کر جائے۔ یا پہلی موت ہی اتنی دائمی ہوتی کہ مجھے حساب کیلئے نہ اٹھایا گیا ہوتا۔

(آیت نمبر ۲۸) آج میرے مال نے بھی مجھے نہ بچایا۔ یعنی دنیا میں جو میرے پاس اتنی بڑی دولت تھی۔ وہ بھی آج کام نہ آئی۔ جس کے کمانے میں میں نے اپنی عمر ضائع کر دی۔ بلکہ اس مال و دولت نے ہی مجھے آخرت سے غافل رکھا۔ آج یہ اتنا بڑا نقصان مجھے اسی کی وجہ سے ہوا۔

(آیت نمبر ۲۹) میری سلطنت بھی ختم ہو گئی اور میرا سارا زور بھی ختم ہو گیا۔ سلطان کا معنی حجۃ بھی ہے۔ یعنی اب میرے پاس کوئی عذر یا حجۃ بھی نہیں رہی کہ جسے پیش کر کے میں اپنی جان بچاتا۔ **فائدہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ کہے گا کہ اب میرے پاس وہ حجت بھی نہیں جو دنیا میں لوگوں پر قائم کیا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے میری سرداری قائم تھی۔

11



(آیت نمبر۳۰) اتنے میں اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغوں سے فرمائے گا۔ پکڑلو اسے۔ یہ دنیا میں ہمارا بہت بڑا نافرمان تھا۔ پھر اسے طوق ڈال کر جکڑ کے باندھ لو۔ یعنی اس کے دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے کر کے بیڑیوں سے اور لوہے کے زنجیروں سے سخت کر کے باندھ دو۔ (یہ اسے ذلیل کرنے کیلئے۔ ورنہ وہاں بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں)۔

(آیت نمبر۳۱) پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں دھنسا دو۔ الجحیم سے مراد بہت بڑی آگ ہے تاکہ اس کی نافرمانیوں کے مطابق اسے سزا ملے کیونکہ دنیا میں ظلم وستم کر کے لوگوں پر اپنا سکہ جماتا تھا۔ اور نافرمانیاں کیا کرتا تھا۔

فائدہ: سعدی مفتی فرماتے ہیں۔ یہ بڑے بڑے جابر اور ظالم کافروں کیلئے ہوگا۔

(آیت نمبر۳۲) پھر اسے دوزخ کی ایسی زنجیروں اور طوق میں باندھو جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں جو مجرموں کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔ جن کا ناپ اور لمبائی ستر گز ہے۔ ان زنجیروں میں اس مجرم کو پرو دو۔ یعنی سخت ہولناکی کو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ گویا یہ عذاب پر عذاب ہے اور پہلے سے دوسرا عذاب سخت تر ہوگا۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جہنمی میں زنجیریں اس طرح پیوست ہوں گی۔ جیسے تیر زرہ میں پیوست ہوتا ہے۔ یعنی انتہائی سخت کر کے پکڑا اور جکڑا ہوگا۔

فائدہ: یہ سخت عذاب کفار کو ہوگا۔ جن کے جسم اتنے موٹے ہوں گے کہ آدمی تین دن تک ان کے سائے کی لمبائی پر چلے۔ ان کی ایک ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی۔

جلد-10

(آیت نمبر۳۳) بے شک اسے یہ عذاب ہونا تھا اس لئے کہ وہ ایمان نہیں لایا اس عظمت والے اللہ تعالیٰ پر (کہ جس نے اسے عدم سے وجود میں لایا۔ پھر ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا)۔ حالانکہ ایسی ذات اس کی مستحق تھی کہ اس پر ایمان لایا جائے جو اس پر ایمان نہ لائے۔ وہ مستحق ہے اس بات کا کہ اسے سخت عذاب دیا جائے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾

اور نہ آمادہ ہوتا کھانا دینے پر مسکین کو۔ نہیں ہے اس کا آج یہاں کوئی دوست ۔

وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿٣٧﴾

اور نہ کھانا ہے سوائے جہنمیوں کی پیپ کے۔ نہ کھائیں گے اسے مگر گناہ گار ۔

(آیت نمبر ۳۴) اور نہ وہ مسکین کو کھانا دینے پر آمادہ ہوتا ہے بلکہ وہ کسی کو بھی کھانا نہ دیتا تھا۔ نہ اہل کو نہ غیر کو کھانا کھلانے پر آمادہ ہوتا۔ یعنی پرلے درجے کا بخیل اور کنجوس تھا۔

فائدہ: غریب و مسکین کو کھانے سے محروم کرنا بخل ہے اور بخل کفر کے قریب ہے اور بخیل کیلئے جہنم ہی ہے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ کہ نماز نہ پڑھنا اور بخل کرنا بہت بڑے گناہ ہیں۔ اسی لئے اس کے ترک پر وہ اتنی بڑی سزا پائیں گے کہ انہوں نے نہ مالی حقوق ادا کئے اور نہ نماز ادا کی اور برائیوں بے حیائیوں سے بھی نہیں بچا۔ بعض ائمہ کے نزدیک جان بوجھ کر نماز نہ پڑھنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں سے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اعلان جنگ کیا۔

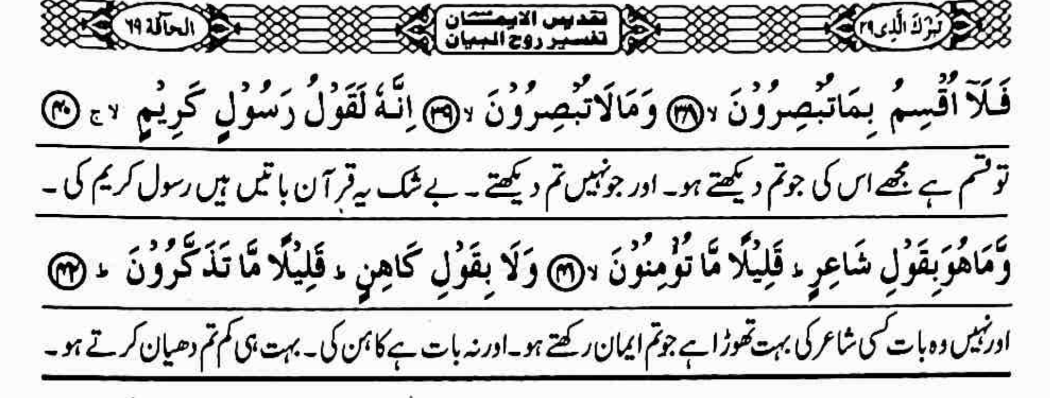
(آیت نمبر ۳۵) تو آج یعنی بروز قیامت کوئی بھی اس کا حمایتی نہیں ہے جو اسے عذاب سے بچا سکے۔

فائدہ: عین المعانی میں ہے کہ الحمیم اس جگری دوست کو کہتے ہیں کہ جس کے دکھ درد سے دل پگھلے۔ یہ آخری بات ہے۔ جو داروغہ ہائے جہنم کو کہا جائے گا تا کہ سب کو یقین ہو جائے۔ جہنمی رحمت سے ہمیشہ کیلئے محروم ہیں۔

(آیت نمبر ۳۶) جہنمیوں کیلئے جہنم میں جہنمیوں کی پیپ ہے۔ یعنی جہنمیوں کے بدن سے جو گندی اور بدبودار پیپ نکلے گی۔ یا نچوڑ کر نکالی جائے گی۔ وہ انہیں پلائی جائے گی۔

فائدہ: اس گندی پیپ کا یہ حال ہوگا کہ اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرے تو اس کی بدبو سے لوگوں کا جینا محال ہو جائے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ انہیں تھوہر کھلایا جائے گا۔ بہر حال دونوں کھانے دیئے جائیں گے۔

(آیت نمبر ۳۷) یہ کھانا صرف خطا کاروں کو ہی کھلایا جائیگا۔ یعنی کفار اور مشرکین ہی اسے کھائیں گے۔ ممکن ہے اس سے مراد باطل پرست حق سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ **فائدہ**: عین المعانی میں ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو توحید کے راستے سے ہٹ گئے۔ اور بت پرستی کرنے لگ گئے۔



فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿٤٠﴾

تو قسم ہے مجھے اس کی جو تم دیکھتے ہو۔ اور جو نہیں تم دیکھتے۔ بے شک یہ قرآن باتیں ہیں رسول کریم کی۔

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾

اور نہیں وہ بات کسی شاعر کی بہت تھوڑا ہے جو تم ایمان رکھتے ہو۔ اور نہ بات ہے کاہن کی۔ بہت ہی کم تم دھیان کرتے ہو۔

(آیت نمبر ۳۸) پس میں قسم کھاتا ہوں اس کی جو کچھ تم دیکھ رہے ہو۔ یعنی جو کچھ یہ جھٹلانے والے کہہ رہے ہیں۔ وہ بالکل غلط ہے۔ ان کا قول باطل ہے۔ اس سے مراد دنیا ہے۔ یا انسان ہیں۔ یا دیگر مخلوق جو بھی چیز دیکھی جا سکتی ہے وہ مراد ہے۔

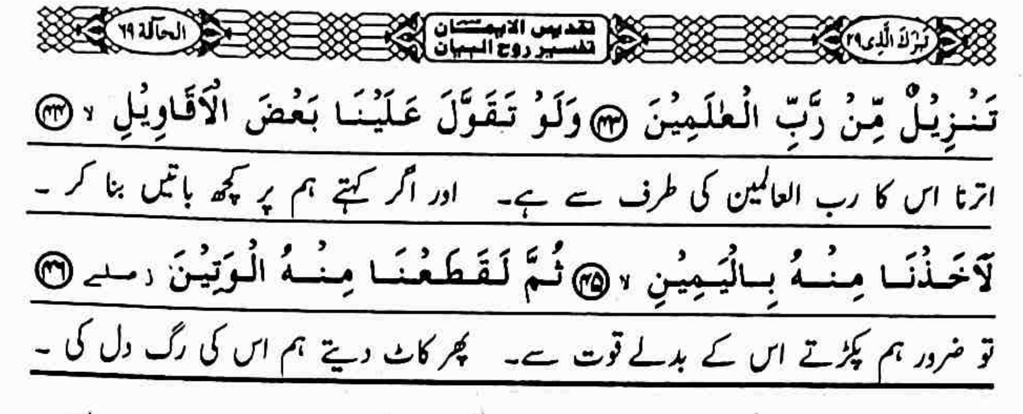
(آیت نمبر ۳۹) اور اس کی قسم کھاتا ہوں جسے تم نہیں دیکھ رہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ یا آخرت کے امور۔ یا ارواح۔ یا جن فرشتے وغیرہ ہیں۔ جو نظر نہیں آتے۔ گویا پہلے مبصرات کی قسم کھائی پھر مغیبات کی۔

(آیت نمبر ۴۰) بے شک وہ (قرآن مجید) رسول کریم ﷺ کی کلام ہے اور ان کی تمام باتیں برحق ہیں کیونکہ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔ وہ وہی کہتے ہیں جو انہیں وحی ہوتی ہے۔ **فائدہ**: قول کو رسول کریم ﷺ کی طرف اس لئے منسوب کیا۔ تا کہ پتہ چلے کہ اس کا بھیجنے والا کوئی اور ہے۔ آپ اسے دوسروں تک پہنچانے والے ہیں۔

فائدہ: قرآن مجید میں قول کے لفظ سے اکثر تلاوت مراد ہوتی ہے۔ بعض نے رسول سے مراد جبریل امین بھی لئے ہیں۔ پھر معنی یہ ہوگا کہ اے جھٹلانے والو یہ کلام تو جبریل کا ہے۔

(آیت نمبر ۴۱) یہ کسی شاعر کی کلام نہیں جیسے تم سمجھ رہے ہو۔ **فائدہ**: چونکہ ابوجہل وغیرہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ کلام شاعرانہ ہے اور حضور ﷺ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ شاعر ہیں۔ جیسے کہ سورۂ یاسین شریف اس کی تفصیلات بیان ہو گئیں۔ آگے فرمایا۔ بہت کم اس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ یعنی قرآن مجید پر جو تمہارا ایمان ہے۔ کلام الٰہی یا کلام رسول پر یا آپ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہونے پر بہت کم لوگوں کا یقین ہے۔

(آیت نمبر ۴۲) اور نہ یہ کاہن کی باتیں ہیں۔ جیسا کہ تم حضور ﷺ کے متعلق کہتے ہو۔ عقبہ بن ابی معیط حضور ﷺ کو کاہن کہتا تھا۔ **نکتہ**: کفار کے ایسے جھوٹے اقوال کی ان آیات میں تردید کی گئی ہے۔ کاہن جو آنے والے واقعات وحادثات کی جھوٹی سچی خبریں دیتے ہیں جو عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جو محض ان کا گمان ہوتا ہے۔



تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿٤٤﴾

اترنا اس کا رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اور اگر کہتے ہم پر کچھ باتیں بنا کر۔

لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾

تو ضرور ہم پکڑتے اس کے بدلے قوت سے۔ پھر کاٹ دیتے ہم اس کی رگ دل کی۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۲) **حدیث** میں ہے کہ جو ان کاہنوں کی تصدیق کرے وہ کافر ہے۔(رواہ ابوداؤد) یعنی یہ کہے کہ جو کاہن خبریں غیبی دیتے ہیں وہ صحیح ہیں۔ آ گے فرمایا۔ بہت ہی کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ گویا حاصل ہی نہیں کرتے اور جو حاصل بھی کرتے ہو۔ اس پر پورے نہیں اترتے۔ یعنی اس پر عمل نہیں کرتے۔

(آیت نمبر ۴۳) اس قرآن مجید کا نزول رب العالمین کی طرف سے ہے۔ جو جبریل علیہ السلام لے کر آئے۔ اس میں نیک بخت لوگوں کیلئے خوش خبری بھی ہے اور ان کی تربیت کا پروگرام بھی ہے اور بدبختوں کیلئے ڈر بھی ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ اسے روح الامین لے کر اترے۔ لہذا اس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(آیت نمبر ۴۴) اگر وہ ہمارے لئے کوئی بات بنا کر کہیں گے۔ یعنی اسے شاعرانہ کلام یا کاہنوں کی باتیں کہیں گے۔ **فائدہ**: بعض کے لفظ میں اشارہ ہے کہ اگر انہوں نے معمولی بات بھی قرآن کے متعلق غلط کہی تو پھر وہ مواخذہ کے لائق ہوں گے۔ جس کا ذکر اگلی آیت میں آ رہا ہے۔ یعنی اگر تھوڑی سی بات بھی قابل مواخذہ ہے تو زیادہ باتوں میں تو پھر بالکل خیر نہیں ہوگی۔

(آیت نمبر ۴۵) تو پھر ہم ضرور اسے پکڑیں گے دائیں جانب سے۔

نکتہ: ھلکنا یا ضربنا نہیں کہا کیونکہ جب بادشاہ لوگ ناراض ہوتے ہیں تو اسے بری موت سے مارتے ہیں تو سیدھی جانب سے تلوار مارتے ہیں تا کہ اس کی گردن پر ضرب لگے اور بندھے ہوئے انسان پر یہ بہت گراں ہوتا ہے کیونکہ وہ اسے دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اب مجھے تلوار کاٹے گی۔ جیسے پھانسی والا انتہائی گھبراہٹ میں ہوتا ہے۔

(آیت نمبر ۴۶) پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیں گے۔ بدن میں تین وہ رگیں ہیں جو دل سے سیدھی گردن میں جاتی ہے۔ اگر وہ کٹ جائیں تو فوراً ہی موت واقع ہو جاتی ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد ہے کہ اس سے بولنے کی قوت وقدرت ہی سلب کر لیتے ہیں۔ یعنی قوت کو یمین سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ حٰجِزِيۡنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۸﴾

پھر نہ ہوتا تم میں کوئی ایک بھی اسے بچانے والا۔ اور بے شک یہ قرآن نصیحت ہے بچنے والوں کیلئے۔

وَاِنَّا لَنَعۡلَمُ اَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۵۰﴾

اور بے شک ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں جھٹلانے والے ہیں۔اور بے شک وہ حسرت ہے کافروں پر۔

(آیت نمبر ۴۷) تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اسے ہماری پکڑ سے بچانے والا ہو یا اسے قتل یا ہلاک ہونے سے بچا سکے۔ ہلاکت اور قتل کا مفہوم "لقطعنا منه الوتین" سے حاصل ہوا۔

فائدہ :معلوم ہوا کہ اس کتاب قرآن میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے نہ کوئی حرف ملایا نہ تبدیل کیا اگر ایسا ہوتا۔تو ضرور پکڑ آتی جب پکڑ نہیں آئی تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اس میں کوئی حرف نہیں ملایا۔جیسا لوح میں تھا۔اسی طرح محفوظ سے اترا۔ایسا ہی ہم تک پہنچایا گیا۔

(آیت نمبر ۴۸) بے شک یہ قرآن تو پند و نصیحت کی کتاب ہے۔ان لوگوں کیلئے جو پرہیزگار ہیں۔یعنی جو کفر و شرک اور حب دنیا سے بچتے ہیں۔وہی اس قرآن سے نصیحت بھی پاتے ہیں اور اس سے نفع بھی اٹھاتے ہیں۔یہ عام کتابوں کی طرح نہیں ہے۔جس طرح رب شان والا اسی طرح اس کی کلام بھی۔

(آیت نمبر ۴۹) اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ تم میں ہی وہ جھٹلانے والے بھی ہیں۔جو قرآن مجید کی تکذیب کرتے ہیں۔ہم انہیں اس جھٹلانے کی سزا دیں گے۔یعنی بروز قیامت جب وہ ہمارے پاس آئیں گے۔تو انہیں اس جھٹلانے کا مزہ چکھائیں گے۔

فائدہ:امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس امت کیلئے اس آیت میں سخت وعید ہے۔

(آیت نمبر ۵۰) اور بے شک یہ قرآن بروز قیامت کفار کیلئے حسرت و ندامت کا موجب ہے۔یعنی جب وہ قیامت کے دن مصدقین اہل ایمان کے اجر و ثواب اور اعلیٰ ٹھکانے کو دیکھیں گے تو اس وقت انہیں سخت حسرت ہوگی اور وہ کف افسوس مل رہے ہوں گے۔(کہ کاش وہ بھی ایمان لاتے اور تصدیق کرتے۔لیکن اب کچھ نہیں ہو سکے گا۔ سوائے کف ملنے کے)۔

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۵۲﴾

اور بے شک ضرور حق ہے یقینی۔ تو پاکی بولو ساتھ نام اپنے رب عظمت والے کے

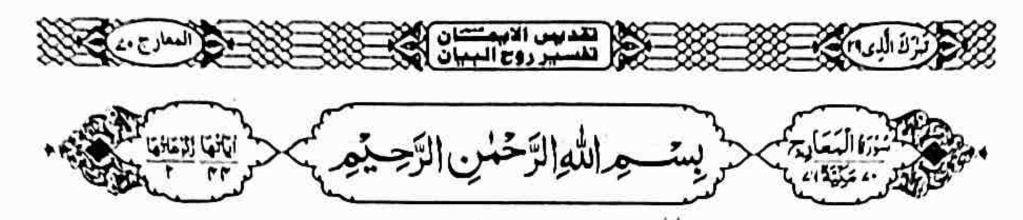
(آیت نمبر ۵۱) اور بے شک یہ قرآن یقینا حق ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ جو اس میں شک کرے وہ مسلمان نہیں۔ اس لئے کہ یہ اترا ہے رب العالمین کی طرف سے اور لیکر جبریل امین آئے اور محمد ﷺ پر اترا تو اس میں شک کیسے کیا جاسکتا ہے۔

(آیت نمبر ۵۲) اے محبوب اپنے عظمت والے رب کی تسبیح پڑھو۔ یعنی اس کی پاکی بیان کرو۔ اور اس کو عظیم نام کے ساتھ پکارو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اچھے اچھے خوبصورت ناموں سے پکارا جائے۔

فائدہ: قاشانی مرحوم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ منزہ اور مقدس ہے۔ غیر کے شائبہ سے پاک ہے۔ یہ اسم تمام اسماء کو حاوی ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہ رکوع میں تسبیح پڑھا کرو۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ: فرماتے ہیں۔ کہ جاہلیت کے وقت۔ جبکہ میں رسول اللہ ﷺ کے سخت مخالفین میں تھا۔ ایک رات میں حضور ﷺ کی تلاش میں نکلا۔ کہ میں جہاں بھی انہیں پاؤں قتل کردوں۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ آپ مسجد حرام میں نماز ادا فرمار ہے ہیں اور اونچی آواز سے تلاوت فرمار ہے ہیں۔ میں پیچھے کھڑا ہو کر سننے لگا۔ کہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے سنا کہ آپ سورۃ الحاقہ پڑھ رہے ہین۔ چنانچہ آپ کا ایک ایک لفظ میرے دل میں پیوست ہورہا تھا۔ میں نے دل میں کہا۔ یہ کس کا کلام ہوسکتا ہے۔ تو آپ نے یہ آیت پڑھی: "انه لقول رسول كريم" یہ رسول کریم کی کلام ہے۔ میں نے دل میں کہا یہ تو کسی شاعر کا کلام ہوسکتا ہے۔ آپ نے اگلی آیت تلاوت فرمائی: "وماهو بقول شاعر" یہ کسی شاعر کی کلام نہیں۔ پھر میرا خیال ہوا۔ شاید کسی کاہن کی کلام ہے۔ تو آپ نے اگلی آیت تلاوت فرمائی: "وما هو بقول كاهن" یہ کسی کاہن کا بھی کلام نہیں بہت ہی کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ اس قرآن کا اترنا تو رب العالمین کی طرف سے ہے۔ یہ آیات جب سنیں تو اسی وقت اسلام میرے دل میں داخل ہوگیا۔

اختتام سورۃ: مورخہ ۸ جون ۲۰۱۷ء مطابق ۱۳۔ رمضان المبارک



سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ ① لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ ② مِّنَ اللّٰهِ

مانگا مانگنے والے نے عذاب جو پڑنے والا ہے۔ کافروں پر نہیں ہے جسے کوئی ٹالنے والا۔ اللہ کی طرف سے

ذِی الْمَعَارِجِ ؕ ③ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ

جو مالک ہے بلندیوں کا۔ چڑھیں گے فرشتے اور روح الامین اس کی طرف ایسے دن میں کہ ہے مقدار اس کی

اَلْفَ سَنَةٍ ۚ ④

پچاس ہزار سال ہے۔

(آیت نمبر ۱) ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا جو واقعہ ہونے والا ہے یعنی مانگتا یا نہ مانگتا عذاب بہر حال واقع ہونا ہی تھا۔ سائل بنو عبدالدار میں سے نضر بن حارث تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس نے ٹھٹھہ مزاح کرتے ہوئے۔ بلکہ انکار کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ اگر یہ نبی یا قرآن برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور عذاب اتار دے۔ تو پھر اس پر بدر میں عذاب آیا جس سے ہلاک ہوا۔ آخرت کا عذاب ابھی باقی ہے۔

فائدہ: یا یہ عام کافروں کے متعلق ہے۔ جو ہمیشہ حضور ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کرتے تھے اور وہ بھی ٹھٹھہ کے طور پر اور انکار کے طور پر عذاب مانگا کرتے تھے۔ کوئی عذاب وغیرہ اگر ہے تو ابھی لے آؤ۔

(آیت نمبر ۲) کافروں کیلئے وہ عذاب جو ان کے کفر کی وجہ سے ہوگا۔ جب واقعہ ہو جائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس سے بچانے والا نہیں ہوگا۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کا واقع کرنا واجب کر دیا تو پھر آ کر رہے گا۔

(آیت نمبر ۳) وہ بلندیوں کے مالک کی طرف سے واقع ہوگا۔ جو تمام بلندیوں سے بلند جیسے تمام آسمانوں سے اوپر بیت المعمور اس سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ اس سے اوپر کرسی اس سے اوپر عرش ہے۔ جو ان تمام بلندیوں کا مالک ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جو شان اور مقام کے لحاظ سے بلند ہے۔ اور ہر جگہ موجود ہے۔

(آیت نمبر ۴) چڑھتے ہیں یا چڑھیں گے فرشتے اور روح اس کی طرف۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾

پھر صبر کریں صبر اچھی طرح کا۔ بے شک وہ سمجھ رہے ہیں اسے دور۔

(بقیہ آیت نمبر۴) **فائدہ**: اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جن کی زمین پر آنے جانے کی ڈیوٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ وہ چڑھتے اترتے رہتے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو آسمانوں سے نیچے بالکل نہیں اتر سکتے اور روح سے مراد جبریل امین ہیں۔ ان کا الگ ذکر ان کی افضلیت کی وجہ سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف جانے سے مراد عرش کی طرف جانا ہے جو فرشتے بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے کر جاتے ہیں۔ قیامت کا دن انتہائی لمبا دن ہوگا۔ وہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اس دنیا کے سالوں کی مقدار سے یہ بیان ہوا۔

احادیث میں اس دن کے بارے میں کافی تفصیلات آئی ہیں کہ اس دن میں سب لوگوں کا فیصلہ ہوجائیگا۔

سبق: عقلمند کیلئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ پہلے دن کی لمبائی کا یہ حال ہے۔ اس کے باقی دنوں کا کیا حال ہوگا۔

مومن کیلئے خوش خبری: یہ لمبائی کفار فجار کیلئے ہے۔ اہل ایمان کیلئے بہت کم وقت میں وہ دن ختم ہوجائے گا۔

حدیث شریف: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا۔ قیامت کا اتنا طویل دن کیسے گذرے گا تو آپ نے فرمایا۔ مومن کیلئے اتنا کم ہوگا کہ جتنے وقت میں وہ ایک فرض نماز ادا کرتا ہے۔ (رواہ احمد) **نکتہ**: چونکہ اصل نمازیں پچاس تھیں۔ جنہیں کفار نے ضائع کیا۔ تو انہیں ہر نماز کی سزا ہزار سال تک ہوگی اور مومن نے ادا کیں۔ اس لئے اسے پتہ بھی نہیں چلے گا کہ وہ دن گذر جائیگا۔ (اس جملے کی اصل حقیقت اللہ جانتا ہے)۔

(آیت نمبر۵) تو اے محبوب تم اچھی طرح صبر کرو۔ جس میں کسی قسم کی جزع فزع یا کسی کو شکایت کرنا نہ ہو سوا اللہ تعالیٰ کے۔ **فائدہ**: حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ صبر جمیل سے مراد حوصلہ، تحمل اور بردباری ہے چونکہ کفار ہر بات پر مزاح اڑاتے۔ جس سے آپ کی دل آزاری ہوتی تھی تو فرمایا کہ ان کی بے ہودہ باتوں پر صبر کرتے رہیں۔ اس صبر پر اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

(آیت نمبر۶) وہ کفار اس عذاب کو دور سمجھ رہے ہیں۔ یہ ان کا اپنا گمان اور خیال ہے کہ وہ واقع ہونے والا عذاب ابھی بہت دور ہے۔ بلکہ ان کی سوچ یہ ہے کہ جب ہم مر کر مٹی سے مل جائیں گے۔ پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ پھر زندہ ہوجائیں گے۔ یعنی وہ اس بات کو ناممکن سمجھتے ہیں۔ یہاں دور بمعنی ناممکن ہے۔

وَّنَرٰىهُ قَرِيۡبًا ⑦ يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ ۙ ⑧ وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ ۙ ⑨

اور ہم دیکھتے ہیں اسے قریب۔ جس دن ہوگا آسمان گلی چاندی کی طرح۔ اور ہوں گے پہاڑ روئی کی طرح۔

وَلَا يَسۡـَٔلُ حَمِيۡمٌ حَمِيۡمًا ۚ ۖ ⑩

اور نہیں پوچھے گا کوئی دوست کسی دوست کو۔

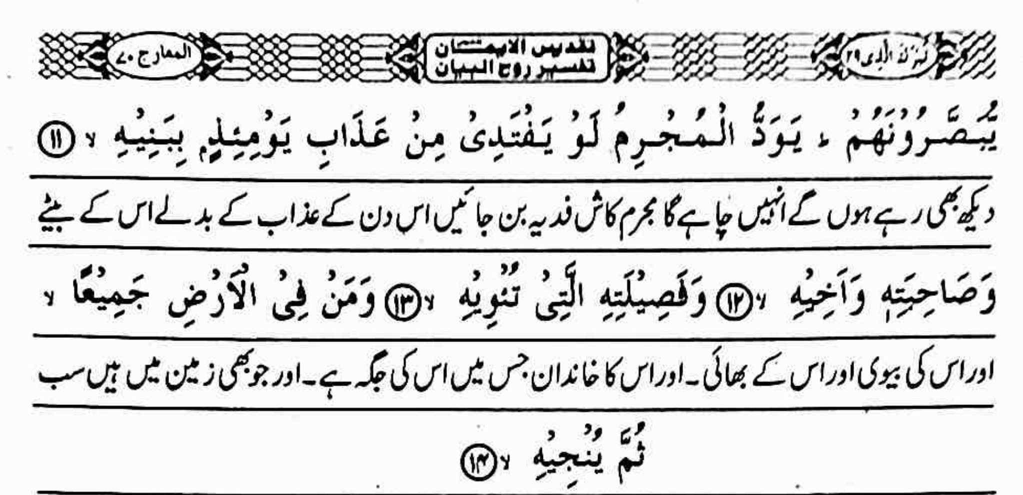
(آیت نمبر ۷) اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے کہ اس کی حقیقت کو ہم ہی جانتے ہیں۔ ہم سے کوئی بات نہ بعید ہے۔ نہ مشکل ہے۔ **فائدہ:** حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کفار تو اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلوں۔ موت یا قیامت کا اٹھنا۔ یا حساب وکتاب سب کو بہت دور سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اس دنیا میں رہتے ہوئے اسی سے لمبی لمبی امیدیں لگا رکھی ہیں۔ اس لئے وہ اسے بہت دور سمجھتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی بھی چیز دور نہیں ہے۔

(آیت نمبر ۸) جس دن آسمان گلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جائیں گے۔ المھل وہ دھاتیں جو پگھلائی جائیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مھل سے مراد ڈھلی ہوئی چاندی لی ہے۔ جو پگھلائی جائے۔ یا اس سے مراد تارکول ہے۔ یعنی اس دن احوال ہولناک اور خوفناک ہوں گے۔ جہاں آسمان کا حال یہ ہوگا۔ باقی اشیاء کہاں ٹھہریں گی۔

(آیت نمبر ۹) اور پہاڑ روئی کی طرح اڑ جائیں گے۔ جیسے دھنی ہوئی روئی اڑتی ہے اور وہ ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھر رہے ہوں گے۔ ہوائیں انہیں اڑا کر کہیں سے کہیں لے جائیں گی۔ غرض کسی چیز میں قرار نہیں ہوگا۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑ کر اور آپس میں ٹکرا ٹکرا کر وہ ریت کی طرح بہنے والے نظر آئیں گے۔ یا پھر اڑتے ہوئے غبار کی طرح نظر آئیں گے۔

(آیت نمبر ۱۰) اور کوئی دوست کسی حمایتی دوست کے متعلق نہیں پوچھے گا۔ چونکہ ہر ایک کو اپنی جان کی فکر ہوگی۔ کون ایک دوسرے کا حال پوچھ سکے گا۔ اس سے کیسے کوئی بات کرے گا۔ ہر ایک کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوں گے۔ جب قریبی عزیزوں دوستوں کا یہ حال ہوگا تو دور والوں کو کون پوچھے گا۔ جہاں انبیاء کرام علیہم السلام بھی نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔ وہاں ماوشما کی کیا جراۃ ہوگی۔ کہ وہ بات کر سکیں۔



يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۙ ⑪

دیکھ بھی رہے ہوں گے انہیں چاہے گا مجرم کاش فدیہ بن جائیں اس دن کے عذاب کے بدلے اس کے بیٹے

وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۙ ⑫ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۙ ⑬ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ

اور اس کی بیوی اور اس کے بھائی۔ اور اس کا خاندان جس میں اس کی جگہ ہے۔ اور جو بھی زمین میں ہیں سب

ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۙ ⑭

پھر وہ نجات پالے۔

(آیت نمبر ۱۱) حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہوں گے۔ یعنی کوئی ایک دوسرے سے پوشیدہ بھی نہیں ہوں گے اور ایک دوسرے کا حال پوچھنے سے کوئی مانع بھی نہیں ہوگا۔ لیکن ہر ایک اپنے گناہوں اور پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ اس کا باپ بھائی عزیز سب ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ لیکن نہ بات کر سکیں گے۔ نہ سوال کر سکیں گے۔ اس دن مجرم یہ آرزو کرے گا کہ کاش فدیہ بن جائے۔ یعنی انسان اپنی جان بچانے کیلئے کہے گا۔ میرے بدلے میں کوئی اور چلا جائے عذاب میں اور میں بچ جاؤں۔ اس دن عذاب میں خواہ اس کے بیٹے اس کی جگہ جہنم میں چلے جائیں اور وہ خود بچ جائے۔

(آیت نمبر ۱۲) اور اس کی بیوی عذاب میں چلی جائے۔ جس کے ساتھ اس نے زندگی بسر کی۔ یا اس کے بھائی چلے جائیں جو دنیا میں اس کے معین و مددگار تھے۔ یعنی انسان اس قدر دکھ اور پریشانی میں ہوگا کہ جن کی جدائی ایک پل نہیں برداشت کرتا تھا۔ انہیں بھی وہ جہنم میں بھیجنے کی آرزو کرے گا کہ کاش کوئی تو اس کے کام آسکے۔ کوئی جگری دوست اس کی جگہ جہنم میں چلا جائے اور اسے چھٹکارا مل جائے لیکن یہ بھی اس کی صرف خیالی سوچ ہوگی۔ ورنہ اتنی فرصت ہی کہاں ہوگی کہ کسی سے کوئی بات کر سکے گا۔

(آیت نمبر ۱۳) اور وہ یہ چاہے گا کہ کاش سارا خاندان جن میں اس نے زندگی گذاری جو ہر مشکل میں اس کا ساتھ دیتے۔ جن کے پاس وہ پناہ پاتا اور وہ اسے پناہ دیتے تھے۔ کہے گا وہ سارے جہنم میں چلے جائیں اور میں بچ جاؤں۔

(آیت نمبر ۱۴) اس سے بھی بڑھ کر کہے گا۔ پوری روئے زمین کے لوگ جن و انسان سب یا جملہ مخلوق جہنم میں چلی جائے اور میں بچ جاؤں۔ یعنی وہ یہ آرزو کرے گا کہ ساری مخلوق کو فدیہ میں دیکر اپنے آپ کو بچالوں۔ اگر وہ اس کے قبضے میں ہوتے تو وہ ایسا کر بھی گذرتا۔ لیکن اس دن ہر بندہ اپنے عمل کا بدلہ پائے گا۔

كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾

ہرگز نہیں بے شک وہ بھڑک گئی۔ جو اتارنے والی ہے کھال کو۔ بلاتی ہے اسے جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا۔

وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾

اور جمع کیا پھر محفوظ کر لیا۔

(آیت نمبر ۱۵) ہرگز نہیں۔ یعنی مجرم کو ایسی آرزو سے منع کیا گیا کہ فدیہ دے کر چھٹکارا حاصل کرنا ناممکن ہے جو بندہ عذاب کا مستحق ہے۔ اس کو نجات کیسے مل سکتی ہے۔

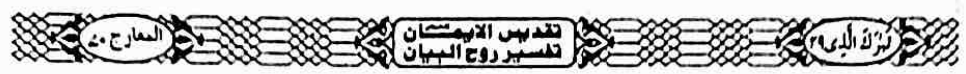
حدیث شریف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ بروز قیامت بندے سے پوچھے گا کہ اگر روئے زمین کی ہر چیز تیرے قبضے میں ہو تو کیا تو عذاب سے بچنے کے لئے دے دیگا وہ عرض کریگا۔ ضرور دونگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں نے تو تجھے دنیا میں معمولی سی چیز دینے کا کہا تھا کہ میری ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ (رواہ البخاری)

آگے فرمایا وہ جہنم سامنے بھڑک چکی ہے۔ لظی جہنم کا نام بھی ہے۔ یعنی وہ آگ جس میں دھواں نہ ہو۔ کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ اسے دکھا کر کہا جائے گا۔ وہ ہے جہنم جس سے تو فدیہ دیکر جان بچانا چاہتا ہے لیکن اب بچ نہیں سکتا۔

(آیت نمبر ۱۶) جو کھال اتار دینے والی ہے۔ یعنی جسم پر تمام اعضاء سے کھال اتار دے گی۔ اعضاء بھی جل جانے کے بعد پھر جسم کے ساتھ جڑ جائیں گے۔ جیسے وہ پہلے تھے۔ اسی طرح ہو جائیں گے اور یہ اس کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ اس لئے کہ وہ ان ہی ہاتھوں پاؤں سے لوگوں کو اذیت دیتے اور ان پر ظلم وستم کرتے تھے۔

(آیت نمبر ۱۷) وہ آگ بلا رہی ہے اس کو جس نے حق سی منہ موڑا۔ یعنی وہ آگ مجرم کو کھینچ کر لے جائیگی اور عذاب میں حاضر کرے گی۔ **فائدہ**: کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مقناطیس کی طرح سو سال یا دو سو سال کی مسافت پر بھی ہوا تو وہ اپنے پاس کھینچ لے گی۔ یہ بھی ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے زبان دے اور وہ اسے اپنے پاس بلا لے یا اسے ایسے اچک لے جیسے پرندہ دانے کو اچک لیتا ہے۔

(آیت نمبر ۱۸) کہ اس نے لالچ میں مال دنیا جمع کیا اور حقوق واجبہ ادا کرنے سے رکا رہا۔ اور اسے جمع کرنے کی وجہ سے دین سے بھی محروم رہا اور اس کا تکبر بڑھ گیا اور مخلوق خدا پر شفقت نہ کی چاہیے تھا کہ ان پر خرچ کرتا۔ الٹا ان پر ظلم و زیادتی کی کہ جو ان کے پاس تھا۔ وہ بھی غصب کیا۔ **فائدہ**: معلوم ہوا بخل بہت بڑا خسیس فعل ہے۔



اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ

بے شک انسان پیدا ہوا بے صبرا حریص۔ جب پہنچے اسے برائی تو گھبراتا ہے۔ اور جب پہنچے اسے بھلائی

مَنُوْعًا ۙ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ۙ﴿۲۲﴾

تو روک لیتا ہے۔ مگر وہ نمازی۔

(آیت نمبر۱۹) بے شک انسان بے صبرا پیدا ہوا کہ اسے جوں ہی کوئی ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع شروع کر دیتا ہے۔ **هلوع** ایک جانور ہے جو کوہ قاف کے پیچھے رہتا ہے۔ وہ رزانہ سات جنگل گھاس کھاتا ہے۔ لیکن شام کو پھر فکر لگ جاتی ہے کہ معلوم نہیں کل ملے یا نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی اس سے تشبیہ دی۔

(آیت نمبر۲۰) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ هلوع کی بہترین تفسیر یہی ہے کہ جو خود قرآن نے بیان کی کہ انسان کو جب کوشر پہنچے۔ یعنی فقر و فاقہ آ جائے یا بیمار ہو جائے تو وہ جزع فزع کرتا ہے۔ یعنی صبر نہیں کر سکتا۔

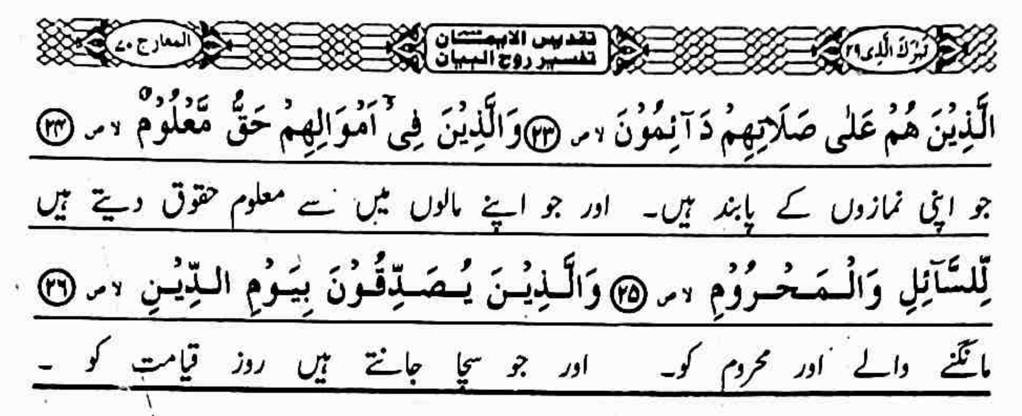
حدیث شریف میں ہے کہ انسان میں سب سے بری خصلت بخل ہالع و رجبن خالع ہے (تاریخ کبیر)۔ بخل ھالع کا معنی وہ بخل جو غمزدہ کرنے والا ہے اور بزدل خالع یعنی دل کو جو باہر نکالے۔

فائدہ: لیکن اللہ والے تو موت سے بھی نہیں گھبراتے اس لئے کہ وہ موت کو دیدار الٰہی کا سبب جانتے ہیں۔ اسی لئے وہ موت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا احسان سمجھتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام موت کو جلد قبول کر لیتے ہیں۔ **فائدہ**: هلوع، جزوع اور منوع یہ تینوں صفات انسان کی جبلت میں ہیں۔ یہ بالکل انسان سے ختم نہیں ہو سکتیں۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت نہ ہو۔

فائدہ: بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ ان اوصاف کو ریاضت کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے۔

(آیت نمبر۲۱) اور جب انسان کو بھلائی پہنچتی ہے۔ یعنی مال و دولت کی فراوانی ہو تو وہ اپنی نادانی کی وجہ سے دوسروں کو دینے سے روکتا ہے۔ اگر وہ یہ بات جان لیتا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے سے کتنا بڑا اجر ملتا ہے تو وہ بخل نہ کرتا۔

(آیت نمبر۲۲) مگر نمازی لوگ۔ یعنی رذیل عادات عام لوگوں میں اکثر پائی جاتی ہیں لیکن نمازی آدمی ہو تو نماز ان کی طبیعتوں کو تبدیل کر دیتی ہے۔ نماز کی پابندی کرنے سے نمازی میں وہ صفات آ جاتی ہیں جو محمود ہیں۔ نمازی آدمی برائیوں اور بے حیائیوں سے بھی بچ جاتا ہے اور خود بخود اس میں اچھی عادات آ جاتی ہیں۔



الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۲۳ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۲۴

جو اپنی نمازوں کے پابند ہیں۔ اور جو اپنے مالوں میں سے معلوم حقوق دیتے ہیں

لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۲۵ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۲۶

مانگنے والے اور محروم کو۔ اور جو سچا جانتے ہیں روز قیامت کو۔

(آیت نمبر۲۳) وہ نمازی جو اپنی نمازیں ہمیشہ پڑھتے ہیں کہ دنیا کا کوئی شغل انہیں نماز نہیں چھڑا سکتا۔ نماز کی ادائیگی پر وہ ہمیشگی کرتے ہیں۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا۔ سب سے افضل عمل وہی ہے۔ جو ہمیشہ ہو۔ خواہ وہ تھوڑا سا ہو (اخرجہ البخاری)۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کا ہر عمل دائمی ہوتا ہے۔

نکتہ: تمام محمود صفات میں نماز کا ذکر پہلے اس لئے کیا کہ تمام فرائض میں اہم فرض امت پر نماز ہی ہے اور بروز قیامت سب سے پہلے سوال بھی نماز کا ہی ہوگا۔ اس میں کامیاب ہوگیا تو وہ فلاح پا گیا۔ ورنہ نقصان اور گھاٹے میں رہ گیا۔ اس سوال میں کامیاب ہوگیا۔ تو اگلے سوالوں میں آسانی ہو جائیگی۔

(آیت نمبر۲۴) اور وہ لوگ جو اپنے مالوں میں سے مقررہ حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکالتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے اسے ادا کرنا اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں اور لوگوں پر شفقت کرتے ہوئے مقررہ حصہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جو سب لوگوں کو معلوم ہی ہے۔

(آیت نمبر۲۵) مانگنے والے کیلئے یعنی جو بھی ان سے سوال کرے۔ **مسئلہ**: جس کے پاس دو وقت کا کھانا ہو اسے مانگنا حرام ہے۔ **مسئلہ**: جسے معلوم ہو کہ یہ مانگنے والا زکوٰۃ لینے کا حق دار نہیں ہے اور پھر دیتا ہے تو وہ گناہ گار ہے۔ قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ اس طرح وہ حرام پر گویا مدد کر رہا ہے۔ **مسئلہ**: لینے والے کو چاہئے کہ دینے والے کو اچھی دعائیں دے اور دوسرا فرمایا کہ محروم کو بھی دے۔ یعنی جس کے پاس مال بھی نہیں اور وہ کسی سے مانگتا بھی نہیں لوگ اسے مال دار سمجھ کر اسے محروم کر دیتے ہیں۔ اسے بھی بن مانگے دے۔

(آیت نمبر۲۶) اور وہ لوگ جو روز قیامت کی تصدیق کرتے ہیں۔ یعنی نیک اعمال کر کے۔ یا بدنی اور مالی طاعات سے وہ آخرت میں ثواب کی امید رکھتے ہیں۔ ان باتوں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان اعمال والے روز قیامت کی تصدیق کرتے ہیں۔ ورنہ صرف زبانی تصدیق وہ کام نہیں کرتی جو عملی تصدیق کام کرتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ج ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾

اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ بے شک عذاب ان کے رب کا نہیں نڈر ہونے کی چیز۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ لا ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سوا اپنی بیویوں یا جن پر مالک ہیں ان کے ہاتھ

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ج ﴿۳۰﴾

تو بے شک ان پر کوئی نہیں ملامت۔

(آیت نمبر ۲۷) اور وہ لوگ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ حالانکہ ان کے اعمال بہت بہتر ہیں۔ لیکن پھر بھی انہیں اپنے اعمال کی کمی کا احساس ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے پیش نظر وہ خوف زدہ رہتے ہیں۔ **فائدہ**: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مومن ہر وقت اس خطرہ میں رہتا ہے کہ پتہ نہیں میری نیکیاں قبول ہوئیں یا نہیں۔ ایسے لوگوں کے نیک اعمال جلد قبول ہوتے ہیں۔

(آیت نمبر ۲۸) بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف کرنے والا نہیں۔ یعنی یہ بات کسی کے لائق نہیں ہے کہ وہ عذاب الٰہی سے بے خوف ہو جائے۔ خواہ وہ عبادت وطاعت میں کتنا ہی مبالغہ کرتا ہے۔ بلکہ بندہ کو خوف وامید کے درمیان رہنا چاہیے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید بھی ہو اور پکڑ کا ڈر بھی ہو۔

(آیت نمبر ۲۹) اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ زنا سے بچنے والے ہیں یعنی آخرت کے خوف سے اس قسم کی برائی کا ارتکاب نہیں کرتے۔ فرج کی حفاظت کا مطلب اس کی پاک دامنی ہے۔ **حدیث شریف**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) جو دو جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان۔ (۲) جو دو ٹانگوں کے درمیان ہے یعنی شرمگاہ کہ انہیں غلط استعمال نہیں کریں گے۔ (بخاری)

(آیت نمبر ۳۰) مگر اپنی بیویوں پر یعنی جن سے نکاح ہو گیا ہے اور دوسرا جن پر تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں۔ یعنی زرخرید کنیزیں ان دونوں سے ہمبستری کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مرد وعورت دونوں پر لازم ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو گناہ سے وہ خود کو محفوظ کریں اور عورتوں کی عزت کے محافظ بنیں۔ آگے فرمایا۔ بے شک اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ملامت نہیں کئے جائیں گے۔ نہ دنیا میں ملامت نہ آخرت میں پکڑ ہے کیونکہ یہ ان کا ان پر شرعی حق ہے۔

فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ج ﴿۳۱﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ

تو جو تلاش کرے اس کے علاوہ تو وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں

وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ

اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔ اوروہ جو

عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ط ﴿۳۴﴾

اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

(آیت نمبر ۳۱) پس جو اپنے نفس کے لئے تلاش کرے اس کے سوا جس کا ذکر ہوا۔ یعنی نکاح اور ملک یمین کے علاوہ سے نفع اٹھانے والے ہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ یعنی اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں کیونکہ زنا یا لواطت یہ دونوں فعل حد سے تجاوز میں داخل ہیں۔ **فائدہ:** ہاتھ سے منی وغیرہ نکالنا سخت منع ہے۔ بعض ائمہ نے سخت مجبوری پر اجازت دی ہے جبکہ گناہ کا ڈر ہو۔ یعنی زنا ہونے کا خدشہ ہو۔

(آیت نمبر ۳۲) اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی ان کے حقوق کو ادا کرتے ہیں۔ **فائدہ:** حضور ﷺ نے امانت میں خیانت کرنے اور جھوٹ بولنے اور وعدہ خلافی کرنے اور جھگڑے کے وقت گالیاں نکالنے والے کو پکا منافق فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

(آیت نمبر ۳۳) اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔ یعنی گواہی کو عدل وانصاف کے ساتھ ادا کرتے ہیں تاکہ لوگوں کے حقوق کا احیاء ہو۔ گواہی خواہ کسی انتہائی قریبی کے خلاف ہو۔ گواہی چھپانا حقوق کو ضائع کرنا ہے۔

نکتہ: شہادت بھی امانت ہے۔ اسے ادا کرنا فرض کفایہ اور اس کی ادائیگی فرض عین ہے اور گواہی پر اجرت لینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ **مسئلہ:** مسلمان کے ظاہری اچھے حال پر اکتفاء کرنا گواہی کیلئے کافی ہے۔ سوائے حدود وقصاص کے۔ اگر مخالف طعن کرے تو تحقیق کرنا ضروری ہے۔

(آیت نمبر ۳۴) اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی تمام شرائط کی رعایت اور اس کے فرائض وسنن مستحبات وآداب کے ساتھ انہیں ادا کرتے ہیں۔ ابتداء میں نماز کے دوام یعنی ہمیشہ پڑھنے کا ذکر تھا اور اب اس کی حفاظت کا ذکر ہے۔

اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝۳۵ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝۳۶

وہی لوگ باغوں میں عزت دیئے جائیں گے۔تو کیا ہوا ان کافروں کو کہ آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝۳۷ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝۳۸

دائیں اور بائیں سے گروہ کے گروہ۔کیا طمع رکھتا ہے ہر آدمی ان میں سے کہ داخل ہوگا نعمتوں والے باغ میں۔

(بقیہ آیت نمبر۳۴) المفردات میں ہے کہ اس میں تنبیہ ہے کہ وہ لوگ نمازوں کو شرائط وارکان کے ساتھ اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں۔پھر نماز بھی ان کے گناہوں سے حفاظت کرتی ہے یعنی گناہوں سے بچاتی ہے۔**حدیث شریف** میں ہے کہ جو نماز کی محافظت کرے۔وہ نماز قیامت کے دن اس کے لئے نور اور برھان ہوگی اور ذریعہ نجات ہوگی اور جو نہیں پڑھتا اس کا حشر فرعون ہامان قارون اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔(رواہ احمد والدارمی)

(آیت نمبر۳۵) یہی لوگ باغوں میں عزت دیئے جائیں گے۔یعنی جن لوگوں کی صفات مذکور ہوئیں۔انہیں ایسے باغات میں ٹھہرایا جائیگا۔جن کی صفات وشان بیان سے باہر ہے اور انہیں آخرت میں اعزاز واکرام بھی وہ ملے گا۔جو بیان سے باہر ہے۔انہیں دنیا میں بھی عزت ملی اور آخرت میں بھی بہت بڑا اعزاز حاصل ہوگا۔

(آیت نمبر۳۶) تو پھر ان کافروں کو کیا ہوا۔جو ایسے عالی شان اعزاز سے محروم ہوئے اور اے محبوب تیری طرف جو لوگ تیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔غصے کے ساتھ (جیسے مردہ بھینس دیکھتی ہے)

(آیت نمبر۳۷) جو دائیں اور بائیں جانب گروہ در گروہ ہیں۔**شان نزول**: کفار جدا جدا ٹولیا بن کر رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد حلقے بنا کر آپ کے کلام مبارک کو سنتے اور سن کر ٹھٹھہ مخول کرتے ہوئے کہتے کہ اگر یہ غریب مسکین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنت میں جائیں گے۔جیسا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں تو ہم ان سے پہلے جائیں گے۔

(آیت نمبر۳۸) کیا ان میں سے ہر ایک آدمی یہ طمع رکھتا ہے۔یعنی یہ آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھنے والے یہ خواہش رکھتے ہیں کہ وہ نعمتوں والے باغ میں داخل کئے جائیں گے۔**فائدہ**: ایسی جنت جس میں ہر چیز اور سکون ہے اور ہر طرح کی نعمتیں ہیں۔نہ خرابی نہ گندگی۔نہ وہاں طبع میلی ہو۔نہ ترش۔جہاں امن ہی امن ہوگا۔اس جنت میں تو صرف ایمان والے جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات میں بتادیا کہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہی جنت میں جائیں گے۔یا وہ جن کے متعلق شفاعت ہوگی۔لیکن کفار تو شفاعت سے بھی قطعی طور پر محروم ہونگے کیونکہ وہ مغضوب خدا ہیں اور جنت میں محبوب خدا جائیں گے۔

کَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ

ہرگز نہیں بے شک ہم نے انہیں بنایا جس چیز سے وہ جانتے ہیں مجھے قسم ہے اس کی جو مشرقوں اور مغربوں کا رب ہے

اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَیْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۴۱﴾

بے شک ہم ضرور قادر ہیں۔ اس پر کہ ہم بدل دیں بہتر ان سے اور نہیں ہم آگے بھی نکلنے والا۔

(آیت نمبر ۳۹) ہرگز نہیں۔ اس میں انہیں زجر وتوبیخ ہے کہ تمہاری طمع ہرگز پوری نہیں ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ کفار نے جو سمجھا ہے وہ بالکل ہی غلط ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جنت تو درکنار انہیں تو جنت کا راستہ بھی نہیں ملے گا۔ وہ تو (بائی پاس) سیدھے جہنم کی طرف جائیں گے۔ (دونوں کا راستہ ہی جدا ہے) اسی لئے "کلا" کا لفظ کہہ کر واضح کردیا کہ کافر تو ہرگز نہیں جاسکتے جنت میں۔ آگے فرمایا۔ بے شک ہم نے انہیں جس چیز سے پیدا کیا۔ وہ جانتے ہیں۔ نطفہ سے پھر وہ گندا خون بنا پھر وہ لوتھڑا بنا۔ پھر بوٹی ہوا۔ لہذا اسے اپنی پہلی خلقت پر غور کرنا چاہئے۔

(آیت نمبر ۴۰) مجھے قسم ہے۔ مشرقوں اور مغربوں کے رب ہونے کی۔

نکتہ: جمع کے صیغے اس لئے لائے گئے کہ روزانہ سورج ایک نئی جگہ سے طلوع اور غروب کرتا ہے۔ گویا ایک سال میں ایک سو اسی مشرق اور اتنے ہی مغرب ہیں۔ یا اس سے ستاروں کے طلوع وغروب مراد ہیں کہ ہر ستارہ کا مشرق ومغرب جدا ہے۔ یا اس سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام کا آنا قوموں کے پاس طلوع ہے اور ان کا وصال ان کا غروب ہے۔ آگے فرمایا کہ بے شک ہم (سب کچھ کرسکنے پر) ضرور قادر ہیں۔

(آیت نمبر ۴۱) یعنی اس بات پر بھی قادر ہیں کہ ہم ان سے بہتر کو بدل دیں۔ **فائدہ**: چونکہ مشرکین اپنے آپ کو (شیطان کی طرح) مسلمانوں سے بہتر سمجھتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ مشرک بہتر نہیں ہوسکتے۔ ہم ان سے بہتر لوگ لاسکتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بہتر لوگ اس طرح لائے کہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام مہاجرین وانصار کو لے آیا اور مشرکین اپنے آپ کو بہتر کہنے والے ختم ہوگئے۔

فائدہ: یہ بات اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈرانے کیلئے کہی۔ تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔ آگے فرمایا کہ وہ ہم سے کہیں نکل کر نہیں جاسکتے۔ یعنی ایسا تبادلہ کرنے پہ آجائیں تو وہ ہرگز ہم سے سبقت نہیں کرسکتے کہ وہ ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں اور ہمیں وہ عاجز کردیں۔ یعنی نہ وہ نکل کہیں سکتے ہیں۔ نہ ہمیں مغلوب کرسکتے ہیں۔

12/12

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۴۲﴾

تو چھوڑیں ان کو پڑے رہیں بے ہودگیوں اور کھیل میں یہاں تک کہ جاملیں اپنے اس دن سے جس کا وہ وعدہ دیئے گئے

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوفِضُونَ ﴿۴۳﴾

جس دن نکلیں گے قبروں سے جھپٹتے ہوئے تو گویا کہ وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں ۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۴۴﴾

نیچے کئے ہوں گے آنکھوں کو چڑھی ہوگی ان پر ذلت۔ یہ دن وہ ہے جس کا وہ وعدہ دیئے گئے تھے۔

(آیت نمبر۴۲) اے محبوب انہیں ان کی بے ہودگیوں میں پڑا رہنے دے جو کھیل کھیلتے ہیں۔ یا وہ جس کام میں مشغول ہیں۔ انہیں اسی حال پر رہنے دیں۔ یہ باتیں انہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گی ۔ یہاں تک کہ یہ اس دن سے آملیں۔ جس کا انہیں وعدہ دیا گیا۔ اس سے مراد نفحہ ثانیہ ہے کہ جب سب لوگ دوبارہ زندہ ہوں گے۔ اور جب وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے (وہ دن ہے) جس دن کا وہ وعدہ دیئے گئے ہیں۔ جس وعدے کے بارے میں وہ بار بار پوچھتے ہیں کہ وہ وعدہ کب ہے۔ **فائدہ**: یہاں یلاقو بمعنی ملاقات ہے۔ جس کا معنی ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنا ۔ یا معنی ہے۔ کافر جہنم کو اور مسلمان جنت کو دیکھیں گے۔ یا کافروں کو عذاب ہوگا اور مسلمانوں کو ثواب نصیب ہوگا۔

(آیت نمبر۴۳) جس دن (زندہ ہوکر) قبروں سے باہر نکل آئیں گے۔ جلدی جلدی آگے کو جھپٹتے ہوئے۔ ایک بلانے والے کی آواز پر۔ اس سے مراد جناب اسرافیل علیہ السلام کی آواز ہے۔ جو صحرائے بیت المقدس پر کھڑے ہوکر صور میں پھونکیں گے تو لوگ قبروں سے نکل کر اسی آواز کی طرف سرپٹ دوڑ پڑیں گے۔ ایسے کہ گویا وہ نشانوں کی طرف آگے لپک رہے ہیں۔ نصب سے مراد ہر وہ چیز جو پرستش کیلئے اوپر لٹکادی جائے۔

جلد-10

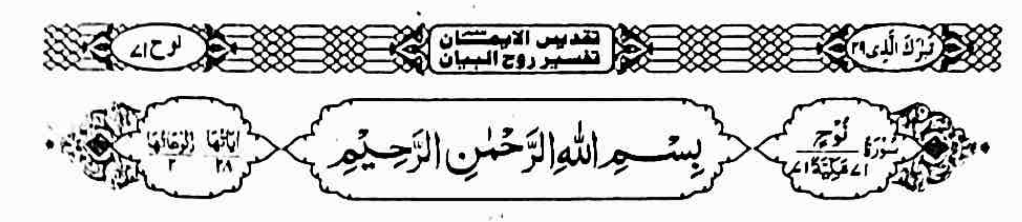
فائدہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی مثال یوں دی کہ جیسے شکاری شکار کے جال میں پھنس جانے کے بعد اس کی طرف تیزی سے دوڑتا ہے۔

(آیت نمبر۴۴) آنکھیں جھکائے ہوئے ہوں گے۔ اگرچہ ان کے سارے جسم کا حال یہی ہوگا۔ چونکہ

آنکھوں سے خشوع کا اظہار زیادہ ہوتا ہے۔ آنکھوں کے آثار سے خشوع کا علم ہوتا ہے۔ اس لئے آنکھوں کا ذکر فرمایا۔

فائدہ: یعنی ان کی آنکھیں ذلت ورسوائی سے نیچے ہوں گی۔ عذاب کی وجہ سے وہ آنکھیں اوپر اٹھا کر نہ دیکھیں گے کیونکہ اس وقت ان پر ذلت سوار ہوگی۔ یعنی اس دن وہ انتہائی ذلیل ورسوا ہوں گے۔ قیامت کے دن اتنے بڑے بڑے ہولناک مناظر ہوں گے کہ کفاران کو دیکھ کر انتہائی خوف زدہ ہوں گے۔ ذلت کی انتہاء تک پہنچے ہوں گے تو اس وقت انہیں کہا جائیگا۔ یہ ہے وہ دن جس کا تم وعدہ دیئے گئے تھے۔ یعنی دنیا میں جو انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ اپنی اپنی زبانوں میں تمہیں قیامت کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے اور تم ان کی تکذیب کرتے تھے کہ کوئی قیامت نہیں نہ کوئی مرنے کے بعد اٹھنا ہے۔ وہ یہی دن ہے اور اللہ والے تو قیامت کا نام ہی سن کر خون کے آنسو روتے تھے۔ (اس لئے کہ انہیں اس دن کے واقع ہونے پر علم الیقین تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

اختتام سورۂ معارج ۱۱، جون ۲۰۱۷ء بمطابق ۱۵ رمضان المبارک بروز اتوار



اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱﴾

بے شک ہم نے بھیجا نوح کو قوم کی طرف کہ ڈرائیں اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ آئے ان پر عذاب دردناک۔

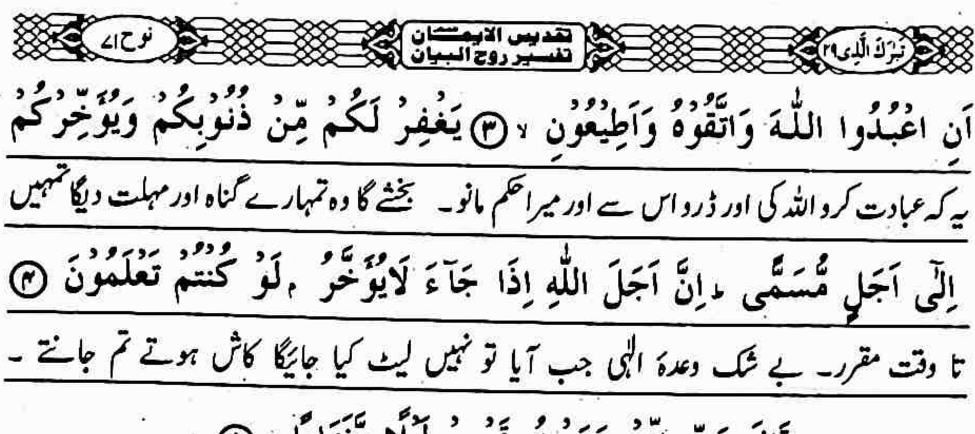
قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۲﴾

فرمایا اے قوم میں تمہیں ڈرانے والا ہوں کھلا۔

(آیت نمبر۱) بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ **فائدہ**: نوح علیہ السلام کا اصل نام عبد الغفار تھا۔ خوف خدا میں کثرت کے ساتھ رونے کی وجہ سے آپ کا نام مبارک نوح پڑ گیا۔ سب سے پہلے صاحب شریعت رسول آپ ہی ہیں۔ آپ کی قوم بت پرست تھی۔ آپ نے انہیں ساڑھے نو سو سال سمجھایا۔ آپ حضور ﷺ کی طرح پوری روئے زمین پر نبی تھے۔ اس وقت کوئی اور نبی یا رسول نہیں تھا۔ ہمارے حضور ﷺ ساری مخلوق کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہم نے آپ کو تمام انسانوں کا رسول بنایا۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا۔ دوسرے نبی صرف اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے میں تمام لوگوں کا رسول ہوں (بخاری)۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے نوح اپنی قوم کو بت پرستی اور شرک سے ڈرائیں کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائیں۔ اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آ جائے یا آخرت کا عذاب آئے اور وہ کوئی عذر بھی نہ کر سکیں۔

(آیت نمبر۲) تو نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا اور انہیں شفقت اور خیر خواہی کے طور پر فرمایا۔ اے میری قوم بے شک میں تمہیں ڈرسنانے آیا ہوں کہ اس کفر و شرک اور ان تمہاری نافرمانیوں کا بہت برا انجام ہوگا۔

نکتہ: اگرچہ آپ بشیر بھی تھے۔ لیکن نذیر کی تاثیر بشیر کی نسبت زیادہ ہے۔ لوگوں کی عادت ہے کہ پہلے قہر کے خوف سے مطیع ہوتے ہیں۔ پھر عطا کی طمع سے خوش ہوتے ہیں۔ ڈر سے جتنا جلد مانتے ہیں۔ عطا سے اتنا جلد نہیں مانتے۔ نیز فرمایا کہ میں تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں تاکہ تم اچھی طرح سمجھ لو۔



اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۙ ③ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ

یہ کہ عبادت کرو اللہ کی اور ڈرو اس سے اور میرا حکم مانو۔ بخشے گا وہ تمہارے گناہ اور مہلت دیگا تمہیں

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④

تا وقت مقرر۔ بے شک وعدۂ الٰہی جب آیا تو نہیں لیٹ کیا جائیگا کاش ہوتے تم جانتے ۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۙ ⑤

فرمایا میرے رب میں نے بلایا اپنی قوم کو رات دن۔

(آیت نمبر۳) اے قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ یعنی اپنے افعال واقوال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرلو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مامورات اور منہیات اور اعتقادات میں انہیں نوح علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا۔

فائدہ: نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی اطاعت اخلاق وصفات اقوال واعمال سب تقویٰ اور عبادت الٰہی میں داخل ہے۔ اس کو الگ ذکر کرکے تاکید کردی ہے۔ **فائدہ:** "اطیعونی" کہہ کر یہ بھی واضح کردیا کہ اطاعت رسول درحقیقت اطاعت الٰہی ہے اور قبولیت بھی اطاعت رسول سے متعلق ہے۔

(آیت نمبر۴) جب میری اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سابقہ گناہ معاف کردے گا جو زمانہ جاہلیت میں تم سے ہوتے رہے۔ کیونکہ اسلام قبول کرلینے سے پہلے والے تمام گناہ ختم ہوجاتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مہلت بھی عطا فرمائے گا کہ تم پر ہلاکت اور تباہی جلد نہیں آئیگی۔ اور تمہیں ایک وقت تک ڈھیل دی جائے گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایمان لانے سے ان کی عمریں بڑھ جائیں گی۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ ایمان لانے سے تم قہر الٰہی سے بچ جاؤ گے۔ آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اجل موت کا مقررہ وعدہ ہے وہ جب آگیا تو پھر لیٹ نہیں ہوگا۔ کاش تم اس بات کو وقت سے پہلے جان جاتے۔ اور عذاب میں ہلاک نہ ہوتے۔

(آیت نمبر۵) ان آیات میں جناب نوح علیہ السلام نے ان حالات کو بیان فرمایا جو اس سے پہلے نوح علیہ السلام کے ساتھ گذرے۔ جناب نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں نے پوری کوشش سے اپنی قوم کو توحید کی طرف بلایا۔ دن رات دعوت دیتا رہا۔ لیکن وہ نہ مانے بلکہ انہوں نے نوح علیہ السلام پر سختیاں کیں طرح کی انہیں اذیتیں دیں۔

فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا

تو نہیں زیادہ ہوا انکار میرے بلانے سے سوا بھاگنے کے اور بے شک میں نے جب بلایا انہیں کہ تو انہیں بخشے کرلیں

اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ ⑦

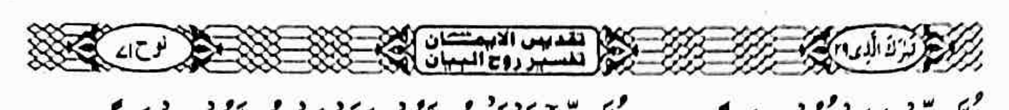
انہوں نے انگلیاں اپنے کانوں میں اور اوڑھ لئے اپنے کپڑے اور ہٹ دھرمی اور تکبر کیا بہت بڑا

(بقیہ آیت نمبر۵) میرے رب میں نے انہیں دن اور رات کے وقت دعوت دی۔ ایمان واطاعت کی طرف بلایا۔ یعنی ہمیشہ بلایا۔ **فائدہ**: کشف الاسرار میں ہے کہ رات کے وقت ان کے گھروں میں جا کر انہیں سمجھاتے اور دن کو بھی ان کی مجلسوں میں چلے جاتے اور انہیں وعظ ونصیحت فرماتے۔ **حکایت**: جب جناب نوح علیہ السلام کسی کافر کے گھر پر تشریف لے جاتے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹاتے، گھر والے پوچھتے۔ دروازے پر کون ہے تو آپ فرماتے کہ نوح کہتا ہے کہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھ لو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(آیت نمبر۶) تو نہیں بڑھایا انہیں میری دعوت نے مگر بھاگنا۔ یعنی میں جس کو بھی توحید کی طرف بلاتا تھا۔ وہ بھاگ کر دور جا کھڑے ہوتا۔ **فائدہ**: وہ میری تابعداری سے یا دین سے دور بھاگتے۔ یعنی انہیں مجھ سے کوئی اور تکلیف نہ تھی۔ انہیں میری دعوت سے سخت نفرت تھی۔ اس نفرت ہی کی وجہ سے انہیں ایمان نصیب نہیں ہوا۔ اور وہ ایمان وطاعت سے دور بھاگتے تھے۔ یعنی نبی سے نفرت ایسی منحوس شیء ہے، کہ بندہ ایمان سے محروم رہ جاتا ہے۔

(آیت نمبر۷) اور بے شک میں نے جتنی بار بھی انہیں ایمان وطاعت کی طرف بلایا۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ جب بھی میں نے تبلیغ کی نیت سے حکم الٰہی کی طرف انہیں بلایا۔ انہیں بلانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اللہ پر ایمان لے آئیں اور اطاعت قبول کرلیں تو ان کی بخشش ہو جائے۔ تو بجائے میری بات سننے کے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے۔ یعنی کان بند کر لیتے تا کہ میری آواز ان کے کانوں میں نہ جائے اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لیتے تھے۔ گویا انہوں نے اپنے آپ کو مجھ سے چھپالیا اور آنکھوں پر بھی پردہ ڈال دیتے تا کہ نوح علیہ السلام کو نہ دیکھیں۔ ان (پلیدوں) کو نوح علیہ السلام کا دیکھنا بھی گوارہ نہ تھا۔ اس لئے کہ باطل حق کو دیکھ کر گھبراتا ہے کیونکہ وہ دونوں آپس میں ضدیں ہیں۔ یہی حال ہر زمانے میں ہوا کہ باطل والا بدمذہب سنی علماء وبزرگان دین کو دیکھ کر نفرت کرتا ہے۔ اسی طرح بدکردار، بدمعاش بدخوزانی شرابی علماء کرام کو دیکھ کر ان سے نفرت کرتے ہیں۔



ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ﴿۹﴾

پھر میں نے بلایا انہیں اعلانیہ۔ پھر میں نے اونچے آواز اور آہستہ آواز دے کر بھی بلایا۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾

پھر میں نے کہا بخشش مانگو اپنے رب سے بے شک وہ ہے بڑی بخشش والا۔

(بقیہ آیت نمبر۷) **فائدہ**: یہاں تک کہ انہیں نوح علیہ السلام کی بات قبول کرنا گوارہ ہی نہ تھا۔ چونکہ وہ کفر ونافرمانیوں پر ڈٹے ہوئے تھے۔ ایسا اصرار تھا کہ گویا ان کے دلوں پر گانٹھ لگ گئی تھی اور انہوں نے بہت بڑا غرور وتکبر کیا۔ کیونکہ انہیں میری اتباع سے بڑی نفرت تھی۔ کیونکہ وہ مجھے کمتر سمجھتے تھے۔

(آیت نمبر۸) اس کے باوجود میں نے انہیں اعلانیہ طور پر بھی بلایا۔ یعنی ان کی محفلوں میں جاکر انہیں کھلے عام دعوت دی۔ **الجهر** سے مراد ہے۔ پورے زور کے ساتھ ایمان کی طرف بلانا کہ جس سے ہر ایک تک میری آواز پہنچ گئی۔ جہاں بھی ان کا مجمع لگا ہوتا۔ میں انہیں کلمہ توحید کی دعوت دیتا۔

(آیت نمبر۹) پھر میں نے ان میں اعلان بھی کیا اور انہیں خفیہ طور پر ایمان کی دعوت دی۔ الغرض یہ کہ انہیں دعوت دینے میں پوری جدوجہد سے کام لیا اور مختلف طریقے استعمال کئے۔ کبھی خفیہ تبلیغ کی اور کبھی اعلانیہ طور پر انہیں دعوت دی۔ کبھی اکیلے اور کبھی اجتماع میں۔

دونوں طریقے اپنانے کی وجہ: تفاسیر میں آتا ہے کہ نوح علیہ السلام جب کفار کو وعظ فرماتے تو وہ آپ کو سخت سے سخت اذیتیں پہنچاتے۔ آپ اکثر ان کی ایذاؤں سے بے ہوش ہو جاتے۔ آپ نے ایک مرتبہ یہ دعا کی۔ یا اللہ مجھے ان سے پوشیدہ رکھ تو اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ آپ عرصہ دراز تک اسی طرح وعظ فرماتے رہے کہ انہیں نظر نہ آتے تھے۔ پھر بھی نہ مانے۔ پھر آپ نے دعا کی یا اللہ مجھے ان پر ظاہر فرما۔ آپ پھر پہلے کی طرح ان کے ساتھ کھل مکھلا رہنے لگے۔ **فائدہ**: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے عرض کیا اے اللہ (جل جلالہ) میں نے بعض کو اعلانیہ وعظ کیا اور بعض کو خفیہ تنہائی میں نصیحت کی۔ لیکن سوا چند لوگوں کے کسی نے دعوت کو قبول نہیں کیا۔

(آیت نمبر۱۰) میں نے انہیں دعوت میں یہ بھی کہا کہ رب تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگو یعنی جو تم سے کفر ہوا یا نافرمانیاں ہوئیں موت سے پہلے پہلے بخشش مانگ لو۔ اس لئے کہ بے شک وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ ⑪ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ

برسائے گا آسمان سے تم پر تیز بارش۔اور مدد کریگا تمہاری مالوں اور بیٹوں سے اور بنائے گا تمہارے لئے

جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۭ ⑫

باغات اور (جاری) کرے گا تمہارے لئے نہریں۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۰) **فائدہ**: کشف الاسرار میں غفار کا معنیٰ کیا ہے۔بندے پر فضل واحسان کرنے والا۔یعنی بندے کا کام ہے کہ وہ ان امور میں پشیمان ہو اور جو گذشتہ دنوں میں اللہ تعالیٰ سے غافل رہا۔اس پر معافی مانگے۔ **حدیث شریف** میں مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جسے استغفار کی توفیق مل گئی اس کی بخشش بھی ہوگئی۔مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔جسے اللہ تعالیٰ بخشنا چاہتا ہے۔اس کو استغفار کا الہام ہو جاتا ہے اور جس کے لئے عذاب کا ارادہ ہو جائے۔اسے استغفار کی توفیق نہیں ملتی۔(نہج البلاغۃ)

محبوب بندوں کے ذکر سے عذاب ٹل جاتا ہے: علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ بندے ہیں جو آپس میں پیار کرتے ہیں۔اسی وجہ سے ان کے دل مسجد سے لگے ہوئے ہیں۔سحری کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اگر کسی قوم پر عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو نیک لوگوں کے ذکر کو دیکھ کر عذاب کو ٹال دیتا ہے۔ **حدیث قدسی** میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ اگر زمین کے برابر بھی گناہ کر کے لائے۔تب بھی میں بخش دونگا۔بشرطیکہ وہ شرک نہ کرے۔(اربعین نووی)

(آیت نمبر ۱۱) وہ آسمان سے تم پر بہت زیادہ بارش برسائے گا۔یعنی لوگ اگر استغفار کریں گے تو ان پر بہت زیادہ اور تیز بارشیں ہوں گی تو قوم نے کہا کہ اے نوح اگر ہم حق پر ہیں تو پھر اسے کیسے چھوڑ دیں اور اگر باطل پر ہیں تو اتنے لمبے زمانہ کے گناہ کیسے ایک دم ختم ہو جائیں گے تو جناب نوح علیہ السلام نے فرمایا۔تم استغفار کرو گے تو گناہ خود بخود دھل جائیں گے اس کے علاوہ بھی استغفار کے بے شمار منافع تمہیں حاصل ہوں گے۔ **فائدہ**: اس سے معلوم ہوا کہ اطاعت خدا اور رسول دنیا کی خیرات و برکات حاصل ہونے کا سبب ہے اور ان کی نافرمانی قہر الٰہی کے ظہور کا سبب ہے۔

(آیت نمبر ۱۲) اور اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔مالوں اور بیٹوں سے۔یعنی یہ دونوں نعمتیں عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے پیدا کرے گا باغات اور ان میں تمہارے لئے نہریں جاری فرمائے گا۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿١٤﴾

کیا ہے تمہیں۔ کہ نہیں امید رکھتے اللہ سے عزت ملنے کی۔ حالانکہ اس نے پیدا کیا تمہیں کئی طرح۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ ﴿١٥﴾

کیا تم نہیں دیکھتے کیسے بنایا اللہ نے سات آسمانوں کو اوپر نیچے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۲) **تنگدستی ختم کرنے کا وظیفہ:** حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے قحط کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کثرت سے استغفار کرو۔ ایک اور نے روزی کی تنگی بیان کی اسے بھی یہی فرمایا۔ کسی اور نے کہا اولاد نہیں اس کو بھی یہی حکم فرمایا۔ ایک اور آیا اس نے اپنی تکلیف بیان کی تو آپ نے سب کو استغفار پڑھنے کا حکم دیا تو ربیع بن صبیح نے عرض کی کہ لوگوں کی شکایات مختلف ہیں۔ آپ نے سب کو وظیفہ ایک ہی بتایا ہے تو آپ نے یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی کئی دکھوں کا یہی ایک علاج بیان فرمایا۔

(آیت نمبر۱۳) تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ سے عزت و وقار کی امید کیوں نہیں کرتے۔ یعنی کون سا سبب تمہارے لئے باعث رکاوٹ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر اعتقاد نہیں رکھتے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا موجب ہے۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے اور نہ اس کی تعظیم و توقیر کے پیش نظر اس سے ثواب کی امید کرتے ہو۔

(آیت نمبر۱۴) حالانکہ اس نے تمہیں کئی طرح سے بنایا ہے کئی طور کا معنی یہ ہے کہ کبھی ایک حال میں پھر دوسرے حال میں۔ **فائدہ:** بعض نے فرمایا کہ اس سے سات اطوار کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے سورۂ مومنوں کی ایک آیت میں یوں بیان فرمایا کہ بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر پانی کی بوند سے جو ایک مضبوط جگہ میں رکھی۔ پھر اس بوند کو خون بنایا۔ پھر اسے بوٹی بنایا۔ پھر اس ہڈی بنائی۔ پھر اس پر گوشت چڑھایا۔ پھر اسے ایک صورت عطا کر کے اٹھان دی لہٰذا اللہ تعالیٰ بڑی برکتوں والا بہت اچھا پیدا کرنے والا ہے۔

(آیت نمبر۱۵) کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمانوں کو سات طبق بنایا۔ یہ اس کے کمال قدرت و علم کی دلیل ہے۔ دوسری جگہ فرمایا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا کیا۔ پہلے انسان کے اندر اس کو نفس کے دلائل دیئے جو بالکل اس کے قریب ہے۔ اس کے بعد اب آفاق کے دلائل بیان فرمائے۔ تا کہ وہ سمجھ جائے۔

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ⑯ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ⑰

اور کیا چاند کو ان میں روشن اور بنایا سورج کو سراج۔ اور اللہ نے نکالا تمہیں زمین سے سبزہ کی طرح۔

ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ⑱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ⑲

پھر لوٹائے گا تمہیں اس میں اور نکالے تمہیں دوبارہ۔ اور اللہ نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا۔

(آیت نمبر ۱۶) اور چاند کو ان آسمانوں میں روشن بنایا کہ وہ اندھیری رات میں روشنی دیتا ہے۔

فائدہ: ابن عباس وابن عمر اور حضرت وہب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ سورج اور چاند کے منہ اوپر ہے اور پشت نیچے کی طرف ہے۔ اسی لئے انہیں سراج بھی کہا گیا ہے کیونکہ نور اوپر کی طرف کو اٹھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ اور اس کا الٹ ہوتا تو ان کی سخت گرمائش سے زمین کی ہر چیز جل جاتی۔ آگے فرمایا کہ اس نے سورج کو آسمانوں میں نور اور سراج بنایا۔ **فائدہ**: عبداللہ بن عمرو نے فرمایا کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے۔ اگر وہ پہلے آسمان پر ہوتا تو کوئی چیز اس کی گرمی برداشت نہ کرسکتی۔

(آیت نمبر ۱۷) اور اللہ تعالیٰ نے ہی زمین میں تمہارے لئے سبزہ اگایا اور تمہیں اس سے بھی عجیب وغریب طریقے سے پیدا فرمایا۔ یعنی اسی زمین کی مٹی سے انسان اور اسی زمین سے ہر طرح کی پیداوار غلہ فروٹ وغیرہ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیلیں ہیں۔ اور قیامت کے دن بھی پودوں کی طرح انسانوں کو زمین سے نکالے گا۔

(آیت نمبر ۱۸) پھر تمہیں اس زمین میں لوٹائے گا۔ یعنی مرنے کے بعد تم اسی زمین میں دفن ہوگے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے قیامت کے دن اس زمین سے زندہ کر کے نکالے گا تاکہ وہ اپنوں کو اچھی جزاء اور دشمنوں کو سزا دے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ دن رکھا ہی جزاء کیلئے ہے۔

(آیت نمبر ۱۹) اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کو تعظیم اور برکت حاصل کرنے کیلئے دہرایا اور زمین کے ساتھ انسانوں کے بے شمار منافع متعلق ہیں۔ جن کا تفصیلی بیان سورۂ ملک میں ہو چکا ہے۔ بساط بچھونے کو کہتے ہیں۔

فائدہ: ابوحیان نے فرمایا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین گیند کی طرح نہیں ہے بلکہ بچھونے کی طرح ہے۔ کیونکہ بساط چوڑی چیز کو کہا جاتا ہے۔

لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ع ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا

تاکہ چلو اس کے راستوں میں جو کھلے ہیں۔ فرمایا نوح نے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور پیروی کی

مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ع ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ج ﴿۲۲﴾

اس کی جو نہ بڑھائے ان کا مال واولاد سوائے نقصان کے۔ اور انہوں نے بڑے بڑے مکر وفریب کئے۔

(آیت نمبر۲۰) تاکہ تم اس زمین پر بہ آسانی چل سکو۔ اس لئے اس میں کھلے راستے بنادیئے تاکہ چلنے والے کو کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھ سے آسمانوں کے راستے پوچھو۔ میں زمین کی نسبت آسمانی راستوں سے زیادہ واقف ہوں۔

فائدہ: اس سے مراد وہ راستے ہیں جو انسان کو درجہ کمال تک پہنچاتے ہیں۔

(آیت نمبر۲۱) نوح علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب کریم ان لوگوں نے میری نافرمانی میں حد کردی۔ ہمیشہ میری مخالفت کی جو بھی میں نے انہیں کہا۔ انہوں نے اس کے خلاف کیا۔ حالانکہ میں نے انہیں وعظ ونصیحت کرنے میں پوری کوشش کی۔ لیکن انہوں نے اسی کی پیروی کی۔ جس نے ان کے خسارہ میں اضافہ ہی کیا۔ مال نے انہیں متکبر اور مغرور بنایا اور اولاد نے دھوکہ ہی دیا۔ اس کے باوجود انہوں نے مال اور اولاد سے ہی پیار کیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مال واولاد اکثر دینی طور پر ہلاکت اور گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔

نکتہ: لیکن کبھی یہی مال ودولت اور اولاد ابدی نیک بختی کا بھی سبب بن جاتی ہے جبکہ بندہ ان کے حصول پر شکر ادا کرے اور انہیں خیر وبھلائی کی جگہ لگائے۔ اور اولاد کو صراط مستقیم پر چلائے۔

(آیت نمبر۲۲) اے مالک الملک انہوں نے بہت بڑے بڑے مکر کئے کہ انہوں نے لوگوں کو دین سے دور رکھنے میں کئی حربے استعمال کئے۔ مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم وستم کئے تاکہ اور لوگ مسلمان نہ ہوں۔ (جیسے آج بھی مسلمانوں کا حال ہو رہا ہے۔ پوری دنیا میں ظلم وستم کا نشانہ صرف مسلمان ہے)۔

فائدہ: چونکہ توحید کا تمام اعمال میں اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اس لئے اس کی مخالفت اور اس سے روکنا بھی اعظم الکبائر ہے اور تمام بڑے گناہوں سے بھی بڑا گناہ شرک ہے۔ جو ناقابل معافی جرم ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ

اور بولے ضرور نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور نہ چھوڑنا ود کو اور نہ سواع اور نہ یغوث اور یعوق

وَنَسْرًا ۚ ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

اور نسر کو۔ اور تحقیق انہوں نے گمراہ کیا بہتوں کو اور نہیں زیادہ کرتے ظالم سوائے گمراہی کے۔

(آیت نمبر ۲۳) تو ان بڑے بڑے مشرکوں نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔ اپنے معبودوں کی پرستش نہ چھوڑنا اور نوح کے کہنے پر ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو تم ہرگز نہ چھوڑنا یہ پانچوں ان کے بڑے بت تھے ان کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔ اور یہ سارا سبق ان کو شیطان نے سکھایا۔ یہ بت بھی عبادت کیلئے اسی نے بنا کر دیئے۔

فائدہ: یہی بت عرب کے قبائل میں منتقل ہوئے تھے۔ یعنی عربوں نے بھی اپنے بتوں کے یہی نام رکھے۔

شرک کی بنیاد: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ یہ پانچ نیک لوگ تھے جو آدم علیہ السلام کے بعد ہوئے۔ یا آپ کے زمانہ میں ہی ہوئے۔ انتہائی نیک لوگ تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے چاہنے والے انتہائی غمگین ہوئے۔ تو شیطان کو موقع مل گیا۔ اس نے انہیں ان نیک لوگوں کے فوٹو بنا دیئے تو لوگ انہیں دیکھ کر خوش ہوتے۔ لیکن اولاد کو آگاہ نہ کیا ان کی اولادوں نے ان کی پوجا شروع کر دی۔ (جیسے آج بھی بعض لوگ پیروں کو خدا کا درجہ دیتے ہیں)۔ شیطان نے انہیں شرک کی راہ پر ایسا ڈالا کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے انبیاء بھیج کر شرک ختم کرنا چاہا۔ مگر انبیاء دنیا سے پردہ فرما گئے قوموں نے تباہ ہونا گوارہ کر لیا۔ مگر بتوں کو چھوڑنا گوارہ نہیں کیا۔

فائدہ: تقی بن مخلد نے کہا کہ یہ پانچ آدم علیہ السلام کے بیٹے ہوئے۔ جو نیک اور پرہیزگار تھے۔ ان کی وفات کے بعد انہیں معبود بنا لیا گیا جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد خدا کا بیٹا بنا لیا گیا۔

(آیت نمبر ۲۴) بے شک ان بڑے سرداروں مکاروں نے بڑی مخلوق کو گمراہ کیا۔ جیسے دوسرے مقام پر ابراہیم علیہ السلام کا قول منقول ہے کہ یا اللہ ان بتوں کی وجہ بہت بڑی مخلوق گمراہ ہوئی۔ آگے فرمایا کہ ان ظالموں کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوا۔ اس سے بڑی بری بات اور کیا ہوگی کہ ایک خسیس مخلوق کو اپنا خالق بنا لیا گیا اور ان کی پوجا شروع کر دی۔ **فائدہ:** غالباً یہ کلمات اس وقت نوح علیہ السلام نے زبان مبارک سے نکالے۔ جب وحی آ گئی کہ اب آپ کی قوم سے اور کوئی بھی ایمان نہیں لائے گا تو آپ نے ان سے مایوس ہو کر ان کے لئے بددعا کر دی۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

اپنے گناہوں سے وہ غرق ہوئے پھر داخل کئے گئے آگ میں پھر نہ پایا انہوں نے اپنا سوا اللہ کے کوئی مددگار۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾

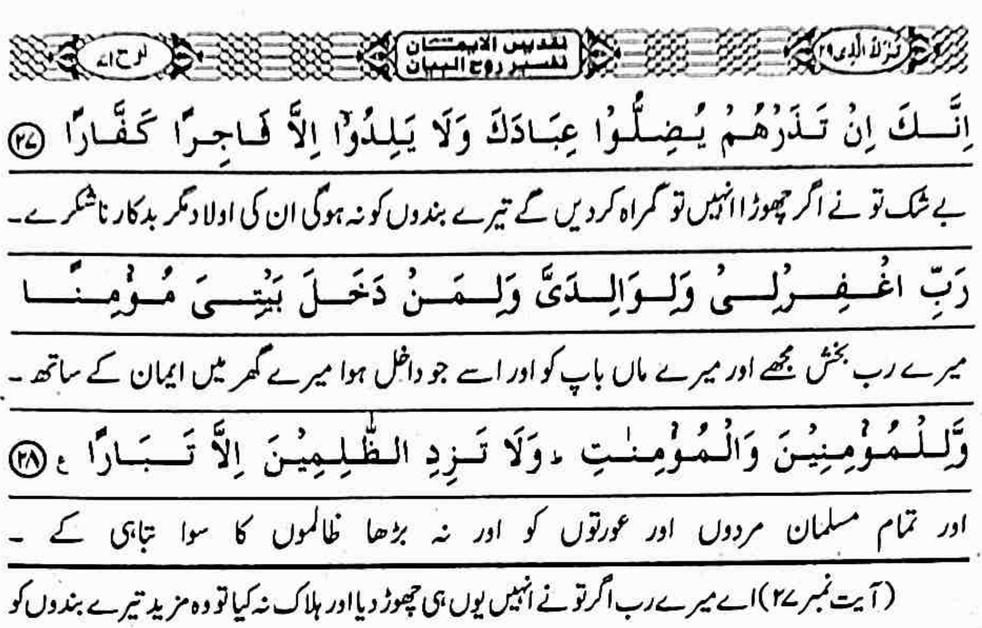
اور کہا نوح نے میرے رب نہ چھوڑ زمین پر کافروں کا کوئی گھر۔

(آیت نمبر ۲۵) ان کے گناہوں کی وجہ سے یعنی وہ اپنے کفر اور نافرمانیوں کی وجہ سے غرق کئے گئے۔ چونکہ ان کے گناہ بہت بڑے تھے۔ لہٰذا ان کو سزا بھی بڑی ملی کہ دنیا میں طوفان سے ہلاک ہوئے۔ یہ سزا ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ملی اور قبر اور قیامت میں وہ آگ میں داخل کئے جائیں گے۔ یا دنیا میں ہی ظاہراً تو پانی میں تھے لیکن حقیقتاً وہ آگ میں تھے۔ یا غرق ہونے کے فوراً بعد انہیں آگ کے عذاب میں ڈال دیا گیا۔ گویا غرق اور عذاب کے زمانے کو ایک ہی کر دیا۔ **حدیث شریف** میں ہے جو مر گیا۔ اس کی قیامت قائم ہوگئی (احیاء العلوم)۔ آگے فرمایا جب وہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو مددگار نہیں پایا۔ یعنی پھر کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو ان کی مدد کرتا۔ یعنی نوح علیہ السلام کی قوم کو بت نہیں بچا سکے۔ تو پھر پچھلی قومیں بھی سمجھ جائیں کہ بت کسی کو نہیں بچا سکتے۔

فائدہ: اس میں کفار کو بھی تنبیہ ہے کہ انہوں نے جن کو اپنی نجات کیلئے معبود بنا رکھا تھا۔ وہ کسی کام کے نہیں۔

فائدہ: اس میں کفار مکہ کو یہ بھی بتایا گیا کہ بت دنیا میں کسی قسم کی مدد نہیں کر سکے تو آخرت میں کیسے مدد کریں گے۔ مدد کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ انبیاء و اولیاء وسیلہ ہیں۔

(آیت نمبر ۲۶) جب نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ لوگ ہدایت کی طرف نہیں آتے اور حکم الٰہی بھی آ گیا کہ اب یہ ایمان نہیں لائیں گے تو نا امید ہو کر عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی نہ چھوڑ۔ اس بددعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مکانوں کی بنیادیں بھی اکھیڑ دیں اور وہ مکانوں سمیت تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ سب ان کے شامت اعمال سے ہوا۔ کیونکہ ان کے گناہ ہی ایسے تھے کہ وہ تباہی و ہلاکت کے مستحق تھے۔ **فائدہ:** یعنی نوح علیہ السلام نے نہ صرف کفار کیلئے بددعا کی بلکہ ان کے دیار بھی زمین پر ان کی نحوست سے باقی رہنے کے قابل نہ رہے تاکہ بعد میں آنے والے ان گھروں سے نحوست پا کر وہ بھی ایسے نہ ہوں۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کا ارادہ تو یہی تھا کہ امت دعوت میں سے کوئی کافر زمین پر نہ رہے اور گھروں کا ذکر بالتبع کر دیا۔



اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

بے شک تو نے اگر چھوڑا انہیں تو گمراہ کر دیں گے تیرے بندوں کو نہ ہوگی ان کی اولاد مگر بدکار ناشکرے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا

میرے رب بخش مجھے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو داخل ہوا میرے گھر میں ایمان کے ساتھ۔

وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۧ ﴿۲۸﴾

اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو اور نہ بڑھا ظالموں کا سوا تباہی کے۔

(آیت نمبر ۲۷) اے میرے رب اگر تو نے انہیں یوں ہی چھوڑ دیا اور ہلاک نہ کیا تو وہ مزید تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے۔ یعنی جو ان میں پہلے کچھ لوگ ایمان لائے ہیں۔ ان کو بھی یہ گمراہ کر دیں گے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے بچوں کو نوح علیہ السلام کے پاس لے جا کر اور بچوں کو نوح علیہ السلام دکھا کر کہتے اس سے بچ کر رہنا یہ شخص جھوٹا ہے تو وہ زندگی بھر یہی کہتا کہ میرے باپ نے مجھے وصیت کی تھی کہ اس سے بچنا یہ جھوٹا ہے۔ (معاذ اللہ)۔ آگے فرمایا کہ یا اللہ اب یہ لوگ فاسق و فاجر ہی پیدا کریں گے اور بہت بڑے ناشکرے لوگ پیدا کریں گے۔ یعنی ان سے اب جو بچے بھی پیدا ہوں گے۔ وہ بدکار اور کفار ہی ہوں گے۔ لہٰذا ان کو اب دنیا سے ختم ہی کر دینا زیادہ بہتر ہے چونکہ وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ اب ان کفار میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لائیگا۔ تو اس وقت نوح علیہ السلام نے یہ بددعا کی۔

فائدہ: جیسے ایک مثال مشہور ہے کہ سانپ کے بچے سانپ ہی ہوتے ہیں۔ یعنی بروں سے برے ہی پیدا ہوں گے۔ **فائدہ**: اور دوسرا یہ بھی ہے کہ نوح علیہ السلام نے مکمل ایک ہزار سال ان میں گزارا انہیں پوری طرح آزما لیا تھا کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

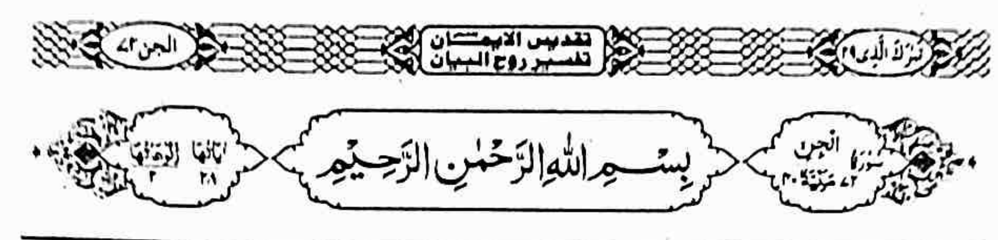
(آیت نمبر ۲۸) اے میرے رب مجھے اور میرے والدین کو بخش دے۔ چونکہ والدین سے آدم علیہ السلام تک سب مومن موحد تھے۔ والد ماجد کا نام ممک بن متلوشخ تھا اور والدہ ماجدہ کا نام قسوس بنت کامل تھا۔ آگے فرمایا کہ اے اللہ مجھے بھی بخش میرے ماں باپ کو بھی بخش۔ اور اے اللہ جو میرے گھر میں داخل ہوا اسے بھی بخش دے۔ گھر سے

مراد آپ کا وہ مسکن جس میں آپ کا گھر تھا۔ یا مسجد یا آپ کی کشتی کہ ان میں جو بھی ایمان دار داخل ہوا سے اے اللہ بخش دے۔ اس سے آپ کا بیٹا کنعان بھی نکل گیا کیونکہ نہ وہ مومن تھا۔ نہ اس کے عمل اچھے تھے۔ آگے فرمایا ظالموں کا تباہی اور ہلاکت کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں ہوا۔ **فائدہ:** نوح علیہ السلام کی بددعا کا اثر یہ ہوا کہ روئے زمین پر کوئی کافر عذاب سے بچ نہ سکا۔ طوفان کے بعد پھر اولاد کا سلسلہ نوح علیہ السلام سے شروع ہوا اور لوگ پھلے پھولے اور پوری دنیا میں پھیلے اور مشرق و مغرب تک پوری دنیا کو آباد کیا۔ گویا نوح علیہ السلام آدم ثانی ہوئے۔

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن ظالموں کو کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی۔ پھر وہ اسی لائق ہوتے ہیں کہ ان کے لئے بددعا ہی کر دی جائے۔ اور وہ تباہ ہو جائیں۔ اور ان سے زمین پاک ہو جائے۔

فائدہ :ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی جس طرح بددعا کافروں کے حق میں منظور ہوئی اسی طرح یہ بخشش کی دعا بھی مومنوں کے حق میں ضرور قبول ہوئی ہوگی۔

اختتام: سورۂ نوح آج مورخہ ۱۵ جون ۲۰۱۷ء بمطابق ۱۹ رمضان المبارک بروز جمعرات



قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾

فرمادو وحی ہوئی مجھے کہ کان لگا کر سنا ایک جماعت جنوں نے تو کہا بے شک ہم نے سنا قرآن عجیب۔

يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿۲﴾

جو راہ دکھاتا ہے طرف بھلائی کے تو ہم ایمان لائے اس پر۔ اور نہیں شریک کریں گے اپنے رب کا کسی کو۔

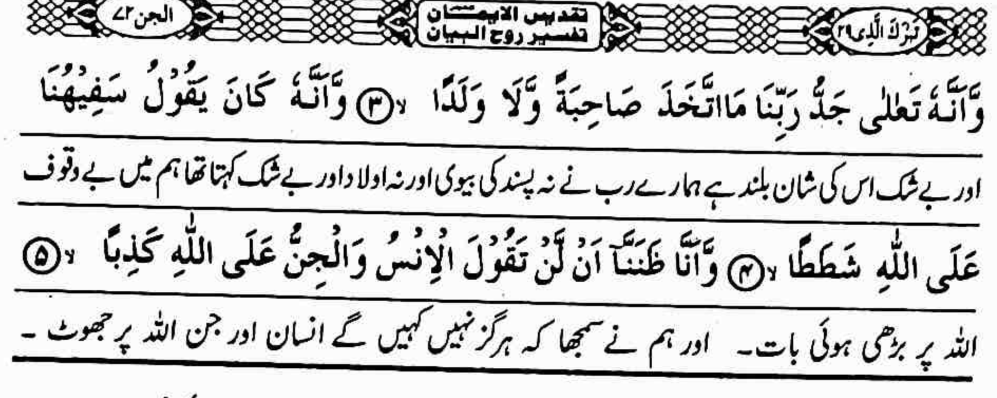
(آیت نمبر۱) اے پیارے حبیب ﷺ آپ اپنی قوم سے فرمادیں۔ میری طرف وحی ہوئی کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن کی سورۃ سنی۔ طہٰ سورۃ تھی یا اقرأ۔ یہ جماعت تین افراد سے زیادہ اور دس سے کم تھے۔

شانِ نزول : ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جن آسمانوں پر جاتے اور فرشتوں کی باتیں سن کر ان میں جھوٹ بھی ملا کر کاہنوں کو بتاتے اور وہ لوگوں پر اپنے علم کا سکہ جماتے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کی تشریف آوری سے ان کا آسمانوں پر جانا بند کر دیا گیا۔ اب جو جن بھی اوپر جائے۔ ستارے آگ لیکر اس کا پیچھا کر کے انہوں جلایا بھگا دیتے ہیں۔ انہیں یہ بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب ہمیں آسمانوں پر جانے سے کیوں روکا گیا۔ انہوں نے شیطان سے پوچھا تو اس نے بھی یہی کہا کہ ضرور کوئی نہ کوئی حادثہ زمین پر ہوا ہوگا۔ تو ابلیس نے انہیں حکم دیا کہ تم مشرق و مغرب تک پوری دنیا میں پھیل جاؤ۔ ہر بستی میں جا کر دیکھو کیا نیا واقعہ رونما ہوا ہے تو وہ پھرتے پھراتے مکہ مکرمہ میں آئے تو وہاں نبی پاک ﷺ کو عکاظ بازار کے قریب ایک میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھاتے دیکھا۔ جنات نے کلام الٰہی سنی تو وہ بھی بڑے متاثر ہوئے اور آپس میں کہا کہ اسی وجہ سے ہمیں آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا۔ تو پھر انہوں نے جا کر اپنی قوم کو بتایا کہ بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا۔ جو کہ عربی زبان میں پڑھا جارہا تھا۔

فائدہ: عجیب اس لئے کہا کہ وہ کلام عام لوگوں کی کلام سے حسن نظم و ضبط میں بالاتر تھی۔

(آیت نمبر۲) وہ قرآن بھلائی کی طرف راہ دکھاتا ہے۔ یعنی حق و صواب اور دین و دنیا دونوں جہانوں کی کامیابی کیلئے راہ دکھاتا ہے۔ لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئے۔ یعنی قرآن پاک پر ایمان لے آئے اور اب ہم نے پختہ وعدہ کر لیا کہ ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے کیونکہ اس قرآن میں توحید پر پختہ دلائل موجود ہیں۔

13



(بقیہ آیت نمبر۲) اب ہمارا یہ عقیدہ ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ایمان کامل تبھی ہوتا ہے کہ جب کفر وشرک سے بیزاری ہو۔اور توحید پر استقامت ہو۔

(آیت نمبر۳) اور بے شک ہمارے رب تبارک وتعالیٰ کی شان بہت ہی بلند وبالا ہے۔یہی کلمات ثناء کے ہم نماز میں دھراتے ہیں کہ ہمارے رب کریم کی شان بلند اور بزرگی واضح ہے۔اس بات سے کہ نہ اس نے بیوی اختیار کی نہ اولاد۔یعنی اسے ان کی ضرورت ہی نہیں۔جیسے کہ بعض ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے بیوی اور اولاد ہونا ثابت کرتے ہیں کہ باپ اگر فوت ہوجائے تو اولاد کام سنبھالے۔**فائدہ:** معلوم ہوا کہ یہ گندی سوچ جنوں کی بھی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بندوں سے تشبیہ دیتے تھے۔یہ تو انہوں نے حضور علیہ السلام سے قرآن سنا تو پھر وہ توحید وایمان سے واقف ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی اور اس کی عظمت وغناء سے واقف ہوئے۔اسی طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر ان کی والدہ ماجدہ کو خدا کی بیوی کہہ دیا۔(معاذ اللہ)

(آیت نمبر۴) اور بے شک ہمارے بے وقوف جاہل اللہ تعالیٰ کے متعلق یہی بات حد سے بڑھی ہوئی کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے بیوی اور اولاد کی نسبت کرتے۔یہ ظلم ہے۔**بے عمل عالم بھی جاہل ہوتا ہے۔**جیسے شیطان عالم ہوکر جہالت کی باتیں کرتا ہے اس لئے اسے جاہل اور بے وقوف کہا گیا اور ایسے علم والے کی تقلید بھی ناجائز ہے جس کا عقیدہ گندا ہے۔**فائدہ:** جو پڑھے لکھے لوگ شیطان کے پیروکار ہیں وہ جان لیں۔کہ وہ ایک جاہل کے پیروکار ہیں۔ قیامت کے دن وہ بھی اپنے آقا کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔



(آیت نمبر۵) مزید جنوں نے یہ کہا کہ ہمارا یہی خیال تھا۔کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ نہیں بولیں گے۔اس لئے ہم نے ان شیطانوں کی اتباع کی اور ان کی باتیں مانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بیوی اور اولاد ہے لیکن اب قرآن سننے کے بعد واضح ہوا کہ وہ بے وقوف اور جاہل ہیں۔جو اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی جھوٹ بول رہے ہیں۔ اب روح القدس کے ذریعے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بیوی اولاد اور شریک سے پاک ہے۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿٦﴾

اور بے شک تھے انسانوں میں کچھ مرد پناہ مانگتے جن مردوں سے تو بڑھا ان کا تکبر۔

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿٧﴾

اوران کا گمان وہی تھا جیسے تم نے گمان کیا کہ ہرگز نہیں اٹھائے گا اللہ کسی کو۔

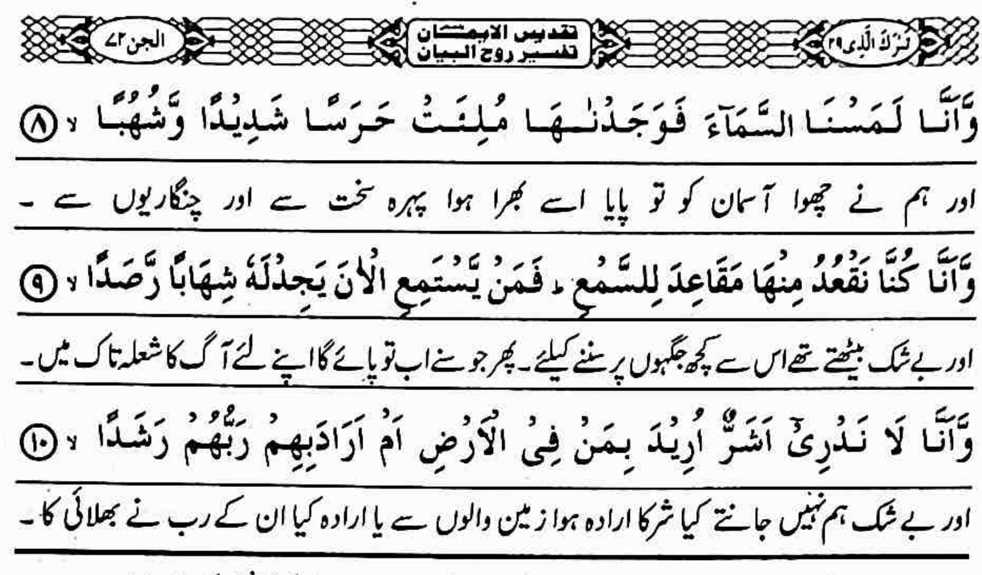
(بقیہ آیت نمبر۵) اور نہ یہ ممکن ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ادراک کر سکیں وہ تو وہم وخیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ اس لئے کہ وہ مخلوق کے قبیل سے ہے ہی نہیں۔ نہ جنسا، نہ نوعا، نہ وصفا، نہ شخصا تو پھر کیسے اس کی بیوی اور اولاد مانی جا سکتی ہے۔

(آیت نمبر۶) بے شک انسان مرد جن مردوں سے پناہ مانگتے تھے۔

جنات سے پناہ کا طریقہ: یہ رائج تھا کہ جب کوئی آدمی کسی ویران جنگل یا وادی میں داخل ہوتا اور اسے جنوں کا خوف ہوتا تو وہ یہ کہتا تھا کہ میں اس وادی کے سردار جن کی پناہ لیتا ہوں ان کے بے وقوف شرارتیوں سے۔ اس طریقے سے وہ پرامن ہو جاتا۔ وہ جنگل اور وادی بھی پرامن عبور کرتا۔ اگر رات ٹھہرتا تو پھر بھی بے خوف سوتا تھا۔ تو اس طریقے سے انسانوں نے جنوں کے تکبر کو بڑھا دیا۔ **فائدہ:** آکام المرجان میں ہے۔ اب بھی جنتر منتر پڑھنے والے۔ جنوں کے ناموں سے اور ان کے بادشاہوں کے ناموں سے قسمیں دیتے ہیں اور ان کی عظمت کے وہ قائل ہیں۔ **واقعہ:** حضرت کروب بن سائب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ابھی مدینہ شریف میں تشریف نہیں لائے تھے۔ مکہ مکرمہ میں تبلیغ کا آغاز ہو چکا تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ جا رہا تھا۔ ہم نے رات ایک چرواہے کے ہاں گذاری۔ رات کے وقت ایک بھیڑیئے نے اس کی بکری اٹھالی۔ تو اس نے پکارا۔ اے وادی کے سردار تیری پناہ تو اسے فوراً آواز آئی کہ اے بھیڑیئے اسے چھوڑ دے۔ ہم جب بکری کے پاس آئے تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔

(آیت نمبر۷) اور بے شک انسان بھی یہی سمجھتے تھے۔ جیسے تم نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہیں بھیجے گا کہ جو موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تشریف لا کر مخلوق پر حجت قائم کرے گا اور اب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو ختم نبوت کے ساتھ بھیجا۔ لہٰذا ان پر ایمان لاؤ۔ اور ان کی پیروی کرو۔

فائدہ: بعض حضرات نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ ان کا یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد حساب وکتاب اور جزاء وسزا کیلئے ہرگز نہیں اٹھائے گا۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں غافل لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بدگمانی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خواب غفلت (موت) کے بعد نہیں اٹھائے گا۔



وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ ﴿۸﴾

اور ہم نے چھوا آسمان کو تو پایا اسے بھرا ہوا پہرہ سخت سے اور چنگاریوں سے ۔

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ ﴿۹﴾

اور بے شک بیٹھتے تھے اس سے کچھ جگہوں پر سننے کیلئے۔ پھر جو سنے اب تو پائے گا اپنے لئے آگ کا شعلہ تاک میں۔

وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ ﴿۱۰﴾

اور بے شک ہم نہیں جانتے کیا شر کا ارادہ ہوا زمین والوں سے یا ارادہ کیا ان کے رب نے بھلائی کا۔

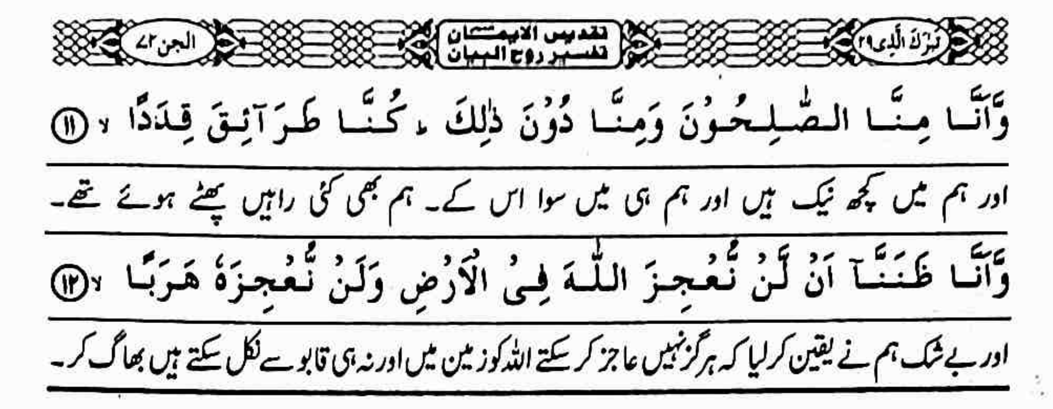
(آیت نمبر ۸) اور بے شک ہم نے آسمانوں کو چھوا۔ یعنی وہاں تک پہنچنے کی کوشش کی تاکہ فرشتوں سے وہ باتیں سنیں جو وہ آنے والے حادثات کے متعلق کرتے ہیں تاکہ وہ باتیں ہم کاہنوں تک پہنچائیں تو ہم نے آسمانوں کو پہرے داروں سے بھرا ہوا پایا۔ یعنی پہرے دار فرشتے آسمانوں کی حفاظت کر رہے ہیں اور وہ پہرے دار انتہائی سخت ہیں اور ان کے پاس آگ کی چنگاریاں ہیں۔

(آیت نمبر ۹) اور بے شک ہم اس سے پہلے بیٹھا کرتے تھے۔ آسمان کے قریب بیٹھنے کی جگہوں پر جو سننے کیلئے خالی جگہیں تھیں۔ نہ کوئی پہرے دار ہوتے نہ یہ چنگاریاں ہوتی تھیں اور ہمیں کئی مقاصد حاصل ہوتے تھے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ جنوں کیلئے کئی جگہیں تھیں جہاں وہ بیٹھ کر باتیں سنتے تھے۔ **حدیث شریف**: بخاری میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے بادلوں میں احکام لیکر اترتے ہیں۔ آپس میں ان احکام کے متعلق باتیں کرتے ہیں۔ جو آسمان پر فیصلہ ہوا جن بھی ادھر ادھر کان لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ تو ان کے کانوں میں جو بات پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر کاہنوں کو وہ القاء کرتے ہیں۔

فائدہ: علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں تطبیق یوں ہے کبھی آسمانوں پر جا کر سنتے اور کبھی بادلوں میں فرشتے اتر رہے ہوتے تو ان کی گفتگو سن لیتے تھے۔ مگر اب سننے کیلئے کوئی اوپر جائے۔ تو اس کے پیچھے آگ کا انگارہ لگتا ہے۔ وہ آگ کا چنگارہ اس کی انتظار میں ہوتا ہے جوں ہی وہ کوئی بات سننے اوپر جائے تو وہ چنگاریاں اس کے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔ جسے چنگاری لگ جائے وہ بچ نہیں سکتا۔

(آیت نمبر ۱۰) اور بے شک ہمیں معلوم نہیں تھا کہ زمین والوں کیلئے کسی شر کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یا بھلائی کا۔



وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾

اور ہم میں کچھ نیک ہیں اور ہم ہی میں سوا اس کے۔ ہم بھی کئی راہیں پھٹے ہوئے تھے۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾

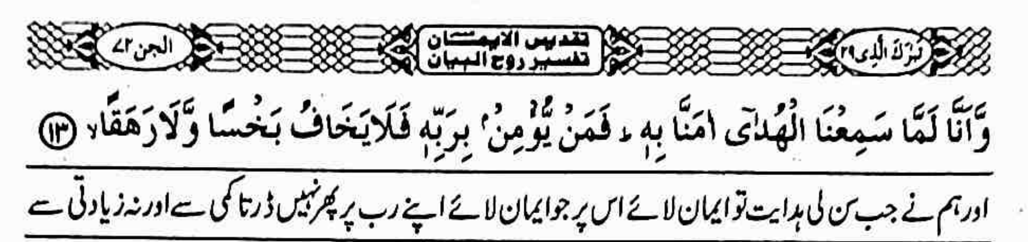
اور بے شک ہم نے یقین کرلیا کہ ہرگز نہیں عاجز کرسکتے اللہ کو زمین میں اور نہ ہی قابو سے نکل سکتے ہیں بھاگ کر۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۰) یا ان کے رب نے ان کے متعلق بھلائی کا ارادہ کیا جو ان کیلئے زیادہ بہتر تھی۔ **مسئلہ**: اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیشہ خیر کی ہی نسبت کی جائے۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ جب میں بیمار ہوتا ہوں۔ تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔ **فائدہ**: صاحب الانتصاب نے لکھا ہے کہ جنوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی۔ **فائدہ**: انہوں نے ہدایت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا اور گمراہی کو ادبا بندے کی طرف منسوب کیا۔ یعنی حسن اعتقاد اور ادب کو جمع کر دیا۔ **فائدہ**: ہدایت یافتہ اور گمراہ میں یہی فرق ہے۔

(آیت نمبر ۱۱) بے شک ہم میں سے نیک بھی ہیں۔ یعنی اپنی ذات اور معاملات کے لحاظ سے نیک مشہور ہیں۔ یا یہ معنی ہے کہ اپنی فطرت سلیمہ کے مطابق صلاح و خیر والے ہیں۔ شر و فساد والے نہیں اور من کا لفظ بول کر یہ بھی بتا دیا وہ تھوڑے ہی ہیں۔ (زیادہ تر ہم میں شر و فساد والے ہیں)۔ آگے بھی بتا دیا کہ ہم میں کئی طریقوں والے ہیں۔ جیسا کہ اگلی آیات میں وضاحت کر دی کہ ہم میں مسلمان بھی اور ظالم بھی ہیں وغیرہ۔ **فائدہ**: علماء کرام نے لکھا ہے کہ جنوں میں بھی جبریہ، قدریہ اور شیعہ وہابی وغیرہ ہیں جو فرقے انہوں نے خواہشات نفسانی سے تقسیم کر لئے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۲) اور بے شک اب ہمیں یقین ہو گیا ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

فائدہ: یہاں ظن بمعنی یقین کے ہے کیونکہ ایمان ظن سے نہیں ملتا۔ آگے کہا کہ ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ ہم بھاگ کر زمین میں کسی طرف نکل نہیں سکتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قبضے سے باہر ہو جائیں۔ ہم جہاں بھی جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین پر ہی ہوں گے۔ یا اسی زمین کے کسی حصے پر ہوں گے۔ نہ آسمانوں پر جا سکتے ہیں۔ نہ جبل قاف وغیرہ کی طرف نکل سکتے ہیں۔ **فائدہ**: فی الارض کی قید میں یہ بھی اشارہ ہے کہ زمین کی وسعت کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا نہ نجات کی جگہ نہ بھاگنے کا کوئی فائدہ ہے۔ جیسا کہ سورۂ رحمان میں فرمایا۔ کہ تم جہاں بھی جاؤ گے۔ وہاں بادشاہی اللہ تعالیٰ کی ہی ہوگی۔



وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۙ ﴿۱۳﴾

اور ہم نے جب سن لی ہدایت تو ایمان لائے اس پر جو ایمان لائے اپنے رب پر پھر نہیں ڈرتا کمی سے اور نہ زیادتی سے

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

اور بے شک ہم میں مسلمان بھی ہیں اور ہم میں ظالم بھی پھر جو اسلام لائے انہوں نے سوچ لی بھلائی

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ ﴿۱۵﴾

البتہ ظالم ہوں گے جہنم کا ایندھن۔

(آیت نمبر ۱۳) اور بے شک ہم نے جب ہدایت کی بات یعنی قرآن سنا۔ جو اس راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ جو انتہائی مضبوط ہے تو ہم بغیر شک کئے بلا تاخیر اس پر ایمان لے آئے اور جو بھی اپنے رب کریم پر ایمان لاتا ہے تو اسے کسی کمی یا زیادتی کا ڈر نہیں ہوتا۔ **فائدہ:** یہ دلیل ہے اس بات کی کہ مومن ضرور نجات پائے گا۔ یعنی اسے کسی قسم کا ڈر نہیں کہ نہ اس کے اجر میں کمی کی جائے گی۔ نہ برائی پر اسے حد سے زیادہ سزا ہوگی۔ **فائدہ:** علامہ حقی نے فرمایا کہ اس میں دلیل ہے کہ مومن وہ ہے کہ جو حقوق العباد میں محتاط رہے۔ **حدیث شریف:** حضور ﷺ نے فرمایا۔ مومن وہ ہے کہ جس سے لوگوں کی جانیں اور ان کے مال محفوظ ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

(آیت نمبر ۱۴) اور بے شک ہم میں سے کچھ تو مسلمان ہیں۔ یعنی قرآن سننے کے بعد ایمان ان کا پختہ ہو گیا ہے اور باقی جو ہیں وہ ظالم ہیں جو حق سے دور ہو گئے۔ حق سے روگردانی کرتے ہیں۔ **فائدہ:** اس سے مراد حضرت علی المرتضٰے سے جنگ کرنے والے لوگ ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمادیا تھا کہ تم ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرو گے۔ ناکثین سے مراد جنگ جمل ہے۔ کہ حضرت زبیر اور ابوطلحہ بیعت توڑ کر جنگ جمل میں جا ملے اور قاسطون سے مراد اصحاب امیر معاویہ ہیں اور مارقین سے مراد خوارج ہیں۔ حضرت عائشہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما سے جنگیں ہوئیں لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی۔ مگر وہ مبنی بر صواب نہ تھا۔) آگے فرمایا کہ جس نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے اپنے لئے بھلائی سوچ لی۔ یعنی وہ حق و صواب کے راستے پر چل پڑے تاکہ دار الثواب میں پہنچ جائیں۔

(آیت نمبر ۱۵) البتہ ان میں جو ظالم ہیں جو ہدایت کے راستوں سے ہٹ گئے وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

قاسط اور عادل کا مفہوم مخالف: حجاج نے سعید بن جبیر کو جب شہید کرنا چاہا تو اس نے پوچھا کہ آپ میرے متعلق کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو قاسط اور عادل ہے۔ لوگ خوش ہوئے کہ اس کی تعریف کی تو اس نے کہا

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ

اور یہ کہ اگر وہ قائم رہے سیدھی راہ پر تو ہم انہیں پلائیں گے پانی وافر۔ تاکہ ہم جانچیں انہیں اس میں ۔

وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ

اور جو منہ پھیرے اپنے رب کے ذکر سے تو وہ ڈالے گا اسے چڑھتے عذاب میں۔ اور بے شک مسجدیں اللہ کی ہیں

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ﴿۱۸﴾

تو نہ بندگی کرو ساتھ اللہ کے کسی کی۔

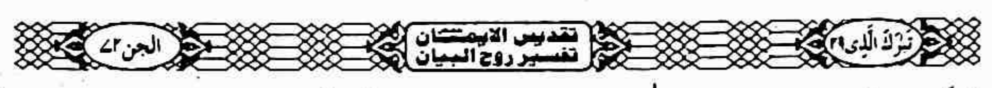
(بقیہ آیت نمبر ۱۵) کہ انہوں نے مجھے ظالم اور کافر کہا۔ قرآن کی دو آیات سے استدلال کیا۔ (۱) یہی آیت۔ (۲) آیت کفروا بربہم یعدلون ہے۔ (حجاج بھی سیانہ کوا تھا۔)

(آیت نمبر ۱۶) اور اگر وہ سیدھے رہتے۔ یعنی جن اور انسان اگر دین حق اور ملت اسلام پر قائم رہتے تو ہم انہیں وافر مقدار میں پانی پلاتے۔ **فائدہ**: اگرچہ اس سے صرف پانی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد عیش وعشرت ہے۔ چونکہ عرب میں پانی کی کمی رہی ہے۔ اس لئے اسے غدق سے موصوف کیا۔ لہذا اب معنی یہ ہوگا کہ ہم انہیں کثیر مال یعنی رزق میں فراوانی دیتے۔ **فائدہ**: اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن بھی کھانے پینے والی مخلوق ہے۔ آگے فرمایا کہ ہم انہیں وافر پانی اور رزق کی فراوانی اس لئے کرتے تاکہ ہم آزمائیں کہ کیا وہ نعمتوں پر شکر بجالاتے ہیں یا نہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ ہم نے انہیں مال واسباب دیکر آزمایا۔

(آیت نمبر ۱۷) اور جو کوئی اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرے گا۔ یعنی اس کی عبادت سے منہ پھرائے گا۔ ہم اسے چڑھتے ہوئے عذاب میں ڈال دیں گے۔ یا اس پر عذاب چڑھ جائے گا۔ یعنی اس پر ایسا غالب رہے گا کہ وہ اسے اپنے سے ہٹا نہیں سکے گا۔

دوزخ کا پہاڑ: روایات میں آتا ہے کہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے۔ جس پر کوئی ہاتھ رکھے گا تو وہ ہاتھ کو جلا دے گا۔ جس پر ولید بن مغیرہ جیسے لوگوں کو چڑھایا جائیگا۔ پھر وہاں سے نیچے گرایا جائیگا۔ یوں اس کے ساتھ ہوتا رہے گا۔

(آیت نمبر ۱۸) اور بے شک یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کیلئے بنائی گئیں تاکہ ان میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے۔ خصوصاً مسجد حرام۔ اس آیت میں تدعو بمعنی تعبدوا ہے۔



وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ؕ ع ﴿۱۹﴾

اور بے شک جب کھڑا ہوا بندہ اللہ کا اس کی بندگی کرنے تو قریب تھا ہوں جن اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾

فرمادو میں تو صرف بندگی اپنے رب کی کرتا ہوں اور انہیں شریک بناتا اس کا کسی کو۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۸) اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ مسجد میں یا مسجد پر اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کا نام نہ لیا جائے یہ غلط سوچ ہے۔ **مسئلہ**: مسجدوں پر غیر اللہ کا نام آنے کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ جیسے مسجد نبوی یعنی وہ مسجد جس کے بانی نبی کریم ﷺ ہیں۔ اسی طرح مسجد اقصیٰ یہ اور وجہ سے نام رکھا گیا ہے۔

عظمت وشان والی مساجد: (۱) مسجد حرام۔ (۲) مسجد نبوی۔ (۳) مسجد اقصیٰ۔ ان تین مساجد کے بعد جامع مسجد اور پھر محلے کی مسجد کا مقام ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تم کسی اور کو عبادت میں شریک نہ کرو۔ یعنی عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک ہے۔ **فائدہ**: کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر کرو۔ نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر ہے۔ بعض نے کہا پوری زمین ہی مسجد ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری زمین کو میرے لئے مسجد بنا دیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا نہ کسی کو شریک بنایا جائے۔ نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کی جائے مسجد میں صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔

(آیت نمبر ۱۹) اور بے شک جب اللہ تعالیٰ کا بندہ کھڑا ہوا۔ یہاں عبد سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ اسری بعبدہ میں اسی اسم سے یاد کیا گیا اور حضور ﷺ کو یہ اسم بہت محبوب تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی عبد حضور ہی ہیں کیونکہ عبدیت کا تقاضا صرف آپ نے ہی پورا کیا اور عبادت میں کمال بھی آپ نے دکھایا۔ آگے فرمایا کہ جب وہ عبد کامل اپنے رب کی عبادت کیلئے کھڑا ہوا۔ (یہ مقام نخلہ میں صبح کی نماز کی طرف اشارہ ہے) تو قریب تھا کہ آپ پر جنوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہو جائیں۔ یعنی ایسا ہجوم ہوتا کہ گویا وہ حضور ﷺ پر گرنے لگے ہیں۔ کیونکہ آپ کی عبادت کو انہوں نے پہلی مرتبہ بڑے تعجب سے دیکھا۔ اور آپ سے قرآن سنا اور دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے کس طرح اقتداء کر رہے ہیں۔

(آیت نمبر ۲۰) اے محبوب فرمادیں۔ میں تو صرف اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔ (ادعوا کا معنی مفسرین نے ''اعبد'' کیا ہے) اور میں عبادت میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔ یہ بات نہ کوئی نئی ہے نہ بری ہے۔ جو تمہارے لئے تعجب کا موجب ہو کہ جو میری دشمنی پر تمہیں اکسائے۔

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ

فرمادو بے شک میں نہیں مالک تمہارا نقصان کا اور نہ کسی بھلے کا۔ فرمادو مجھے ہرگز نہیں بچائے گا اللہ سے

اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ ﴿۲۲﴾

کوئی ایک اور نہ میں پاتا ہوں اس کے سوا کوئی پناہ۔

(بقیہ آیت نمبر۲۰) میرا یہی حال ہے کہ میں ایک اللہ کی پوجا کرتا ہوں۔ تمہارا بھی یہی حال ہونا چاہیے کہ تم بھی ایک ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کا شریک ماننا چھوڑ دو۔

(آیت نمبر۲۱) اے محبوب ان کو فرمادو۔ بے شک میں تمہارا مالک نہیں ہوں۔ نہ برے کا نہ بھلے کا۔ یعنی نفع نقصان دینے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔ ہدایت اور گمراہی وغیرہ کا میں مالک نہیں ہوں۔ نہ یہ چیزیں میرے ہاتھ میں ہیں بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی یہ سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ **فائدہ:** یہی نبی کا کمال ہے۔ کہ وہ ہر خیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔

فائدہ: قاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ضرر سے مراد گمراہی ہے اور رشد سے مراد ہدایت ہے۔ یعنی ہدایت دینا یا گمراہ بنانا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے۔ کہ اگر وہ مجھے تم پر مسلط کردے تو پھر تم میرے نور سے ہدایت پاجاؤ۔ میرا ہدایت دینا یہ ہے کہ میں صرف راہ دکھاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہدایت دینا یہ ہے کہ وہ مقصود تک پہنچاتا ہے۔

(آیت نمبر۲۲) اے محبوب فرمادیں۔ مجھے ہرگز نہیں بچائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے قہر وعذاب سے اگر میں اس کے کسی حکم کی مخالفت کروں۔ یا اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں۔ یا مجھے کوئی نجات نہیں دلاسکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ میری تقدیر میں یہی کردے کہ وہ مجھے بیمار کردے یا موت دیدے وغیرہ۔ یعنی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

فائدہ: بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ توحید میں اخلاص ضروری ہے کیونکہ توحید کا مطلب ہی یہ ہے کہ صرف ذات حق کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے ماسوی سے منہ پھیر لینا۔ اسی پر کامل بھروسہ کرنا۔ اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرنا۔ آگے فرمایا کہ میں نہیں پاتا اس کے سوا کسی کو بھی جائے پناہ۔ یعنی سختیوں اور تکلیفوں میں وہ جائے پناہ اور سہارا ہے۔ اس میں حضور ﷺ نے اپنے آپ کو ذاتی طور پر مالک ہونے سے عجز کا اظہار فرمایا ہے۔ (**فائدہ:** حضور ﷺ کے تمام کمالات رب تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں)۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ

مگر پہنچانا اللہ کے پیغامات اور جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو بے شک اس کے لئے آگ جہنم کی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ

ہمیشہ رہیں گے اس میں یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جس کا وعدہ دیئے گئے تو جلد جان لیں گے کس کا

اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

بہت کمزور ہے مددگار اور کم ہے تعداد

(آیت نمبر ۲۳) مگر میرا کام اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہچانا ہے۔ **فائدہ:** یہ استثناء متصل ہے کیونکہ تبلیغ میں بھی تو لوگوں کا نفع ہے اور اس میں آپ کو تبلیغ کے ساتھ موصوف کرنے میں مبالغہ ہے کہ آپ حسب استطاعت تبلیغ نہیں چھوڑیں گے۔ خواہ دشمن کتنی ہی زیادہ دشمنی پر زور دے اور اس تبلیغ رسالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق شامل ہے۔ اب معنی یہ ہے کہ میں نے کسی اور چیز کا دعویٰ نہیں کیا۔ سوائے تبلیغ اور ان پیغامات کے جو دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ تاکہ میں لوگوں تک وہ پیغام پہنچاؤں۔

تبلیغ اور رسالات میں فرق: سعدی مفتی فرماتے ہیں۔ بلاغ سے مراد وہ احکام جو حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ لئے اور رسالات وہ احکام ہیں جو جبریل کے ذریعے یا کسی اور واسطہ سے حاصل کئے۔ آگے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا۔ بے شک اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ یعنی کبھی بھی وہاں سے نہیں نکل سکے گا۔

(آیت نمبر ۲۴) جب یہ لوگ اس چیز کو دیکھ لیں گے۔ جس کا وہ وعدہ دیئے گئے ہیں اس وقت انہیں معلوم ہو جائیگا کہ کس کا مددگار کمزور ہے اور کس کے لشکر کی تعداد کم ہے۔ **فائدہ:** چونکہ مشرکین کا یہ خیال تھا کہ حضور ﷺ کے ساتھی بہت کمزور اور بہت ہی تھوڑے ہیں وہ تو ایسے ہیں جیسے پہاڑ کے مقابلے میں ایک ٹیلا ہوتا ہے۔ **فائدہ:** بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ممکن ہے وعدہ والا دن بدر کا دن ہو جس دن وہ بہت ذلیل ہوئے اور کفار آخرت میں بھی سخت ذلیل و خوار ہوں گے۔ خواہ ان کی تعداد کتنی ہی زیادہ ہو۔ اور جسمانی لحاظ سے کتنے ہی طاقتور ہوں کیونکہ کافروں کا کوئی مولا و مددگار نہیں اور مومنوں کا اللہ مددگار ہے۔ **مسئلہ:** حق پر قائم ایک شخص بھی ہو۔ وہ سواد اعظم ہے۔ اس کی مدد عرش الٰہی سے اترتی ہے۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ

فرمادو میں نہیں جانتا کیا قریب ہے جس کا تم وعدہ دیئے گئے یا کرے گا اس کیلئے میرا رب وقفہ جاننے والا غیب کو

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ

پس نہیں ظاہر کرتا اپنے غیب کو کسی پر مگر جس کو پسند کیا رسولوں سے تو بے شک مقرر کر دیتا ہے

مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرہ دار۔

(آیت نمبر ۲۵) فرمادیں۔ میں نہیں جانتا کہ جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو آیا وہ قریب ہے یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے گا۔ یا اس کی انتہاء کیلئے کوئی لمبی مدت ہے۔ البتہ جس چیز کا یہ وعدہ دیئے گئے ہیں۔ وہ بہر حال پورا ہو کر رہے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے مخفی رکھا ہے کیونکہ اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی۔ **فائدہ**: چونکہ مشرکین ٹھٹھہ کرتے ہوئے پوچھتے تھے کہ وہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ حضور ﷺ اگر چہ اجمالی طور پر جانتے تھے۔ مگر آپ یہی فرماتے۔ کہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(آیت نمبر ۲۶) اللہ تعالیٰ ہی غیب کو جاننے والا ہے۔ یعنی وہ ان تمام امور کو جانتا ہے جو مخلوق سے غائب ہیں اور وہ اپنے غیوب کو ہر کسی پر ظاہر نہیں فرماتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کامل اطلاع کسی کو نہیں بخشتا۔

(آیت نمبر ۲۷) سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے معلوم ہوا جس رسول کو وہ پسند فرمالیتا ہے۔ اسے ان غیوب پر مطلع فرمادیتا ہے جو رسالت سے متعلق ہوں تا کہ وہ اس رسول کا معجزہ ہو جو اس کی رسالت پر بھی دلالت کرے۔

فائدہ: چونکہ قیامت کی ساعت رسالت سے متعلق نہیں۔ اس لئے اس کا سوال کرنا ہی عبث تھا۔

فائدہ: معجزہ کی طرح اولیاء کرام کی کرامات بھی برحق ہیں۔ ان کے وہ علوم جو انہیں کشف سے یا بذریعہ الہام حاصل ہوتے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کا وارث ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا غیبی خبر دینا کہ آپ سے ایک نصرانی نوجوان نے پوچھا کہ اس حدیث "اتقوا فراسة المومن" کا مطلب کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ تو آپ نے کچھ دیر توقف کے بعد فرمایا کہ تو مسلمان ہو جا۔ تیرے اسلام لانے کا وقت ہے تو وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔ یہاں فراست سے مراد غیبی علم ہے۔ اس کے علاوہ علم غیب کا دعویٰ کفر ہے۔

لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَىْءٍ عَدَدًا ع ﴿۲۸﴾

تا کہ دیکھ لے کہ تحقیق پہنچادیے پیغامات اپنے رب کے اور گھیر لیا اسے جو ان کے پاس ہے اور گن رکھی ہر چیز کی تعداد

(بقیہ آیت نمبر ۲۷) کیونکہ نجومی اور کاہن وغیرہ جو جنوں سے علوم حاصل کرتے ہیں اور دعویٰ علم غیب کا کرتے ہیں۔ وہ بھی کافر اور ان کی تصدیق کرنے والے بھی کافر ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عالم الغیب ہونا خاصہ خداوندی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ جسے چاہے۔ جتنا چاہے علم غیب میں سے عطا فرماتا ہے۔ آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ رسولوں سے آگے یا پیچھے پہرے داروں کو مقرر فرمادیا ہے۔ اس میں تقریر و تحقیق یہی ہے کہ اس علم غیب کیلئے جو برگزیدہ رسولوں پر ظاہر فرماتا ہے۔ جب ان پر خاص علم غیب ظاہر فرماتا ہے اور پہرہ دینے والے فرشتے شیطانوں سے حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی جب جبریل امین پیغام رسالت لے کر آتے ہیں تو ان کے ساتھ اور بھی فرشتے نگران ہوتے ہیں جو اس وحی کی حفاظت کرتے ہیں۔

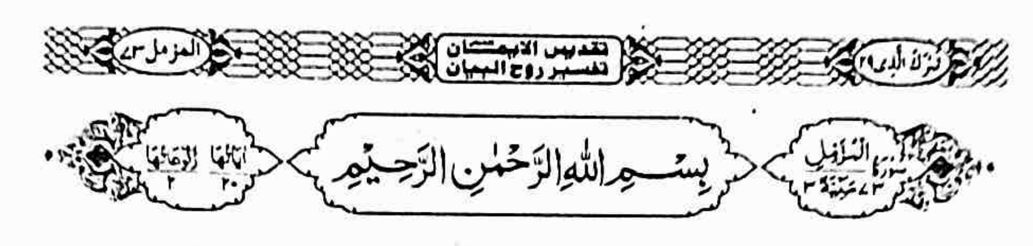
(آیت نمبر ۲۸) تا کہ وہ دیکھ لے کہ تحقیق انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کے پیغامات صحیح طور پر پہنچادیے۔ یعنی وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ انہوں سے رسالات صحیح پہنچادیے۔ یا نہیں یا کسی نے راستے میں اچک تو نہیں لئے۔

فائدہ: یادر ہے۔ یہاں علم سے مراد وہ ہے جو جزاء کیلئے ہو۔ اب معنی یہ ہے تا کہ اللہ تعالیٰ دیکھے کہ جو رسولان عظام کی طرف وحی کی گئی۔ انہوں نے اپنی امتوں تک وہ پہنچادی یا نہیں اور ان کے ساتھ فرشتے لگائے تا کہ راستے میں کوئی اچک نہ لے۔ (اگر چہ شیطان فرشتوں سے اس طرح بھاگتا ہے۔ جیسے کوا غلیل سے)۔

آگے فرمایا تا کہ وہ گھیر لے اس کو جو ان کے پاس علم ہے۔ یعنی رسولان عظام کے پاس جو علم ہے۔ فرشتے پہرے دار بن کر اسے گھیر لیتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تعداد کو شمار کر رکھا ہے۔ یعنی اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ خواہ ما کان میں آئے یا سیکون میں آئے۔ اس کا تمام علم اس کے پاس ہے۔ اور کسی کے پاس نہیں۔

فائدہ: حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پیدا بھی اسی نے کیا اور ہر ایک چیز کا شمار بھی اسی کے پاس ہے۔ کاشفی مرحوم فرماتے ہیں۔ اس سے اس کا کمال علم مراد ہے کہ مطلق کوئی چیز بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ نہ اس سے کوئی چیز مخفی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سورہ جن کا اختتام: ۱۸ جون ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۳ رمضان المبارک بروز اتوار



يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿۳﴾

اے جھرمٹ مارنے والے قیام فرمائیں رات کو مگر تھوڑا۔ آدھی رات یا کچھ کم اس سے

(آیت نمبرا) اے چادر سے جھرمٹ مارنے والے۔ **شان نزول**: حضور ﷺ اپنی چادر مبارک میں آرام فرمارہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ اے محبوب اٹھیں اور عبادت میں مشغول ہو جائیں۔ یعنی نماز تہجد ادا فرمائیں۔

فائدہ: عکرمہ نے معنی کیا۔ اے جھرمٹ مار کر لیٹنے والے۔ امر عظیم کا بوجھ اٹھائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ جب غار حرا سے گھر میں تشریف لائے۔ تو جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "زملونی زملونی" مجھے کپڑا اوڑھاؤ۔ ابھی آپ نے اپنے اوپر کمبل اوڑھا ہی تھا کہ جبریل امین نے تشریف لا کر آواز دی۔ اے چادر اوڑھنے والے۔ یہ کلمہ بھی آپ کے ناموں میں شمار ہو گیا۔ **فائدہ**: یہ محبوبانہ خطاب ہے جو آپ کو مانوس کرنے کیلئے بولا گیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ خطاب خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس میں ایک خاص قسم کا انس پایا جاتا ہے۔ اور خاص قسم کا اس میں لطف ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

(آیت نمبر۲) اے محبوب چادر کو اٹھا دیں۔ اب اس حالت کو چھوڑ کر وہ اختیار فرمائیں جو اس حالت سے افضل و بہتر ہے۔ یعنی رات کو نماز کیلئے قیام کریں۔ **فائدہ**: چونکہ عبادت رب تعالیٰ سے مناجات اور گفتگو کرنا ہے اور اس کیلئے رات خصوصاً سحری کا وقت خاص ہے۔ وہ گھڑی دنیا کی نہیں ہے۔ بلکہ وہ جنت کی ساعتوں میں ایک ساعت ہے جس کی مٹھاس اہل ذوق ہی جانتے ہیں اور وہ سعادت انہیں ہی نصیب ہوتی ہے۔ آگے فرمایا۔ مگر ساری رات نہیں بلکہ رات کا تھوڑا وقت۔

(آیت نمبر۳) آدھی رات۔ خصوصاً تہجد کی فضیلت سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ اس حصہ میں قیام کثرت ثواب کے لحاظ سے بہت فضیلت رکھتا ہے۔ آگے فرمایا کہ نصف رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو جو تقریباً تیسرے حصے کے قریب ہو لیکن وہ نصف سے تھوڑا سا کم ہوتا کہ وہ نصف اللیل سے گر نہ جائے۔ **فائدہ**: اس سے یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ سرکار دو عالم ﷺ پوری رات عبادت کرتے تھے۔ اب شفقت کے طور پر اس میں کمی کر دی گئی۔ تا کہ دن کے وقت آپ تبلیغ کا کام بھی کر سکیں۔ اس میں بھی حضور ﷺ کو اختیار دیا گیا۔ تا کہ محبوب اپنی خوشی سے جتنا وقت چاہیں عبادت کریں۔ چونکہ اس وقت کی عبادت کے حضور پہلے ہی مشتاق تھے۔

اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا ؕ ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلۡقِىۡ عَلَيۡكَ قَوۡلًا ثَقِيۡلًا ﴿۵﴾

یا کچھ بڑھادیں اس پر اور خوب ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں۔ بے شک جلد ہم ڈالیں گے آپ پر بات بھاری

(آیت نمبر۴) یا اس سے کچھ بڑھادیں۔ یہاں رسول اکرم ﷺ کو کہا کہ آپ آدھی رات تک قیام فرمائیں۔ یا اس سے بھی کم کریں یا زیادہ کردیں۔ **فائدہ** : یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر چھوڑ دیا۔ آگے فرمایا کہ اس قیام صلوٰۃ کے دوران قرآن پاک ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں تا کہ حروف اچھی طرح ظاہر ہوں اور ایک دوسرے سے جدا جدا ہوں تا کہ سننے والا انہیں اچھی طرح سن سکے۔ اور یاد بھی کرلے۔ یہ حکم صرف نبی کریم ﷺ کے لئے نہیں۔ بلکہ امت کیلئے بھی یہی حکم ہے۔

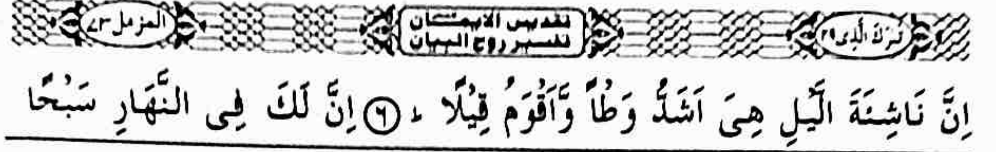
مسئلہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کو بہت زیادہ تیز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ ختم قرآن کا شوق نہ رکھو بلکہ ضروری ہے کہ خود بھی سمجھے اور سننے والے بھی اس میں غور وفکر کرسکیں۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت دل پر۔ **مسئلہ**: یہ حکم عام ہے اور ہر مسلمان کیلئے ہے اور دوسرا یہ کہ یہ حکم بھی وجوبی ہے۔ فرفر کرکے نہیں پڑھنا چاہئے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا۔ اس نے قرآن کو نہیں سمجھا (جامع صغیر)۔ افضل قراۃ ترتیل ہے۔ جس میں تدبر اور غور وفکر ہو۔

فائدہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ مجھے سورۂ بقرہ ترتیل سے پڑھنا پورا قرآن بغیر ترتیل تیز پڑھنے سے زیادہ پسند ہے۔ (قرآن پاک کی تلاوت کے مزید مسائل وفضائل فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

(آیت نمبر۵) بے شک ہم آپ پر بھاری بات ڈالیں گے۔ یعنی آپ پر وحی آئے گی۔ بھاری بات سے قرآن مجید مراد ہے۔ جوامت تک آپ نے پہنچانا ہے۔ **فائدہ** : اس سے معلوم ہوا کہ قرآن قدیم اور غیر مخلوق ہے۔

انداز وحی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے سخت سردی کے وقت میں دیکھا کہ جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کی پیشانی مبارک پسینہ پسینہ ہوجاتی۔ قول ثقیل کے متعلق کاشفی فرماتے ہیں کہ وحی کے وقت اگر حضور ﷺ اونٹ پر ہوتے تو اس کے اگلے پاؤں بوجھ سے ٹیڑھے ہوجاتے اور کسی کی ران پر سر مبارک ہوتا تو ران کے ٹوٹنے کا خوف ہوجاتا۔ فائدہ: حضور ﷺ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ پر وحی کیسے آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی بجنے کی طرح یہ وحی انتہائی سخت ہوتی ہے مجھ پر۔ لیکن جو کچھ فرشتہ کہتا ہے وہ مجھے یاد ہوجاتا ہے اور بعض دفعہ فرشتہ انسانی شکل میں آتا ہے اور میرے ساتھ بات چیت کرتا ہے وہ بھی میں یاد کرلیتا ہوں۔



اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا

بے شک اٹھنا رات کا وہ بہت دباؤ ڈالتا ہے اور خوب سیدھی بات نکلتی ہے۔ بے شک آپ کیلئے دن میں کام ہیں

طَوِيْلًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝

بہت۔ یاد کریں نام اپنے رب کا اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو جاؤ۔

(آیت نمبر ٦) بے شک رات کے وقت اٹھنا یعنی بستر کو عبادت کیلئے چھوڑنا بہت زیادہ دباؤ ڈالتا ہے۔ یعنی نفس کا رات کے وقت عبادت کیلئے اٹھنا بہت سخت مشکل کام ہے۔ اسی لئے دن کی عبادت سے رات کی عبادت افضل واعلیٰ ہے۔ اس لئے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے۔ آگے فرمایا کہ اس وقت جو بات نکلتی ہے۔ وہ خوب سیدھی ہوتی ہے۔ یعنی اس وقت قرآن صحیح درستی سے پڑھا جاتا ہے کیونکہ دل فارغ ہوتا ہے کوئی شور وشغب نہیں ہوتا۔ اور دل وزبان ایک دوسرے کے موافق ہوتے ہیں۔

(آیت نمبر ۷) بے شک اے محبوب آپ کو دن میں اور بھی بہت کام ہیں۔ یعنی تبلیغی مصروفیات میں مشغولیت کی وجہ سے اس وقت ممکن ہے۔ عبادت کیلئے فراغت نہ مل سکے۔ لہذا رات ہی عبادت کیلئے مقرر کرلو۔ **مسئلہ:** رات کے وظائف دن میں پورے کئے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم سے رات کو وظیفہ رہ جائے تو اسے فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان ادا کرلو تاکہ ثواب رات والی عبادت کا ملے۔ اور اس میں قضاء کی نیت نہ کرے۔ کیونکہ قضاء فرائض میں ہوتی ہے اور یہ اوراد وظائف مستحبات میں آتے ہیں۔ البتہ اس کمی کو پورا کرنا بہت اچھا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ عمل بے شک تھوڑا کرو۔ مگر وہ لگاتار کرو۔ (بخاری)

(آیت نمبر ۸) اور اپنے رب کا نام یاد کریں۔ یعنی صبح وشام اپنے رب کی یاد میں تسبیح، تحمید، تہلیل، نماز اور تلاوت قرآن اور تدریس میں مشغول رہیں۔ ہمیشہ ذکر وفکر میں رہنا یہ مقربین کا طریقہ ہے۔ **حدیث شریف:** حضور ﷺ نے فرمایا جو اسماء حسنیٰ کا ورد کرے وہ جنت میں جائے گا۔ (بخاری ومسلم)۔ **فائدہ:** بعض حضرات نے اس کا یہ معنی کیا کہ تلاوت قرآن سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھ لیں۔ آگے فرمایا کہ سب سے کٹ کر اس ذات کے ہو جائیں۔ یعنی عبادت میں اخلاص نیت اور توجہ کلی سے اللہ کے ہو جاؤ۔ جیسے کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ اللہ کا نام لیں باقی سب کو چھوڑ دیں۔ یعنی ماسوی اللہ سے منہ پھیر لیں اور اپنی فکر کو خالی کرلیں۔ بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بتول اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ⑨ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

وہ رب ہے مشرق ومغرب کا نہیں کوئی معبود سوا اس کے تو بناؤ اسی کو کارساز اور صبر کریں اس پر جو کافر کہتے ہیں

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ⑪

اور چھوڑ دیں انہیں بالکل اچھی طرح اور چھوڑ دیں مجھ پر جھٹلانے والے مالدار کو اور مہلت دیں انہیں تھوڑی

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ⑫

بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور جہنم ہے۔

(آیت نمبر۹) وہ مشرق ومغرب کا رب ہے۔ یعنی وہ ان دونوں کا خالق و مالک ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا بھی خالق و مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ لہذا اسی ذات کو اپنے تمام امور اور ضروریات کیلئے اپنا کارساز بنالو یعنی سب کام اسی کے سپرد کردو۔

فائدہ: امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کا خود متولی ہے۔ وہ جیسے چاہے تصرف فرماتا ہے اور اسے غیروں سے مستغنی فرماتا ہے۔ **فائدہ**: جو اللہ تعالیٰ کو اپنا کفیل مانے اس پر ضروری ہے کہ اس کے حقوق وفرائض یا جملہ امور مکمل طور پر ادا کرے۔

(آیت نمبر۱۰) اور اے محبوب جو کچھ یہ کافر بکتے ہیں۔ اس پر صبر کریں۔ یعنی ان کی جو خرافات اور بکواسات اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہیں کہ اس کی بیوی یا اولاد ہے۔ یا بت اس کے شریک کار ہیں اور وہ آپ کے حق میں بھی شاعر اور جادوگر اور مجنون وغیرہ کہتے ہیں یا قرآن کو قصے کہانیوں کی کتاب کہتے ہیں۔ اس پر صبر کریں اور ان کو مکمل طور پر چھوڑ کر ان سے خیالات کو ہٹالیں۔ ان کی کسی طرح خاطر ومدارات نہ کریں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔

(آیت نمبر۱۱) مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیں۔ یعنی ان کا ہر معاملہ میرے سپرد کردیں۔ میں اکیلا ہی انہیں کافی ہوں اور یہ جھٹلانے والے مالدار ہیں۔ اس سے مراد قریش مکہ ہیں جو بڑے دولت مند ناز ونعمت میں رہتے تھے۔ انہیں تھوڑی سی مہلت دیں۔ انہیں سزا کیلئے آپ جلدی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ جلد ہی انہیں سزا دے گا۔

(آیت نمبر۱۲) بے شک ہمارے پاس ان کو عذاب میں ڈالنے کیلئے آلات واسباب ہیں۔ جو بھاری قسم کی بیڑیاں ہیں جن سے مجرموں کو جکڑ کے باندھا جائے گا۔ اور پھر بہت بڑی جہنم کی آگ ہے جو بہت سخت ہے۔

وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳﴾ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَکَانَتِ

اور کھانا گلے میں پھنسنے والا اور عذاب ہے دردناک۔ جس دن تھرتھرائے گی زمین اور پہاڑ اور ہوں گے

الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّهِیْلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ

پہاڑ ریت کا ٹیلہ بہتا ہوا۔ بے شک ہم نے بھیجا تمہاری طرف ایک رسول جو گواہ ہے تم پر جیسے

اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

ہم نے بھیجا طرف فرعون کے رسول۔

(بقیہ آیت نمبر۱۲) وہ جب اس عذاب میں داخل ہوں گے پھر انہیں پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے میں کتنی بڑی قدرت رکھتا ہے اور وہ ظالموں سے بدلہ لینے میں دیر نہیں کرتا۔

(آیت نمبر۱۳) اس نار جحیم میں کھانا وہ جو گلے میں پھنسنے والا یعنی جو گلے سے نیچے نہ جائے اور چلا جائے تو ہضم ہی نہ ہو۔ گویا آگ کا کانٹا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ وہ تھوہر کا درخت ہے جو کھانے والے کیلئے زہر قاتل ہے۔ مجرموں کیلئے از حد تکلیف دینے والا۔ یہ اس لئے کہ وہ دنیا میں اچھی اچھی نعمتوں کے مزے لیتے اور دینے والے کا شکر یہ بھی ادا نہیں کرتے تھے۔ مزید برآں ان کیلئے دردناک عذاب ہے جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ **فائدہ:** جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس کو سن کر حضور ﷺ بے ہوش ہو گئے۔

(آیت نمبر۱۴) جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھر کانپیں گے۔ یعنی بروز قیامت ہیبت الٰہی سے اور جلال خدائی سے پہاڑ بھی کانپ اٹھیں گے۔ پہاڑ تو زمین کی میخیں ہیں جب وہ ہل جائیں گے تو زمین کو کہاں قرار آئے گا اور پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر ریت کے ٹیلے بن جائیں گے جو پانی کی طرح بہہ رہے ہونگے۔ یعنی اس دن کی سخت ہیبت کا یہ حال ہوگا کہ سخت پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور ہوا میں اڑتی ہوئی غبار کی طرح نظر آئینگے۔

(آیت نمبر۱۵) اے مکہ والو بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا تا کہ تمہیں آخرت کی ہولناکی سے ڈرائے۔ **فائدہ:** اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور ﷺ صرف اہل مکہ کی طرف رسول بن کر آئے۔ بلکہ آپ تو تمام جہانوں کے رسول بن کر تشریف لائے۔ مکہ مکرمہ چونکہ پوری دنیا کا اصل اور مرکز ہے۔ اس لئے انہیں مرکز میں بھیج دیا۔ (اب پوری دنیا کے لوگوں کی ڈیوٹی ہے کہ فیض لینے مرکز پر پہنچیں)۔

14

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ

تو نافرمانی کی فرعون نے رسول تو ہم نے پکڑا اسے پکڑنا سخت۔ پھر کیسے بچو گے اگر کفر کیا تم نے

يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾

اس دن سے کہ کردیگا بچوں کو بوڑھا۔آسماں پھٹ جائیگا اس کے صدمہ سے ہوگا وعدہ اللہ کا کیا ہوا۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾

بے شک یہ نصیحت ہےتو جو چاہے بنائے طرف اپنے رب کے راستہ۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۵) یہ رسول قیامت کے دن سب کی گواہی دینگے پہلوں پچھلوں سب کی۔اسی طرح جیسے ہم نے پہلے فرعونیوں کی طرف بھی رسول بھیجے۔جیسے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا جو تکبر وسرکشی میں مکہ مکرمہ کے سرکشوں سے کسی طرح کم نہیں تھا۔اس کی اوران کی عادات میں کافی مناسبت ہے۔

(آیت نمبر ۱۶) تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی۔جیسے اہل مکہ اپنے رسول کی بات نہیں مان رہے۔ان کی ہی طرح فرعون نے بھی ایمان نہیں لایا۔تو پھر ہم نے اس کی نافرمانی کی وجہ سے اسے پکڑا۔پھر سخت کر کے پکڑا اوراسے پانی میں غرق کردیا اور مرنے کے بعد قیامت تک کیلئے آگ میں دھکیل دیا۔لہذا اے اہل مکہ اگر تم نے بھی رسول کی نافرمانی کی تو تمہیں بھی اس کی طرح عذاب گھیرے گا۔

(آیت نمبر ۱۷) پھر تم کیسے بچ سکتے ہو۔یعنی دنیا میں بے شک تم مزے کرلو گے لیکن آخرت میں تو تم فرعون کی طرح سخت آگ میں پکڑے اور جکڑے جاؤ گے تو پھر تم اپنے آپ کو کیسے بچاؤ گے۔یعنی آخرت کے عذاب سے نہ وہ بچ سکا نہ تم بچ سکو گے اگر تم کفر پر ہی مرے۔یعنی دنیا میں اگر ایمان نہیں لایا تو آخرت میں ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔وہ دن تو اس قدر خوفناک ہے بچوں کو بھی بوڑھا کردے گا۔یعنی قیامت کی ہولنا کی کا یہ حال ہوگا۔یا وہ دن اتنا بڑا ہے کہ بچے پیدا ہوکر بوڑھے ہوجائیں مگر وہ دن ختم نہیں ہوگا۔تو ایسے دن میں عذاب سے کیسے بچو گے۔

(آیت نمبر ۱۸) اس دن کی شدت ہولنا کی کا تو یہ حال ہے کہ اس کے صدمہ سے آسمان بھی پھٹ جائیں گے۔جب اتنے سخت آسمان کا یہ حال ہے تو باقی مخلوق کا کیا حال ہوگا۔آگے فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

(آیت نمبر ۱۹) بے شک یہ تو پند ونصیحت ہے۔ان لوگوں کیلئے جو اپنی خیر وبھلائی چاہتے ہیں اوراپنے رب کریم کی بارگاہ میں حاضری کی تیاری کرتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ قیام کرتے ہیں کبھی کم دوتہائی رات سے اور کبھی نصف اور کبھی ایک تہائی رات

وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ

اور ایک جماعت ایمان والوں کی آپ کے ساتھ ہے اور اللہ اندازا کرتا ہے رات اور دن کا اسے علم ہے کہ اے مسلمانو

اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ

تم ہرگز رات کو شمار نہیں کرسکو گے پھر رجوع کیا تم پر اب پڑھو جو بھی آسان ہو قرآن سے اسے علم ہے کہ عنقریب ہوں گے

مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ

تم میں بیمار اور کچھ اور سفر کریں گے زمین میں تلاش کرنے کچھ فضل اللہ کا اور کچھ

يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

اور لڑائی کریں گے راہ خدا میں تو پڑھو جتنا آسان ہو اس سے اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ

اور قرض دو اللہ کو قرض اچھا۔ اور جو بھی آگے بھیجو گے اپنے لئے کوئی نیکی تو پاؤ گے اسے اللہ کے پاس

هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ع ﴿۲۰﴾

بہتر اس سے اور بہت بڑا ثواب۔ اور بخشش مانگو اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۹) **فائدہ:** بعض بزرگوں نے فرمایا کہ قرآن مجید میں متقی لوگوں کیلئے نصیحت ہے اور سالک لوگوں کیلئے بہترین راہنما ہے۔ ہلاکت والوں کیلئے ذریعہ نجات۔ راہ حق کے متلاشیوں کیلئے بیان اور حیرت والوں کیلئے شفاء اور خوف والوں کیلئے امان ہے۔ لہٰذا جو اپنے رب کریم تک پہنچنا چاہتا ہے وہ ایمان وطاعت کر کے اس کا قرب حاصل کرسکتا ہے کیونکہ یہی راہ اس کی رضا تک پہنچاتی ہے۔

(آیت نمبر۲۰) بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ رات کا دوتہائی حصہ کے قریب اللہ تعالیٰ کے حضور قیام کرتے ہیں۔

فائدہ :مروی ہے کہ ابتداء سورۃ میں قیام لیل کوفرض فرمایا تو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک سال اسی طرح گذارا۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو پوری رات قیام فرماتے تھے تا کہ کہیں مقررہ اندازے کے خلاف نہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ پاؤں سوج گئے اور چہرے زرد ہو گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخر میں اس مشقت سے روک دیا کہ پوری رات عبادت نہ کریں۔ صرف تہجد کی فرضیت باقی رہ گئی جو آسانی سے ادا ہو سکے۔ پھر جب پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو پھر تہجد کی فرضیت بھی۔

پھر دو تہائی حصہ رات کا قیام بھی ختم کر دیا۔ اور فرمایا کہ نصف رات یا ایک تہائی حصہ رات کافی ہے کیونکہ ایک جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی آپ کے ساتھ قیام کرتی ہے۔ اس میں گویا اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم واحسان فرمایا۔

فائدہ :قوت القلوب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیام میں دوسروں کو شامل فرمایا اور حسن جزاء میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملایا۔ آگے فرمایا کہ رات اور دن کا صحیح اندازا تو اللہ تعالیٰ ہی مقدر فرماتا ہے کیونکہ اس کے سوا اس اندازے کو اور کوئی نہیں جانتا۔ نہ کسی کیلئے یہ ممکن ہے کہ کوئی اس کا اندازا لگا سکے اور ان (دن اور رات) میں عبادت کا حق ادا کر سکے۔ اسی لئے آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم ان اوقات کو شمار نہیں کر سکو گے۔ نہ ہمیشہ تم ان اوقات کو ضبط کر سکو گے۔

معتزلہ کا جواب: معتزلہ وغیرہ تکلیف مالا یطاق کا استدلال اس جملہ ''لن تحصوہ'' سے کرتے ہیں حالانکہ اس میں ادائیگی مشکل کی طرف اشارہ ہے۔ نہ کہ اسے کوئی ادا نہیں کر سکتا۔

آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی کی کہ تمہاری مقدار قیام میں تخفیف کر دی۔ لہذا اب قرآن میں سے جو بھی آسان لگے وہی تم پڑھ لو۔ یعنی رات کے وقت جتنا تم آسانی سے نماز میں پڑھ سکتے ہو۔ وہی پڑھو۔ اب رکعتوں یا تلاوت کی مقرر مقدار نہیں ہے۔ کم زیادہ تمہاری اپنی استطاعت پر ہے۔ خواہ دو رکعات پڑھو۔ خواہ زیادہ پڑھو۔

فائدہ: گویا اب اس آیت سے وجوب منسوخ ہوا اور وہ وجوب پانچ نمازوں میں آ گیا۔

حدیث شریف :رات کو جس قدر ہو سکے نوافل پڑھے جائیں۔ لیکن اگر نیند کا غلبہ ہو تو سو جائے۔ (بخاری ومسلم)۔ **حدیث شریف** : حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جعظری (تندمزاج) جواظ (متکبر) بسیار خور۔ باتونی اور مال جمع کر کے روکنے والے کو سخت برا جانتا ہے جو مردار کی طرح پڑا رہے۔ دنیا کے کاموں میں ہوشیار اور آخرت کے معاملات سے بے خبر ہو۔ (رواہ البیہقی)۔ **فائدہ** :اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اگر تم پر رات کا قیام مشکل ہے تو تلاوت قرآن جتنا آسان ہو۔ اتنی ہی تلاوت کر لو۔ یہ تو مشکل نہیں تا کہ وہ کمی پوری ہو جائے۔

فائدہ :"فاقرؤا ما تیسر من القرآن" سے یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ نماز میں سورۂ فاتحہ فرض نہیں۔ جو بھی آسانی سے پڑھ لو۔ اور قرآن پاک کے جس حصے سے جتنا بھی پڑھ لو فرض ادا ہو جائے گا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت سے دلیل پکڑتے ہیں۔ کہ سورۂ فاتحہ فرض نہیں واجب ہے۔

حدیث شریف :حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں ایک اتنا ہی عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں تہائی قرآن کی تلاوت کر لیا کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ایک رات میں تہائی حصہ قرآن کون تلاوت کر سکتا ہے۔ تو فرمایا۔ "قل هو الله احد" تہائی قرآن کے برابر ہے۔ معلوم ہوا سورت اخلاص تین مرتبہ پڑھنے سے پورا قرآن پڑھنے کا ثواب مل جاتا ہے۔ (مسلم شریف ۸۱۱)۔

آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے۔ یعنی رخصت وتخفیف کا دوسرا سبب یہ ہے کہ ہر آدمی قیام نہیں کر سکتا کہ کچھ بیمار ہوں گے۔ جو اتنا قیام نہیں کر سکتے۔ بعض جسم کے بیمار بعض دل کے بیمار جو دنیا اور خواہشات کی محبت میں مشغول ہو کر قیام کے اسرار وحقائق سے ہی واقف نہ ہوں اور ان بیماروں کے علاوہ کچھ مسافر ہوں گے جو تجارت کیلئے سفر پر ہوں گے۔ خواہ پیدل سفر کریں یا سواری پر خواہ کاروبار کیلئے یا جہاد کیلئے یا طلب علم کیلئے سفر کریں۔ (جو سب سے اعلیٰ سفر ہے)۔ یا مکہ مکرمہ سے مدینہ شریف ہجرت کا سفر کر کے آنے والے ہوں گے۔

درس وتدریس کی فضیلت :ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجلس علم کی حاضری ہزار رکعات پڑھنے اور ہزار جنازوں میں شرکت کرنے اور ہزار بیماروں کی عیادت کرنے سے افضل ہے۔ آگے فرمایا کہ کچھ لوگ وہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔

مسئلہ:اس آیت کا ظاہر بتاتا ہے کہ مجاہد اور حلال کمائی کیلئے کمانے والے مرتبہ میں برابر ہیں۔

آگے فرمایا کہ اس قرآن میں سے جتنا آسانی سے پڑھ سکو وہ پڑھو۔ **فائدہ** :چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا تابعین میں بھی امام اعظم، سعید بن المسیب، فضیل بن عیاض اور مالک بن دینار اویس قرنی جیسے عظیم لوگ ہوئے جو پوری پوری رات قیام کرنے میں بوجھ محسوس نہیں کرتے تھے۔ آگے فرمایا۔ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

فائدہ :بعض نے اس زکوٰۃ سے زکوٰۃ الفطر مراد لی ہے کیونکہ مکہ شریف میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی تھی۔ یہ مدینہ شریف میں فرض ہوئی۔ آگے فرمایا اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو۔ یہاں سے نفلی خیرات وصدقات مراد ہیں۔

حدیث شریف : نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فرض کے علاوہ مال میں احسن وجہ کا حق ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)۔ یعنی پاک مال فقراء کے نفع کیلئے اچھی نیت اور صفائی قلب سے دینا خصوصاً صالحین جو زیادہ محتاج ہوں۔



انہیں مال دینا زیادہ بہتر ہے۔

فائدہ :اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا نام قرض اس لئے رکھا کہ یہ اسے قیامت کے دن اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ **فائدہ** : بعض نے کہا۔ **سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر** کہنا مراد ہے کیونکہ یہ کلمات پڑھنا بھی صدقہ کے برابر ہے۔

حدیث شریف میں ہے جو مال گھر والوں پر خرچ کرتا ہے۔ اسے صدقہ کے برابر ثواب ملتا ہے (بخاری ومسلم)۔ آگے فرمایا۔ مذکورہ نیک کاموں میں سے جو بھی نیک کام کر کے آگے بھیجو گے تو تم اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بہتر اور اس کا بہت بڑا ثواب پاؤ گے۔ **فائدہ** : کشف الاسرار میں ہے کہ اس کا ثواب متاع دنیا سے بہتر پاؤ گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اجر بے حساب سے نوازے گا۔

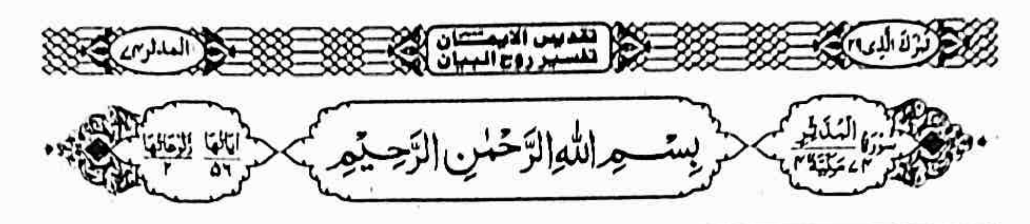
حدیث شریف میں ہے۔ جب کوئی آدمی فوت ہوتا ہے تو لوگ پوچھتے ہیں۔ پیچھے کیا چھوڑا اور فرشتے پوچھتے ہیں یہ بتاؤ کہ اس نے آگے کیا بھیجا۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہی رہو۔ ہر حال میں اپنے گناہوں پر نادم بھی ہو اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کا سوال بھی کرو۔

فائدہ : سلف صالحین کا طریقہ تھا کہ وہ صبح کے وقت کثرت سے استغفار پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی ہی شان بیان فرمائی ہے۔ آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے کہ جب وہ مہربانی فرماتا ہے تو سب گناہ معاف فرما دیتا ہے بلکہ وہ برائیاں نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔

فائدہ : استغفار لکھ کر سکرات موت والے کو پانی میں ڈال کر پانی پلایا جائے تو اس پر موت آسان ہو جاتی ہے (یا اللہ کرم فرمانا)۔

سورۂ مزمل شریف کا اختتام آج مورخہ :۲۱ جون ۲۰۱۷ء

بمطابق ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ بروز بدھ



یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ۠ ۙ ② وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۠ ۙ ③ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۠ ۙ ④

اے کمبل اوڑھنے والے کھڑے ہوں پھر ڈرائیں اور اپنے رب کی بڑھائی بولیں اور اپنے کپڑے پاک رکھیں

(آیت نمبر۱) اے کمبل اوڑھنے والے حبیب۔

شان نزول: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں غار حرا میں تھا کہ مجھے ایک آواز آئی۔ اے محمد بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا کچھ نظر نہ آیا۔ اوپر دیکھا کہ ایک شخص کو آسمان وزمین کے درمیان دیکھا جس کا مجھ پر رعب چھا گیا۔ میں گھر میں آیا اور اہلیہ سے کہا مجھے کمبل اوڑھا دو۔ کچھ ہی دیر گذری تھی کہ پھر وہی آواز گھر کے اندر سے سنائی دی چونکہ پہلے کبھی ایسی آواز نہیں سنی تھی۔ میرا جسم کانپ رہا تھا۔ تو میں نے گھر والوں سے کہا۔ مجھ پر چادر ڈال دو۔

(آیت نمبر۲) اپنی خوابگاہ سے اٹھیں اور پھر لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔ **مسئلہ:** چونکہ حضور ﷺ سب لوگوں کی طرف بھیجے گئے۔ اسی لئے پوری دنیا میں آپ کا پیغام ہر جگہ پہنچا۔ **فائدہ:** اگرچہ حضور ﷺ مبشر بھی ہیں۔ یہاں صرف انذار کا ذکر اس لئے کیا کہ کفار نافرمان ہیں۔ وہ ڈرانے کے ہی زیادہ مستحق ہیں۔ اس لئے ان کیلئے انذار ہی زیادہ ضروری ہے۔ بشارت تو ماننے والوں کیلئے ہوتی ہے۔

(آیت نمبر۳) اور اپنے رب کی بڑھائی بیان کریں۔ **فائدہ:** یہ اس لئے فرمایا کہ مسلمان کیلئے اعتقاداً اور قولاً عظمت کبریائی کا عقیدہ ضروری ہے۔ اسی طرح بتوں اور ان کے پجاریوں سے بیزاری کا اظہار بھی بہت ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق غلط باتیں کہتے ہیں۔ **فائدہ:** جب یہ حکم اترا تو آپ نے زور سے اللہ اکبر کہا۔ یہ کلمہ سن کر جناب خدیجہ الکبریٰ بہت خوش ہوئیں اور یقین ہوگیا کہ ضرور یہ وحی ربانی ہے کیونکہ شیطان تکبیر کے خلاف ہے۔ پھر اس تکبیر کو نماز میں لازم کر دیا گیا۔ کہ ہر نیا رکن شروع کرنے سے پہلے تکبیر کہی جائے۔

(آیت نمبر۴) اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں۔ یعنی اپنے لباس کو ہر قسم کی نجاستوں سے بچائیں۔ خواہ نماز میں ہوں یا غیر نماز میں کیونکہ مومن خبیث اشیاء سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔ **فائدہ:** یہ دوسری وحی تھی۔ اس وحی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ضروری احکام بتادیئے۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿٥﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴿٦﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿٧﴾

اور بتوں سے دور رہیں۔ اور نہ کریں کسی پر احسان زیادہ لینے کیلئے۔ اور اپنے رب کیلئے صبر کریں۔

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿٨﴾

پھر جب پھونکا جائیگا صور میں۔

(بقیہ آیت نمبر۴) **فائدہ** : یہی وہ پہلا حکم ہے۔ جو حضور ﷺ کو دیا گیا۔ اس میں ظاہری پاکیزگی کے ساتھ باطنی پاکیزگی کا حکم دیا گیا کیونکہ جس کا باطن صاف ہو۔ وہ ہمیشہ پلیدی سے بچتا ہے اور طہارت اختیار کرتا ہے اور دین کی بنیاد بھی صفائی پر ہے۔ بلکہ جو اپنے ظاہر کو پاک رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو بھی پاک بنا دیتا ہے۔

(آیت نمبر۵) اور بتوں سے دور ہوں رجز سے مراد بت ہیں۔ یعنی ان کی پوجا وغیرہ کے قریب بھی نہ جاؤ۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے بچا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ تو پیدائشی طور پر ہی بتوں سے نفرت کرتے تھے۔ گویا یہ حکم امت کیلئے دیا گیا کہ انہیں بتاؤ کہ وہ بتوں سے دور رہیں۔

(آیت نمبر۶) اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کریں۔ یعنی کسی پر احسان اس نیت سے نہ کرو کہ اس سے مال زیادہ ملے گا۔ یہ ظاہراً تو حضور ﷺ کو کہا۔ لیکن سنایا امت کو ہے۔ کہ احسان محض رضاء الٰہی کیلئے کریں۔

فائدہ : کاروبار میں تو ایسا کرنا جائز ہے اسی طرح اگر کسی کو کوئی ہبہ دیا ہے۔ اس نیت پر کہ وہ اس سے زیادہ ملنے کی امید رکھتا ہے تو یہ جائز ہے۔ **فائدہ**: یہ بات بھی یاد رہے کہ اس سے مراد تحفہ تحائف ہیں۔ یعنی اس نیت سے کسی پر احسان کرنا کہ وہ اس سے زیادہ مجھے دیگا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

(آیت نمبر۷) اور اپنے رب کی رضا کے لئے صبر کریں یعنی کفار و مشرکین کی اذیتوں پر صبر کریں کیونکہ صبر سے امتحان کا ذوق بڑھتا ہے اور اجر میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور صبر محض رضائے الٰہی کیلئے ہو۔ چونکہ جب بتوں کے خلاف بات ہوگی تو کفار نے دشمنی سے ایذاء دینی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اس پر صبر کریں۔

(آیت نمبر۸) پس جب صور میں پھونکا جائیگا۔ وہ ایک قرن ہے۔ جس میں جناب اسرافیل علیہ السلام حکم الٰہی سے جب پہلی مرتبہ پھونک ماریں گے۔ تو سب ذی روح مر جائیں گے۔ پھر دوسری مرتبہ پھونکیں گے تو سب زندہ ہو جائیں گے۔ اس خوفناک وقت کو یاد کرا کر ایمان لانے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ کہ آج ایمان لاؤ تا کہ قیامت کے امن ملے۔



ذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ

تو وہ دن سخت کڑا دن ہے۔ کافروں پر نہیں ہے آسان۔ مجھ پر چھوڑیں جسے میں نے پیدا کیا

وَحِيْدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ﴿۱۲﴾

اکیلا ۔ اور کیا اس کیلئے مال وسیع۔

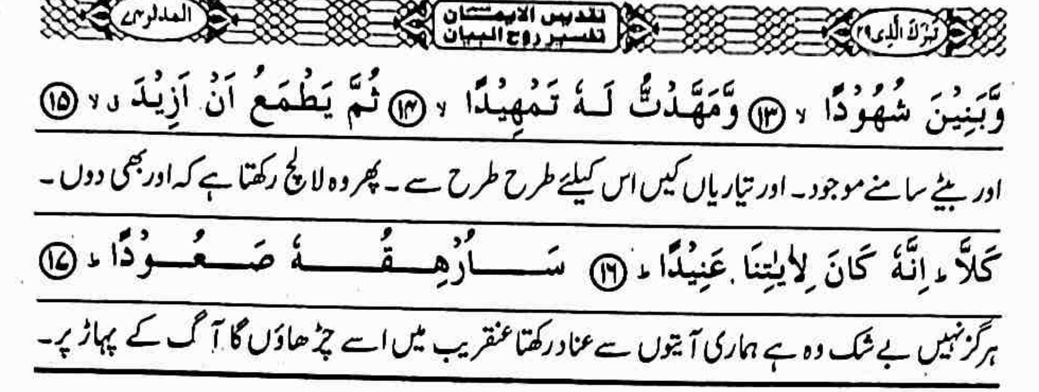
(آیت نمبر۸) **حدیث شریف** میں ہے کہ اسرائیل علیہ السلام قرن اپنے منہ میں رکھ کر کھڑے ہیں کہ کب حکم ہوتا ہے۔ جوں ہی حکم ہوگا تو وہ اس میں پھونک دیں گے (بخاری)۔ ابتداء میں ایک میٹھی میٹھی آواز ہوگی۔ ہر آدمی اس طرف کان لگائے گا پھر وہ آواز بڑھتی جائے گی اور ہر ذی روح پر نیند کی طرح موت طاری ہو جائیگی۔

(آیت نمبر۹) وہ دن سخت تنگی کا ہے چونکہ اس دن عذاب بھی سامنے بھڑکا ہوا ہوگا اور سخت حساب ہوگا۔ یہ دن مسلمانوں کیلئے تنگی کا نہیں۔ بلکہ قیامت کا دن ان کی عزت افزائی ہوگی۔

(آیت نمبر۱۰) کافروں پر وہ آسان نہیں ہے۔ یعنی جس دن صور میں پھونکا جائیگا۔ اس دن کافروں کیلئے سخت مشکل بن جائیگی۔ **فائدہ** : اس میں اشارہ ہے کہ وہ دن اہل ایمان کیلئے آسان ہوگا اور کفار فجار چونکہ اس دن عذاب میں مبتلا ہونے والے ہونگے۔ اس لئے ان کے لئے وہ دن سخت تنگی و پریشانی کا ہوگا۔ اس خبر میں کافروں کیلئے سختی کی تاکید کر دی گئی ہے کہ نہ وہ ایمان لاسکیں گے۔ نہ اس دن کا ایمان مقبول ہوگا۔

(آیت نمبر۱۱) اے محبوب مجھے چھوڑیں اور جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اکیلا اس لئے کہ میرا کوئی شریک نہیں اور وہ اکیلا اس لئے کہ اس کا کوئی بھائی نہیں۔ پھر میں جانوں اور وہ جانے۔ **شان نزول** : اس سے مراد ولید بن مغیرہ مخزومی ہے۔ وہ اپنے آپ کو وحید کہلاتا تھا کہ میرے برابر پورے عرب میں اور کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کرنے کیلئے وحید کہا کہ دنیا میں بھی اکیلا۔ قبر میں بھی اور حشر کے دن سزا میں بھی اکیلا ہوگا۔ اس زمانے میں دنیوی اتنا مال کسی کو نہیں ملا۔ اب آخرت میں ایسی سزا بھی کسی کو نہیں ملے گی۔ جہاں نہ مال ہوگا نہ اولاد کام دے گی۔ جن پر اسے بڑا گھمنڈ تھا۔

(آیت نمبر۱۲) اور میں نے اسے مالی وسعت دی کیونکہ مکہ اور طائف میں اس کے برابر کوئی مالدار نہیں تھا۔ حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس لاکھوں دینار تھے۔ اسی بات کا اسے بڑا ناز و نخرہ تھا۔ لیکن مال غلط جگہ لگانے کی وجہ سے اس کو سزا بھی اتنی زیادہ ہوگی۔ **فائدہ**: یہ وہ مال ہے۔ جو ابرہہ اور اس کے ساتھی مکہ مکرمہ سے واپس بھاگتے وقت چھوڑ گئے۔ اس کے والد اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے والد نے سمیٹ لیا تھا۔



وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾

اور بیٹے سامنے موجود۔ اور تیاریاں کیں اس کیلئے طرح طرح سے۔ پھر وہ لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں۔

كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾

ہرگز نہیں بے شک وہ ہے ہماری آیتوں سے عناد رکھتا عنقریب میں اسے چڑھاؤں گا آگ کے پہاڑ پر۔

(آیت نمبر ۱۳) اور اس کے بیٹے ہمہ وقت اس کے پاس حاضر رہتے تھے اور وسیع کاروبار میں اس کی مدد کرتے اور وہ بھی بڑے اسباب کے مالک تھے۔ بے شمار نوکر چار بھی رکھے ہوئے تھے اور محافل ومجالس میں صاحب وجاہت اور معتبر شخصیت سمجھا جاتا تھا۔ **فائدہ** :اس کے تین بیٹے مسلمان ہوگئے تھے۔ (۱) خالد بن ولید۔ (۲) ولید بن ولید اور (۳) ہشام بن ولید۔ باقی کفر پر مرے۔ کل دس بیٹے تھے۔

(آیت نمبر ۱۴) اور میں نے اس کیلئے ہر طرح کی نعمتیں تیار کیں۔ ریاست دی۔ جاہ وجلال دیا۔ مال اور اولاد دیئے اور وہ اہل مکہ میں ریحانہ (پھول) مشہور تھا۔ لیکن اس کے نفس متمردہ نے احکام الٰہی سے سرکشی کی۔ حق اور ارباب حق سے دشمنی کی۔ لہٰذا اے محبوب مجھے چھوڑیں میں خود ہی اس سے نمٹ لوں گا۔

(آیت نمبر ۱۵) اتنا کچھ ملنے کے بعد وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ یعنی جو کچھ مال واولاد اسے دیا گیا۔ اتنی وسعت وکثرت مال کے باوجود امید میں ہے کہ اسے اور بھی دیا جائے جبکہ وہ اپنے منعم کا ہی ناشکر گذار ہے۔ لہٰذا کفر اور نعمت دونوں مزید اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔

(آیت نمبر ۱۶) ہرگز نہیں۔ یہ اس کی طمع پر جھڑک ہے کہ اب اس کی یہ طمع کبھی پوری نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ ہماری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔ جان بوجھ کر حق کی مخالفت کرتا ہے۔ اس کا ناشکری کرنا ہی محرومی کا موجب ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول سے اس کا زوال اور خسارہ شروع ہوگیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ تنگدست ہوکر مرا۔

(آیت نمبر ۱۷) عنقریب میں اسے جہنم کے پہاڑ صعود اپر چڑھاؤں گا یعنی اسے مزید مال کی طمع ہے۔ اسے اگلی فکر کرنی چاہئے کہ جب اسے ہر طرف تکالیف اور مشقتیں ڈھانپ لیں گی۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا۔ صعود جہنم میں ایک پہاڑ ہے۔ جس کی چوٹی تک آدمی ستر سال میں پہنچتا ہے (مشکوٰۃ شریف)۔ اس پر ولید پلید جیسے لوگوں کو چڑھایا جائے گا اور زنجیروں سے جکڑا ہوگا اور فرشتے آگ کے چابک مارتے ہوئے اسے اوپر چڑھا کرلے جائیں گے۔ پھر اوپر سے نیچے گرایا جائیگا۔

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ ⑱ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ ⑲ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ ⑳ ثُمَّ نَظَرَ ۙ ㉑

بے شک اس نے سوچا اور اندازہ کیا۔ پھر مارا جائے کیسا اندازا کیا۔ پھر مارا جائے کیسا اندازا کیا۔ پھر دیکھا

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ ㉒ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ۙ ㉓

پھر تیور چڑھائے اور منہ بگاڑا۔ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔

(آیت نمبر ۱۸) بے شک اس نے کچھ سوچا اور پھر اس نے بات دل میں ٹھہرالی۔ یعنی اس نے اپنی بات کو پختہ سمجھا۔ **فائدہ**: اس نے دل میں سوچا کہ میں نے قرآن (یا صاحب قرآن) کے متعلق جو کہا۔ یعنی اس نے طعن کیا تھا اور دل میں سوچا کہ میں نے ٹھیک کہا۔ (غلط سے غلط آدمی بھی اپنے آپ کو کبھی غلط نہیں کہے گا۔)

(آیت نمبر ۱۹) وہ مارا جائے۔ یعنی اس پر لعنت ہو۔ اس نے کیسی بات دل میں ٹھہرائی۔ **فائدہ**: کہ اس نے قرآن کو جادو اور حضور ﷺ کو جادوگر کہا تھا)۔ اس کی یہ سوچ حد سے گری ہوئی تھی۔ یعنی اس کی سوچ اور اندازے پر تعجب ہے کہ اس قدر اس نے گھٹیا بات کی۔ (اس خبیث نے یہ بھی نہیں سوچا کہ وہ اللہ کے نبی کو جادوگر کہہ رہا ہے)۔

(آیت نمبر ۲۰) پھر اس پر لعنت ہو۔ اس نے کیسا اندازا لگایا۔

شان نزول: ولید نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے چند آیات طیبات سنیں تو کفار کی مجلس میں آ کر کہا کہ محمد (ﷺ) نے جو کلام ابھی سنایا جو نہ انسان کا کلام ہے نہ جن کا۔ خدا کی قسم اس میں عجب شیرینی ہے اور ایسی کشش ہے۔ عنقریب وہ سب پر غالب آ جائے گا۔ قریش نے مشہور کر دیا کہ ولید اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے۔ ابو جہل نے اسے عار دلائی کہ تو قرآن کی تعریف اس لئے کر رہا ہے کہ تجھے مسلمانوں کا بچا ہوا کھانا مل جائے۔ اس پر اس نے غصے میں آ کر حضور ﷺ کو جادوگر کہا۔ تو اس پر اگلی آیات اتریں۔

(آیت نمبر ۲۱) پھر اس نے ابو جہل کی باتیں سن کر ادھر ادھر نظر دوڑائی اور اس نے قرآن اور حضور کے بارے میں ایک بات سوچی کہ وہ کیا ہیں۔ یعنی ابو جہل جو اس کا دوست تھا۔ اس کا دل خوش کرنے کیلئے۔

(آیت نمبر ۲۲) پھر تیوری چڑھائی یعنی اپنا منہ پھرا کر ترشی ظاہر کی۔ اس لئے کہ قرآن میں تو خوبی کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ جب اسے طعن و تشنیع کیلئے کوئی وجہ نہ ملی تو منہ بگاڑا۔

(آیت نمبر ۲۳) پھر اس نے حق سے پیٹھ پھیری اور اس کے اتباع میں تکبر کیا۔ یعنی مسلمانوں کو اپنے سے بہت کم تر سمجھا اور اپنے مال کے نشے میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا۔ یہی متکبر لوگوں کا طریقہ اور انداز گفتگو ہے۔

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾

پھر بولا کہ نہیں ہے یہ مگر جادو اثر کیا گیا۔ نہیں ہے یہ مگر کلام ایک آدمی کا۔ عنقریب میں اسے ڈالوں گا جہنم میں

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾

اور کیا معلوم تمہیں کہ کیا ہے سقر نہ لگی رہے اور نہ چھوڑے اتار لینے والی کھال کو اس پر انیس فرشتے ہیں

(بقیہ آیت نمبر ۲۳) **فائدہ:** اب جب اس نے کئی ڈھچر کئے تو لوگوں نے پوچھا کہ بتاؤ بھی کہ آخر وہ کیا ہیں۔ پھر حق سے روگردانی کرتے ہوئے اس نے کہا کہ نہیں ہے یہ مگر یہ تو دوسروں سے سیکھا ہوا جادو ہی ہے۔ یعنی حضور ﷺ کا اپنا نہیں۔ کوئی اور ہے جو انہیں آ کر سکھا جاتا ہے۔ **مسئلہ:** جادو کرنا کفر ہے۔ البتہ کسی اچھے مقصد کیلئے سیکا جائے۔ تو پھر سیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً کسی پر جادو کا اثر ہو تو اسے اتارا جائے۔ وغیرہ

(آیت نمبر ۲۵) نہیں ہے یہ مگر کسی آدمی کا کلام۔ ولید پلید نے یہ بات تو محض سرکشی اور عناد سے کہی۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے قرآن کی بے حد تعریف کر چکا تھا۔ لیکن اب وہ ابوجہل وغیرہ کو خوش کرنے کیلئے ایسی باتیں کر رہا تھا۔

(آیت نمبر ۲۶) عنقریب میں اسے جہنم میں داخل کروں گا۔ سقر جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ یہ جہنم کا چھٹا طبقہ ہے۔ جہاں بڑے بڑے ظالموں مشرکوں کو ڈالا جائیگا۔

(آیت نمبر ۲۷) تمہیں کیا معلوم کہ سقر کیا چیز ہے۔ سقر والے حصے میں درد والم اور اذیت بہت زیادہ ہے اور اس میں سخت ترین سزائیں ہیں۔ اس کا وصف بیان نہیں کیا جا سکتا۔ صرف اتنی بات سمجھ لو۔

(آیت نمبر ۲۸) کہ نہ باقی رکھے اور نہ اسے چھوڑے۔ جو بھی شیء اس میں ڈالی جائیگی۔ اسے وہ جلا کر راکھ بنا دے گی۔ پھر وہ اپنی اصل حالت پر آئیگی۔ پھر اسے جلا کر ختم کردے گی تا ابد اس کے ساتھ یہی ہوتا رہیگا۔

(آیت نمبر ۲۹) آدمی کی کھال اتار دے گی۔ یعنی جب وہ کھال جل کر سیاہ ہو جائے گی تو اسے ایسا بنائے گی۔ جیسے سیاہ رات ہوتی ہے تو اس کی کھال بنتی اور جلتی ہی رہے گی۔ تاکہ اسے زیادہ سے زیادہ تکالیف ہوں۔

(آیت نمبر ۳۰) اس جہنم پر انیس فرشتے عذاب دینے کیلئے مسلط ہوں گے۔ جن کی آنکھیں سخت چمکدار اور ہیبتناک شکل وصورت والے، لمبے لمبے بالوں والے اور ان کے مونہوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ ان سے نرمی اور رحمت نکال دی گئی ہوگی۔

فائدہ: انیس کی تعداد تو سردار فرشتوں کی ہے۔ ان کے ماتحت تو ہزاروں فرشتے ہوں گے۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ

اور نہیں بنائے ہم نے دوزخ کے دارو غے مگر فرشتے۔ اور نہیں کی ہم نے گنتی ان کی مگر آزمائش کافروں کیلئے۔

لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

تاکہ یقین آ جائے اہل کتاب کو اور بڑھے ایمان والوں کا ایمان۔ اور نہ شک میں رہیں اہل کتاب

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

اور مسلمان۔ تاکہ کہیں دل کے بیمار اور کافر کیا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے

بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ

اس مثال سے۔ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ جسے چاہتا ہے۔ اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور نہیں جانتا

جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۧ ﴿۳۱﴾

کوئی لشکر تیرے رب کے مگر وہی۔ اور نہیں ہے یہ مگر نصیحت انسان کیلئے۔

(آیت نمبر ۳۱) ہم نے دوزخ پر اور کسی کو مسلط نہیں کیا سوائے فرشتوں کے۔ تاکہ لوگوں کو ان کا ڈر ہو جو نہ نرمی کریں گے نہ کسی کی بات سنیں گے۔ بلکہ انہیں عذاب میں ہی مبتلا رکھیں۔

شانِ نزول: جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوجہل نے قریش مکہ سے کہا۔ کیا تم میں دس آدمی نہیں جوان دوزخ کے دس دارغوں کو پکڑ لیں تو ابوالاسود بن السیدان کے پہلوان نے کہا ان سترہ فرشتوں سے سترہ کو تو میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ باقی دو کو تم لوگ سنبھال لینا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم اپنی طاقت تب آزماؤ کہ وہ تمہاری جنس کے ہوں۔ فرشتے کی طاقت کا تم اندازا نہیں لگا سکتے کب مقابلہ کر سکتے ہو۔ ایک فرشتہ پوری مخلوق کو تہہ و بالا کر سکتا ہے۔ اللہ کے حکم سے آگے فرمایا کہ نہیں گنتی بتائی گئی فرشتوں کی مگر یہ تو ان کافروں کی آزمائش ہے تاکہ ایمان والوں کو یقین آ جائے اور اہل کتاب کو بھی رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر یقین آ جائے اور قرآن کی بھی وہ تصدیق کر سکیں۔ اگر چہ یہ سب ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ کہ یہ نبی اور قرآن دونوں برحق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ہیں۔

فائدہ :یہود نے حضور ﷺ سے جہنم کے دارغوں کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ اپنے دونوں دست ہائے مبارکین کو اٹھا کر دو مرتبہ دکھایا۔ایک دفعہ مکمل اور دوسری دفعہ میں ایک انگلی بند فرمالی۔جس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کی تعداد انیس (۱۹) ہے۔اس سے ایمان والوں کے ایمان اور بھی مضبوط ہوئے اور اہل کتاب نے بھی تصدیق کی کہ واقعی تعداد اتنی ہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بتائی ہے تا کہ شک نہ رہے اہل ایمان اور اہل کتاب کو۔اہل کتاب کو اس لئے کہ ان کی کتاب میں آ گیا۔اہل ایمان کو اس لئے کہ ان کے نبی نے فرمادیا۔اب کبھی بھی انہیں شک نہیں ہوگا۔آ گے فرمایا تا کہ وہ لوگ کہیں جن کے دلوں میں منافقت کا مرض ہے۔اگر چہ یہ مرض مدینہ شریف کے اندر لوگوں کو لاحق ہوا۔لیکن اس کی خبر پہلے ہی دے دی گئی۔مکہ مکرمہ میں تو یا مومن تھے یا کافر۔لہذا یہ پہلے ہی بتادیا کہ منافق اور کافر اس میں شک کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے کیا ارادہ فرمایا ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ ابوجہل جیسوں کو گمراہ کرتا ہے۔یعنی جہنم کے داردغوں کی تعداد میں شک کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا کیونکہ یہ گمراہی انہوں نے خود اختیار کی اور جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دے دیتا ہے۔جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت سے نوازا۔آ گے فرمایا کہ اے اللہ تیرے لشکروں کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

فائدہ : قاشانی مرحوم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں کی تعداد کو اور ان کی کمیت و کیفیت کو اور حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔**فائدہ**:یادر ہے اللہ تعالیٰ کے یہ لشکر جنگ کرنے کیلئے نہیں ہیں۔بلکہ مملکت ظاہرہ میں عالم اعلیٰ یا اسفل کو ترتیب دینے کیلئے ہیں۔ان میں بعض بعض کے تابع ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس عالم عنصری (دنیا) میں بھی عالم علوی کی طرح والی مقرر فرمادیئے۔ان میں رسولان گرامی ہیں۔پھر ان کے خلفاء ہیں۔بعض بادشاہ اور ملوک ہیں۔آ گے پھر قاضی اور مفتی اور علماء ہوئے۔یہ زمین ولایت والے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اگر ان کی استعداد قوی اور حسن ہوتی ہے۔تو ان کا امر ظاہری صورت میں ظاہر مظہر ہوتا ہے۔ولی عادل اور امام فصل ہوتا ہے۔اسی طرح آسمانوں میں بھی والی ہوتے ہیں۔ان کی ہزار ہا اقسام ہیں۔

فرشتوں کے بے شمار طبقات ہیں:(۱)رات دن میں آسمانوں تک اترنے چڑھنے والے۔ (۲)ہماری خبر گیری کرنے والے۔ (۳)زمین میں مومنوں کے لئے استغفار کرنے والے۔ (۴)انبیاء علیہم السلام تک شریعتیں پہچانے والے۔ (۵)موت کے موکل۔(۶)الہام کرنے والے۔ (۷)دلوں تک علوم پہنچانے والے۔ (۸)رحموں میں بچوں کی شکلیں بنانے والے۔ (۹) روح پھونکنے والے۔(۱۰)بارش برسانے والے۔ (۱۱)دوزخ میں عذاب دینے والے۔(۱۲)رزق دینے والے۔ (۱۳)صافات۔(۱۴)زاجرات۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى

ہرگزنہیں قسم ہے چاند کی۔اور رات کی جب پیٹھ پھیرے۔اور صبح کی جب روشن ہو۔ بے شک دوزخ ایک

الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾

بہت بڑی چیز ہے۔ڈر ہے انسان کیلئے۔

(بقیہ آیت نمبر۳۱)(۱۵) تالیات۔(۱۶)مقسمات۔(۱۷)مرسلات۔(۱۸)ناشرات۔(۱۹)نازعات۔(۲۰)ناشطات۔(۲۱)سابقات۔(۲۲)سابحات۔(۲۳)ملقیات وغیرہ کی بے شمار اقسام ہیں۔آگے فرمایا۔نہیں ہے یہ مگر نصیحت انسان کیلئے تاکہ وہ برے انجام یعنی کفر وگمراہی سے ڈرے۔اور اپنی اصلاح کرے۔

(آیت نمبر۳۲) ہرگز نہیں قسم ہے چاند کی کہ جو ایک نظام سے چل رہا ہے۔جس کے نظام اوقات میں ایک ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔**فائدہ**:ابواللیث فرماتے ہیں۔اس سے مراد ہے قسم ہے چاند پیدا کرنے والے کی۔اس سے مراد تیسری تاریخ کا ہلال ہے۔زمین کا نظام اور اس میں تاریخوں کا تعین چاند کے ساتھ خاص ہے۔

(آیت نمبر۳۳) اور قسم ہے رات کی۔یعنی رات کی عزت وشان کی جب کہ وہ پیٹھ پھیرے۔اور صبح کا سویرا نمودار ہو جو وقت مناجات کا ہے۔اور عبادات اور دعاؤں کی قبولیت کا ہے۔

(آیت نمبر۳۴) اور قسم ہے صبح کی جب سفیدی ظاہر کرے۔اس سے مراد دن کا ابتدائی حصہ ہے۔یعنی سورج کے طلوع ہونے کی ابتداء شفق اول سفیدی سے ہوتی ہے۔اس وقت نماز اشراق پڑھی جائے۔تو عمرے کا ثواب ملتا ہے۔

(آیت نمبر۳۵) بے شک یہ ایک بہت بڑی چیزوں سے ہے۔یعنی وہ سقر(جہنم) بہت بڑی بلاؤں میں سے ایک بلاء ہے۔جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔جس کے نگران فرشتے بہت بڑی طاقت کے مالک ہیں۔یا یہ ڈرائے جانے والی چیزوں میں بہت بڑی چیز ہے۔ان مجرمین کیلئے جو جنوں اور انسانوں میں سے ہیں۔یا یہ آیات الٰہیہ میں سے بڑی آیت ہے۔

(آیت نمبر۳۶) آدمیوں کے ڈرانے کیلئے یعنی سقر(جہنم) بڑی ڈراؤنی چیزوں میں سے ہے۔جسے اللہ تعالیٰ نے منکروں مشرکوں کو عذاب دینے کیلئے پیدا کیا ہے۔اس جہنم سے ڈرانے کیلئے اس کو یہاں بیان کردیا کہ اگر اس میں کچھ اس کا ڈر ہوا تو وہ اس سے بچنے کی جدوجہد کرے گا اور ایمان لے آئے گا۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ؕ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۙ﴿۳۸﴾

اس کیلئے جو چاہے تم میں کہ آگے آئے یا پیچھے ہٹے۔ ہر جان اپنے کئے کی گروی ہے ۔

اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ؕ﴿۳۹﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ۙ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۙ﴿۴۱﴾

مگر دائیں جانب والے۔ باغوں میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ مجرموں سے۔

(آیت نمبر ۳۷) اس کیلئے ہے جو چاہے کہ تم میں سے آگے بڑھے یا پیچھے رہے۔ یعنی سقر تو ڈرانے کیلئے ہے۔ اب تم میں سے جو چاہتا ہے کہ جہنم سے بچے اور نیکیاں کر کے جنت کی طرف آگے بڑھے یا پیچھے ہٹ کر نافرمانی اور گناہ کرے اور گمراہوں میں شامل ہو۔ گویا بندے کو اختیار دے دیا کہ وہ جدھر جانا چاہے اس کیلئے راستہ کھلا ہے۔

فائدہ: ممکن ہے کہ اس سے مراد اہل شریعت اور اہل طریقت وحقیقت ہوں۔ جو آگے سے آگے بڑھنے والوں سے ہیں۔ دونوں کی سیر ومسارعت میں بہت بڑا فرق ہے۔

(آیت نمبر ۳۸) جن وانس کا ہر نفس اپنے عمل کا قیدی ہے۔ یعنی ہر ایک اپنے عمل کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

فائدہ: یعنی بندہ اگر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ واجبات اسی طرح ادا کرے جیسے اس پر واجب ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے آزاد فرمادے گا۔ ورنہ وہ برے عمل کے ساتھ قیدی رہے گا۔ اور پھر سقر میں چلا جائیگا۔

(آیت نمبر ۳۹) مگر دائیں جانب والے اس سے مراد وہ مومنین ہیں۔ جن کے اعمال نیک ہوں گے۔ (اور انہیں اعمالنامے دائیں ہاتھ میں ملیں گے)۔ وہ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے جہنم سے دور ہوں گے۔ **فائدہ**: قاشانی فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنے کسب کا قیدی ہوگا۔ سوائے اصحاب الیمین کے جو سعادت مند ہوں گے۔

(آیت نمبر ۴۰) باغوں میں ہوں گے۔ یعنی اصحاب یمین کا حال یہ ہوگا کہ وہ ایسے باغوں میں ہوں گے جن کی شان کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ نہ ان کی وسعت کا کوئی اندازا لگا سکتا ہے اور اصحاب یمین کا ہر فرد جنت میں ہوگا اور وہ ایک دوسرے سے دنیا کے متعلق پوچھیں گے۔ کہ وہ کیسے عمل کرتے رہے۔

(آیت نمبر ۴۱) مجرموں سے سوال کریں گے کہ تم کیا کیا جرم کر کے اس جہنم میں آگئے۔

فائدہ: مروی ہے کہ جنت والے جنت میں سے ہی جہنم والوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ ان میں جو بڑے بڑے مجرم ہوں گے۔ ان سے پوچھیں گے حالانکہ وہ جہنم میں ہوں گے۔ مگر انہیں نظر آرہے ہوں گے۔

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ

کس نے تمہیں لایا دوزخ میں۔ کہیں کے نہ تھے ہم نماز پڑھنے والے۔ اور نہ کھانا کھلاتے تھے

الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾

مسکین کو۔ اور تھے ہم بے ہودگی کرتے ساتھ بے ہودہ لوگوں کے۔ اور ہم جھٹلاتے تھے دن قیامت کو۔

(آیت نمبر ۴۲) تمہیں جہنم میں کس نے داخل کیا۔ یعنی کون سی شیء تمہیں جہنم میں لے آئی۔ یا تمہارے جہنم میں جانے کا کیا سبب بنا۔ یہ سوال اصل میں انہیں حسرت دلانے کیلئے ہوگا تا کہ اب وہ افسوس کریں۔ کہ کاش دنیا میں نصیحت حاصل کر لیتے۔ تو کتنا اچھا ہوتا آج کم از کم اس عذاب سے بچ جاتے۔

(آیت نمبر ۴۳) تو وہ جہنمی پوچھنے والوں کو یہ بتائیں گے کہ ہم نماز ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ جبکہ وہ ہم پر فرض تھی۔ لہذا نماز کی عدم ادائیگی کی وجہ سے ہم دوزخ میں آ گئے۔ معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنا بہت بڑا جرم ہے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو ایک نماز بھی جان بوجھ کر ضائع کرے گا۔ اسے اسی حقب جہنم میں سزا دی جائے گی۔ ایک حقب ہزار سال کا ہے۔ (بحار الانوار)۔ یہ سزا بے نماز مسلمانوں کو دی جائے گی۔ کافر پر تو نماز فرض ہی نہیں۔

(آیت نمبر ۴۴) اور کسی غریب مسکین کو کھانا نہیں دیتے تھے۔ یعنی انہیں مسکینوں پر رحم نہیں آتا تھا کہ انہیں کھانا کھلاتے۔ **فائدہ**: چونکہ وہ کسب خیر میں کوتاہی اور محرومی پر افسوس کریں گے۔ **فائدہ**: یعنی جب وہ دیکھیں گے کہ نمازیوں اور سخیوں کو جنت میں اتنے بڑے درجات و انعامات ملے ہیں تو انہیں سخت افسوس ہوگا۔

(آیت نمبر ۴۵) اور ہم بے ہودہ کھیل تماشوں اور باطل باتوں میں پڑنے والوں کے ساتھ مشغول رہتے تھے۔ اور اپنا سارا وقت کھیل تماشے میں ضائع کر دیا۔ ایک اور **حدیث شریف** میں ہے۔ بروز قیامت سب سے بڑا اور بے ہودہ گناہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں وقت ضائع کرنا ہوگا۔ (ابونعیم فی الحلیۃ)

(آیت نمبر ۴۶) اور ہم قیامت کو جھٹلاتے تھے۔ چونکہ قیامت کی تکذیب اور انکار کفر ہے۔ یعنی جب دنیا میں انہیں آخرت کی ہولناکیوں سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ اس کا انکار کر دیتے تھے۔ اور مرتے دم تک وہ یہی کرتے رہے اور انہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ دن اللہ تعالیٰ نے ان کی سخت تر سزا کیلئے مقرر کر رکھا ہے۔ لہذا اس کی انہیں سزا دی جائیگی۔

حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ؕ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ؕ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ

یہاں تک آ گئی ہمیں موت۔ تو نہ فائدہ دیا ان کو سفارش نے سفارشیوں کی تو کیا ہوا انہیں کہ وہ نصیحت سے

مُعْرِضِيْنَ ۙ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۙ ﴿۵۰﴾

منہ پھیرتے ہیں۔ گویا وہ گدھے ہیں بدکے ہوئے۔

(آیت نمبر ۴۷) یہاں تک کہ ہمیں موت نے آلیا۔ جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اور وہ اپنے وقت مقررہ پر آ جاتی ہے۔ **فائدہ:** ان باتوں کا قیامت کے دن وہ اعتراف کریں گے کہ ہم سے یہ یہ قصور ہوئے۔ اس کے سوا چارہ بھی نہ ہوگا۔ یعنی وہ اپنی گھٹیا حرکتوں اور ذلیل باتوں پر افسوس کرتے ہوئے جہنم میں جائیں گے۔

(آیت نمبر ۴۸) تو انہیں شفاعت کرنے والوں کی سفارش کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ نہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نہ فرشتوں کی۔ **فائدہ:** پہلی تو بات یہ ہے کہ کفار کیلئے کوئی بھی سفارش نہیں کرے گا۔ اگر بالفرض کسی نے سفارش کی بھی تو وہ قبول نہیں ہوگی۔ **فائدہ:** شفاعت گناہگار مومنوں کیلئے ہوگی۔ اور انہیں شفاعت کا فائدہ بھی پہنچے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرشتے، انبیاء کرام علیہم السلام، شہداء کرام اور اولیاء عظام گناہگاروں کیلئے اس قدر شفاعت کریں گے کہ کوئی مومن جہنم میں نہیں رہے گا۔ شفاعت کا دروازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کھولیں۔ پھر تمام انبیاء، شہداء، اولیاء پھر عام لوگ بھی اپنے عزیزوں کی سفارش کریں گے پھر جس نے بھی کسی کے ساتھ کوئی نیکی کی حتیٰ کہ جس نے کسی کو پانی کا گھونٹ دیا وہ بھی اس کی سفارش کرے گا وغیرہ۔ یہاں تک کہ جہنم میں کوئی مومن گناہگار نہیں رہے گا۔

(آیت نمبر ۴۹) اب انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ نصیحت سے روگرداں ہیں۔ یعنی ان کے قرآن سے منہ پھرانے کی کیا وجہ ہے۔ قرآن سے روگردانی کر کے انہیں کیا حاصل ہوگا۔ حالانکہ قرآن کی طرف متوجہ ہونے کے تو ان کے پاس کئی موجبات تھے۔ جن کی وجہ سے اس قرآن پر ایمان لانے کے اسباب کی تائید موجود تھی۔ **فائدہ:** بعض بزرگوں نے فرمایا کہ قرآن سے منہ پھرانے کا مطلب قرآن کا انکار اور اس کی اتباع نہ کرنا ہے۔

(آیت نمبر ۵۰) گویا وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔ یعنی وہ ایسے گدھوں کی طرح ہیں۔ جو کسی مخالف چیز کو دیکھ کر بدک کر بھاگ گئے ہوں۔ یعنی ان کافروں کا بھی یہی حال ہے کہ قرآن سے وہ منہ پھیر کر گدھوں کی طرح بھاگ کر دور جا کھڑے ہوتے ہیں۔

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ؕ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۙ ﴿۵۲﴾

جو بھاگا ہو شیر سے۔ بلکہ چاہتا ہے ہر ایک مرد ان میں سے کہ دیا جائے صحیفے کھلے ہوئے۔

كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ؕ ﴿۵۳﴾ كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۚ ﴿۵۴﴾

ہرگز نہیں بلکہ نہیں ڈرتے وہ آخرت سے۔ ہرگز نہیں بے شک وہ نصیحت ہے۔

(آیت نمبر ۵۱) جو شیر سے بھاگ گئے ہوں اس لئے کہ جب وحشی گدھا شیر کو دیکھتا ہے تو خوب تیز بھاگتا ہے۔ تا کہ وہ کھانہ جائے۔ اس لئے کہ شیر کو تمام جانوروں پر قہر و غلبہ حاصل ہے۔

فائدہ: قرآن کے مواعظ سے روگردانی اور اس سے دور بھاگنے کو بدکے ہوئے گدھوں سے تشبیہ دی۔ جو ڈراؤنی چیز سے تیزی کے ساتھ ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ یعنی جیسے جنگلی گدھے شیر سے بھاگتے ہیں۔ ایسے ہی یہ بھی (جنگلی) قرآن سے بھاگتے ہیں۔ گویا ان کے نہ سننے والے کان ہیں نہ نصیحت حاصل کرنے والے دل ہیں۔

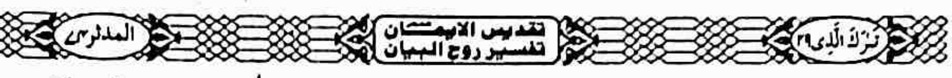
فائدہ: عرب میں دستور ہے کہ جب کسی کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں تو اسے گدھے سے تشبیہ دیتے ہیں۔

(آیت نمبر ۵۲) بلکہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں کھلے صحیفے دے دیئے جائیں۔

شان نزول: ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ ہم آپ کو اس وقت تک نہیں مانیں گے۔ جب تک کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے الگ الگ کتاب نہ آجائے اور اس پر ہمارے نام لکھے ہوں اور یہ بھی لکھا ہو کہ ہم تمہیں اپنے رسول کی اتباع کا حکم دیتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ یہ کتاب بھی ہماری ہے اور یہ رسول بھی ہمارا بھیجا ہوا ہے۔

(آیت نمبر ۵۳) انہیں اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ کرتے ہوئے جواب دیا۔ ہرگز نہیں یعنی تمہارا یہ مطالبہ سراسر عناد اور سرکشی پر مبنی ہے چونکہ وہ ہدایت حاصل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ انہیں آخرت کا کوئی خوف نہیں وہ دنیا کی محبت میں ہی ایسے غرق ہیں کہ قرآن کی پند و نصیحت ان پر اثر ہی نہیں کرتی اس لئے وہ اس سے روگرداں ہیں۔

(آیت نمبر ۵۴) بے شک یہ قرآن اول سے آخر تک نصیحت ہی نصیحت ہے۔ یعنی ان کے انکار پر انہیں پھر ڈانٹ پلائی گئی کہ اس سے بڑھ کر کوئی نصیحت آموز چیز نہیں ہے۔ تذکرہ پر تنوین تعظیم کیلئے ہے۔



فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ؕ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى

تو جو چاہے وہ نصیحت حاصل کرے اور نہیں نصیحت پکڑتے مگر جسے چاہے اللہ۔ وہی لائق ہے ڈرنے کے

وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ع ﴿۵۶﴾

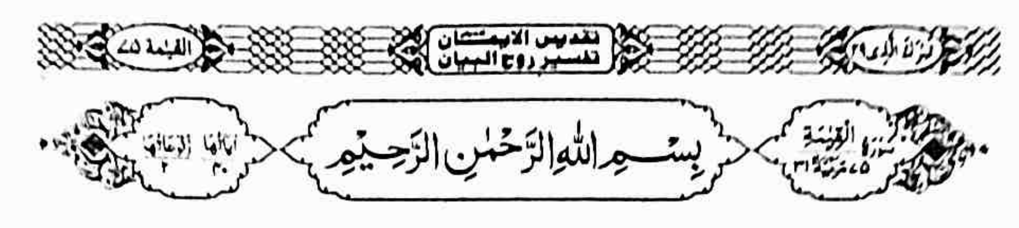
اور لائق ہے بخشش کے

(آیت نمبر ۵۵) پس اب جو چاہے وہ قبر میں جانے سے پہلے پہلے اس نصیحت کو مان لے اور اپنا مقصد اصل اسی کو سمجھے تاکہ اس کی وجہ سے دونوں جہانوں کی سعادت حاصل ہو۔

(آیت نمبر ۵۶) اور وہ بالکل نصیحت اپنی مرضی سے حاصل نہیں کریں گے اس لئے کہ قرآن سے نصیحت اپنی مرضی سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ مگر وہی نصیحت حاصل کرے گا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ یعنی ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ خاص ہے بلکہ بندے کے تمام انعال اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہیں۔ بندے کے اپنے ارادے کا بھی اس میں دخل ہے۔ وہ رجوع لی اللہ ہے۔

یعنی بندہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ آگے فرمایا۔ وہی یعنی اللہ تعالیٰ ہی اس کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کے عذاب کا خوف دل میں رکھا جائے۔ اس کی اطاعت کی جائے اور وہی بخشش کرنے والا بھی ہے۔ یعنی جو اس پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کرے وہی اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے۔ بعض بزرگوں نے تقوی کا معنی تبری ہے یعنی ہر شی سے بیزاری۔ یعنی جو تقویٰ کے آداب جانے وہ بخشش کے لائق ہے۔

اختتام سورۂ مدثر مورخہ ۲۴ جون ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۹ رمضان المبارک بروز ہفتہ



لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ؕ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ

میں قسم دیتا ہوں روز قیامت کی۔ اور قسم دیتا ہوں نفس ملامت والے کی۔ کیا سمجھتا ہے آدمی

اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ﴿۳﴾

کہ نہیں جمع کریں گے ہم اس کی ہڈیاں۔

(آیت نمبر ۱) میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں یعنی میرے قسم کھانے کی صرف ایک ہی وجہ ہے وہ یہ کہ کفار کہتے ہیں۔ کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا نہیں ہے۔ نہ کوئی قیامت ہے۔ اس لئے میں قسم کھاتا ہوں۔

فائدہ: مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا۔ ہر بندے کی موت ہی اس کیلئے قیامت ہے۔ حضرت علقمہ ایک جنازے میں گئے۔ میت کے دفن ہونے کے بعد فرمایا اس کی تو قیامت قائم ہوگئی ہے۔ یعنی اب واپس نہیں آئے گا۔

(آیت نمبر ۲) اپنے آپ کو ملامت کرنے والی جان کی قسم کھاتا ہوں۔

فائدہ: قسم کے تکرار میں اس کی عظمت کا اظہار ہے اور مقسم بہ مقصود اصلی ہے۔ **فائدہ**: نفس تین قسم ہے:

۱۔ **نفس لوامہ**: نفس امارہ اور نفس مطمئنہ کے درمیان ہے۔ جو گناہ ہو جانے پر ملامت کرتا ہے۔

۲۔ **نفس امارہ**: نافرمانی اور دین و شریعت کی مخالفت پر ابھارتا ہے اور نیکی سے نفرت دلاتا ہے۔

۳۔ **نفس مطمئنہ**: یہ جہت ایمان ہے جو نور ایمان سے منور ہے۔ اور نیکی کرنے پر ہی خوش ہوتا ہے۔

(آیت نمبر ۳) کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز نہیں جمع کریں گے۔ یعنی قیامت کے منکروں کا یہ جو خیال ہے کہ ہم ان کی بوسیدہ ہڈیوں کو جمع نہیں کر سکیں گے۔ یعنی وہ ہمیں اس سے عاجز سمجھتا ہے۔

شان نزول: یہ اخنس بن شریق اور اس کے داماد عدی بن ربیعہ کے حق میں نازل ہوئی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اگر ہم قیامت دیکھ بھی لیں تو بھی اسے نہ مانیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان بکھری ہوئی ہڈیوں کو کیسے جمع کرے گا۔ تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر مردے کو زندہ فرمائے گا۔

بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ ﴿۵﴾

کیوں نہیں ہم قادر ہیں اس پر کہ ٹھیک بنادیں اس کے پور۔ بلکہ چاہتا ہے آدمی کہ گناہ کرے اس کے سامنے۔

یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾

پوچھتا ہے کب ہے روز قیامت۔ تو جب چندھیا جائے آنکھ۔

(آیت نمبر۴) ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ہم اس کے پوروں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر درست کردیں۔ اگرچہ وہ بہت چھوٹے اور باریک ہیں۔ جب ہم انہیں جوڑلیں گے تو پھر بڑی ہڈیوں کو جوڑنا ہمارے لئے کیسے مشکل ہے۔ **حدیث شریف** : حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہر دن جب صبح کوطلوع ہوتا ہے تو لوگوں کو ہر جوڑ کے بدلے صدقہ دینا ہے۔ صدقہ خواہ قول سے ہو۔ جیسے سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الہ الا اللہ کا کہنا۔ نیکی کا حکم دینا۔ برائی سے روکنا وغیرہ سب صدقہ ہیں۔ (رواہ مسلم) (خواہ صدقہ مال کا ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو۔ تو دو رکعات نماز چاشت پڑھ لے)۔

(آیت نمبر۵) بلکہ انسان تو اس کے سامنے برائی کرنا چاہتا ہے۔ اس میں انسان کے حال کی برائی کا اظہار ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ معصیت اور گناہوں میں لگا رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی وہ گناہوں میں زندگی گذارنا چاہتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ آج گناہ کرلوں تو کل توبہ کرلوں گا۔ یوں ہی وہ زندگی گناہوں میں گذار لیتا ہے توبہ کی توفیق ہی اسے نہیں ملتی۔ اور موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

(آیت نمبر۶) پوچھتا پھرتا ہے کہ قیامت کب ہے۔ یہ بات ایمان لانے کیلئے نہیں پوچھتا۔ بلکہ وہ ٹھٹھہ مزاخ کرتے ہوئے کہتا ہے اور قیامت کے دن زندہ ہونے کی مخالفت اس لئے کرتا ہے۔ تاکہ وہ کھل کر ہمیشہ گناہ کرتا رہے۔ **فائدہ** : آیت "ایحسب الانسان" میں دلیل ہے۔ ایسے لوگوں کے شبہ اور جہالت کی اور آیت نمبر ۵ "بل یرید" میں اس کے تجاہل کی دلیل ہے اور اس میں اشارہ یہ بھی ہے کہ وہ نفس ظلمانی کے حجاب کی وجہ سے ایسا سوال کرتا ہے۔ بلکہ آخرت کے حالات اپنے عقل کی کسوٹی سے پرکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

(آیت نمبر۷) جس دن آنکھ چندھیا جائے گی۔ یعنی قیامت کی ہولناک اور خوف ناک حالت کو دیکھ کر اور حیران و مضطرب ہو کر جیسے اچانک بجلی چمکتی ہے تو آنکھیں اس طرف نہ دیکھ سکتی ہوں تو وہ کبھی کدھر کبھی کدھر پھرتی ہیں۔ یہی حال قیامت کے دن منکرین کا ہوگا۔

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ ⑧ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ ⑨ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ

اور بے نور ہوگا چاند۔ اور اکٹھے کر دیئے گئے سورج اور چاند۔ تو کہے گا آدمی آج کدھر ہے

الْمَفَرُّ ج ⑩ كَلَّا لَا وَزَرَ ۗ ⑪ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨ الْمُسْتَقَرُّ ۗ ⑫

بھاگنے کی راہ۔ ہرگز نہیں کوئی جائے پناہ۔ طرف اپنے رب کے اس دن ہے ٹھہرنا۔

(آیت نمبر ۸) اور چاند بے نور ہو جائیگا۔ یعنی اس کی روشنی ختم ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے نور کو ختم کر دیا ہوگا۔ اس آیت کریمہ میں چاند کی پرستش کرنے والوں کا رد ہے۔ اس لئے کہ چاند اگر خدا ہوتا تو اس کا نور نہ چھنتا۔ وہ اپنے آپ کو بے نور ہونے سے بچا لیتا۔

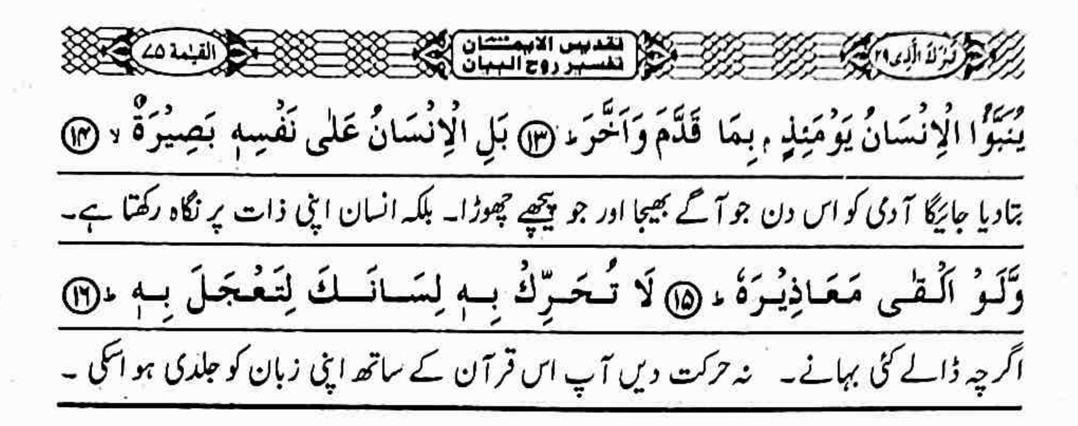
صلوٰۃ الکسوف وہ نماز مؤکدہ ہے کہ جو سورج گرہن یا چاند گرہن کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ اس کی دو رکعتیں ہیں۔ جمعہ پڑھانے والا امام یہ نماز پڑھائے اور اس میں قرات لمبی کرے۔ لیکن اونچے آواز سے نہ پڑھے۔

(آیت نمبر ۹) اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے اور انہیں ان کے پجاریوں کے سامنے جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائیگا تا کہ ان کے پجاریوں کو عبرت حاصل ہو (بلکہ اپنے نفوس پر بھی عبرت ہو)۔

(آیت نمبر ۱۰) اس دن (منکر قیامت) آدمی یہ کہے گا۔ یعنی جس دن یہ مذکورہ امور واقع ہوں گے تو منکر قیامت ناامید ہو کر کہے گا کیونکہ اسے کوئی بھی بھاگنے کی کوئی راہ نظر نہیں آئیگی تو اس وقت کہے گا کہ کدھر بھاگ کر جاؤں (چونکہ چاروں طرف سے فرشتوں نے گھیراؤ کیا ہوا ہوگا)۔

(آیت نمبر ۱۱) ہرگز نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ (ہوسکتا ہے مایوس آدمی کو یہ کہا جائے)۔ پھر کہا جائیگا۔ آج کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ یعنی کافروں اور منکروں کیلئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

(آیت نمبر ۱۲) تیرے رب کے پاس ہی اس دن جائے قرار ہے کیونکہ سب اس کی بارگاہ میں جائیں گے کسی اور کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے یا جہاں اس کا حکم ہوگا۔ یعنی حساب کیلئے اسی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔ اس لئے کہ اس دن صرف اسی کا حکم چلے گا۔ دوسری جگہ فرمایا۔ ہر چیز کی انتہاء تیرے رب تک ہے۔


يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾

بتادیا جائیگا آدمی کو اس دن جو آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔ بلکہ انسان اپنی ذات پر نگاہ رکھتا ہے۔

وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۵﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾

اگرچہ ڈالے کئی بہانے۔ نہ حرکت دیں آپ اس قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو جلدی ہو اسکی ۔

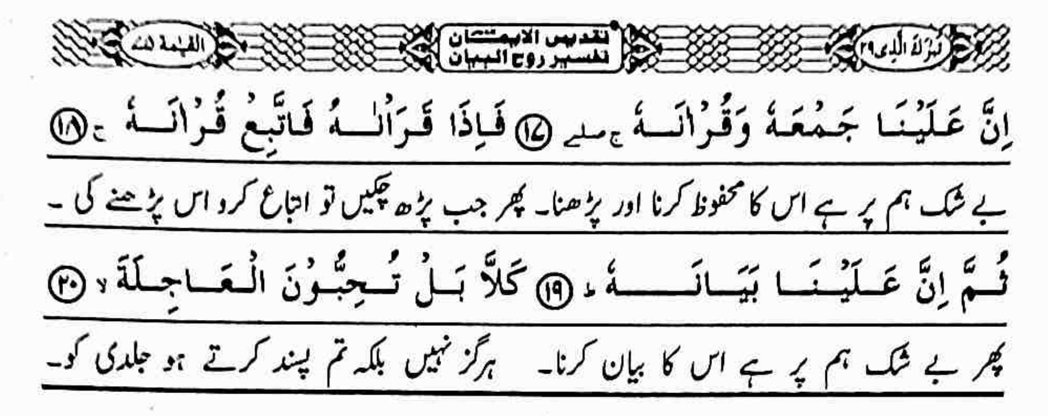
(آیت نمبر۱۳) اس دن انسان کو بتادیا جائیگا کہ کیا اس نے کیا پیچھے چھوڑا اور کیا آگے بھیجا۔ یعنی وزن اعمال کے وقت یا حساب کے وقت اللہ تعالیٰ بتادے گا۔ یا حکم الٰہی سے فرشتہ بتادے گا جو جو نیکی یا برائی کر کے آگے بھیجی یا جو چیزیں اپنے پیچھے چھوڑیں اور پیچھے چھوڑنے سے مراد مال ہے کہ کیا کمایا اور کتنا نیک کاموں میں صرف کر کے آگے بھیجا اور کتنا پیچھے خاندان والوں کیلئے چھوڑا۔ **فائدہ**: لہٰذا اے انسان ایسی توبہ کر جو گناہ کو مٹادے اور مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹادے تا کہ قیامت کے دن کوئی حسرت نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کا بدلہ وصول کرے۔

(آیت نمبر۱۴) بلکہ انسان خود ہی اپنے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔ یعنی اپنے اعمال کو جانتا ہے کہ اس نے کیا کمایا۔ اسے کسی دوسرے کی محتاجی نہیں ہوگی اس لئے اس وقت وہ اپنے اعمال واحوال کی تفاصیل کا خود ہی واقف ہوگا یا یہ معنی ہے کہ اپنے آپ پر وہ خود شاہد ہوگا اس کے اپنے ہاتھ پاؤں اس پر گواہ ہوں گے۔

فائدہ: قاشانی مرحوم فرماتے ہیں بلکہ انسان خود اپنے آپ پر حجۃ شاہدہ ہے کیونکہ اس کے اعمال کی ہیئت اس کے نفس میں راسخ ہوگی۔ اس کا حال ہی سب کچھ بتارہا ہوگا۔

(آیت نمبر۱۵) اگرچہ اس وقت آدمی کتنے بہانے بنائے گا۔ یا یہ معنی ہے کہ وہ اپنے اعضاء کی گواہی پر طرح طرح کے عذر بنائے گا یا ان سے جھگڑے گا کہ میں نے یہ فعل کیا ہی نہیں تھا یا کیا تو اس کی فلاں وجہ تھی۔ یا یہ معنی ہے کہ اسے اس کے تمام اعمال دکھادیئے جائیں گے۔ خواہ وہ ان کے دفاع میں کتنے حیلے بنائیگا۔ لیکن چھپنا چھپانا یا عذر بہانے بنانے کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

(آیت نمبر۱۶) اے محبوب اپنی زبان کو زیادہ تیز حرکت نہ دیں جب جبریل علیہ السلام آپ پر قرآنی آیت القاء کر رہے ہوتے ہیں تو آپ اسے یاد کرنے میں جلدی نہ کریں کہ وہ آپ کو جلد حاصل ہو اور کوئی حرف رہ نہ جائے۔



(آیت نمبر ۱۷) بے شک اس قرآن کو آپ کے سینے میں جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ یہ ہمارا آپ کے ساتھ وعدہ ہے کہ اس کا پڑھنا آپ سے مخفی نہ رہے گا اور اس کی قرات کا اثبات آپ کی زبان مبارک پر ایسا ہوگا کہ آپ جب چاہیں پڑھ لیں گے۔ کیونکہ اس کی حفاظت اور اس کو آپ کے دل میں جمع کرنا ہم پر ہے۔

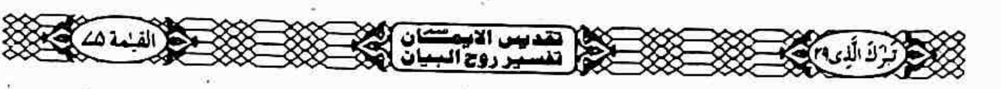
نکتہ: اس پڑھانے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تعلیم نبی کریم ﷺ کو خود اللہ تعالیٰ نے دی۔ جبریل علیہ السلام صرف واسطہ تھے۔ کہ وہ اللہ کے حکم سے لے کر آتے تھے۔

(آیت نمبر ۱۸) پھر جب ہم پڑھ چکیں یعنی جب جبریل اسے پورا پڑھ لیں اور قرات کی تکمیل ہو جائے تو پھر آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں یعنی آپ بھی پڑھیں۔ جبریل امین کی تلاوت کے بعد بلا تاخیر آپ پڑھیں۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب ہم اس قرآن کو آپ کے دل میں جمع کریں اور ثابت کر دیں۔ پھر آپ اس کو پڑھیں پھر اس پر عمل کریں۔

(آیت نمبر ۱۹) پھر اسے بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ یعنی اس کے معانی اور مشکل احکام کو ہم واضح کر دیں گے (جو مجمل مبہم بات ہو اسے واضح کرنے کو بیان کہتے ہیں۔)

شان نزول: مفسرین فرماتے ہیں کہ جب وحی نازل ہوتی تو آپ جبریل امین کی تلاوت کے ساتھ ہی پڑھنا شروع فرما دیتے تا کہ کوئی بات رہ نہ جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ پہلے آپ وحی کو خاموشی سے سنیں جب تک وحی ختم نہ ہو آپ جلدی نہ کریں اس کا آپ کے دل پر ثبت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

(آیت نمبر ۲۰) ہرگز ایسی بات نہیں۔ جیسے لوگوں نے گمان کر لیا۔ قیامت کے بارے۔ بلکہ تم لوگ تو دنیا کو ہی درست کرنے میں جلدی کرتے ہو (یعنی نقدی سودا چاہتے ہو)۔ یا قیامت کو جلد مانگتے ہو یا دنیا کا مال ہی چاہتے ہو۔ دنیا اچھی ہو جائے۔ قیامت کو بعد میں دیکھ لیا جائے گا۔



وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ؕ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ ﴿۲۳﴾

اور چھوڑ بیٹھے ہو آخرت کو۔ کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ طرف اپنے رب دیکھنے والے۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۙ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ؕ ﴿۲۵﴾

اور کچھ چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہونگے۔ سمجھ جائیں گے کہ کیا جائیگا ان کے ساتھ وہ جو کمر توڑے۔

(آیت نمبر۲۱) اور آخرت کو پس پشت ڈالتے ہو۔ یعنی صرف تم دنیا کو ہی اصل سمجھتے ہو اور آخرت کیلئے کوئی عمل وغیرہ نہیں کرتے اور تم دنیا سے ہی دل لگا بیٹھے ہو بلکہ کچھ تم میں سے اس کے منکر ہو۔ **فائدہ:** تاویلات نجمیہ میں ہے کہ تم دنیوی خواہشات کو پسند کرتے ہو اور آخرت کی نعمتوں کو چھوڑتے ہو۔ جو بہت اعلیٰ ہیں۔

(آیت نمبر۲۲) کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ اس سے اہل ایمان مخلص لوگوں کے چہرے مراد ہیں۔ جو بروز قیامت بھی تروتازہ اور خوبصورت ہوں گے۔ نعمتوں کے اثرات سے بارونق اور چمکدار ہوں گے۔ دوسرے مقام پر فرمایا کہ ان کے خوبصورت نورانی چہروں سے نعمتوں کی تروتازگی معلوم ہوگی۔

(آیت نمبر۲۳) اور اپنے رب تبارک وتعالیٰ کا دیدار کرنے والے ہوں گے۔ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کو جمیع اجزاء سے دیکھیں گے۔

فائدہ: مراد یہ ہے کہ کچھ چہرے (نیک وکار لوگوں کے) اللہ تعالیٰ کو ظاہر باہر بلا کیف وجہت دیکھیں گے۔ (جیسے چودہویں کا چاند دیکھا جاتا ہے)۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ اس پر احادیث کثیرہ دلالت کرتی ہیں اور اس آیت کریمہ سے بھی رؤیت باری تعالیٰ کا حقیقی معنیٰ متعین ہوتا ہے۔ (اس پر مزید تفصیلات فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

(آیت نمبر۲۴) اور بعض چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ یعنی ان پر خوشی کا کوئی نشان نہیں ہوگا۔ اور یہ زیادہ تر کافروں اور منافقوں کے چہرے ہونگے اور ان پر سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی۔

(آیت نمبر۲۵) وہ سیاہ چہروں والے حالات سے اندازہ لگالیں گے کہ اب ان سے کمر توڑ سلوک ہونے والا ہے۔ اتنی سخت شدت والا کہ جسے وہ برداشت نہیں کرسکیں گے۔

فائدہ: ظاہر ہے جب فرشتے ماریں گے تو شکلیں خود بخود ہی بگڑ جائیں گی۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ مَنْ سكتہ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾

ہرگز نہیں جب پہنچی جائے جان گلے تک اور کہے گا کوئی ہے جھاڑ پھونک والا سمجھ لے گا کہ اس کی جدائی کا وقت ہے

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾

اور لپٹ جائے گی پنڈلی پنڈلی کے ساتھ۔ تیرے رب کی طرف ہی اس دن ہے چلنا۔

(آیت نمبر ۲۶) ہاں ہاں یہی تھے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے تھے۔اس میں ان کیلئے زجر و توبیخ ہے۔یعنی جب جان ان کے گلے تک آ جائے گی۔اور روح ان کے سینے سے نکل کر اوپر گردن کی پہنچ جائے گی یا جہاں تک اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔وہاں پر پہنچ جائے گی۔موت یعنی روح نکلنے کے بہت ہی قریب ہو جائے گی اور واپسی کی امید ختم ہو جائیگی۔تو اس وقت کہے گا۔

(آیت نمبر ۲۷) کہ کیا ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا حضرت حفص مرحوم نے من کے بعد معمولی سا وقفہ بغیر سانس توڑے (سکتہ) کیا ہے۔یعنی جب کوئی مر رہا ہے تو پاس بیٹھا ہوا کہتا ہے۔کوئی جھاڑ پھونک والا ہے جو اس پر دم کرے تا کہ اس کی جان بچ جائے کیونکہ عموماً جھاڑ پھونک سے شفاء مل جاتی ہے۔

فائدہ : جب علاج معالجہ سے لوگ ناامید ہو جاتے ہیں تو پھر جھاڑ پھونک والے کا پتہ کرتے ہیں تا کہ مرنے والا موت سے بچ جائے لیکن جب موت آ جائے تو پھر جھاڑ پھونک یا دوائی کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

(آیت نمبر ۲۸) اب وہ یقین کر لیتا ہے اب جدائی کی گھڑی آ گئی ہے۔حالانکہ اسے دنیا میں رہنے کی طمع ہوتی ہے۔لیکن موت اب اسے فرصت نہیں دیتی۔**حدیث شریف** میں ہے کہ جب بندے پر سکرات موت طاری ہوتے ہیں تو اس کے جوڑ ایک دوسرے کو الوداعی سلام کہتے ہیں۔(احیاء العلوم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

(آیت نمبر ۲۹) اس کی پنڈلی پنڈلی سے مل جائے گی۔یعنی دنیا کے فراق میں اور موت کی پریشانی کے وقت اعضاء میں کمزوری ہو جاتی ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انسان کو جب کوئی بات دہشت میں ڈالتی ہے تو وہ ایک پنڈلی کو دوسری پنڈلی کے ساتھ ملاتا ہے۔**فائدہ** : سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔اس سے میت کی پنڈلیاں مراد ہیں کہ جب کفن میں وہ آپس میں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔

(آیت نمبر ۳۰) تیرے رب کے حکم کی طرف چل کے جانا ہے کیونکہ اس دن متصرف کا حکم چلے گا۔کسی اور کا نہیں چلے گا۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی ﴿۳۳﴾

تو نہ سچ جانا اور نہ نماز پڑھی۔ لیکن اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔ پھر گیا اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا

اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ﴿۳۵﴾

خرابی ہو تیری ابھی آئی ۔ پھر خرابی ہو تیری ابھی آ لگی۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۰) **فائدہ** : کاشفی مرحوم فرماتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے بدلہ دینے کی طرف سب لوگ چل کر جائیں گے جب کہ ہر انسان کی اس دنیا کی طرف واپسی کی آرزو ہوگی۔ کہ واپس جا کر کچھ نیک عمل کر لائیں۔

(آیت نمبر ۳۱) نہ اس نے اسے سچ مانا۔ یعنی انسان پر جس کی تصدیق کرنا لازم تھی۔ حضور ﷺ یا قرآن جو آپ پر نازل ہوا۔ یا مراد ہے کہ اس نے نہ تو صدقہ دیا یعنی مال سے زکوٰۃ بھی ادا نہیں کی اور نہ نماز پڑھی۔ جیسے اپنے اوپر اس نے نماز ضروری نہیں سمجھی۔ **فائدہ** : یا مراد کفار ہیں تو پھر معلوم ہوا کہ کفار بھی احکام شرع کے مکلّف ہیں۔ یا اہل ایمان کو نماز و زکوٰۃ کے ترک پر عتاب و مذمت کی جارہی ہے۔ کہ تم پورے طور پر یہ کیوں نہیں ادا کر رہے۔

(آیت نمبر ۳۲) رسول اللہ ﷺ کو اور قرآن کو جھٹلایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے حکموں سے اور اس رسول ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کی۔ اور اللہ و رسول کی نافرمانیاں کیں۔

(آیت نمبر ۳۳) پھر وہ اپنے گھر کی طرف اکڑتے ہوئے چل دیا۔ یعنی اس کی چال میں فخر و غرور تھا۔ چلتے ہوئے لوگوں میں اپنے فخر اور غرور کو ظاہر کرتا ہوا جارہا تھا۔ میں ایسا ہوں میں ویسا ہوں۔ میرے برابر کون ہوسکتا ہے۔

فائدہ : حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میری امت اطاعت میں رہے گی تو فارس و روم ان کے خادم ہونگے اور جب فخر و غرور کریں گے تو ان کی آپس میں خانہ جنگی ہوگی۔ اس میں ان کی تباہی ہوگی۔

(آیت نمبر ۳۴) خرابی ہے تیرے لئے پھر تیری لئے خرابی ہو۔ یہاں اولیٰ ویل کے معنی میں ہے۔ یہ بددعائیہ جملہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس خرابی اور ہلاکت کو تیرے قریب کردے۔ جو خرابی ہونا تجھے ناگوار ہے۔

(آیت نمبر ۳۵) پھر مزید خرابی ہے تیرے لئے پھر خرابی ہے اس میں تکرار تاکید کیلئے ہے۔ یعنی اس کی ہلاکت بہت ہی قریب آ گئی یا معنی ہے کہ تو ہلاکت کے زیادہ لائق ہے۔ جو جلد آنے والی ہے۔

فائدہ : کاشفی مرحوم فرماتے ہیں۔ اے جھٹلانے والے قبر و قیامت کے دائمی عذاب کے تو لائق ہے۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ؕ ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۙ ﴿۳۷﴾

کیا گمان کرتا ہے آدمی کہ چھوڑا جائیگا بے کار۔ کیا نہیں تھا نطفہ اس منی سے جو گرایا گیا۔

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۙ ﴿۳۸﴾

پھر ہو گیا لوتھڑا پھر پیدا کیا تو درست بنایا۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۵) ابو جھل سخت ضدی تھا۔ حضور ﷺ نے اسے ایک مرتبہ کپڑوں سے پکڑ کر ایک جھٹکا دیا تو وہ کہنے لگا۔ اے محمد تو اور تیرا خدا جو چاہو کرو۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں مکہ کا بہت بڑا آدمی ہوں۔ لیکن بدر کے دن دو بچوں نے بری طرح اسے قتل کیا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر اتارا۔ اور اس کے بالوں کو رسی کے ساتھ باندھا اور گھسیٹ کر حضور ﷺ کے سامنے جا رکھا۔ حضور فرمایا کرتے یہ ابو جہل میری امت کا فرعون ہے۔

(آیت نمبر ۳۶) کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائیگا۔ یعنی اسے گھمنڈ ہے کہ اسے کوئی پکڑ نہیں ہوگی اور نہ کوئی سزا ہوگی۔ بعض بزرگوں نے کہا کہ اس کا خیال ہے کہ وہ قبر سے نہیں اٹھے گا۔ یا وہ جو بھی برے اعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کچھ نہیں کہے گا۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ لوگوں کے اعمال کو وہ دیکھ رہا ہے کہ متقی کون ہے اور فاسق فاجر کون ہے تا کہ ان کے عمل پر اسے جزاء یا سزا ہو۔

(آیت نمبر ۳۷) کیا وہ گندے پانی کی بوند نہیں تھا۔ جو بونداس کی ماں کے رحم میں گرائی گئی۔

فائدہ: یہاں مرنے کے بعد اٹھنے کو ابتدائی تخلیق سے استدلال کیا گیا جو کہ بالکل صحیح استدلال ہے۔

فائدہ: یعنی انسان اس معروف اور خسیس القدر پانی جس سے اس کی طبع کو نفرت ہے۔ اس سے پیدا ہوا۔ پھر اس خسیس شیء سے ایک مکمل انسان بنا اب وہ بنانے والے کی اطاعت سے سرکشی کرتا ہے اور تکبر کرتا ہے۔

(آیت نمبر ۳۸) پھر وہ نطفہ خون کا لوتھڑا بنا۔ پھر چالیس دن کے بعد وہ بوٹی بن گیا۔ پھر ہڈی بنی۔ پھر اس پر گوشت چڑھایا۔ پھر اسے برابر بنا کر اس کی تخلیق کو مکمل کیا۔ یہ خود بخود تو نہیں بنا۔ یہ کسی ذات کی کاری گری ہے۔ اسی کو خدا کہتے ہیں۔ اسی نے یہ دنیا بنائی۔ قیامت کے دن وہی زندہ کرے گا۔

فائدہ: کاشفی فرماتے ہیں کہ پھر اس کی شکل وصورت اور اعضاء مکمل کر کے ان میں روح پھونکی۔ یعنی ایسے بنایا جیسے اس کی حکمت کا تقاضا تھا۔

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ

پھر بنائے اس سے جوڑے نر و مادہ کے۔ کیا نہیں ہے وہ قادر اس پر کہ وہ زندہ کرے

الْمَوْتٰى ع ﴿٤٠﴾

مردوں کو۔

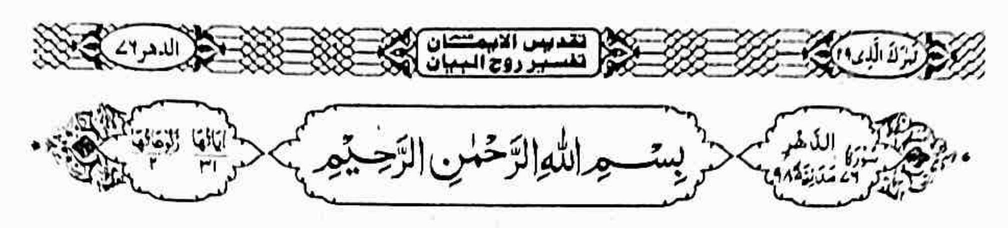
(آیت نمبر ۳۹) پھر اسی جنس یا اسی منی سے اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کے جوڑے بنائے۔ یہ اس کی حکمت بالغہ ہے کہ اس نے ایک ہی قسم کی بوند سے الگ الگ شکل وصورت اور مرد وعورت بنائے۔

(آیت نمبر ۴۰) تو کیا وہ اتنی بلند شان والا رب اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کردے حالانکہ دوبارہ زندہ کرنا تو پہلی تخلیق کی نسبت زیادہ آسان ہے کیونکہ اب مادہ تو موجود ہے یعنی ریڑھ کی ہڈی سے ہر انسان کو پیدا فرمائے گا۔

حدیث شریف: حضور ﷺ اس سورۃ کو ختم کرنے کے بعد فرماتے۔(**سبحانك اللهم بلى**)۔ (ابوداؤد، تفسیر ابن کثیر) اور دوسری روایت میں یوں ہے۔"بلى والله بلى" (خدا کی قسم کیوں نہیں)۔ یعنی ضرور اللہ تعالیٰ کی ہی وہ ذات ہے۔ جو قیامت کے دن تمام مردوں کو زندہ فرمائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ جو اس سورۃ کو پڑھے وہ آخر میں یہ کہے:"سبحانك اللهم بلى" اسی طرح جو سورۃ تین پڑھے: وہ"الیس الله باحكم الحاكمين" کہنے کے بعد یہ کہے:"بلى وانا على ذالك من الشاهدين" اسی طرح جو سورۂ مرسلات پڑھے۔ اس کے آخر میں ہے:"فبای حدیث بعده یؤمنون" تو اس سورۃ کو مکمل پڑھنے کے بعد کہے:"آمنا بالله"۔

فائدہ: اس سورۃ میں یہ بھی اشارہ ہے۔ کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ ہی زندہ فرمائے گا۔ دنیا سے منہ پھیرا۔ اور آخرۃ کی طرف متوجہ ہوا۔ **فائدہ:** جو اس بات سے اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا انکار کرکے کفر کیا۔ دعا: ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ ہمیں ایسے برے عقائد سے بچائے۔ (آمین یارب العالمین)

اختتام سورۃ القیامۃ: ۲۸ جون مطابق ۳ شوال المکرم ۱۴۳۱ھ بروز بدھ



هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ①

کیا آیا انسان پر وہ وقت زمانے میں کہ نہیں تھا کہیں مذکور ۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا ②

بے شک پیدا کیا ہم نے انسان کو نطفہ سے جو ملا ہوا تھا تا کہ ہم آزمائیں تو ہم نے کیا اس کو سننے دیکھنے والا ۔

(آیت نمبر۱) تحقیق انسان پر ایک ایسا وقت گذرا کہ اس کا کچھ بھی کہیں ذکر نہیں ہوا۔ یعنی انسان کسی کی یاد میں نہ تھا۔ **فائدہ** :مخلوق میں انسانوں کے پیدا ہونے سے پہلے ان کا کوئی کہیں ذکر نہیں تھا۔ ایک لمبے زمانہ تک یہ بے نام ونشان رہا۔ **فائدہ** : اس کا ذکر اس وقت ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا۔ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب یہ آیت پڑھتے تو رو کر فرماتے۔ کاش یوں ہی بے نام ونشان رہتے۔ یعنی نہ ہم پیدا ہوتے۔ نہ کسی عمل کے مکلف ہوتے۔ قیامت کے منکر کیلئے بہت بڑی دلیل ہے کہ اس سے پوچھا جائے جب تو بے نام ونشان تھا۔ تو عدم سے وجود میں تجھے کون لایا۔ تو جو تجھے عدم سے وجود میں لاسکتا ہے۔ وہ وجود سے وجود میں بہ طریق اولیٰ لاسکتا ہے۔

(آیت نمبر۲) بے شک ہم نے انسان کو ایک نطفہ سے پیدا کیا جو ملا ہوا تھا۔ جو چالیس دن کے بعد خون بنا۔ اسی دنوں بعد بوٹی بنا ایک سوبیس دنوں کے بعد اس میں روح پڑی۔ **فائدہ** : مفسرین نے پچھلی آیت میں انسان سے مراد آدم علیہ السلام لیا اور دوسری آیت میں انسان سے ان کی اولاد مراد لی ہے۔ انسان کی پیدائش کا مقصد اسے مکلف بنا کر آزمانا کہ وہ اہل سعادت سے ہوتا ہے۔ یا اہل شقاوت سے۔ آگے فرمایا کہ ہم نے اسے دیکھنے سننے والا بنایا۔ (یعنی مجبور محض نہیں بنایا) اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے اسباب کو کیسے استعمال کرتا ہے۔ **حدیث قدسی** میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ بندہ نفلوں کے ذریعے اس درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ میں اس کے کان اور آنکھیں وغیرہ بن جاتا ہوں۔ (ریاض الصالحین) یعنی اعضاء اس کے ہوتے ہیں۔ ان میں طاقت میری آجاتی ہے۔

فائدہ : یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب بندہ رب کا ہوتا ہے۔ پھر رب اس کا مددگار بن جاتا ہے۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا

بے شک ہم نے اسے راہ دکھائی یا شکر کرنے والا ہوگا یا ناشکرا۔ بے شک تیار کیں ہم نے کافروں کیلئے زنجیریں

وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ج ⑤

طوق اور بھڑکتی آگ۔ بے شک ابرار پئیں گے وہ جام کہ ہے ملونی اس کی کافور سے

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ⑥

وہ چشمہ پئیں گے اسے خاص بندگان خدا اسے جہاں چاہیں گے بہالیں گے۔

(آیت نمبر۳) بے شک ہم نے اس انسان کو راہ دکھادی۔ یعنی حواس ظاہر و باطنی دیکر پھر اسے خیر و شر میں تمیز دی اور آیات نازل فرما کر واضح کردیا کہ نجات کس میں ہے اور ہلاکت کس میں ہے۔ ہدایت سے مراد یہ ہے کہ اسے سیدھی راہ دکھادی۔ پھر قدرت بھی دی کہ وہ چل کر مطلوب تک پہنچ سکے پھر اسے کھلا چھوڑ دیا تاکہ دیکھیں کہ یہ کدھر جاتا ہے کیا وہ حق کو مان کر شکر کرتا ہے یا انکار کر کے کفر کرتا ہے۔ **فائدہ:** امام راغب فرماتے ہیں۔ کفور کافر النعمۃ اور کافر الدین دونوں کو کہا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر انسان شکر گذار ہوگا تو ثواب دیا جائیگا اور اگر کافر ہوگا تو عذاب دیا جائیگا۔

(آیت نمبر۴) بے شک ہم نے آخرت میں کافروں کیلئے تیار کیں۔ ایسی بیڑیاں جن میں جکڑ کر انہیں جہنم میں ڈالا جائیگا۔ اور گلے میں طوق انہیں ذلیل و رسوا کرنے کیلئے پہنائے جائیں گے۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے آگے گردنیں نہیں جھکائیں۔ اس لئے وہ اس کی سزا پائیں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جلائے جائیں گے۔ یہی نافرمانوں کی سزا ہوگی۔

(آیت نمبر۵) بے شک شاکرین میں اعلیٰ درجے کے لوگ ابرار ہوں گے جو کرامات و انعامات سے نوازے جائیں گے جن کی عبادات و ریاضات بہت ہی زیادہ ہونگی اور جن کے اعتقاد و اعمال مقبول ہوں گے جو صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً عشرہ مبشرہ کی صفات والے ہونگے وہ جنت کے جام پئیں گے۔ یعنی شیشے کے پیالے جن میں شراب طہور ہوگا۔ جس میں ملاوٹ جنتی کافور کی ہوگی۔ جنت کی کافور انتہائی خوشبودار ہوگی۔

(آیت نمبر۶) کافور جنت میں ایک چشمہ ہوگا۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے نہایت خالص اور خاص بندے پئیں گے۔ وہ خاص بندے ابرار ہوں گے۔ اصل حقیقی مومن بھی وہی ہوں گے۔

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ﴿٧﴾ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ

وہ پوری کرتے ہیں اپنی منتیں اور ڈرتے ہیں اس دن سے ہے برائی جس کی پھیلی ہوئی۔ اور کھلاتے ہیں کھانا

عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا ﴿٨﴾

اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔

(بقیہ آیت نمبر ٦) جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے حقوق کی رعایت نہیں کرتا۔ وہ گویا عبد ہی نہیں ہے۔ مومن ہونا تو دور کی بات ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جنت کے چشموں کو جدھر اشارہ کریں گے۔ چشمہ اسی طرف جائیگا اور یہ کوئی مشکل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ جنت کی ہر چیز ان کے تابع ہوگی۔ جس چیز کا دل میں خیال کریں گے۔ وہ چیز خود بخود ان کے پاس آجائے گی۔

(آیت نمبر ۷) ان بندگان خاص کی نشانی یہ ہے۔ کہ وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں ان پر واجب کی تھیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ جیسے تمام واجبات کو کماحقہ ادا کرتے تھے۔

مسئلہ: منت کو پورا کرنا واجب ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجبات ہوں۔ یا انہوں نے خود اپنے اوپر لازم کئے ان سب واجبات کو وہ ادا کرتے ہیں۔ **مسئلہ**: منت بھی ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ اس دن (قیامت) سے ڈرتے ہیں۔ جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

فائدہ: قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں کو پھیلا ہوا شر کہا گیا کیونکہ وہ سخت ضرر دینے والا دن ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کیلئے راحت رساں بھی ہے۔ مگر اس دن کی سختی بہت ہی پھیلی ہوئی ہوگی کہ ہر ایک اس سے کانپ رہا ہوگا۔ کہ معلوم نہیں۔ اب ہمارے بارے میں کیا فیصلہ ہونے والا ہے۔

(آیت نمبر ۸) اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت میں۔ یعنی انہیں خود بھی کھانے کی حاجت و خواہش ہوتی ہے لیکن وہ اس چاہت کے باوجود اپنے دل کی خوشی سے دوسروں کو کھانا کھلا دیتے ہیں۔ یا اس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں غریبوں کو کھانا کھلا دیتے ہیں یہ کنایہ ہے اس بات میں کہ وہ محتاجوں کی ضروریات اللہ تعالیٰ کی محبت میں پوری کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے۔ ضرورت مند خواہ مسکین ہو یا یتیم ہو یا قیدی ہو۔ **فائدہ**: حضور ﷺ نے قرض دار کو بھی قیدیوں میں شمار کیا ہے۔ ان کی مدد سے خدا خوش ہو جاتا ہے۔

16

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝٩ اِنَّا نَخَافُ

بے شک ہم کھلاتے ہیں تمہیں رضا الٰہی کیلئے نہیں چاہتے تم سے کوئی بدلہ اور نہ شکر گذاری۔ ہم ڈرتے ہیں

مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝١٠ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ

اپنے رب سے اس دن میں کہ بہت ترش اور نہایت سخت ہے۔ پھر بچالیا ان کو اللہ نے شر سے اس دن کے اور ملی انہیں

نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝١١

تر وتازگی اور خوشی

(آیت نمبر۹) اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کھانا کھلاتے ہیں۔ وجہ کا معنی چہرا ہے۔ اس سے مراد ذات ہے کیونکہ وہ اشرف الاعضاء ہے۔ وجہ اللہ سے مراد رضاء الٰہی ہے۔ اس لئے کہ رضا اور غضب کا اثر چہرے سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ محتاجوں کو کھانا دیکر کہتے ہیں کہ نہ ہم تم سے بدلہ چاہتے ہیں۔ اور نہ شکر گذاری۔ یعنی ہم تمہیں یہ نہیں کہتے۔ کہ اس کا کوئی بدلہ دو یا ہمارا زبان سے شکریہ ادا کرو۔

جناب صدیقہ کا طریقہ: آپ کسی کے پاس صدقہ بھیجتیں تو صدقہ لے جانے والا جب واپس آتا تو آپ پوچھتیں کہ اس نے صدقہ لیکر کیا کہا تھا تو اگر وہ عرض کرتا کہ اس نے دعا دی تو آپ ان کیلئے دعا فرماتیں تاکہ صدقہ کا ثواب ضائع نہ ہو۔ (یہ مراد نہ ہوتی کہ انہوں نے میری تعریف کی یا نہیں)۔

(آیت نمبر۱۰) بے شک ہمیں اپنے رب سے ڈر ہے اس دن کا کہ جو سخت ترش ہے۔ یعنی جس دن کی ہولنا کی اور خوف سے چہرے ترش ہو جائیں گے۔ **فائدہ** : یادر ہے یہ کفار کا حال ہوگا۔ یا منافقین کا۔ سچے اہل ایمان کے چہرے تو تر وتازہ ہوں گے اور **قمطریر** ناک بھوں چڑھانے والا۔ چہرے کے انقباض کو بھی کہا جاتا ہے۔ **فائدہ** : حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ قمطریر کیا ہے تو فرمایا کہ وہ قیامت کی سخت ترین اور تکلیف دہ حالت ہے اور یہ جہنم کے ناموں سے ایک نام بھی ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

(آیت نمبر۱۱) جو لوگ قیامت کی ہولنا کی سے ڈریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے بچائے گا۔

حدیث شریف : بخاری میں ہے کہ ایک سخت گناہ گار شخص نے گھر والوں سے کہا کہ مرنے کے بعد مجھے جلا کر میری راکھ کچھ ہوا میں اڑا دینا اور کچھ دریا میں ڈال دینا۔ مرنے کے بعد اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ (بخاری)

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ

اور بدلہ دیا انہیں صبر کا جنت اور ریشمی لباس تکیہ لگانے والے جنت میں تختوں پر نہیں دیکھیں گے

فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۚ ﴿۱۳﴾

جنت میں دھوپ اور نہ سخت سردی

(بقیہ آیت نمبر ۱۱) تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے جسم والے تمام ذرات ہوا اور دریا والے جمع ہوئے اور وہ پورا انسان بن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تو ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا اے اللہ تجھے تو سب معلوم ہے میں نے تیرے ڈر سے ایسا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔ آگے فرمایا کہ ان خوف خدا رکھنے والوں کے چہرے خوش اور تازہ ہوں گے یعنی ان کے چہروں پر ترشی کے بجائے خوشی ہوگی۔

(آیت نمبر ۱۲) یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے دنیا میں تکالیف پر صبر کیا۔ یعنی طاعات وعبادات کی تکلیفوں کے وقت صبر کیا۔ یا جہاد میں صبر کیا۔ اور خواہشات نفسانی کو روکا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں جنت عطا کی۔ جس میں جو چاہیں کھائیں اور ریشمی لباس زیب تن فرمائیں۔

شان اہل بیت: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مذکورہ آیات اہل بیت کے متعلق نازل ہوئیں۔ جب انہوں نے مسکین یتیم اور قیدی کو اپنا تیار شدہ کھانا دیا۔ (اس طویل واقعہ کو فیوض الرحمٰن میں پڑھ لیں)۔

(آیت نمبر ۱۳) ایمان والے جنت میں آراستہ اور پیراستہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے۔ جن تختوں کے ساتھ موتی اور یاقوت لگا کر مزین کئے گئے ہونگے۔ تختے سونے اور چاندی کے ہوں گے اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ فرش پر تکیہ لگائے ہوں گے اور وہ اس جنت میں نہ دھوپ دیکھیں گے اور نہ سردی سے ٹھٹھرنا۔ جیسے دنیا میں دیکھا جاتا ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ جنت کی ہوا ایسی ہے کہ نہ اس میں گرمی ہوگی نہ سردی۔ یعنی موسم معتدل ہوگا۔ (درمنثور والدار قطنی)

سردی اور گرمی: حضور ﷺ نے فرمایا کہ جہنم سال میں دو مرتبہ سانس لیتی ہے۔ جب ٹھنڈا سانس لے تو سردی اور گرم سانس لے تو گرمی ہو جاتی ہے (مشکوٰۃ)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نور سے تمام جنتیں چمک اٹھیں گی۔ لوگ معلوم کریں گے کہ یہ روشنی کہاں سے آئی تو بتایا جائے گا کہ علی وفاطمہ ہنسے تو ان کے ہنسنے سے پوری جنتیں روشن ہو گئیں۔



وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ

اور جھکے ہوں گے ان پر سائے اس کے اور نیچے کر دیئے جائیں گے گچھے اس کے جھکا کر۔ اور پھرائے جائیں گے ان پر برتن

مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾

چاندی کے اور کوزے جو ہیں شیشے کے۔ شیشے بھی چاندی سے رکھے ہوں گے پورے اندازے پر۔

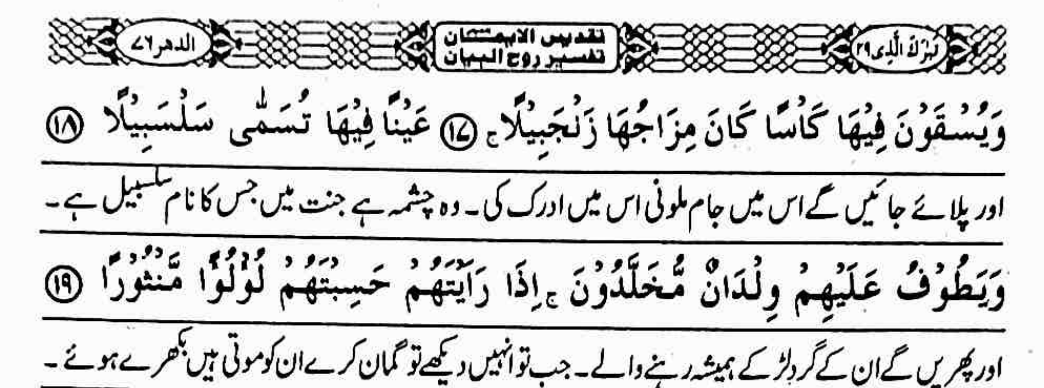
(آیت نمبر۱۴) اس جنت میں درختوں کے سائے جنتیوں کے قریب ہوں گے۔ اگرچہ جنت میں نہ دھوپ ہوگی نہ گرمی کہ سایہ کی ضرورت پڑے۔ مگر سایہ بھی نعمت ہے اور اس سے راحت ملتی ہے (چونکہ بات اہل مکہ سے ہو رہی ہے اور وہاں سایہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں بڑی نعمت سمجھا جاتا تھا۔) آگے فرمایا کہ پھل چاہنے والے کیلئے جھکے ہوئے ہوں گے۔ جہاں سے آسانی کے ساتھ اتار لئے جائیں گے۔ جہاں بھی کوئی کھڑا ہے یا بیٹھا ہے یا لیٹا ہے۔ پھل خود ہی جھک کر ان کے بالکل قریب جائیں گے۔

(آیت نمبر۱۵) اور پھریں گے ان کے گرد یعنی ابرار لوگوں کے اردگرد خدام شراب طہور کے جام لے کر یعنی ایسے برتن لے کر جو چاندی کے ہوں گے اور کوزے بھی ہوں گے۔ یہ جنت کی نعمتوں میں اعلیٰ نعمت ہوگی۔ (برتن خوبصورت ہوں تو اس میں رکھی ہوئی چیز بھی مرغوب ہو جاتی ہے) اور وہ جام اور کوزے شیشے کے ہونگے۔ یعنی وہ برتن چاندی کی طرح خوبصورت نرم اور شیشے کی طرح صاف ہوں گے۔

(آیت نمبر۱۶) وہ شیشے چاندی کے ہوں گے۔ یعنی ایسے صاف شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے گی۔ (جہاں برتن اتنے عالی شان ہوں گے۔ تو ان میں رکھی ہوئی چیز کی کیا شان ہوگی۔)

فائدہ: یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ ورنہ جنت میں دنیا والی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ یہ مشابہت صرف نام میں ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں چاندی اور شیشہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ لیکن جنت میں دونوں کی شان الگ ہوگی۔ دنیا کی ہر چیز دنیا کی مٹی سے بنی ہے اور جنت کی ہر چیز جنت کی مٹی سے فرق ظاہر ہے۔

آگے فرمایا کہ وہ برتن پینے والوں کے اندازے سے بنائے گئے۔ یعنی خدام پینے والوں کی خواہش اور مقدار کے مطابق لائیں گے۔ یا ہر جنتی کے اعمال حسنہ کے مطابق لائیں گیا۔ یا خدام پینے والے کا اندازا خود ہی لگالیں گے۔ کہ پینے والے کی ضرورت کتنی ہے۔



وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۚ ⑰ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ⑱

اور پلائے جائیں گے اس میں جام ملونی اس میں ادرک کی۔ وہ چشمہ ہے جنت میں جس کا نام سلسبیل ہے۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ⑲

اور پھریں گے ان کے گرد لڑکے ہمیشہ رہنے والے۔ جب تو انہیں دیکھے تو گمان کرے ان کو موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

(آیت نمبر ۱۷) اور جنتی پلائے جائیں گے۔ یا خدام چکر لگانے والے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنتیوں کو جام پلائیں گے۔ (اس میں تعظیم زیادہ ہے) وہ جام کہ جس میں ملاوٹ ادرک کی ہوگی۔

فائدہ: معلوم ہوا ادرک کی ملونی اور ہے اور کافور کی ملونی اور چیز ہے کیونکہ ملک عرب میں جس چیز میں ادرک ہو وہ بہت لذیذ مشروب سمجھا جاتا ہے۔ اس سے زبان صاف اور کھانا جلد ہضم ہوتا ہے۔

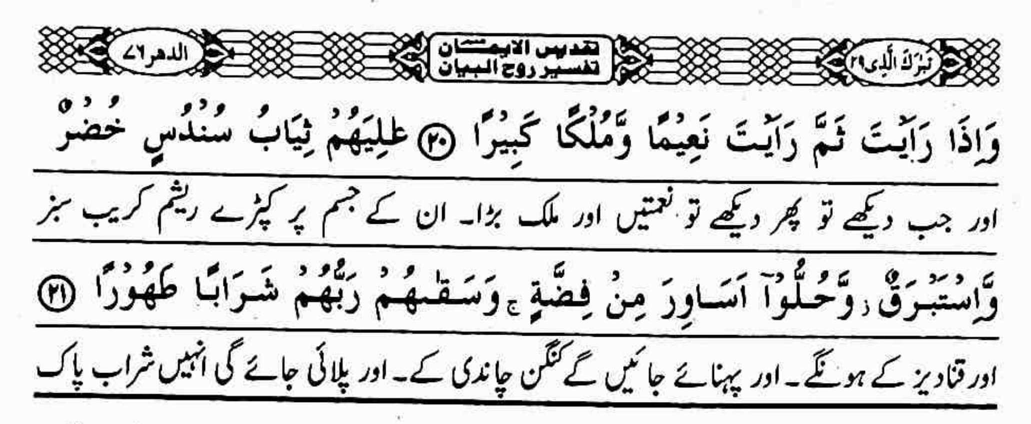
(آیت نمبر ۱۸) یعنی ادرک کی بوٹی نہیں بلکہ وہ ایک چشمہ ہے۔ اس چشمے کا نام سلسبیل ہے۔ جو حلق سے بہ آسانی اترتا ہے۔ انتہائی خوشگوار ہے۔

فائدہ: ابن الشیخ نے فرمایا۔ چونکہ حشر کی سخت گرمی اور پل صراط کا عبور کرنا انتہائی سخت گرم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابرار لوگوں کو وہاں ایسے اعلیٰ قسم کے شربت پلائے جائیں گے۔ تاکہ اس سخت گرمی میں بھی انہیں ٹھنڈک محسوس ہوگی اور پیاس کے وقت انہیں یہ پینے کی اشیاء خواہش کے مطابق ملیں۔ (تاکہ انہیں نیک اعمال کا بدلہ ملے)۔

(آیت نمبر ۱۹) اور ان کے ارد گرد وہ لڑکے جو خدمت پر مامور ہیں ہمیشہ رہیں گے۔ جو ہم عمر ہوں گے۔ ان کے چہروں کی رونق روز افزوں ہوگی جو ابرار کی خدمت پر مامور ہوں گے اور وہ روحانی ہوں گے۔

آگے فرمایا کہ جب تو انہیں دیکھے تو تو یہی سمجھے گا کہ وہ موتی ہیں بکھرے ہوئے۔ یعنی ان کا حسن اور صاف رنگ اور چہروں کی چمک اور پھر جنتیوں کی خدمت میں ادھر ادھر دوڑتے ہوئے ایسے محسوس ہوں گے۔ جیسے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ یعنی وہ انتہائی حسین وجمیل ہونگے۔

نکتہ: حوریں چونکہ خیموں میں ہوں گی۔ ان کو ہی لئولئو مکنون کہا اور ولدان پھیلے ہوں گے۔ ان کے لئے لئولئو منثور کہا گیا۔ (پھیلے ہوئے موتی)۔ ان کے لئے اس سے بڑھ کر کیا کہا جائے۔ جن کی شان لفظوں میں اتنی ہی بیان ہو سکتی ہے۔ تو ان کو بنانے والے کی کیا شان ہوگی۔ سبحان اللہ۔


وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ
اور جب دیکھے تو پھر دیکھے تو نعمتیں اور ملک بڑا۔ ان کے جسم پر کپڑے ریشم کریب سبز
وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾
اور قنادیز کے ہونگے۔ اور پہنائے جائیں گے کنگن چاندی کے۔ اور پلائی جائے گی انہیں شراب پاک

(آیت نمبر ۲۰) جب تم دیکھو۔ یعنی نظر اٹھا کر جنت میں جدھر بھی دیکھو گے تو ہر طرف نعمتیں ہی نعمتیں دیکھو گے۔ جن کا کوئی شمار نہیں ہوسکتا۔ اور ہر طرح کا آرام وسکون ہوگا اور انتہائی وسیع ملک ہوگا۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ جنت میں کم از کم مرتبے والا اپنے ملک میں اتنی کشادگی دیکھے گا۔ جیسے ایک ہزار برس کی راہ ہو۔ (مستدرک علی الحاکم)۔ کم سے کم مرتبے والے کا یہ حال ہے۔ تو بلند مرتبے والے کا اعزاز کتنا بڑا ہوگا۔

(آیت نمبر ۲۱) ان کے بدنوں پر باریک اور نرم ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے۔ سندس باریک اور خوش منظر ریشم کو کہا جاتا ہے۔

فائدہ: امام رازی مرحوم فرماتے ہیں۔ اس سے مراد ان کے خیمے ہیں جو ان کے اوپر تانے جائیں گے۔ یا ریشم کے کپڑے سے ان کے کمرے آراستہ ہوں گے۔ جیسے بڑے بڑے بادشاہوں کے محلات میں خوبصورتی کی جاتی ہے اور استبرق ریشم کے موٹے کپڑے بھی ہونگے جو نہایت چمکدار ہوں گے اور ابرار کو جنت میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ یعنی زیوروں سے آراستہ کر دیئے جائیں گے۔ اس سے ان کی تعظیم وتکریم مراد ہے۔ دوسرے مقام پر سونے کے کنگن بتائے گئے۔ ممکن ہے دونوں قسم کے کنگن پہنائے جائیں۔ یا ایک ہاتھ میں سونے کے اور دوسرے ہاتھ میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ یا ممکن ہے کبھی سونے اور کبھی چاندی کے پہنیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کنگن آدھے سونے اور آدھے چاندی کے ہوں گے یا جو سفید پسند کریں انہیں چاندی کے اور جو زرد پسند کریں انہیں سونے کے پہنائے جائیں گے۔

آگے فرمایا کہ انہیں ان کا رب صاف اور پاک شراب پلائے گا۔ اسے طہور اس لئے کہا کہ وہ باطن کو پاک کر دے گا۔ اس سے یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کے اندر سے غل اور غش اور حسد اور بغض وغیرہ سب نکال دے گا۔ اس کا باطن نور الٰہی سے چمک اٹھے گا۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿٢٢﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ

بے شک یہ ہے تمہارا صلہ اور ہے محنت تمہاری قدر کی ہوئی۔ بے شک ہم نے اتارا آپ پر

الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿٢٤﴾

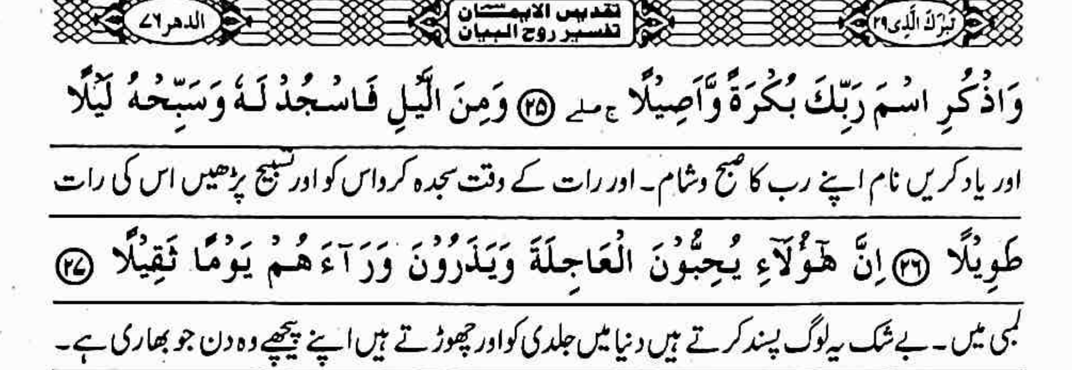
قرآن تھوڑا تھوڑا۔ تو صبر کرو اپنے رب کے حکم پر اور نہ بات مانیں ان میں سے گنہگار یا ناشکرے کی۔

(آیت نمبر ۲۲) انہیں کہا جائے گا کہ بے شک یہ جو کچھ انعامات وکرامات دیکھ رہے ہو یا جو انواع واقسام کی عطائیں جن کا ابھی ذکر ہوا۔ یہ تمہارے نیک اعمال کا تمہیں بدلہ دیا گیا ہے اور تمہاری دنیا کی محنت نماز روزہ کا بدلا ہے اور تمہاری کوشش کی قدر کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی۔ یعنی قبول ہوگئی ہے تمہارے خلوص نیت کی وجہ سے۔ اس سے جنتی اور زیادہ خوش ہوں گے۔ جیسے سزا پانے والوں کے غم وحزن میں اضافہ ہوگا۔ جب انہیں بتایا جائیگا کہ یہ سزا تمہاری بداعمالیوں کی ہے۔ **فائدہ**: بروز قیامت بندے کا ادنی درجہ یہ ہے کہ وہ رب کی رضا پر راضی ہوا اور اعلیٰ درجہ یہ کہ رب بندے پر راضی ہوگیا۔

(آیت نمبر ۲۳) بے شک اے محبوب ہم نے ہی آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔ جدا جدا ایک ایک آیت یا سورۃ کر کے اتارا۔ جیسے حکمت اور ضرورت ہوئی۔ یا جیسے تقاضا ہوا۔ کفار نے کہا کہ یہ قرآن (محمد ﷺ) نے خود تیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ قرآن برحق کتاب ہے اسے میں نے خود تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔ لہٰذا اے محبوب آپ ان کے طعن سے پریشان نہ ہوں۔ اس لئے کہ آپ برحق اور سچے نبی ہیں۔

(آیت نمبر ۲۴) اپنے رب کریم کے حکم پر صبر کریں کافروں کے انتقام کے متعلق جلدی نہ کریں۔ ہر کام اپنے وقت پر ہوگا اور آپ ان میں سے کسی گناہ گار اور ناشکرے کی کوئی بات نہ سنیں۔ نہ ان کی کوئی بات مانیں۔ اثم اور کفور میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔ یعنی ہر کافر آثم ہے۔ لیکن ہر آثم کافر نہیں ہے۔

فائدہ: کاشفی مرحوم فرماتے ہیں کہ آثم وہ جو گناہ کی دعوت دے اور کفور وہ جو کفر کی دعوت دے۔ جیسے عقبہ نے حضور ﷺ سے کہا۔ آپ دعوت اسلام ختم کردیں۔ میں اپنی لڑکی کا نکاح آپ سے کردوں گا اور ولید پلید نے کہا آپ دعوت توحید چھوڑیں میں آپ کو مالا مال کردونگا۔ **سبق**: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی پوری توجہ اور رغبت اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے اور بارگاہ خداوندی میں تضرع اور زاری کرے تاکہ آخرت کے فتنوں اور آفتوں سے محفوظ رہے۔



وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۞٢٥ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا

اور یاد کریں نام اپنے رب کا صبح وشام۔ اور رات کے وقت سجدہ کرو اس کو اور تسبیح پڑھیں اس کی رات

طَوِيْلًا ۞٢٦ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۞٢٧

لمبی میں۔ بے شک یہ لوگ پسند کرتے ہیں دنیا میں جلدی کو اور چھوڑتے ہیں اپنے پیچھے وہ دن جو بھاری ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۲۴) **فائدہ**: قاشانی نے فرمایا کفار اپنے کرتوتوں سے محجوب ہیں۔ تم نے ان کی موافقت کی تو تم بھی محجوب ہو جاؤ گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہ جاؤ گے۔

(آیت نمبر۲۵) اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کے نام کو یاد کرو۔ یعنی ہمیشہ یاد کرتے رہو کیونکہ اس سے مراد دوام ذکر ہے۔ اس حکم کے بعد حضور ﷺ ہر سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر مبارک کرتے تھے۔ اس ذکر کو صوفیاء کرام پاس انفاس کہتے ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ صبح وشام کی نمازوں کو پابندی سے ادا کرو۔

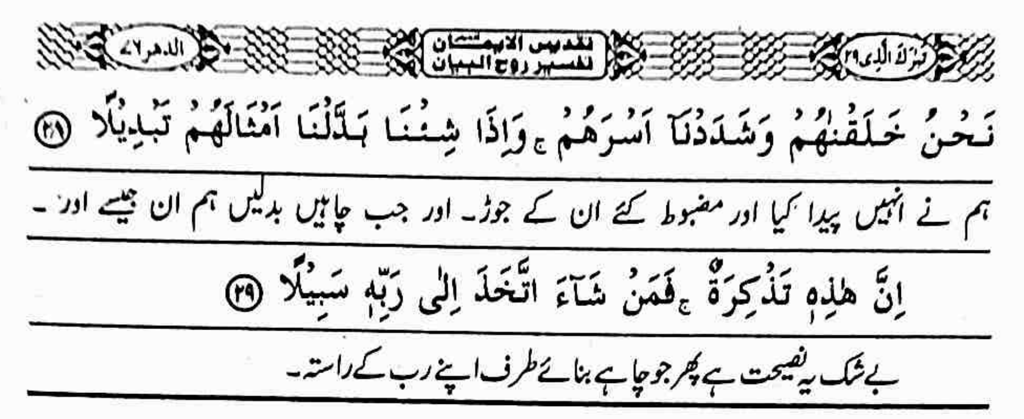
فائدہ: سعدی مفتی فرماتے ہیں۔ اگر معراج سے بعد کی یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر نمازوں کی پابندی مراد ہے۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نمازیں ہیں خواہ معراج سے پہلے آیت نازل ہوئی یا بعد نازل ہوئی۔

(آیت نمبر۲۶) اور رات کے کچھ حصے میں اس ذات کیلئے سجدہ کریں۔ ممکن ہے اس سے مغرب وعشاء کی نماز مراد ہو کیونکہ رات کی نماز میں کلفت زیادہ ہوتی لیکن اس میں خلوص ضرور ہوتا ہے اور افضل عبادت وہی ہے جس میں کلفت اور مشقت زیادہ ہو اور رات کی عبادت ریا کاری سے بھی پاک ہوتی ہے۔

آگے فرمایا کہ لمبی رات میں اس کی پاکی بیان کرو۔ یعنی نماز تہجد ادا کرو۔ یہ نماز حضور ﷺ پر واجب تھی۔

فائدہ: اگر چہ آیت میں سجدہ اور تسبیح کا ذکر ہے لیکن دوسرے مقام پر رات کی نماز تہجد کا ذکر ہے اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ لمبی رات میں تسبیح پڑھو اور چھوٹی رات میں نہ پڑھو۔ بلکہ مراد ہے۔ کہ تسبیح پڑھتے رہو۔

(آیت نمبر۲۷) بے شک یہ لوگ یعنی کفار جلدی والی چیز یعنی دنیا کے مال و دولت کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور فانی لذتوں میں مشغول رہتے ہیں اور جوان کے آگے ہے۔ یعنی قیامت کو۔ پیچھے چھوڑتے ہیں۔ وراء کا لفظ آگے پیچھے دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مراد وہ سمت ہے۔ جو چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ اور نظر نہیں آتی تو آگے فرمایا کہ وہ پس پشت ڈالتے ہیں اس دن کو جو بہت بھاری ہے۔ یعنی قیامت کا دن بہت ثقیل ہے۔



نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾

ہم نے انہیں پیدا کیا اور مضبوط کئے ان کے جوڑ۔ اور جب چاہیں بدلیں ہم ان جیسے اور۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾

بے شک یہ نصیحت ہے پھر جو چاہے بنائے طرف اپنے رب کے راستہ۔

(بقیہ آیت نمبر ۲۷) **فائدہ**: اس آیت میں ڈرسنایا گیا دنیاداروں کو جو ہر طرح کی نعمتوں میں اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ جو دولت کے نشے میں مخموراور لوگوں پر ظلم وستم کرتے ہیں۔

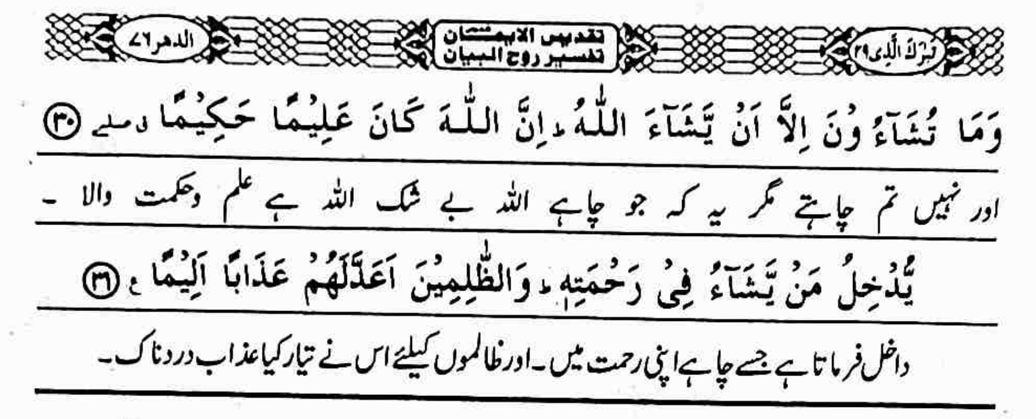
(آیت نمبر ۲۸) ہم نے ہی انہیں نطفہ سے پیدا کیا اوران کے جوڑوں کو مضبوط بنایا اوراعصاب سخت کئے تا کہ وہ اٹھ بیٹھ سکیں۔ پکڑلیں کسی چیز کو یادور کریں برائی کو اور پھراتنی نعمتیں دینے والے کا حق یہ ہے کہ اس کا شکر کیا جائے۔ نہ کہ اس سے کفر کیا جائے۔ آگے فرمایا کہ جب ہم چاہیں گے تو ان جیسوں اوروں سے تبدیل کردیں گے۔ ایسی عجب تبدیلی کہ جس میں کوئی شک نہ ہو۔ یعنی مرنے کے بعد اٹھنا۔

فائدہ: تبدیلی کا مطب یہ ہے کہ اس دنیا میں کثیف تھے اور آخرت میں اجزاءلطیف ہوں گے اور یہ بھی معنی ہوسکتا ہے کہ انہیں موت دے دیں اوراس طرح کی دوسری صورت اور ہیئت میں زندہ کردیں۔

(آیت نمبر ۲۹) بے شک یہ نصیحت ہے یعنی یہ سورہ یا ان آیات میں نصیحت ہے سعادت ابدی حاصل کرنے کیلئے۔ **فائدہ**: عین المعانی میں ہے کہ یہ نصیحتیں ان کیلئے ہیں جو عقل والے ہیں۔ لیکن وہ غافل ہیں۔

شان اہل بیت: کاشفی مرحوم فرماتے ہیں کہ ایمان والوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ تم اہل بیت کی طرح ایثار کرو اوران کی ہی طرح عمل بھی کرو تا کہ تمہیں ٹھکانہ بھی ان کی طرح ملے۔ لہذا اب جو چاہے وہ اپنے رب کی طرف راہ بنائے جو اسے اجروثواب تک پہنچادے یعنی عمل صالح کے وسیلے سے اس کا قرب پاکر دگنا اجروثواب پائے۔ (معلوم ہوا۔ اہل بیت سے محبت کا تقاضا ان جیسے اعمال بجالانا ہے۔ ورنہ جھوٹا ہے محبت کے دعوے میں۔)

فائدہ: ابن الشیخ نے فرمایا جو آخرت کے بوجھ اور سختی سے نجات چاہتا ہے پھر وہ راستہ بھی وہی اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے قریب کرنے والا ہے۔



وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ ۝۳۰

اور نہیں تم چاہتے مگر یہ کہ جو چاہے اللہ بے شک اللہ ہے علم وحکمت والا ۔

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۳۱

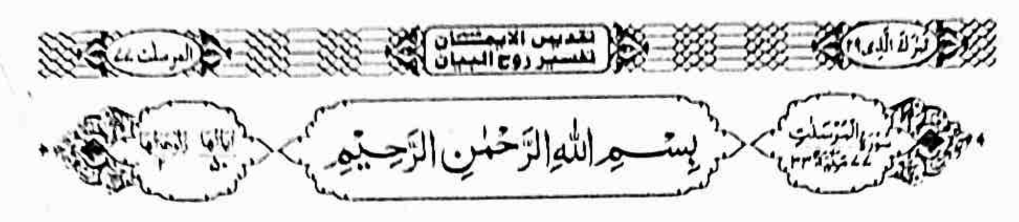
داخل فرماتا ہے جسے چاہے اپنی رحمت میں ۔ اور ظالموں کیلئے اس نے تیار کیا عذاب دردناک ۔

(آیت نمبر ۳۰) تم نہیں چاہتے مگر جو چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی چاہتا ہے ۔ یعنی بندوں کی چاہت کافی نہیں کہ وہ اس کی طرف راہ اختیار کر سکیں ۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارا اپنا راستہ اختیار کرنا بے معنی ہے ۔ نہ ہی تم اسے حاصل کر سکنے کی قدرت رکھتے ہو ۔ جب تک کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہو کیونکہ بندہ صرف عمل کر سکتا ہے اور اس پر تاثیر مشیت الٰہی پر موقوف ہے اور بندے کا معاملہ جبر وقدر کے درمیان ہے ۔ یہی اہل سنت کا نظریہ ہے ۔ فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ معاملہ علم وحکمت کے مطابق کرتا ہے ۔

(آیت نمبر ۳۱) وہ اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے جسے چاہتا ہے ۔ یعنی جس کیلئے اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے ۔ اسے وہ اپنی رحمت میں داخل فرمالیتا ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے ان اعمال کی توفیق دیتا ہے ۔ جو جنت میں داخلے کا سبب ہیں ۔ یعنی ایمان اور اطاعت ۔ آگے فرمایا اور ظالموں کیلئے یعنی جنہوں نے اپنے اختیار کو اللہ تعالیٰ کی چاہت کے خلاف پھیرا وہ ظالم ہیں ۔ ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے جو سخت درد پہنچانے والا ہے ۔

فائدہ : معلوم ہوا ۔ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو رحمت (معرفت) میں داخل فرماتا ہے اور بعض جو ظالم ہیں ۔ جو ہدایت کی جگہ گمراہی اور مغفرت کی جگہ پر جہالت کرتے ہیں ۔ ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

اختتام سورۃ الدھر: ۳ جولائی ۲۰۱۷ء مطابق ۸ شوال بروز سوموار



وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾

قسم ہے لگاتار بھیجی ہوئی ہواؤں کی۔ پھر جھونکے دینے والیاں زور سے۔ اور اٹھانے والیاں ابھار کر۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾

پھر خوب جدا کرنے والیاں حق کو ناحق سے۔ پھر قسم ہے ذکر القاء کرنے والیوں کی۔

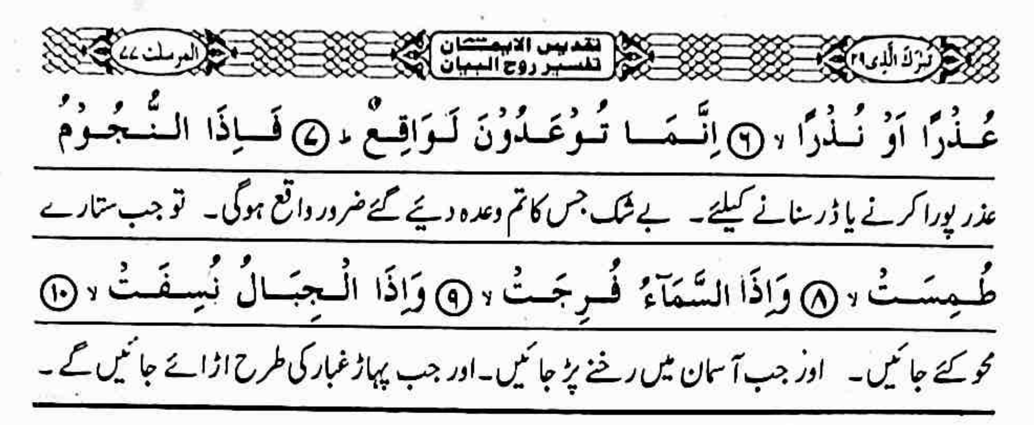
(آیت نمبر۱) قسم ہے ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار۔ المرسلات مرسلۃ کی جمع ہے۔ واؤ قسمیہ ہے۔ یعنی بھیجا ہوا گروہ۔ اس سے مراد فرشتے ہیں جو زمین پر گروہ کی شکل میں کسی حادثہ کے وقت اترتے ہیں۔ اور عرف کا معنی ہے گھوڑے کے وہ بال جو اس کی گردن کے اوپر ہوتے ہیں۔ جو ایک قطار میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح فرشتے بھی ایک دوسرے کے پیچھے اترتے ہیں۔ وہ رحمت کے فرشتے ہوں تو وہ مومنین پر یا انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس آتے ہیں۔ یا وہ جو دشمنوں کیلئے عذاب لیکر آتے ہیں۔

(آیت نمبر۲) عاصفات عصفۃ سے بنا۔ جس کا معنی تیز و تند ہوا۔ چونکہ وہ فرشتے اترتے وقت بڑی تیزی کے ساتھ اترتے ہیں۔ یعنی حکم ملتے ہی بغیر دیر کئے وہ زمین پر پہنچ جاتے ہیں۔ یا وہ ہوائیں۔ جو انتہائی تیزی کے ساتھ چلتی ہیں۔

(آیت نمبر۳) ناشرات۔ ناشرۃ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے پھیلنا۔ اس میں فاء سے واؤ کی طرف عدول اس لئے کیا کہ وہ مرسلات سے نہیں ہیں۔ اب اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیچے آکر پر پھیلا لیتے ہیں۔ یا شریعت پھیلاتے ہیں یا وہ زمین کے کونے کونے میں پھیل جاتے ہیں۔

(آیت نمبر۴) الفرق بمعنی الفصل یعنی جدا جدا ہونا۔ یا فرق کرنا۔ یعنی وہ حق و باطل میں خوب فرق کرتے ہیں۔

(آیت نمبر۵) پھر ان کی قسم جو ذکر القاء کرتی ہیں کہ وہ ذکر و وحی انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف لاتے ہیں۔ یا معنی ہے کہ وہ فرشتے لوگوں کے دلوں میں ذکر القاء کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ استغفار کر کے اپنے گناہوں سے معافی مانگیں۔ تا کہ ان کے گناہ مٹ جائیں اور وہ باطل والوں اور گناہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔ اور وہ گناہوں سے باز آئیں۔



(آیت نمبر ۶) اہل حق کیلئے دنیا وآخرت میں حجت پوری کرنے کیلئے یا ان سے معذرت کرتے ہوئے ان کے اتباع حق کی وجہ سے۔ یا ڈر سنانے کیلئے اہل باطل کو۔ کہ وہ اپنے کرتوت چھوڑ دیں۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے تا کہ اعذار اللہ تعالیٰ کی طرف مخلوق کی طرف سے۔ وہ یوں کہ اسے اس حجۃ بازی کا موقع نہ ملے کہ وہ یوں کہے کہ میرے پاس تو کوئی رسول ہی نہیں آیا تھا اور کافروں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کیلئے۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ عذرا اور نذرا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو۔ میں تمہیں بیمار اس لئے کرتا ہوں کہ تم بیماری میں مجھے یاد کرو تا کہ میں تمہارے گناہ اور خطائیں معاف کر دوں۔ مذکورہ آیات کے اور بھی معانی لئے گئے ہیں۔

(آیت نمبر ۷) بے شک وہ کہ جس چیز کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ یعنی قیامت ضرور واقع ہوگی۔ یا معنی ہے کہ تم خیر وشر کا جو وعدہ دیئے گئے ہو وہ ضرور بہ ضرور واقع ہوگا۔ یا قیامت ہر حال میں واقع ہوگی۔ تمام مردے زندہ ہوں گے۔ اور ان کا حساب وکتاب ہوگا۔

(آیت نمبر ۸) پس جب ستارے ختم کر دیئے جائیں گے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ وہ جھڑ جائیں گے۔ یا ستارے تو موجود ہوں گے۔ البتہ ان کا نور ختم کر دیا جائے گا۔ یعنی وہ بے نور کر دیئے جائیں گے۔

(آیت نمبر ۹) جب آسمان میں رخنے پڑ جائیں گے اور وہ شدت خوف سے پھٹ جائیں گے۔ یا یہ معنی ہے کہ اس کے دروازے کھل جائیں گے۔ یا وہ مختلف جگہوں سے ٹوٹ پھوٹ کر گر جائیں گے۔

(آیت نمبر ۱۰) اور جب پہاڑوں کو غبار بنا کر اڑا دیا جائیگا۔ یعنی وہ آپس میں ٹکرا ٹکرا کر دانوں کی طرح ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ ایک مقام پر فرمایا روئی کی طرح اڑیں گے۔

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ؕ ⑪ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ؕ ⑫ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۚ ⑬

اور جب رسولوں کا وقت آجائے۔ کس دن کیلئے ٹھہرائے گئے۔ فیصلے والے دن کیلئے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ؕ ⑭

اور کیا تمہیں معلوم کیا ہے دن فیصلے والا۔

(آیت نمبر ۱۱) اور جب رسولوں کا وقت مقررہ آجائیگا کہ وہ تشریف لاکرامت کی گواہی دیں گے اور یہ قیامت کے دن ہی ہوگا۔ اس سے پہلے وہ نہیں آئیں گے۔ یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ جب قیامت آجائیگی تو اللہ تعالیٰ کا انبیاء کرام علیہم السلام کو حکم ہوگا۔ کہ اب تم آؤ۔ اب تمہاری گواہی دینے کا وقت آگیا ہے۔

فائدہ: چونکہ توقیت کا لفظ تعیین وقت کیلئے آتا ہے۔ اسی طرح کسی چیز کو کسی کے لئے ایک محدود وقت میں خاص مقصد کے لئے مقرر کرنا۔ یعنی رسولان گرامی اس وقت میں پہنچیں گے۔ جس کے وہ منتظر تھے۔

(آیت نمبر ۱۲) اسی مقررہ دن کیلئے وہ ٹھہرائے گئے تھے۔ **فائدہ**: قاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب رسل کرام اس میقات پر پہنچیں گے جو ان کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ یا رسل سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ثواب وعقاب کیلئے مقرر ہیں۔ (اہل ایمان کو) خوشخبری سنانے راحت وفرحت کی اور کفار فجار کو عذاب وعقاب اور کرب وذلت پہنچانا۔ اس دن میں جو بہت بڑا ہے۔ **فائدہ**: اس دن سے مراد اس دن کی عظمت اور تعجب دلانا جو مقصود اصلی ہے۔

(آیت نمبر ۱۳) فیصلے والے دن کیلئے۔ یہ تاجیل کی وضاحت ہے۔ یعنی وہ دن کہ جس میں مخلوق کے درمیان فیصلہ ہوگا اور ہر ایک کے حقوق پورے کئے جائیں گے۔ نیکوں اور بروں کے فیصلے کر دیئے جائیں گے۔

فائدہ: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اس دن سب دوست الگ الگ کر دیئے جائیں گے سوا ان کے جن کی دوستی اللہ تعالیٰ کیلئے تھی۔ اسی طرح عزیز واقارب ماں باپ میں جدائی کردی جائے گی۔ (سوائے ایمان والوں کے)۔

(آیت نمبر ۱۴) تمہیں کیا معلوم کہ فیصلے کا دن کیا ہے۔ یعنی تجھے کس نے اس فیصلے والے دن کے بارے میں علم دیا ہے کہ تو خود جان لے کہ وہ کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے کیونکہ تو نے نہ اس کی مثل دیکھی نہ اس کی شدت دیکھی نہ اس کے بارے میں کچھ سنا۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔ کیا نہیں ہلاک کیا ہم نے پہلوں کو۔ پھر ہم پیچھے لائیں گے پچھلوں کو۔

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾

اسی طرح کرتے ہیں ہم مجرموں سے۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۴) **فائدہ:** کاشفی مرحوم نے فرمایا۔ تمہیں کس چیز نے بتایا کہ وہ فیصلے والا دن کیسا ہے کیونکہ اس کی کنہ کو کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ اس لئے یہاں ضمیر کے بجائے اسم ظاہر لایا۔ تا کہ اس دن کی گھبراہٹ اور ہولنا کی ظاہر ہو۔ کہ وہ انتہائی ہولناک دن ہے۔

(آیت نمبر ۱۵) ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے کیونکہ اسی دن رب کریم مخلوق میں فیصلہ فرمائیں گے۔ لہذا اس دن ان لوگوں کی جو اس دن کو جھٹلاتے تھے ہلاکت ہے۔ **فائدہ:** بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ ویل جہنم میں ایک وادی ہے۔ اگر اس میں پہاڑ بھی ڈالے جائیں تو بھی پگل جائیں۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اس دن اس شخص کیلئے بہت بڑی خرابی ہے جو دنیا میں بہت بڑے دعوے کرتے تھے۔ (کہ ہم یہ کردیں گے وہ کردیں گے)۔

(آیت نمبر ۱۶) کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا۔ جیسے قوم نوح، قوم عاد وثمود وغیرہ۔ جو حضور ﷺ کی تشریف آوری سے بہت پہلے آئے۔ (اور رسولوں اور قیامت کو جھٹلایا) جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے۔ یعنی ان کی ہلاکت کا سبب انکا جھٹلانا تھا۔ **فائدہ:** بیان انکار میں اثبات ہے۔ یعنی انہوں نے جھٹلایا اسی لئے تو وہ ہلاک ہو گئے۔

(آیت نمبر ۱۷) پھر ہم نے ان کے بعد پچھلوں کو لایا۔ اس سے بعد والے کفار مراد ہیں۔ جو حضور ﷺ کی بعثت مبارک کے وقت ہوئے۔ وہ کافر بھی کفر اور جھٹلانے میں ان پہلوں کے طریقے پر ہی چلے۔ **فائدہ:** یہاں اصل میں کفار مکہ کیلئے وعید ہے۔ جنہوں نے پہلے کفار کی تقلید کی۔

(آیت نمبر ۱۸) اسی طرح ہم مجرموں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح پہلے مجرم لوگوں سے کیا۔ ہمارا اسی طرح طریقہ جاری ہے کہ مجرموں کو یوں ہی ہلاک کر کے سزا دیتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

فائدہ: اس میں بھی بڑے بڑے جرم کرنے والوں کو اس کے انجام سے اور جو گناہوں سے اثر مرتب ہوتا ہے۔ اس سے ڈرایا گیا۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ

ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے۔ کیا نہیں پیدا کیا ہم اس کو پانی سے جو بے قدر ہے۔ پھر ہم نے رکھا

فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾

اسے ایک مضبوط جگہ میں۔ اندازے مقرر تک۔ پھر ہم ہی نے انداز کیا پھر کتنے اچھے ہم اندازہ کرنے والے ہیں

(آیت نمبر۱۹) ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے یعنی جنہوں نے آیات خداوندی اور انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا۔ ہم نے انہیں ہلاک کیا۔ لہذا ان کیلئے بہت بڑی خرابی ہے۔

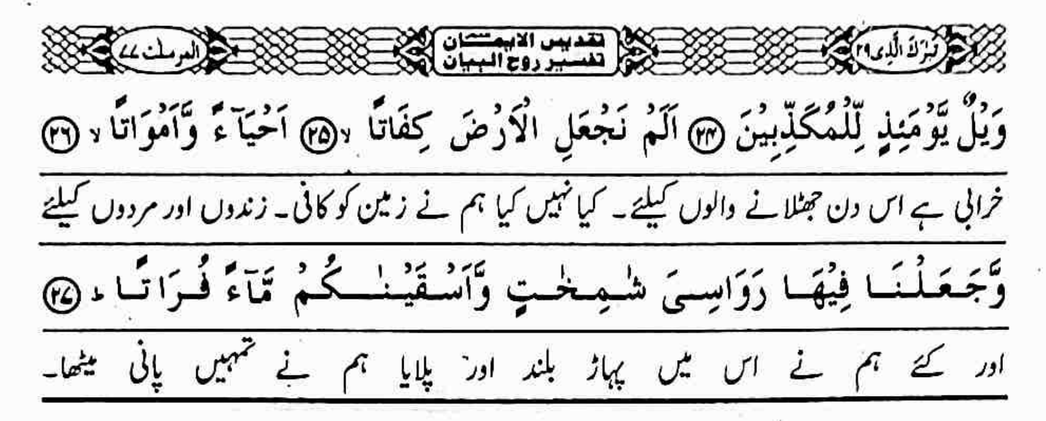
فائدہ: یہاں تکرار نہیں ہے۔ اس لئے کہ پچھلی ویل میں آخرت کے عذاب کا ذکر تھا اور اس ویل میں دنیا کے عذاب کا ذکر ہے۔ عجب یہ ہے کہ اس سورۃ میں ویل کا ذکر دس بار آیا ہے اور ہر ویل کا مفہوم دوسرے ویل سے الگ ہے۔ اس قسم کا تکرار کلام میں حسن پیدا کرتا ہے۔ **فائدہ:** ایسے تکرار کو کوئی ذوق والا ہی سمجھتا ہے۔

(آیت نمبر۲۰) کیا ہم نے تمہیں بے قدر پانی گندے نطفے سے پیدا نہیں کیا۔ یعنی وہ چیز جس کی کوئی قدر نہ ہو کہ کوئی اس کی پرواہ کرے اور بے کار جان کر پھینک دے۔ لیکن ہم نے اسی پانی سے اسے بنایا۔ جس کی مخلوق میں قدر ہے۔ یعنی بے قدر کی قدر بنادی۔ تاکہ وہ ہماری قدر کرے۔

(آیت نمبر۲۱) پھر ہم نے اسے ایک مضبوط اور محفوظ جگہ میں رکھا۔ یعنی بچہ دانی جو ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے کہ جہاں ہر قسم کے تعرض سے صحیح سالم اور محفوظ رکھا کہ وہاں تک کسی کی اپروچ نہیں۔ نہ کسی کو معلوم کہ پیٹ میں کیا ہے۔ مضبوط اس لئے فرمایا۔ کہ وہ کئی پردوں کے اندر ہے۔

(آیت نمبر۲۲) ایک مقررہ اور معلوم اندازے پر یعنی وہ مقررہ وقت جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ولادت تک نو ماہ تک جو لوگوں میں مشہور ہیں۔ یا اس سے کم وبیش جب تک اللہ کو منظور ہے۔)۔ بچہ اس مضبوط جگہ میں رہتا ہے۔

(آیت نمبر۲۳) پھر یہ اندازہ ہم نے ہی مقدر فرمایا۔ یہاں اندازا سے مراد اس کی خلقت کے تمام اطوار ہیں۔ یعنی اس کے اعضاء وجوارح، رنگ وصورت اسی طرح مدت حمل وحیات وغیرہ کے تمام اندازے ہم نے کئے۔ تو ہم کتنے ہی اچھے قدرت والے ہیں۔ یعنی ایک ذلیل مادہ سے کیسی شاندار تخلیق کی کہ جس کی صورت اور ہیئت ساری مخلوق سے اعلیٰ بنائی۔ اور اگر سیدھی راہ پر چلے تو دنیا آخرت میں اس کی شان اور بلند ہوگی۔



وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے۔ کیا نہیں کیا ہم نے زمین کو کافی۔ زندوں اور مردوں کیلئے

وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾

اور کئے ہم نے اس میں پہاڑ بلند اور پلایا ہم نے تمہیں پانی میٹھا۔

(آیت نمبر ۲۴) ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔ یعنی جن کا کام ہی جھٹلانا ہے۔

فائدہ: ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سخت ترین عذاب ہے ان کیلئے جو خلقت اول کو تو مانتے ہیں لیکن خلقت ثانی یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو نہیں مانتے۔

(آیت نمبر ۲۵) کیا ہم نے زمین کو کفایت کرنے والی نہیں بنایا۔ یعنی اس زمین میں ساری مخلوق سما گئی ہے۔ زمین کی کشادگی نے سب کو اپنے اندر جمع کر لیا ہے۔ (بلکہ وہ زمین کے چوتھائی حصے کو بھی بھر نہیں سکے)

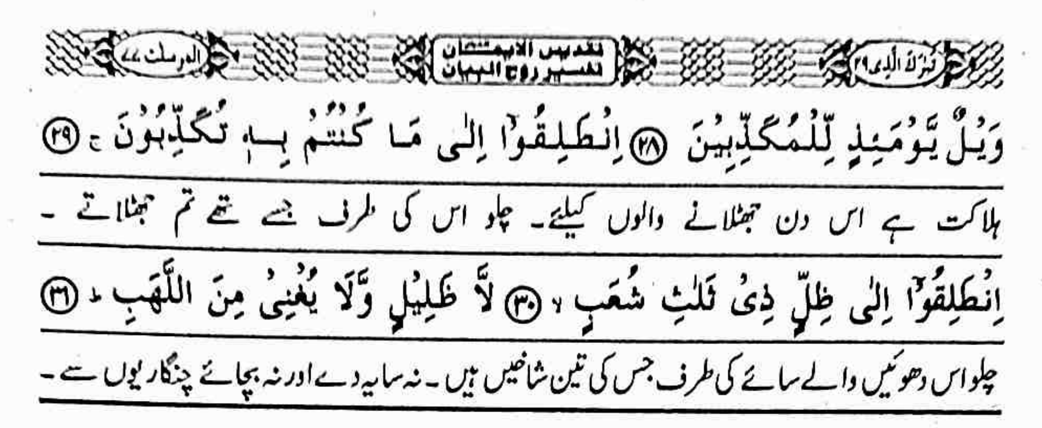
(آیت نمبر ۲۶) کہ سب زندے اور مردے اس میں جمع ہیں۔

فائدہ: زندے زمین کے اوپر آباد ہیں اور مردے زمین کے اندر موجود ہیں۔ جیسے ماں بچوں کو پیٹ میں رکھتی ہے یا اپنے گلے سے لگا کر رکھتی ہے یہ بھی صحیح ہے کہ یوں کہا جائے کہ زمین زندوں مردوں انسانوں اور حیوانوں سب کو اپنے اندر جمع رکھتی ہے تو کفایت کا معنی جمع کرنے والی ہے۔

(آیت نمبر ۲۷) اور کر دیئے ہم نے اس میں پہاڑ جو ایک جگہ مضبوط کھڑے ہیں۔ کہیں نہیں ہلتے اور بلند و بالا ایک سے ایک اونچا اور ہم نے تمہیں خوب میٹھا پانی پلایا کہ زمین میں نہریں اور پہاڑوں میں چشمے جاری کئے اور تمہیں وہ پانی پینے کی قدرت بھی دی۔ تاکہ تم بھی پیو اور تمہارے جانور بھی پیئیں اور اسی پانی سے کھیتوں کو بھی سیراب کرو۔

فائدہ: کوفہ میں ایک نہر ہے جس کا میٹھا پانی ہونے کی وجہ سے اسے فرات کہا جاتا ہے۔

فائدہ: ابواللیث فرماتے ہیں۔ میٹھا پانی زمین کی طرح آسمان میں بھی ہے بلکہ زمین کا پانی آسمان سے ہی اترتا ہے۔ (دو دریا جنت سے آتے ہیں۔ ایک دریائے اور دوسرا فرات)۔



(آیت نمبر ۲۸) خرابی ہے اس دن کے جھٹلانے والوں کی کہ انہوں نے قرآن پاک یا نبی پاک ﷺ کو جھٹلا دیا اور ایسی ایسی عظیم الشان نعمتیں دیکھیں اور ماننے کے بجائے انہوں نے جھٹلا دیا۔ یا قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ وہ ضرور قائم ہوگی۔

(آیت نمبر ۲۹) اس دن ان جھٹلانے والوں کو بطور زجر و توبیخ کہا جائیگا۔ یہ کہنے والے جہنم کے داروغے ہوں گے۔ وہ کہیں گے۔ چلو اس جہنم کی طرف جسے تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔ یعنی جس عذاب الٰہی کا تم انکار کیا کرتے تھے۔ چلو چل کر دیکھو۔ جو تمہیں بتایا گیا تھا۔ وہ صحیح ہے۔ یا نہیں۔

(آیت نمبر ۳۰) چلو اس سائے کی طرف یعنی جہنم کے دھوئیں کی طرف۔ جس کے متعلق دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ گھنا اور سیاہ دھواں ہے۔ آگے فرمایا وہ دھواں کئی تین شاخوں والا ہے۔ یعنی بہت گھنا ہونے کی وجہ سے اس کی تین شاخیں ہونگی۔ دنیا میں بھی دیکھتے ہو کہ دھواں شاخیں بن کر اٹھتا ہے۔ **فائدہ**: بعض بزرگوں نے کہا کہ اس آگ سے ایک زبان ظاہر ہوگی اور اہل نار پر اس دھوئیں کا سایہ اول سے فراغت تک رہے گا۔ **فائدہ**: لیکن اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ چونکہ انسان کے اندر تین قوتیں ہیں۔ واہمہ، غضبیہ اور شہویہ۔ یہی تینوں قوی تمام آفات کا سرچشمہ ہیں۔ جو انسان سے صادر ہوتے ہیں۔ اس لئے دھوئیں کی شاخیں بھی تین ہوں گی۔

سبق: لہٰذا جو چاہتا ہے کہ اس سیاہ (عذاب دینے والے) دھوئیں سے محفوظ رہے۔ اسے چاہئے کہ وہ نور حق سے تمسک کر کے شیطانی۔ طبعی بھیمی تاریکی سے الگ ہو جائے (اس کا مفہوم اور بھی بیان کیا گیا ہے)۔

(آیت نمبر ۳۱) دھوئیں کا سایہ کافر کو دوزخ کی گرمی سے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ بلکہ وہ دھواں خود جہنم کی گرمی سے ہوگا۔ اسے سایہ کہنا کافروں سے استہزاء ہوگا۔ اس لئے کہ سایہ تو گرمی سے بچاتا ہے۔ اگرچہ کافر پہلے تو سائے کو دیکھ کر خوش ہوں گے تاکہ سائے میں کچھ سکون ملے گا۔ لیکن اس سائے میں جا کر مزید دکھ اور تکلیف پائیں گے۔ آگے فرمایا کہ وہ دھواں آگ کی چنگاریوں سے نہیں بچائے گا۔

17

إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَأَنَّهُ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

بے شک وہ اڑاتی ہیں چنگاریاں مثل اونچے محل کے۔ گویا کہ وہ اونٹ ہیں زرد رنگ کے۔ ہلاکت ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾

جھٹلانے والوں کیلئے۔ اس دن نہیں بول سکیں گے۔ اور نہ اجازت ہوگی انہیں کہ عذر کریں۔

(آیت نمبر ۳۲) بے شک وہ آگ اڑائے گی چنگاریوں کو۔ یعنی قیامت کے دن جہنم کی آگ سے نکلنے والی چنگاریاں اتنی اتنی بڑی ہوں گی۔ جیسے اونچا محل ہوتا ہے۔ یعنی آگ کے انگارے ستاروں کی طرح ادھر ادھر پڑتے نظر آئیں گی۔ وہ جہنم کی آگ ہوگی۔ اور صرف کفار پر گریں گی۔

(آیت نمبر ۳۳) گویا کہ وہ چنگاریاں زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔ جو پے در پے اڑتے ہوئے محشر میں کھڑے کافروں کی طرف آرہے ہیں۔ وہ انتہائی سخت گرم ہوں گے۔ یعنی بہت بڑی بڑی چنگاریاں ہوں گی۔

(آیت نمبر ۳۴) سخت مشقت ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے۔ **فائدہ**: قیامت کی ہولناکی اور خوفناکی دیکھ کر کفار و فجار کا عجیب حال ہوگا۔ **فائدہ**: کاشفی مرحوم فرماتے ہیں۔ ہلاکت ہے ان جھٹلانے والوں کیلئے جو دوزخ کی مشقت اور اس کی چنگاریوں پر یقین نہیں کرتے۔ اور نہ مانتے تھے۔

(آیت نمبر ۳۵) یہی وہ دن ہے۔ جس دن وہ نہیں بول سکیں گے۔ یہ جہنم میں داخلے کے وقت کا حال ہے۔ یعنی جھٹلانے والے اب کچھ بھی بات نہیں کرسکیں گے۔ حساب و کتاب کے وقت بولیں گے۔ عذر و معذرت کریں گے۔ اپنے جرموں کا اعتراف بھی کرینگے مگر ان کی کوئی بات نہیں سنی جائیگی۔ یا یہ مراد ہے کہ کوئی فائدہ مند بات نہیں کر سکیں گے۔ **فائدہ**: قاشانی فرماتے ہیں کہ بولنے کے آلات ہی ان سے سلب کر لئے جائیں گے۔ اس لئے کہ بولنے کی جگہ منہ ہے اس پر مہر ماردی جائے گی۔ لہذا وہ بول ہی نہیں سکیں گے۔

(آیت نمبر ۳۶) اور اجازت ہی نہیں ہوگی کہ وہ عذر و معذرت کرسکیں۔ یعنی نہ تو انہیں بات کرنے کی اجازت ہوگی اور نہ کوئی ان کے پاس کوئی عذر ہوگا کہ وہ پیش کرسکیں۔ نہ عذر پیش کرنے کی کوئی گنجائش ہوگی۔ اس لئے کہ جس نے ان گنت نعمتیں دینے والے سے روگردانی کی اور احسانات سے بیوفائی برتی۔ اب وہ کیا عذر و معذرت کرے گا۔

جلد-10

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔ یہ دن ہے فیصلے کا۔ ہم نے جمع کیا تمہیں اور پہلوں کو۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾

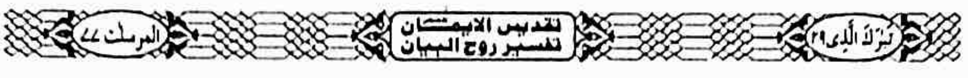
پھر اگر ہے تمہارا کوئی داؤ تو مجھ پر چلاؤ۔

(آیت نمبر ۳۷) خرابی اور غم واندوہ ہے اس دن ان لوگوں کیلئے جنہوں نے جھٹلایا ان خبروں کو جو قیامت کے متعلق تھیں اور جو باتیں حق ہونے والی تھیں۔ ان کو وہ نہیں مانتے تھے۔

(آیت نمبر ۳۸) یہی وہ دن ہے۔ جس کی ہولنا کیوں کا انہوں نے خود مشاہدہ کیا اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا۔ یہی فیصلے کا دن ہے۔ جس میں حق و باطل کا فیصلہ ہو جائیگا۔ (یعنی معلوم ہو جائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل طریقے پر اور کس کے اعمال حق کے مطابق ہیں اور کس کے باطل والے)۔ اے میرے محبوب کی امت کے لوگو۔ ہم تمہیں بھی اور تم سے پہلے کی تمام امتوں کو جمع اور اکٹھا کر لیں گے۔ اس لئے کہ جب تک یہ سب اکٹھے نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک حق و باطل میں اور حق و باطل والوں میں فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان سب کا ایک جگہ پر اکٹھا ہونا ضروری تھا کیونکہ غائب پر کوئی فیصلہ قائم نہیں ہو سکتا۔

(آیت نمبر ۳۹) اگر تمہارے پاس کوئی حیلہ یا مکر چکر ہے جو چلا کر تم اپنے آپ کو عذاب سے بچا سکو۔ وہ تم مجھ پر چلا لو۔ **فائدہ**: ظاہر ہے کہ یہ خطاب کفار سے ہے۔ کید کا معنی مکر و فریب اور دھوکا کرنا۔ لہذا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے لئے کوئی مکر و فریب یا کوئی حیلہ وغیرہ کرو۔ تا کہ میرے عذاب سے تمہیں چھٹکارہ مل جائے۔ اگر یہ ممکن ہو کیونکہ دنیا میں تم جن کے پیچھے چلتے تھے۔ وہ بھی اور تم بھی سب یہاں حاضر موجود ہو۔ (دنیا میں تو بڑے بڑے حیلے چکر چلا کر مکر و فریب کر لیتے تھے) اب تم یہاں حاضر موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارا کون سا مکر و حیلہ چلے گا۔ اب ظاہر ہے کہ نہ ان کے پاس کوئی مکر و حیلہ ہو گا۔ نہ وہ عذاب سے بچ سکیں گے۔

فائدہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی نہ کوئی مکر و حیلہ جو کرے گا وہ عذاب سے بچ جائیگا۔ اصل میں انہیں ذلیل کرنے کیلئے اور ان کا عجز ظاہر کرنے کیلئے یہ بیان ہے کہ دنیا میں وہ اہل ایمان کے ساتھ ہر طرح کے مکر و فریب کرتے تھے۔ اب ان کفار کو شرم دلائی جا رہی ہے کہ تم دنیا میں مکر و فریب کر کے لوگوں کے حقوق ضائع کرتے۔ ان کے مال بٹور لیتے۔ یہی مکر و فریب اور دھوکہ اور فراڈ کرنا ان کا دنیا میں معمول تھا۔ آج بھی کر سکتے ہو تو کچھ کرو۔



وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِيۡ ظِلٰلٍ وَّعُيُوۡنٍ ﴿۴۱﴾

ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔ بے شک پرہیزگار سائیوں اور چشموں میں ہونگے۔

وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ﴿۴۲﴾

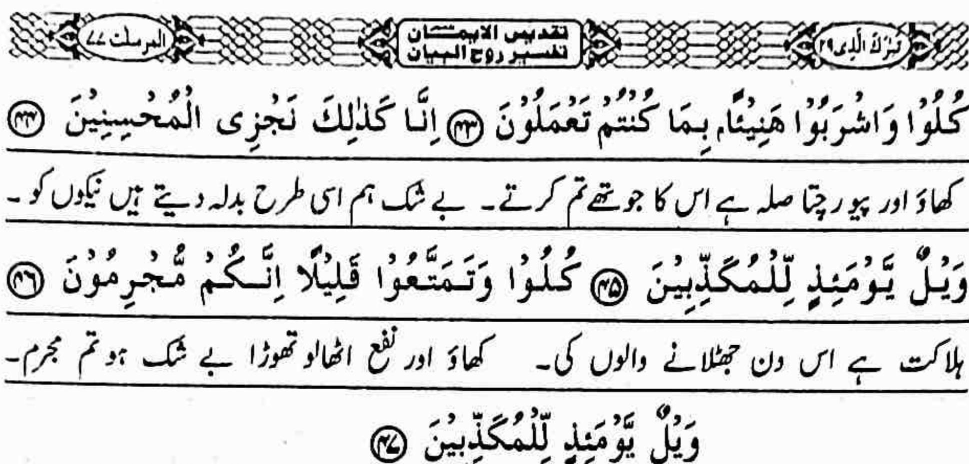
اور پھل جیسے وہ چاہیں گے۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۹) اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل ورسوا کرنے کیلئے ان کے عجز کو ظاہر کیا کہ اب تم کچھ بھی حیلہ چکر نہیں کر سکتے۔ بعض تفسیروں میں یہ بھی ہے کہ اگر وہ بالفرض مکر وحیلہ یا کوئی بہانہ بنا بھی لیں تو وہ انہیں کوئی نفع نہیں دیگا۔ بلکہ لوگ بڑے بڑے مکر وحیلے کریں گے۔ کئی کئی جھوٹ بولیں گے۔

(آیت نمبر ۴۰) اس دن ان جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔ اس لئے کہ اب سب ظاہر ہو گیا ہے کہ عذاب سے بچنے کا ان کے پاس کوئی حیلہ چارہ نہیں ہے۔ اگر کچھ بھی ہوتا تو ضرور کوئی حیلہ فریب کر کے اپنے آپ کو عذاب سے بچا لیتے۔ (قیامت کے دن عذاب سے صرف اللہ ہی بچا سکتا ہے)۔

(آیت نمبر ۴۱) اب جھٹلانے والوں کے مقابلے میں ماننے والوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ بے شک پرہیزگار لوگ یعنی کفر وتکذیب سے بچنے والے آخرت میں ٹھنڈے اور لمبے چوڑے سائیوں میں ہوں گے۔ یعنی پرہیزگار لوگ عرش کے سائیوں میں یا جنت میں سایہ دار درختوں کے نیچے ہوں گے۔ **فائدہ:** بعض بزرگوں نے فرمایا کہ وہ ان باغات میں پھلدار درختوں کے سائیوں میں ہوں گے۔ علامہ اسماعیل حقی (مرحوم) فرماتے ہیں کہ یہ اصل میں کنایہ ہے بہت بڑی راحت پانے کا۔ اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا وہ گھنے سائیوں میں ہوں گے۔ آگے فرمایا کہ وہ چشموں میں ہوں گے۔ یعنی میٹھے پانی کے چشمے جن سے پیاس دور ہو۔ **فائدہ:** سائے اور چشموں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ سخت گرم علاقے والوں کیلئے اس میں دلی شوق ہوتا ہے کہ وہ گھنے سائے کو بہت پسند کرتے ہیں۔ وہاں چشمے بھی ہوں تو دل اور زیادہ خوش ہوتا ہے۔ ورنہ جنت میں اس سے اعلیٰ چیزیں ہوں گی۔

(آیت نمبر ۴۲) اور جنتی رنگ برنگے پھلوں میں ہوں گے جن کو وہ چاہیں گے۔ یعنی جس قسم کے پھل کی وہ تمنا اور آرزو کریں گے۔ وہ اسی وقت ان کے پاس موجود ہوگا اور آسانی اسے حاصل کریں گے۔ وہاں بھوک کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کی نعمتیں کھائیں گے اور قسم قسم کی لذتیں پائیں گے۔



كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

کھاؤ اور پیو رچتا صلہ ہے اس کا جو تھے تم کرتے۔ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔ کھاؤ اور نفع اٹھالو تھوڑا بے شک ہو تم مجرم۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾

ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔

(آیت نمبر۴۳) خوب رچتا پچتا کھاؤ اور پیو۔ یہ صلہ اور بدلہ ہے تمہارے اعمال کا۔ یعنی انہیں یہ کہا جائیگا کہ یہ جنت کی نعمتیں اور پھل خوب کھاؤ۔ اس کا پانی اور شراب طہور مزے سے پیو۔ جس میں نہ بیماری نہ کوئی پریشانی ہوگی۔ یہ بدلہ ہے اس کا جو تم دنیا میں نیک اعمال کیا کرتے تھے۔ خاص کر جنہوں نے روزے رکھے۔ یعنی جنت میں داخلہ ایمان سے اور نعمتیں عمل کا نتیجہ ہیں۔

(آیت نمبر۴۴) اسی طرح ہم ایسے اچھے اور نیک اعمال کرنے والوں کو اچھی جزاء دیتے ہیں جن کے عقیدے بھی اچھے ہوں اور جن کے اعمال بھی اچھے ہوں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ پر نیک اعمال کی جزاء دینا واجب نہیں جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے یہ تو اللہ تعالیٰ ان پر خوش ہو کر ان پر فضل و کرم فرمائے گا۔

(آیت نمبر۴۵) ہلاکت اور خرابی ہوگی اس دن جھٹلانے والوں کی کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دردناک اور سخت عذاب میں ہوں گے۔ اور وہ کف افسوس ملتے ہوں گے کہ ان کے بالمقابل نیک لوگ بہت بڑے ثواب اور درجات کو پا گئے۔ لیکن اس وقت افسوس کرنے کا کیا فائدہ۔

(آیت نمبر۴۶) ابھی دنیا میں خوب کھاؤ اور دنیا کی ان فانی نعمتوں سے تھوڑا سا نفع اٹھالو۔ جب تک یہ زندگی ہے۔ اس دنیا میں کچھ وقت جو تمہیں ملا ہے۔ (یہ بھی یاد رکھو) یہ دنیا بھی تھوڑی اس کا نفع بھی تھوڑا ہے۔ اٹھالو یہ نفع کچھ وقت بے شک تم ہو تو پکے مجرم۔ یعنی کافر ہو کر عذاب کے مستحق ہو کیونکہ مجرموں کا انجام یہی ہے۔

(آیت نمبر۴۷) خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے کہ ان مجرموں نے دنیا کے بالکل قلیل وقت کو لھو ولعب ضائع کیا۔ حرام کھانے میں اور مزے اڑانے میں لگا دیا اور اپنے آپ کو ہمیشہ کے عذاب میں ڈال دیا۔



وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾

اور جب کہا جاتا انہیں نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے تھے۔ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

پھر کون سی بات پر اس کے بعد ایمان لائیں گے۔

(آیت نمبر ۴۸) اور جب انہیں کہا گیا کہ نماز پڑھو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ اور اس سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ اور اس کے دین کے آگے سر تسلیم خم ہو اور غرور و تکبر کو چھوڑ دو۔ غیر اللہ کے آگے جھکنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکو۔

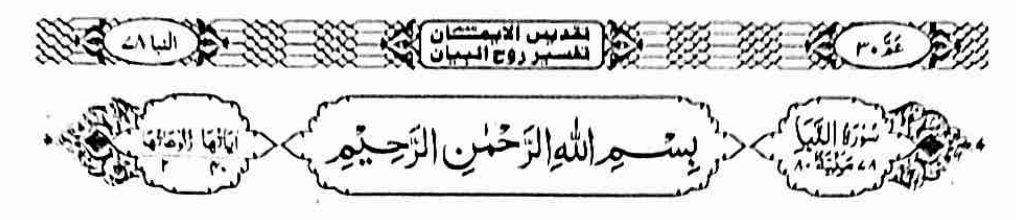
فائدہ: غیر اللہ کیلئے سجدہ کفر ہے سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیمی دونوں اس شریعت میں حرام ہیں۔

شان نزول کے متعلق مروی ہے کہ جب حضور ﷺ نے بنو ثقیف والوں کو نماز کا حکم دیا تو انہوں نے کہا ہم یہ کھڑے ہونے رکوع سجدہ کرنے کو عار سمجھتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ وہ دین ہی کیا ہے جس میں رکوع سجدہ نہ ہو اور اس میں تارک نماز کی مذمت کی گئی ہے۔ دین بھی وہی اصل ہے۔ جس میں نماز کا حکم ہے۔

(آیت نمبر ۴۹) تو خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے۔ یعنی لعنت ہے ان پر جو نماز میں رکوع سجدے کو بھی اپنے لئے عار سمجھتے ہیں اور دین کو جھٹلاتے ہیں۔ اور قیامت کو بھی نہیں مانتے۔

(آیت نمبر ۵۰) پھر کون سے بات پر اس کے بعد وہ ایمان لائیں گے۔ یعنی قرآن پاک جو ما کان وما یکون کی سچی خبریں دیتا ہے۔ دونوں جہانوں کی باتیں بتاتا ہے۔ ایسی روشن برھان اور دلیل قاطع پر ایمان نہیں لاتے۔ جس کی فصاحت و بلاغت مسلمہ ہے اگر اس کو نہیں مانتے تو پھر کون سی بات پر وہ ایمان لائیں گے۔ یہاں حدیث بمع کلام ہے۔ حادث نہیں ہے۔

اختتام سورۃ: ۶ جولائی ۲۰۱۷ء بمطابق ۱۲، شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ بروز جمعرات



عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③

کس کے بارے میں آپ پوچھتے ہیں۔ اس بڑی خبر کے بارے میں۔ جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤

ہاں ہاں عنقریب وہ جان لیں گے۔ پھر ہاں جلد وہ جان جائیں گے

(آیت نمبر۱) کس کے بارے میں کفار پوچھتے ہیں۔ وہ کون سی بڑی شیء ہے جس کے بارے میں سوال کررہے ہیں۔ یعنی کفار مکہ آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو کررہے ہیں۔ لیکن ان کی بات چیت صرف انکار اور استہزاء کیلئے ہے۔ کوئی نیک مقصد کیلئے نہیں ہے کہ وہ توبہ تائب ہوں گے۔ بلکہ حسب عادت ایک دوسرے سے ہنسی مزاق کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب ہے۔ کیا واقعی اس دن دوبارہ زندہ ہونا ہے۔

(آیت نمبر۲) اس خبر کے بارے میں جو بڑی شان والی بھی ہے اور پر خطر بھی ہے اور وہ مخلوق کے علم سے باہر ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ جس کے متعلق پوچھتے ہیں۔ میں بتاتا ہوں کہ وہ بہت بڑی بات ہے جو خوفناک بھی ہے اور خطرناک بھی۔ یہ کفار جب اسے دیکھ لیں گے۔ پھر یہ ہنسی مزاق بھول جائیں گے۔

(آیت نمبر۳) وہ جس میں اختلاف کرنے والے ہیں۔ یعنی وہ بہت بڑی بھی اور خطرناک بھی ہے۔ کیونکہ ان میں وہ بھی ہیں۔ جو قیامت کا انکار کرتے ہیں اور اسے محال بھی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ بس یہی دنیا ہے۔ اسی میں ہم مرتے جیتے ہیں۔ ان میں سے کچھ کا خیال ہے کہ ہم زندہ ہوں گے تو بت ہماری سفارش کرکے بچالیں گے۔

(آیت نمبر۴) ہرگز نہیں ہے عنقریب وہ جان لیں گے۔ یہ بات انہیں زجر توبیخ کے ساتھ کہی جارہی ہے کہ اس قیامت کے قائم ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ یعنی جب وہ مریں گے تو خود ہی جان لیں گے۔

(آیت نمبر۵) پھر ہرگز ایسا نہیں ہے۔ جیسے وہ کہہ رہے ہیں۔ عنقریب وہ جان لیں گے۔ یعنی موت کے وقت جب جان نکل جائے گی۔ تو تم جان جاؤ گے۔ پھر برزخ کا لمبا زمانہ گذرنے کے بعد بروز قیامت اصل حقیقت کو بھی جان لوگے۔ یا قبروں سے اٹھتے ہی پتہ چل جائیگا۔ یا جب وہ طرح طرح کی سزائیں پائیں گے تو جان لیں گے۔ لہذا انہیں چاہئے کہ وہ ایسے الٹے سوالوں سے باز آجائیں۔ اور مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں۔



اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ﴿۷﴾ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴿۸﴾

کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو بچھونا۔ اور پہاڑوں کو میخیں بنایا۔ اور ہم نے بنائے تمہارے جوڑے۔

وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾

اور بنایا تمہاری نیند کو آرام کی چیز۔

(آیت نمبر۶) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا کہ جس پر تم آرام سے رہتے ہو۔ چلتے پھرتے ہو۔ گویا یہ تمہاری قرارگاہ ہے۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔ اسی زمین میں رہو گے۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ بعث یعنی مرنے کے بعد اٹھنے کے متعلق ہے۔ مہد کا معنی بچے کا گہوارہ ہے کہ جس پر وہ آرام کرتا ہے۔ یعنی جس نے یہ زمین بنائی وہ قیامت بھی قائم کر سکتا ہے۔

(آیت نمبر۷) اور پہاڑوں کو ہم نے میخیں بنایا تا کہ زمین نہ ہلے اور ساکن رہے کیونکہ وہ پانی پر کشتی کی طرح ہچکولے کھا رہی تھی۔ پہاڑ رکھ کر اسے ساکن کر دیا۔ جیسے گھروں میں کسی چیز کو میخیں لگا کر مضبوط کیا جاتا ہے۔

فائدہ : بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ اوتاد دراصل میخوں کو کہا جاتا ہے۔ یہاں مراد اللہ کے دوست اولیاء کرام ہیں۔ اس لئے کہ وہ مضبوط پہاڑ کی طرح ہوتے ہیں۔ ان ہی سے زمین بھی قائم ہے۔

اوتاد اور ابدال میں فرق : ابو سعید خزار رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ان دونوں سے افضل کون ہے تو فرمایا۔ اوتاد۔ اس لئے کہ ابدال کے حال بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن اوتاد انتہاء تک ارکان ثابتہ کی طرح رہتے ہیں۔ **فائدہ** : ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اوتاد اہل استقامت اور اہل صدق ہوتے ہیں۔ ان کے احوال متغیر نہیں ہوتے۔

(آیت نمبر۸) اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا بنایا۔ یعنی نر و مادہ کے لحاظ سے جوڑے بنایا تا کہ تم ایک دوسرے سے تسکین پاؤ اور معاش اور معاشرہ کے معاملات منتظم رہیں اور نسب و نسل کا سلسلہ آگے بڑھے۔ یہاں جوڑے سے اور بھی کئی مطالب بیان ہوئے۔ (اولیاء کی اقسام اور مکمل تفصیلات فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

(آیت نمبر۹) اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کی چیز بنایا۔ اس لئے کہ نیند میں آدمی میت کی طرح ہو جاتا ہے۔ قرآن میں نیند کو ایک قسم کی موت کہا گیا۔ جو کچھ وقت کیلئے ہے۔ دائمی نہیں ہے۔ اس لئے کہ نیند کے وقت روح کی روشنی ظاہری بدن سے منقطع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح موت کے وقت روح الگ ہو جاتی ہے۔

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾

اور ہم نے بنایا رات کو پردہ۔ اور بنایا دن کو روزگار کیلئے ۔ اور بنائے تم پر سات مضبوط (آسمان)

وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾

اور بنایا ہم نے چراغ نہایت چمکدار۔ اور اتارا بدلیوں سے پانی زوردار۔

(بقیہ آیت نمبر۹) اسی لئے نیند کو موت کا بھائی کہا گیا۔ اور نیند اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتوں سے نعمت ہے۔

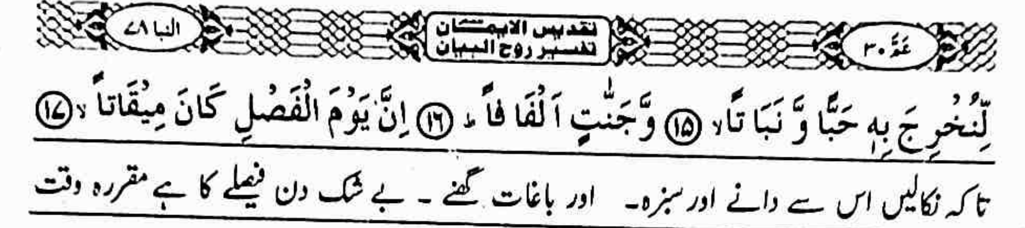
(آیت نمبر۱۰) اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنادیا۔ لباس کا مطلب ہر وہ چیز جو انسان کی ناپسندیدگی کو چھپائے۔ مرد کو عورت کا اور عورت کو مرد کا لباس اس لئے کہا گیا کہ وہ ایک دوسرے کی برائی کو چھپاتے ہیں۔ رات لباس اس معنی میں بھی ہے کہ اس کی تاریکی تمہیں ڈھانپ لیتی ہے۔

(آیت نمبر۱۱) اور ہم نے دن کو معاش یعنی زندگی گذارنے کا سامان بنایا کہ اس میں تم اپنی دنیا کیلئے بھی رزق روزی کماؤ اور آخرت کیلئے طاعات وعبادات کر کے اپنی آخرت سنوار لو۔ یہ بھی بندوں کیلئے نعمت ہے۔

(آیت نمبر۱۲) اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ ابواللیث فرماتے ہیں کہ اس سے سات آسمانوں کی موٹائی مراد ہے کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے اور وہ اس قدر مضبوط ہیں کہ ہزاروں سال گذر جانے کے باوجود ان میں ذرہ برابر کوئی فرق نہیں آیا۔

(آیت نمبر۱۳) اور ہم نے ہی روشن چراغ چمکنے والا بنایا۔ امام راغب فرماتے ہیں۔ ہر روشنی دینے والی چیز کو چراغ سے تعبیر کرتے ہیں اور سراج کو مصباح بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن سراج وہاج صرف سورج یا چاند کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہاج سے مراد وہ چمک جس میں حرارت بھی ہو۔

(آیت نمبر۱۴) اور اتارا ہم نے نچوڑنے والی بدلیوں سے پانی زوردھار۔ یعنی موسلا دھار بارش برسائی چونکہ بادل جب برستا ہے تو اسے نچوڑنے سے تشبیہ دی گئی۔ ثجاج اس پانی کو کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ بھی ہو اور نفع مند بھی ہو۔ **فائدہ** : مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے مناظر بتائے۔ جنہیں اور کوئی بھی نہیں بنا سکتا۔ نہ اس طرح کوئی انہیں قائم رکھ سکتا ہے۔



یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۙ﴿۱۸﴾

جس دن پھونکا جائیگا صور میں تو تم چلے آ ؤ گے فوج در فوج

(آیت نمبر۱۵) تاکہ اس پانی کے ذریعے زمین سے اناج نکالیں جو انسانوں کیلئے غذا ہے۔ جس سے اس کے بدن کا قوام ہے۔ جیسے گندم اور جو وغیرہ اور جو بھی کھانے کے لائق دانے ہوں اور جانوروں کیلئے چارہ وغیرہ یعنی بارش سے انسانوں کیلئے دانے اگائے اور جانوروں کیلئے چارہ اگایا۔ تاکہ اے انسانو تم بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ۔ (چارہ جانوروں کیلئے اور جانور انسانوں کیلئے اور انسان عبادت کیلئے بنایا گیا۔

(آیت نمبر۱۶) اور باغات گھنے ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تاکہ انسان ان سے پھل حاصل کرلے۔ جنت الفاف اس باغ کو کہا جاتا ہے۔ جس میں درختوں کی ٹہنیاں آپس میں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں۔ جیسے زمین پر پودے آپس میں گتھم گتھا ہوتے ہیں۔

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی حقیقت کو اور اس کی حقانیت کو بیان فرمایا۔ کہ جو درخت کو خشک اور ختم ہونے کے بعد دوبارہ اگا سکتا ہے۔ وہ انسانوں کو بھی مرنے کے بعد دوبارہ قبروں سے زندہ کر کے اٹھا سکتا ہے۔ جیسے ایک دانہ زمین کچھ عرصہ رہ کر پودے کی شکل میں باہر آتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی قبروں سے ایک دن باہر آ جائیں گے۔

(آیت نمبر۱۷) بے شک فیصلے کے دن کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نیک بختوں اور بدبختوں میں فیصلے فرمائے گا۔ جہاں اولین و آخرین سب جمع ہوں گے۔ میقات کا معنی ہے وقت معین۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے۔

(آیت نمبر۱۸) جس دن صور میں پھونکا جائیگا۔ یعنی وہ دن کہ جس کی ابتداء صور کے پھونکنے سے ہوگی صور ایک نورانی قرن ہے۔ جس میں اسرافیل علیہ السلام قیامت کے دن دوسری مرتبہ پھونکیں گے تو اسی وقت تم قبروں سے نکل کر گروہ در گروہ آ جاؤ گے۔ یعنی بلا تاخیر سب حشر میں آ جائیں گے۔

وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۙ (۱۹) وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ؕ (۲۰)

اور کھولا جائیگا آسمان تو ہوں گے دروازے۔ اور چلائے جائیں پہاڑ تو ہو جائیگا چمکتا ریتا۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۙ (۲۱) لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۙ (۲۲) لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۚ (۲۳)

بے شک جہنم ہے تاک میں۔ سرکشوں کیلئے ٹھکانہ۔ رہیں گے اس میں مدتوں۔

(آیت نمبر۱۹) آسمان کھولا جائیگا۔ یعنی وہ ہیبت سے پھٹ جائیگا اور اس کے دروازے بن جائیں گے اور وہاں سے فرشتے اتریں گے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا آسمان بادلوں سے پھٹیں گے اور اس میں سے فرشتے اتریں گے۔ یعنی آسمانوں سے اوپر بھی بادل ہیں۔ آسمان پھٹ جائیں گے۔ تو وہ بادل بھی زمین پر آجائیں۔

(آیت نمبر۲۰) پہاڑ چلیں گے تو وہ ریتا کی طرح ہو کر چلیں گے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ وہ خلا میں اڑیں گے اور وہ دور سے چمکتا ہوا ریتا نظر آئیگا۔ سراب دوپہر کے وقت گرمی میں پانی کی طرح جو چیز چمکتی نظر آئے۔ پہاڑوں کی قرآن پاک نے مختلف حالتیں بتائی ہیں۔ ایک مقام پر فرمایا تو پہاڑوں کو دیکھ کر سمجھے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں۔ حالانکہ وہ بادل کی طرح اڑیں گے۔ اور وہ ایک دوسرے سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اور وہ ریتا کی شکل ہو جائیں گے۔

(آیت نمبر۲۱) بے شک جہنم تاک میں ہے۔ یعنی وہ حکم وقضاء الٰہی کے انتظار میں ہے کہ کیا حکم ملتا ہے۔ یا جہنم کے داروغے کفار کے انتظار میں ہیں کہ وہ آئیں تاکہ انہیں عذاب دیا جائے۔ یا پل صراط اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا انتظار کر رہی ہے۔ جو بھی اوپر چڑھے گا جہنم میں گر جائے گا اور مومن آرام سے گذر جائیگا۔

(آیت نمبر۲۲) سرکشوں کا جہنم ٹھکانا ہے۔ جہاں سرکش کفار ہمیشہ کیلئے جائیں گے۔ دین حق سے سرکشی کرنے والے جو بھی مشرک ہیں۔ ان کے باطل اعتقاد کی وجہ سے ان کو دائمی عذاب ہوگا۔ احقاب۔ حقب کی جمع ہے۔ حقب لمبے زمانے کو کہا جاتا ہے۔

(آیت نمبر۲۳) وہ اس جہنم میں کئی حقب رہیں گے۔ **حکایت**: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہجر کے ایک شخص سے پوچھا کہ حقب کیا ہے تو اس نے کہا ایک حقب اسی سال کا اور اس کا ہر دن ہزار سال کا۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ایک حقب ستر ہزار سال کا ہے۔ ایک **حدیث شریف** میں ہے کہ بے نماز ایک نماز جو جان بوجھ کر نہیں پڑھی۔ اسی (۸۰) حقب جہنم میں سزا بھگتے گا۔ اور ایک حقب ہزار سال کا ہے۔ گویا وہ اسی ہزار سال ایک نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے جہنم کی آگ میں سزا بھگتے گا۔

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيمًا وَّ غَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾

نہیں پائیں گے اس میں ٹھنڈک اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر کھولتا پانی اور پیپ۔ بدلہ ہے بھرپور۔

اِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾

بے شک وہ نہیں امید رکھتے تھے حساب کی۔ اور جھٹلایا ہماری آیات کو بہت زیادہ۔

(آیت نمبر ٢٤) اس جہنم میں جانے والے نہ کوئی ٹھنڈک پائیں گے اور نہ پینے کی کوئی چیز۔ برد سے مراد وہ ٹھنڈی چیز جو انہیں راحت پہنچائے۔ ان کی گرمی کو دور کرے۔ زمہریر کی طرح بہت ٹھنڈی بھی نہ ہو۔ کیونکہ انتہائی ٹھنڈک عذاب ہوگا۔ اور شراب سے مراد وہ چیز جو پیاس کو ختم کرے یعنی پانی وغیرہ۔

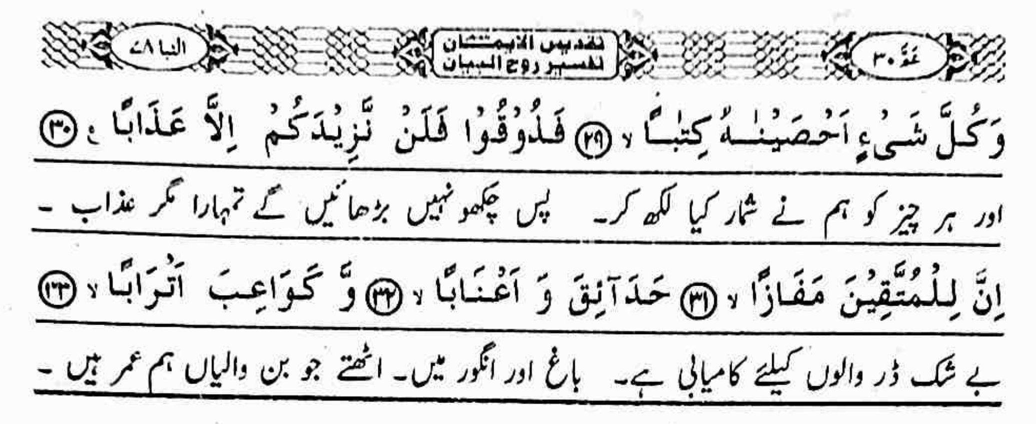
(آیت نمبر ٢٥) مگر جہنم کا کھولتا ہوا پانی جسے منہ کے قریب لائیں گے۔ منہ کو لگتے ہی منہ کا چمڑا ادھڑ جائے گا۔ پیٹ میں گیا تو آنتوں کے ٹکڑے کر دے گا اور اس پر انہیں جہنمیوں کی پیپ پلائی جائیگی۔ یعنی جو جہنم میں کفار کے پیٹوں سے یا جسم سے گندی بدبودار پیپ نکلے گی۔ وہ انہیں پلائی جائے گی۔ اگر اس بدبودار پیپ کا ایک قطرہ دنیا میں گرے تو اس کی بدبو سے کل جہاں بدبودار ہو جائے۔

(آیت نمبر ٢٦) بدلہ ہوگا پورے کا پورا۔ یعنی ان کے اعمال واعتقاد واخلاق کے موافق۔ جتنا ان کا گناہ بڑا ہوگا۔ مثلاً اگر کفر وشرک ہے تو سزا بھی بڑی ہوگی۔ جرم کے مطابق ہوگی۔

فائدہ: سعدی مفتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چونکہ کفار کی نیت ہمیشہ کفر پر رہنے کی تھی۔ لہذا عذاب بھی ہمیشہ کیلئے ہوگا اور یہ عذاب ان کے علم وعمل کے فساد کی وجہ سے ہوگا۔

(آیت نمبر ٢٧) بے شک وہ حساب کی امید ہی نہیں رکھتے تھے۔ یعنی ان کا قیامت کے دن زندہ ہونے اور جزاء وحساب پر کوئی ایمان نہیں تھا۔ اس لئے نہ صالح عمل کیا۔ نہ آیات کی تصدیق کی۔ انہیں خوف ہی نہ تھا کہ کوئی حساب بھی ہوگا۔ اسی لئے وہ ہر برائی بلا جھجک کر لیتے تھے۔ ذرا بھی اطاعت کی طرف نہیں آتے تھے۔ بلکہ اس طرف آنے والوں کو بھی روکتے تھے۔

(آیت نمبر ٢٨) اور انہوں نے ہماری آیات کو حد سے بڑھ کر جھٹلایا۔ یعنی جو آیات رسولان عظام نے دکھائیں یا سنائیں ان کا انکار کر دیتے تھے۔ طرح طرح کے گناہوں اور نافرمانیوں پر اصرار کرتے تھے۔ اسی لئے ہولناک قسم کے عذابوں میں مبتلا کئے جائیں گے۔



وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۙ ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۧ ﴿۳۰﴾

اور ہر چیز کو ہم نے شمار کیا لکھ کر۔ پس چکھو نہیں بڑھائیں گے تمہارا مگر عذاب۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۙ ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۙ ﴿۳۲﴾ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ ﴿۳۳﴾

بے شک ڈر والوں کیلئے کامیابی ہے۔ باغ اور انگور ہیں۔ اٹھتے جو بن والیاں ہم عمر ہیں۔

(آیت نمبر۲۹) تمام چیزوں کو ہم نے شمار کر رکھا ہے۔ یعنی ان کے تمام اعمال اور کرتوتوں کو ہم نے محفوظ کر رکھا ہے۔ ان کے اعمالنامے میں لکھ رکھا ہے اس لئے کہ ان کی کوئی بات یا کوئی عمل ہمارے علم سے باہر نہیں ہے۔ ان کے ہر برے عمل پر الگ سزا ہوگی۔

(آیت نمبر۳۰) بروز قیامت کفار سے کہا جائے گا کہ اب دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ یعنی تمہارا عذاب روز بروز بڑھتا رہے گا۔ اور تمہاری سزا اور تکلیف میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

حدیث شریف: نبی کریم ﷺ نے فرمایا قرآن مجید میں کفار اہل نار کیلئے سب سے زیادہ سخت وعید اسی آیت میں ہے۔ اس میں ان کی مایوسی کا بیان ہے کہ وہ کبھی بھی جہنم سے نہیں نکلیں گے۔ ہر آن سخت سے سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے اور عذاب کی شدت روز بروز بڑھتی جائے گی۔ (تفسیر طبری وحاشیہ بیضاوی)

(آیت نمبر۳۱) بے شک اس دن پرہیزگار لوگوں کی کامیابی کا موقع ہوگا۔ یعنی جو لوگ کفر اور گناہوں اور نافرمانی سے بچتے رہے۔ قیامت کا دن ان کے لئے بہت بڑی کامیابی کا دن ہے کہ ایسی کامیابی کا اور کوئی دن اور موقع نہیں ہے۔

(آیت نمبر۳۲) کئی طرح کے باغات ہیں۔ جن میں طرح طرح کے پھل دار درخت اور انگور ہیں۔ حدیقہ اس باغ کو کہا جاتا ہے۔ جس کے باہر دیوار ہو اور اس کے اندر پھل اور کھجوریں ہوں۔ اعناب عنب کی جمع ہے۔ جس کا معنی انگور ہے۔ اگرچہ اس کے علاوہ بھی پھل فروٹ ہوں گے۔ اہل عرب کے نزدیک یہ اعلیٰ چیز ہے۔ اس لئے اس کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔ ورنہ جنت میں تو جو جنتی کے خیال میں آئیگا۔ وہ چیز پہلے وہاں موجود ہوگی۔

(آیت نمبر۳۳) اٹھتے جو بن والیاں جن کے پستان ظاہر ہوں اور ہم عمر ہوں۔ جو عمر کے لحاظ سے سولہ سالہ نظر آئیں۔ جن میں حسن ولطافت ہو مصاحبت ومعاشرت کی صلاحیت ہو۔ گویا نہ بہت چھوٹی نہ بہت بوڑھی کہ ان میں شہوت کمزور ہو جاتی ہے۔ تیس سال کے قریب عمر والی۔

وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً

اور جام ہیں چھلکتے۔ نہیں سنیں گے اس میں بے ہودہ بات اور نہ جھٹلانا۔ بدلہ ہے تیرے رب کی طرف سے عطا ہے

حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾

کافی۔ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو ان میں ہے رحمٰن نہیں اختیار رکھیں گے اس سے بات کرنے کا۔

(آیت نمبر ۳۴) اور چھلکتا ہوا جام۔ جس میں شراب طہور ہوگا۔ اور اس سے بھرا ہوگا۔ دھاق کہہ کر جام کی اس صفت کو مبالغہ کے طور پر بیان کیا گیا۔ یعنی وہ جام شراب طہور سے پر ہوگا اور پینے والے کو لذت وسرور حاصل ہوگا۔

(آیت نمبر ۳۵) پرہیز گار لوگ جب جنت میں جائیں گے تو ان باغات میں کوئی لغوا۔ بے ہودہ اور جھوٹی بات نہیں سنیں گے۔ بلکہ انہیں سننے کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ آوازیں آئیں گی۔ جنہیں سن کر دل شاد ہوگا۔

(آیت نمبر ۳۶) یہ ہے صلہ اور بدلہ تیرے رب کی طرف سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ متقیوں کو جزاء دے گا۔ جو بہ شکل عطاء ہوگی۔ اگر چہ کسی عمل پر عطا دینا اس پر واجب نہیں۔ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہوگا۔

فائدہ: اگر چہ ثبوت استحقاق پایا جاتا ہے جزاء میں۔ اور عطاء استحقاق کے بغیر ہوتی ہے لیکن اس میں غور کیا جائے تو یہ استحقاق کا ثبوت بھی بحکم وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ نیک کام کرو۔ تو اس کی نیک جزاء ملے گی۔

نکتہ: کفار کی بداعمالیوں پر سزا کا ملنا یہ جزاء وفاق ہے۔ لیکن نیک اعمال کی جزاء اس کے محض فضل وکرم سے ہے۔ **فائدہ**: جنت ہمارے نیک اعمال کا بدلہ نہیں۔ یہ رب کے فضل سے ملے گی۔ البتہ ہمارے نیک اعمال اس کے فضل واحسان کیلئے وسیلہ ہیں۔ حساب کا معنی ہے کافی۔ یعنی ہر ایک کو وعدہ کے مطابق بحسب اعمال عمل کی جزاء ملے گی جو اسے کافی ہوگی۔ یعنی اسے کسی اور چیز کی طلب ہی نہیں رہے گی۔

(آیت نمبر ۳۷) وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ وہ رحمان ہے جو ہر موجود چیز کو اپنی حکمت سے خیر وبرکت سے فیضیاب فرماتا ہے۔ **فائدہ**: قاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کا رب جو عطا بخشتا ہے۔ وہ رحمان ہے۔ اسی لئے کہ اس کی عطائیں محض رحم وکرم سے ہیں۔ آگے فرمایا کہ کوئی بھی اس سے بات کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ وہ انتہائی عظمت وکبریائی کا مالک ہے۔ جزاء وعطا دینے میں وہ مستقل بالذات ہے کسیکو اس پر قدرت نہیں۔ ویسے بھی غلام اپنے مالک کے سامنے گفتگو کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ یعنی کوئی عذاب میں کمی یا ثواب میں زیادتی کی بات نہیں کر سکے گا۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

جس دن کھڑے ہوں گے روح اور فرشتے صفیں بنائے نہیں بول سکیں گے مگر جسے اجازت ہوگی رحمٰن کی

وَ قَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿٣٩﴾

اور بات کی ٹھیک۔ وہی دن ہے برحق توجو چاہے بنائے اپنے رب کی طرف راہ ۔

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ

بے شک ہم تمہیں ڈراتے ہیں عذاب جلد آنے والے سے جس دن دیکھے گا آدمی اسے جو آگے بھیجا

يَدٰهُ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾

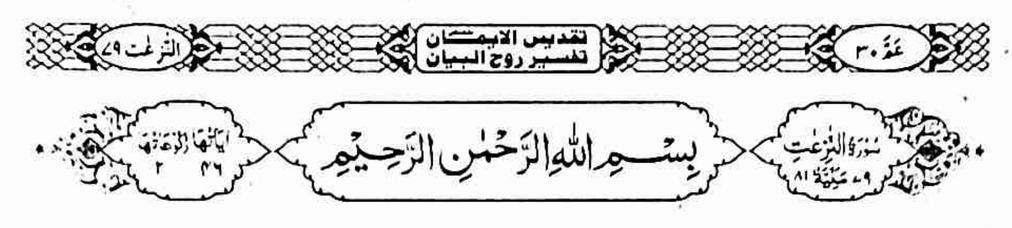
اپنے ہاتھوں سے تو کہے گا کافر ہائے کاش میں ہوجاؤں مٹی۔

(آیت نمبر ٣٨) جس دن روح اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ یہاں روح سے مراد روح الامین ہیں۔ **فائدہ**: جیسے روح جسم کی سردار ہے۔ اسی طرح جبریل امین سارے فرشتوں کے سردار ہیں۔ فرشتوں کی بے شمار صفیں ہونگی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی بھی نہیں بول سکے گا۔ سوائے اس کے جسے رب رحمان اجازت دے گا۔ اور وہ ٹھیک ٹھیک بات کہے گا۔ یعنی قیامت کی ہولناکی کا یہ عالم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سب خاموش ہوں گے۔ وہی بات کرے گا۔ جسے اذن ہوگا۔

(آیت نمبر ٣٩) یہی وہ عظیم الشان دن وہی برحق دن ہے۔ لہذا جو چاہے وہ اپنے رب کی طرف راہ بنالے۔ یعنی اسے راضی کر کے اجازت نامہ لے لے۔ **فائدہ**: مذکورہ دن تو ہر حال میں قائم ہوگا۔ لہذا جو اس دن کامیابی چاہتا ہے۔ وہ اپنے رب کی ذات کو اپنا مرجع ثواب بنالے۔ یعنی اس پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کرے۔

(آیت نمبر ٤٠) بے شک ہم تمہیں جلد آنے والے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ اگرچہ کفار اسے بعید سمجھتے ہیں بلکہ وہ اسے ناممکن سمجھتے ہیں۔ لیکن جب وہ دن آئیگا۔ ہر آدمی دیکھ لے گا کہ اس کے ہاتھوں نے آگے کیا بھیجا۔ بھلائی کی یا برائی۔ ہر ایک کے عمل اس کے سامنے آجائیں گے تو کافر اپنی بداعمالیاں اور عذاب دیکھ کر کف افسوس ملتا ہوا کہے گا۔ کاش میں کسی طرح مٹی بن جاؤں۔ اس کی مزید تشریح فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں۔

سورۃ کا اختتام: ٨ جولائی ٢٠١٧ء بروز ہفتہ



وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ ① وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ ② وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ ③

قسم ہے جان کھینچنے والوں کی ڈوب کر۔ اور بند کھولنے والے نرمی سے۔ اور تیرنے والے آسانی سے

(آیت نمبرا) قسم ہے سختی کے ساتھ جان نکالنے والوں کی۔ جب وہ خوب کوشش سے جان نکالتے ہیں۔

فائدہ: یہ تنبیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان عظمت پر کہ وہ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھائے۔ ساری مخلوق اس کی اپنی ہے۔ اس سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں فرشتوں کے اس گروہ کی قسم فرمائی جو کفار کی روحیں سختی کے ساتھ نکالتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انہیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔

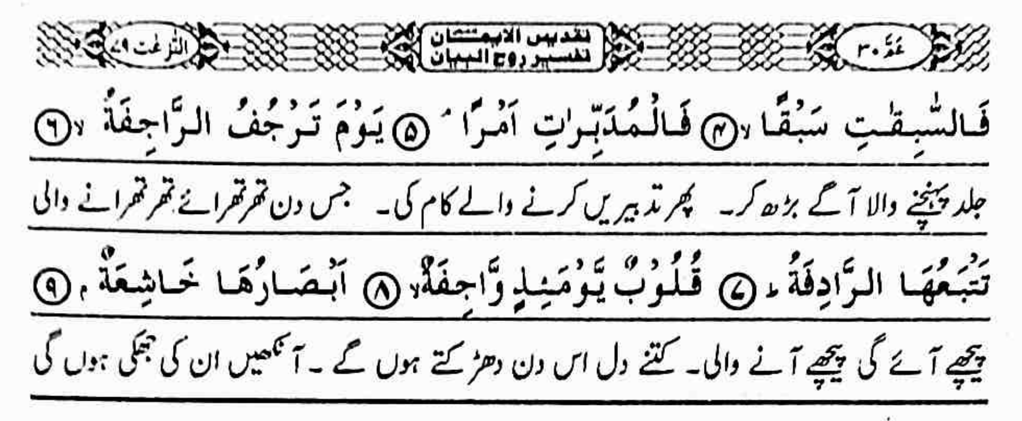
فائدہ: کیونکہ روح ان کی انگلیوں ناخنوں اور بالوں کے نیچے جیسے درخت کی جڑیں زمین کے اطراف میں ہر طرف پھیلی ہوتی ہیں۔ اسی طرح کفار کی ارواح جسم میں پھیلی ہوتی ہے۔ کفار فجار کی روح نکالنا ایسے ہے جیسے زندہ جانور کی کھال اتارنا۔ یا جیسے کسی انسان کو تلوار کی ہزار ضربیں لگائی جائیں بلکہ اس سے بھی زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

(آیت نمبر۲) اور قسم ہے ان کی جو نرمی سے بند کھولیں۔ اس سے مراد فرشتوں کی وہ جماعت ہے۔ جو مومنوں کی ارواح نرمی اور آرام سے نکالتے ہیں۔ یہ رحمت والے فرشتے ہیں۔ وہ جب کسی مسلمان کی روح نکالتے ہیں تو محسوس ہی نہیں ہوتا۔ کفار اور ظالموں کی روح سختی سے نکالتے ہیں اور انتہائی سخت تکالیف دیتے ہیں۔ اور اہل ایمان کی ارواح بڑے پیار محبت اور آرام سے نکالتے ہیں۔

فوت ہونے والا فرشتوں کو دیکھتا ہے:

نیک بندہ ہو تو فرشتے خوبصورت اور اس کی پسندیدہ شکل میں نظر آتے ہیں اور برا ہو تو بری شکلوں میں اس کے سامنے آتے ہیں۔ نیک آدمی کی روح جنت کے ریشمی خوشبودار کپڑوں میں رکھ کر آسمانوں پر لے جاتے ہیں۔ اور برے آدمی کی روح گندے اور بدبودار کپڑے میں رکھ کر سجین میں لے جاتے ہیں۔

(آیت نمبر۳) اور قسم ہے ان کی جو آسانی کے ساتھ تیرتے ہیں۔ یہاں بھی ان فرشتوں کی قسم یاد فرمائی گئی ہے جو آسمانوں سے اس طرح اترتے ہیں۔ جیسے تیرنے والا تیرتا ہے۔ اسی طرح تیرتے ہوئے آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں۔



فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾ فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾

جلد پہنچنے والا آگے بڑھ کر۔ پھر تدبیریں کرنے والے کام کی۔ جس دن تھرتھرائے تھرتھرانے والی

تَتۡبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوۡبٌ یَّوۡمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾ اَبۡصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿۹﴾

پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔ کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔ آنکھیں ان کی جھکی ہوں گی

(آیت نمبر۴) جو اپنا کام کرنے کیلئے تیزی سے اسے پورا کر کے لے جاتے ہیں۔ جس کام پر مامور ہوں۔ اسے سرانجام دینے کیلئے جلد پہنچتے ہیں اور کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم پورا کرنے میں دیر نہیں لگاتے۔

(آیت نمبر۵) پھر وہ کام کی تدبیریں کرنے والے ہیں۔ یعنی بارش برسانے اور لوگوں تک رزق پہنچانے کی تدبیریں کرتے ہیں۔ **فائدہ:** امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کی دنیوی اور آخروی تمام کاموں کی تدبیریں کرتے ہیں جو انہیں حکم ملے اس میں کمی بیشی نہیں کرتے۔ اور پورے غور وفکر سے اس کام کو مکمل کرتے ہیں۔

(آیت نمبر۶) جس دن تھرتھرا جائے گی تھرتھرانے والی یعنی قیامت کے دن پہاڑوں کی طرح ساری زمین تھرتھرا رہی ہوگی۔ یہ پہلی مرتبہ جب صور میں پھونکا جائے گا۔ اس وقت ہوگا۔ اس وقت ہر چیز کانپ رہی ہوگی۔

(آیت نمبر۷) اس کے پیچھے آئیگی پیچھے آنے والی۔ پہلی کے وقوع ہو جانے کے بعد پھر دوسری واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔ اس سے مراد دوسری دفعہ صور پھونکنا ہے۔ دونوں کے درمیان چالیس سال کا زمانہ گذرے گا۔ یہ دور انتہائی ہولناک ہوگا۔ پہلے نفخ سے ہر ذی روح مر جائے گا۔ بلکہ تمام پہاڑ زمین کے ساتھ برابر کم دیئے جائیں گے۔ دوسرے نفخ سے سب زندہ ہو جائیں گے اور اللہ کے حضور حاضر ہو جائیں گے۔

(آیت نمبر۸) بہت سارے دل (جو گناہ گار ہیں اس دن جب دونوں نفخے واقعہ ہوں گے)۔ دھڑکتے ہوں گے۔ یعنی سخت مضطرب ہوں گے کیونکہ جب وہ اپنے برے اعمال دیکھیں گے تو ان کے دلوں پر سخت اضطراب ہوگا۔ لیکن یہ کفار فجار کا حال ہوگا۔ اسی لئے سب کو پہلے فنا کر دیا جائیگا کہ اس ہولناک منظر کو کوئی برداشت نہیں کر سکے گا۔ اہل ایمان پرامن اور پرسکون (لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون) ہوں گے۔

(آیت نمبر۹) کفار کی آنکھیں ذلت اور خوف سے جھکی ہوئی ہوں گی کیونکہ وہ دنیا میں اللہ کے نافرمان اور ماسوی اللہ کے غلام تھے۔ اب انتہائی خوف میں ہوں گے ان پر اس وقت سخت مصیبتیں نازل ہوں گی۔

18

يَقُوْلُوْنَ ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ

کہتے ہیں کیا ہم لوٹیں گے الٹے پاؤں۔ کیا جب ہوں گے ہڈیاں گلی ہوئی۔ بولے یہ

اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِىَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾

تو پھر لوٹنا خسارے والا ہے۔ بے شک وہ تو جھڑکی ہے ایک ہی۔ پھر اس وقت وہ کھلے میدان میں ہونگے

(آیت نمبر۱۰) وہ کفار دنیا میں کہا کرتے تھے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے اور آیات کو جھٹلاتے تھے۔ جب انہیں کہا جاتا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونگے تو وہ انکار اور تعجب سے کہتے۔ کیا ہم پھر نئی زندگی کی طرف پلٹیں گے۔ یعنی مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں گے۔

(آیت نمبر۱۱) کیا جب ہم گلی سڑی ہڈیاں ہو جائیں گے۔ پھر کیسے زندہ ہوں گے اور دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ یعنی یہ ناممکن ہے کہ بدن ٹوٹ پھوٹ جائے ریزہ ریزہ ہو کر ختم ہو جائے اور پھر زندہ ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔
فائدہ: مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ تمام اجزاء کو اکٹھا کرنے دوبارہ ان میں روح ڈالنے پر قادر ہے۔ یہ کام بے شک مخلوق کیلئے مشکل ہے خالق کیلئے کوئی مشکل نہیں۔

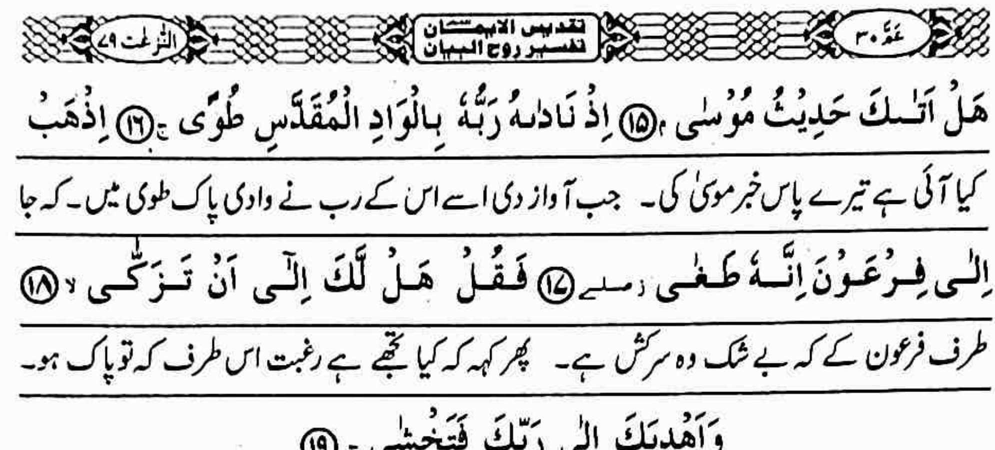
(آیت نمبر۱۲) کافر یہ کہتے تھے کہ یہ الٹے پاؤں پلٹنا۔ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا یہ تو بڑے گھاٹے والا کام ہے۔ خسارے والا سودا ہے۔ کیونکہ ہم نے دنیا میں اللہ اور اس رسول کو جھٹلایا۔ ان کا کوئی حکم نہیں مانا اور استہزاء ہی کرتے رہے اور بروز قیامت ظاہر ہے خوب پٹائی ہوگی۔ پھر تو بہت ہی خسارہ ہوگا۔

(آیت نمبر۱۳) پس بے شک نہیں ہے وہ مگر ایک ہی جھڑک یعنی تم اس کام کو مشکل جان رہے ہو (تمہارے لئے تو واقعہ میں مشکل ہے) لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے بالکل معمولی ہے۔ اس کی طرف سے تو ایک ہی آواز ہے۔ دوسری آواز کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پہلی آواز سے ہی وہ قبروں سے نکل کر باہر آ جائیں گے۔

(آیت نمبر۱۴) اسی وقت وہ کھلے میدان میں ہوں گے۔ یعنی یہ سب کچھ ہونے میں ذرہ دیر نہیں لگے گی۔ تمام مخلوق کا زندہ ہونا اور میدان محشر میں پہنچنا انتہائی تیزی سے ہوگا۔ حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ساہرہ سے مراد شام کی زمین ہے۔ دیگر بزرگوں نے فرمایا۔ بیت المقدس کا مقام ہی ساہرہ ہے جہاں حشر بپا ہوگا۔

جلد-10

18/18



هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿١٥﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٦﴾ اِذْهَبْ

کیا آئی ہے تیرے پاس خبر موسیٰ کی۔ جب آواز دی اسے اس کے رب نے وادی پاک طوی میں۔ کہ جا

اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿١٧﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿١٨﴾

طرف فرعون کے کہ بے شک وہ سرکش ہے۔ پھر کہہ کہ کیا تجھے ہے رغبت اس طرف کہ تو پاک ہو۔

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿١٩﴾

میں بتاؤں تجھے راہ تیرے رب کی طرف تا کہ تو ڈرے۔

(آیت نمبر ١٥) کیا تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر آئی ہے۔ **فائدہ**: اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تسلی دی کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور انہیں بہت تکالیف پہنچائیں لیکن انہوں نے سب برداشت کیں اور ان پر صبر کیا۔ لہٰذا اے محبوب آپ بھی صبر کریں۔

(آیت نمبر ١٦) جب انہیں ان کے رب نے آواز دی پاک وادی میں۔ جس کا نام طوی ہے۔ یہ وادی مصر اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

(آیت نمبر ١٧) اے میرے موسیٰ فرعون کے پاس جاؤ۔ اس لئے کہ وہ بہت سرکش ہوگیا ہے۔ یعنی فرعون ایک بہت بڑا سرکش جابر ظالم تھا اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان تھا۔ یہ ان لوگوں میں سے تھا۔ جن کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا۔ سب سے بڑے شریر وہ لوگ ہیں جن پر جیتے جی قیامت قائم ہو جائیگی۔

(آیت نمبر ١٨) تو اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ اس سے کہیں کیا تجھے کوئی رغبت ہے۔ اس بات کی طرف کہ تو کفر وشرک سے پاک ہو کفر وطغیان سے باز آجائے اور بشری گندگیوں کو اپنے اندر سے نکال دے۔ (یعنی ایمان لا اور اطاعت اختیار کرتا کہ تو دنیا آخرت میں کامیاب ہو)۔

جلد-10

(آیت نمبر ١٩) اور میں تجھے تیرے رب کی طرف پہنچے راستہ بتاتا ہوں۔ یعنی معرفت کی راہ دکھاتا ہوں تا کہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ **فائدہ**: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو استفہام کے لہجے میں فرمایا فرعون سے بات کریں تو نرم لہجے میں گفتگو کرنا تا کہ اس پر اچھا اثر کرے۔ اس کی سرکشی کا یہی تقاضا ہے۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾

پھر دکھائی اسے نشانی بہت بڑی۔ تو جھٹلایا اس نے اور نافرمانی کی۔ پھر پیٹھ پھیر کر اپنی کوشش میں لگا

فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿٢٤﴾

تو لوگوں کو اکٹھا کر کے آواز دی۔ پھر کہا میں تمہارا اونچا رب ہوں

(آیت نمبر۲۰) پھر اسے موسیٰ علیہ السلام نے بہت بڑی نشانی دکھائی۔ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا جو آپ کے دعویٰ نبوت کی سچائی پر دلیل ہو۔

فائدہ : آیۃ کبریٰ سے مراد یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا اس کے آگے ڈال دیا۔ جو کہ بہت بڑا اژدھا بن گیا۔ سب سے پہلے یہی معجزہ اسے دکھایا گیا۔ (اتنے بڑے اژدھا کو دیکھ کر فرعون سخت خوف زدہ ہو گیا اور درخواست کی کہ اسے پکڑیں جب آپ نے پکڑا تو پھر وہ عصا تھا۔)

(آیت نمبر۲۱) تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور آپ کے اس معجزے کو جادو کہا۔ یہ محض اپنے تکبر اور سرکشی سے کہا۔ عقل سے نہیں سوچا کہ کہاں معجزہ اور کہاں جادو اور اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی یعنی رب العالمین کے وجود کا ہی انکار کر دیا۔ یا موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی کہ ان کی بات نہیں مانی نہ اس نے بنی اسرائیل سے قید و بند و دیگر تکالیف دور کیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ کر دیں۔

(آیت نمبر۲۲) پھر اس نے روگردانی کی اور سرکشی اور عناد سے موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا مقابلہ کرنے کی کوشش میں لگ گیا تا کہ کسی باطل طریقے سے اسے طفل تسلی ہو جائے۔ یعنی جادوگروں کو بلا کر موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرا دے۔ اتنے زیادہ جادوگروں کا موسیٰ علیہ السلام کہاں مقابلہ کر سکیں گے۔

فائدہ: کشاف میں ہے کہ فرعون اژدھا کو دیکھ کر ڈرا اور تیزی سے بھاگا۔ اور سارا غصہ کافور ہو گیا۔

(آیت نمبر۲۳) پھر جادوگروں کو جمع کیا اور ان کے آلات کو اکٹھا کیا۔ پھر تمام لوگوں کو بھی جمع ہونے کا حکم دیا۔ پھر اپنی حکومت و سلطنت کے بل بوتے پر سب لوگوں میں آواز دیکر کہا۔

(آیت نمبر۲۴) اے مصر کے لوگو۔ میں ہی تمہارا اونچا خدا ہوں۔ مجھ سے اوپر اور کوئی خدا نہیں ہے۔ باقی سب جتنے بھی امراء اور ملوک ہیں وہ سب میرے ماتحت ہیں۔

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝۲۵ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى ۝۲۶

پھر بنایا اسے اللہ نے عبرت پچھلوں اور پہلوں کیلئے ۔ بے شک اس میں عبرت ہے اس کیلئے جو ڈرے

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۝۲۷

کیاتم زیادہ مضبوط ہومخلوق میں یا آسمان اسے بنایا اللہ نے ۔

(بقیہ آیت نمبر۲۴) **فائدہ**: کاشفی فرماتے ہیں کہ اس نے کہا کہ تمام لوگ میرے ہی ماتحت ہیں اور میری پوجا کرتے ہیں ۔ میں ان سے بڑا ہوں ۔ اصل بات یہ ہے کہ اژدھا دیکھ کر ہی ہوا تو اس کی نکل گئی ۔ اٹھ کر بھاگ پڑا ۔ اس سے اس کی بڑی ذلت ہوئی ۔ اب وہ اپنی عزت بنانے کیلئے ایسی باتیں کرنے لگا ۔

(آیت نمبر۲۵) پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پکڑا تا کہ اسے دنیا اور آخرت میں عبرتناک عذاب ہو کہ دنیا میں وہ پانی میں غرق کیا اور آخرت میں جہنم کی سزا ہوگی ۔ جو سب سے بری سزا ہے ۔

فرعون نے چار سو سال زندگی پائی:

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ اس فرعون کو تو نے سلطنت دی مال و دولت دیا ۔ لمبی عمر دی اس وجہ سے سرکش ہوا ۔ اور اپنی خدائی کا دعویٰ کیا ۔ اور تیری آیات کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے کچھ کام اچھے بھی کئے اس لئے میں اس کے اچھے کاموں کا بدلہ دنیا میں ہی دینا چاہتا ہوں بلکہ ہر کافر کے اچھے اعمال کا بدلہ اسے دنیا میں دیدیا جاتا ہے اور مومنوں کی نیکیوں کا بدلہ آخرت میں ملے گا ۔ ان شاء اللہ ۔

(آیت نمبر۲۶) بے شک اس فرعون کے قصے میں ضرور عبرت ہے ۔ اس کیلئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اسی کو عرفان نصیب ہوتا ہے اور جسے معرفت ملے وہ سرکش نہیں ہوتا ۔ نہ انبیاء کا مقابلہ کرتا ہے ۔

سبق: عقل وہی اعلیٰ ہے جو دوسروں سے عبرت و نصیحت حاصل کرے ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے ۔

(آیت نمبر۲۷) کیا تمہیں بنانا مشکل ہے یا آسمان کا جو اللہ تعالیٰ نے بنایا ۔

فائدہ: اہل مکہ کو خطاب ہے جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کے منکر تھے ۔ یعنی تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا تمہارے گمان پر مشکل ہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے ۔ یہ بات تو مانتے ہو کہ آسمان اللہ تعالیٰ نے بنائے ۔ بغیر کسی مادہ کے تو اے بے وقوفو جو اتنی سخت چیز بنا سکتا ہے وہ تمہیں لوٹانے پر کیوں قادر نہیں ہے ۔

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۙ ﴿۲۸﴾ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۪ ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ

بلند کی اس کی چھت پھر درست کیا۔ اور اندھیری کی رات اور نکالی روشنی دن کی۔ اور زمین کو

بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ؕ ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ۪ ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۙ ﴿۳۲﴾

بعد اس کے پھیلایا۔ نکالا اس سے اس کا پانی اور چارہ۔ اور پہاڑوں کو جمایا

(آیت نمبر ۲۸) یعنی آسمان کی چھت اتنی اونچی کی کہ کوئی پیدل زمین سے آسمان کی طرف جائے تو وہ پانچ سو سال میں پہلے آسمان پر پہنچے۔ پھر آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بالکل ٹھیک بنایا۔ یعنی اوپر سے نیچے تک صحیح اندازے سے بنایا۔ کہ کسی جگہ کوئی رخنہ کوئی اونچ نیچ نہیں چھوڑی۔

(آیت نمبر ۲۹) اس نے رات کو اندھیری والا بنایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے رات سے نور لے لیا اور اسے سخت تاریک بنادیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر بھی ہے اور تدبیر بھی اور پھر اس سے روشنی یعنی دن نکالا۔ ضحیٰ کا وقت سورج کے عروج کا وقت ہے۔ وہ وقت صحیح ذکر وفکر کا ہے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا ہے۔

فائدہ: امام زاہد فرماتے ہیں۔ دنیا کے دن اور رات آسمان میں بنتے ہیں۔ اس لئے کہ سورج اور چاند اس میں ہیں۔ جنت میں نہ دن نہ رات ہر ایک کے اپنے اعمال کے نور کا غلبہ ہوگا۔

(آیت نمبر ۳۰) اور زمین کو اس کے بعد پھیلایا۔ لوگوں کے سکون کیلئے۔ تاکہ لوگ اس میں آرام سے گھوم پھر سکیں۔ یعنی زمین آسمانوں سے پہلے بنائی اور آسمانوں کے بنانے کے بعد اس کو پھیلایا۔

نکتہ: اس سے انسان پر لازم آتا ہے کہ وہ جان لے اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت کا مالک ہے اور زمین وآسمان سے زیادہ منافع انسان کیلئے ہیں۔ جس کی تفصیل آگے ہے۔

(آیت نمبر ۳۱) اس زمین سے پانی نکالا یعنی چشمے بہائے نہریں چلائیں اور پانی سے چارہ نکالا۔ یعنی انسانی اہم ضروریات کو زمین سے پیدا کیا۔ انسان کی معاش کھانا اور پینا اور اس کی دیگر ضروریات سب زمین سے حاصل ہو جاتی ہیں۔

(آیت نمبر ۳۲) زمین میں پہاڑوں کو جمایا۔ یہ مضمون قرآن مجید میں کئی طرح سے آیا۔ یہ پہاڑوں کا تقاضا نہیں تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین میں گاڑ کر زمین کو مضبوط کیا اور ہلنے سے بچایا۔ ورنہ اس پر سکون محال ہوتا۔ ذالك فضل الله۔ یہ تمام قدرت والے کی کاریگریاں ہیں۔

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝٣٣ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝٣٤ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ

نفع ہے تمہارا اور تمہارے جانوروں کا۔ پھر جب آئے گی مصیبت بہت بڑی۔اس دن یاد کرے گا

الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝٣٥ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝٣٦ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝٣٧

آدمی جو اس نے کوشش کی۔ اور ظاہر ہو جائیگی جہنم جو دیکھنا چاہے۔ البتہ جس نے سرکشی کی۔

(آیت نمبر۳۳) ان تمام چیزوں میں یعنی زمین میں پہاڑوں میں تمہارے لئے اور تمہارے جانوروں کیلئے فوائد ہیں۔کہ زمین سے غلہ نکلنا انسانوں کے فائدے کیلئے اور چارہ جانوروں کیلئے۔

نکتہ: یہاں خطاب قیامت کے منکروں کفار مکہ کو ہے۔اس لئے انہیں دنیا سے نفع اٹھانے اور آخرت سے غفلت میں رہنے سے ان کو جانوروں سے ملا دیا۔

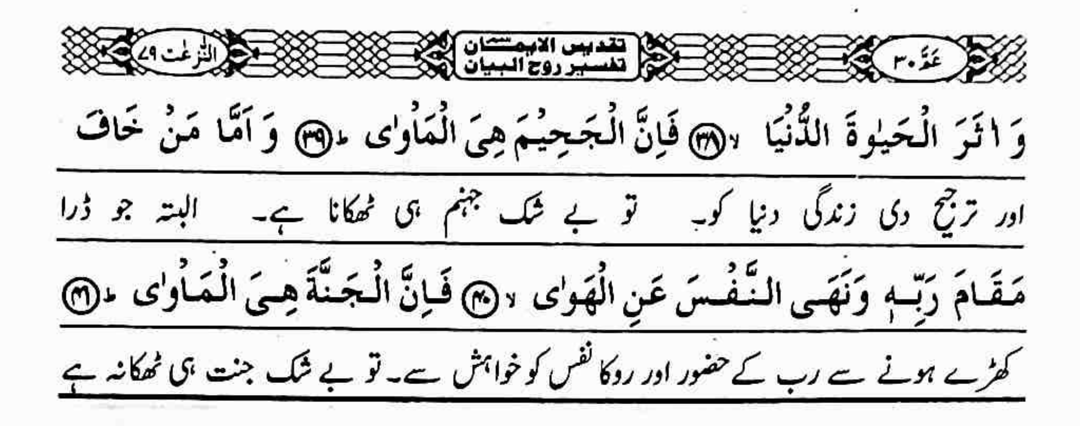
(آیت نمبر۳۴) پھر جب وہ عام اور بڑی مصیبت آئیگی۔

فائدہ: دنیا کی عیش وعشرت بہت معمولی ہے اور تکالیف ومصائب بھی آخرت کے مقابلے میں معمولی ہیں۔ لیکن آخرت کی دہشت وہیبت تمام مصائب وآلام سے بڑی مصیبت ہے۔ جسے دیکھ کر ہر ہولناک چیز بھی اپنی ہولناکی کو بھول جائے گی۔ دنیا میں مصائب کی انتہاء ہو تو آخرکار موت آتی ہے۔لیکن آخرت موت نہیں ہوگی۔

(آیت نمبر۳۵) اس دن آدمی یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی۔یعنی بہت بڑی مصیبت سر پر بڑے گی۔تو پھر دنیا میں کیا ہو۔ ہر عمل اسے یاد آ جائیگا۔اچھا کیا تھا یا برا۔اگرچہ وہ سب کچھ اس کے نامہ اعمال میں مرتب شدہ ہے اور وہ سب اس کے سامنے آ جائیگا۔ جسے وہ پہلے بھولا ہوا تھا۔نیکی بدی سب یاد آ جائے گی۔

(آیت نمبر۳۶) جہنم دیکھنے والوں کے سامنے کر دی جائے گی۔یعنی جس جہنم کا پہلے صرف نام سنا ہوا تھا۔ اب وہ پورے طور پر سامنے آ جائے گی۔کسی سے چھپی نہیں رہے گی۔اس جہنم کے سات طبقات ہوں گے۔خاص کر جب پل صراط سے گذریں گے تو تمام لوگ دیکھ لیں گے۔

(آیت نمبر۳۷) البتہ جس نے سرکشی کی اور اطاعت سے روگرداں ہوا اور نافرمانی میں حد سے بڑھا۔جیسے نضر بن حارث اور (دوسرے کفار ابوجہل وغیرہ) سرکشی اور کفر میں بہت آگے نکل گئے اور تمام عمر نافرمانیوں سے گذاری۔



(آیت نمبر ۳۸) اور دنیوی زندگی جو فانی ہے مٹنے اور ختم ہونے والی ہے۔ جس میں فائدے اٹھاتا ہے۔ اس میں منہمک ہوا۔ ایمان وطاعت اور اخروی زندگی جو ابدی ہے۔ اس کی تیاری نہیں کی۔

(آیت نمبر ۳۹) پس بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے جس کا ذکر ابھی گذرا۔ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ مومن گناہگار پھر بھی کبھی جہنم سے نکل آئیگا۔ لیکن کافر مشرک کبھی نہیں نکلیں گے۔ ابد الآباد تک جہنم میں رہیں گے۔

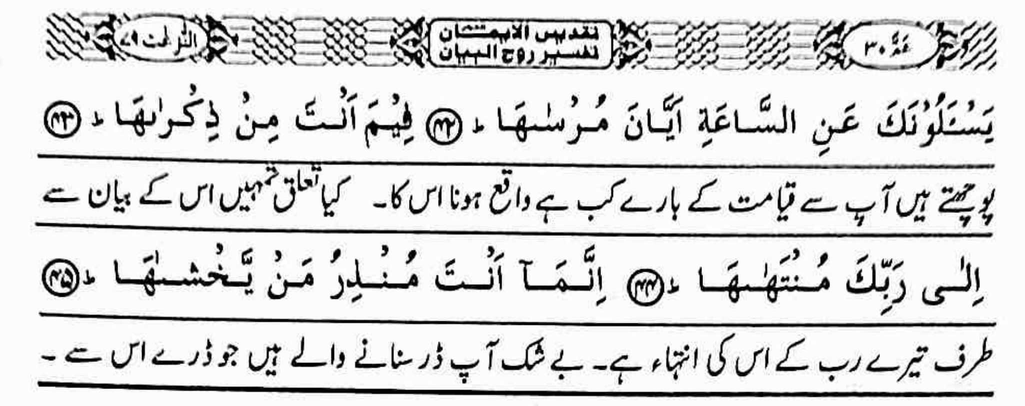
سبق: ان آیات میں خوب پند ونصیحت ہے۔ ان کیلئے جو نصیحت حاصل کریں۔

(آیت نمبر ۴۰) البتہ جو اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونے سے ڈرا۔ یعنی دنیا میں ہی اپنے مالک کے حضور کھڑے ہونے سے خوف زدہ ہوگیا۔ اپنے اعمال اور حساب سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا۔ یعنی دنیا کی زیب وزینت اور اس کے نقش ونگار سے دھوکہ نہیں کھایا۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اس کا انجام بہت برا ہے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے امت سے کفر وشرک کا ڈر نہیں۔ مجھے اگر امت پر خوف ہے تو صرف اس بات کا کہ وہ خواہشات اور لمبی امیدوں میں پڑ کر آخرت کو بھلا دیں گے۔ (بخاری ومسلم)

(آیت نمبر ۴۱) تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ جنت سے مراد دار الثواب ہے۔ سورہ رحمان میں فرمایا جو رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کیلئے دو جنتیں ہیں۔ ان دونوں آیتوں میں تضاد نہیں۔ یہ بندوں کے حال اور اعمال کے حساب سے ہے۔

فائدہ: فصول میں آتا ہے کہ یہ آیت اس آدمی کے متعلق ہے کہ جو گناہ کر سکنے کے باوجود محض خوف خدا میں اس گناہ سے باز آجائے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔ اسے اللہ تعالیٰ دو جنتیں عطا فرمائے گا۔



يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ؕ ﴿۴۳﴾

پوچھتے ہیں آپ سے قیامت کے بارے کب ہے واقع ہونا اس کا۔ کیا تعلق تمہیں اس کے بیان سے

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ؕ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ؕ ﴿۴۵﴾

طرف تیرے رب کے اس کی انتہاء ہے۔ بے شک آپ ڈر سنانے والے ہیں جو ڈرے اس سے۔

(آیت نمبر۴۲) اے محبوب آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی۔یعنی اللہ تعالیٰ اسے کب قائم فرمائے گا۔

فائدہ: مشرکین نے جب قیامت کے اوصاف اوراس کی ہولنا کی کے متعلق سنااور صاعقہ اور قارعہ کے الفاظ سنے تو انہوں نے ٹھٹھہ مخول کرتے ہوئے پوچھا کہ وہ قیامت کب ہوگی۔ دوسرے مقام پر فرمایا محبوب آپ سے وہ ایسے پوچھتے ہیں گویا آپ نے اسے چھپا رکھا ہے۔حالانکہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

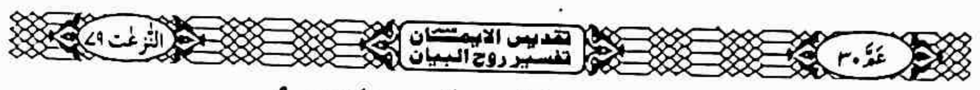
(آیت نمبر۴۳) تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق ہے۔

فائدہ: مشرکین کا پوچھنا تو محض انکار کے طور پر ہے۔(اقرار کیلئے نہیں) اے محبوب آپ تو انہیں توحید کا درس دینے کیلئے تشریف لائے اور وہ آپ سے یہ پوچھتے ہیں تو آپ بتادیں کہ اس علم کی انتہاء کسی انسان کو بھی معلوم نہیں ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہی ہے۔

(آیت نمبر۴۴) تمہارے رب کریم تک اس کی انتہاء ہے۔یعنی اس علم کی انتہاء کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سوال سے روک دیا اور فرمایا۔محبوب اس کے متعلق پوچھنے سے احتراز کریں (عمدۃ القاری)۔ لہٰذا اس علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔وہ کسی کو اس کی خبر نہیں دیتا۔یہ خاصہ خداوندی ہے۔

(آیت نمبر۴۵) سوائے اس کے نہیں آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اسے جو ڈرتا ہے۔لہٰذا آپ کا کام تعمیل حکم خداوندی ہے۔بس اتنا لوگوں کو بتادو کہ قیامت قریب ہے اوراس میں طرح طرح کی ہولناکیاں ہیں اور جو کام آپ کے ذمہ نہیں۔اس کے متعلق آپ سے پوچھتے ہی کیوں ہیں؟



كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾ ع

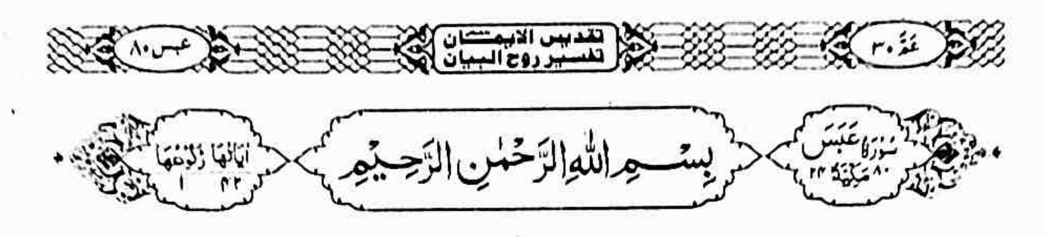
گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے نہیں رہے (دنیا میں) مگر ایک شام یا دوپہر کے وقت۔

(آیت نمبر ۴۶) گویا کہ یہ کفار جب اس قیامت کو دیکھ لیں گے۔ جس کے بارے میں ابھی پوچھتے ہیں۔ تو پھر کہیں گے کہ دنیا میں نہیں ٹھہرے ہم مگر ایک شام۔ یا اس کا ایک دن چڑھنے کا وقت۔ یعنی دنیا میں ہم بہت کم وقت رہے۔ **فائدہ**: دنیا کی سو سالہ زندگی بھی قیامت کے دن بالکل ایک معمولی سا وقت نظر آئے گا۔

حدیث شریف میں ہے جو سورہ نازعات کثرت سے پڑھے گا وہ قبر اور قیامت کے ٹھہرنے کو اتنا ہی جانے گا۔ جیسے اس نے ایک فرض نماز ادا کی۔ اس کے بعد وہ جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔ الحمد للہ (تفسیر درمنثور و مجمع البیان)

اختتام: سورۂ نازعات مورخہ ۱۲ جولائی ۲۰۱۷ء

بمطابق ۱۶ شوال ۱۴۳۸ھ بروز بدھ دن دس بجے



عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۙ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ؕ② وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰٓی ۙ③

تیور چڑھائے اور منہ موڑا۔ آیا اس کے پاس اندھا۔ کیا معلوم تمہیں شاید وہ پاک ہو۔

(آیت نمبر۱) تیور چڑھائے اور منہ پھیر لیا۔ **شان نزول:** حضور ﷺ کفار کے بڑے بڑے لیڈروں ابو جہل وغیرہ کو دعوت اسلام دے رہے تھے کہ اتنے میں ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم باہر سے آئے اور انہوں نے اونچے اونچے آواز سے کہنا شروع کر دیا۔ یارسول اللہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو تعلیم دی۔ وہ مجھے بھی تعلیم دیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ کسی کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ قطع کلام کرنا اچھا نہیں۔ تو ان کی دخل اندازی حضور پر گراں ہوئی۔ اس کے آثار آپ کے مقدس چہرہ مبارک پر ظاہر ہوئے۔ تو اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ بیان فرمایا۔

(آیت نمبر۲) منہ اس لئے پھیرا کہ آپ کے پاس ایک نابینا آیا۔ جو سچے دل سے اللہ ورسول کو مانتا ہے۔ **فائدہ:** اس سے مراد ابن ام مکتوم ہے۔ (رضی اللہ عنہ) آپ اولین مہاجرین سے ہیں آپ جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے، آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد ہیں۔ **فائدہ:** نابینا کہنے میں عبداللہ بن ام مکتوم کی معذوری ظاہر کر دی۔ یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرح مؤذن بھی تھے۔ دو تین بار نبی پاک ﷺ نے انہیں نماز کا خلیفہ بھی مقرر فرمایا جب حضور ﷺ کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے تو نماز پڑھانے کی ڈیوٹی ان کی لگا دیتے۔ یہ عتاب محبوبانہ ہے ان آیات کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ ابن مکتوم کا اکرام فرماتے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے گستاخ رسول امام کی گردن اڑا دی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ ایک امام روزانہ یہی سورۃ پڑھتا ہے تو آپ نے اسے کفر کے ساتھ استدلال کر کے اس کی گردن ماری اور لوگوں پر اس کی اوقات واضح کر دی۔ **فائدہ:** معلوم ہوا۔ کہ اس نے جان بوجھ کر حضور کی گستاخی کیلئے یہ سورۃ پڑھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ نبی کی گستاخی کفر ہے۔

(آیت نمبر۳) اور تمہیں کیا معلوم کہ شاید وہ نابینا پاک ہونا چاہتا ہے۔ جو پورے خلوص کے ساتھ ایمان لایا۔

خطاب میں نزاکت: امام سہیلی فرماتے ہیں کہ اس کلام میں کس قدر نزاکت ہے۔ یہ نہیں فرمایا۔ "عبست وتولیت"۔ کہ تو نے تیور چڑھائے اور تو نے منہ پھیرا۔ یعنی بات بھی جو کرنی تھی وہ کر دی اور مخاطب بھی نہیں کیا۔

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝٤ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝٥ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝٦

یا نصیحت لے پھر فائدہ دے اسے نصیحت۔ وہ جو بے پرواہی کرے۔ تو تم اس کے پیچھے پڑتے ہو۔

وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝٧ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝٨

اور نہیں آپ پر کہ وہ پاک نہیں ہوتا۔ اور جو آیا آپ کے پاس دوڑتا۔

(بقیہ آیت نمبر۳) بلکہ غائب کے صیغے لا کر محبوب سے بات بھی کرلی اور پتہ بھی نہیں چلنے دیا۔ اور اس عتاب میں محبت کا رنگ بھی ہے۔ چونکہ حضور ﷺ اس سے بہت اعلیٰ کام میں لگے ہوئے تھے کہ کافروں کو دعوت توحید دے رہے تھے۔ یعنی اس میں ان کا اپنا ذاتی کوئی مقصد نہ تھا۔ صرف کفار کو پیغام الٰہی دے رہے تھے۔

(آیت نمبر۴) یا وہ نصیحت حاصل کرے۔ تو نصیحت اس کو فائدہ پہنچائے۔ **فائدہ**: کشاف میں یہ معنیٰ کیا کہ تم نہیں جانتے کہ جن سے تزکیہ کی امید ہے ان سے زیادہ تزکیہ پانے والا وہ ہو جو ابھی آیا ہے۔

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں سے تزکیہ کی امید نہ کی جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ معلم کی تعلیم سے تزکیہ مطلوب ہوتا ہے اور متعلم بھی حصول تعلیم میں اپنے قلب کی تطہیر مدنظر رکھے۔

(آیت نمبر۵) البتہ جو آپ سے بے پرواہی برت رہا ہے۔ یعنی ایمان لانے سے بے پرواہ ہے اور تمہارے علوم و معارف سے بھی بے پرواہ ہے۔ اور وہ آپ کا ٹائم ہی ضائع کر رہا ہے۔

(آیت نمبر۶) تو اس کے پیچھے پڑتے ہو۔ جو نہ ایمان لاتا ہے نہ اطاعت کرنا چاہتا ہے اور تم ان کی اصلاح کا پورا اہتمام کرتے ہو۔ جو نہ وہ ایمان لانا چاہتا ہے، نہ پاک ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور جو پاک ہونا چاہتا ہے۔ اس سے لاپرواہی برتنا چاہتے ہو۔ لہٰذا کفار کی کوئی فکر نہ کریں۔ اہل ایمان کی فکر کریں۔

(آیت نمبر۷) آپ پر لازم نہیں ہے کہ وہ پاک ہو۔ یعنی جو اسلام سے بے پرواہی کرتا ہے۔ اس کو پاک اور صاف کرنے کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ آپ کی ذمہ داری اسلام کی دعوت دینا ہے پھر جو نہیں مانے گا ذلیل ہوگا۔

(آیت نمبر۸) البتہ جو آپ کے پاس تیزی سے آیا اور حق کا طالب ہے اور آپ کے پاس نیک خصائل کے جو خزائن ہیں۔ ان کو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آپ اسی پر بھرپور توجہ دیں۔ کفار کو قریب کرنے کے بجائے۔ اہل ایمان کو نزدیک بیٹھنے کا موقع دیں۔

وَهُوَ يَخْشٰى ۙ﴿۹﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ﴿۱۰﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ

اور وہ ڈرتا ہے۔ تو آپ اس سے اور طرف مشغول ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں یہ تو یاد دلاتا ہے۔ پس جو چاہے

ذَكَرَهٗ ۘ﴿۱۲﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۙ﴿۱۵﴾

اسے یاد کرے۔ ان صحیفوں میں جو عزت والے ہیں۔ بلند ہیں پاکی والے ہیں۔ ہاتھوں میں لکھے ہوئے

(آیت نمبر۹) اور وہ ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے۔ یا کفار کی اذیتوں سے کیونکہ وہ مسلمان ہونے والوں کو طرح طرح اذیتیں پہنچاتے۔ یا اس سے مراد ہے کہ وہ آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے۔

(آیت نمبر۱۰) تو آپ اسے چھوڑ کر دوسری طرف مشغول ہوتے ہیں یعنی یہ بات آپ کی شایان شان نہیں ہے کہ آپ غفلت والوں کے ساتھ مشغول ہوں۔ اور پاک ہونے والے کو دور کرتے ہیں۔

(آیت نمبر۱۱) ایسا آئندہ ہرگز نہ کریں۔ بے شک یہ قرآن پند و نصیحت کی چیز ہے اور نصیحت پر عمل کرنا واجب ہے عمل کرانا آپ کی ڈیوٹی نہیں۔ اگر کوئی اسے مانے گا تو اس کا اپنا فائدہ ہے۔ ورنہ اس کا اپنا نقصان ہے۔

(آیت نمبر۱۲) اب جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ کرے یا جو اس قرآن کو یاد کرنا چاہتا ہے کرلے۔ مگر اس سے روگردانی نہ کرے۔ ورنہ مستحق سزا ہوگا۔ یہ پیغام آپ نے انہیں پہنچا دیا۔

(آیت نمبر۱۳) یہ صحیفوں میں سے ہے جو بہت عزت والے ہیں جو لوح محفوظ سے لکھ کر لائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان صحیفوں کی بہت قدر ہے۔

(آیت نمبر۱۴) بلند کئے ہوئے ہیں کیونکہ مشہور ہے کہ وہ ساتوں آسمانوں سے اوپر ہیں۔ شیطان کے ہاتھوں سے محفوظ اور وہ بالکل منزہ اور پاک ہیں۔ یعنی انہیں بغیر وضو کئے اور پاک ہوئے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

(آیت نمبر۱۵) ایسے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جو سفرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یعنی وہ لوح محفوظ سے دیکھ کر اپنے مقدس ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔

معراج کی رات: حضور ﷺ نے فرمایا۔ معراج کی رات جب میں عرش کے قریب پہنچا۔ تو فرشتے جو لکھ رہے تھے۔ میں نے ان کی قلموں کے چلنے کی آوازوں کو اپنے کانوں سے سنا۔

كِرَامٍ ۢ بَرَرَةٍ ؕ ⑯ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ؕ ⑰ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ؕ ⑱

کرم والے نیک ہیں۔ مارا جائے آدمی کتنا ناشکرا ہے۔ کس چیز سے بنایا اسے۔

مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ ⑲ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ ⑳ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ ㉑

نطفہ سے پھر کئی اندازوں پر کیا۔ پھر راہ آسان کی اس کی۔ پھر موت دی اسے پھر قبر میں رکھوایا۔

(آیت نمبر ۱۶) قرب وشرافت کے لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مکرم یا وہ مومنوں پر بڑے مہربان ہیں کہ ان کیلئے ہر وقت بخشش کی دعا کرتے ہیں اور بندوں کے نزدیک بھی وہ بہت بڑی عزت والے ہیں۔

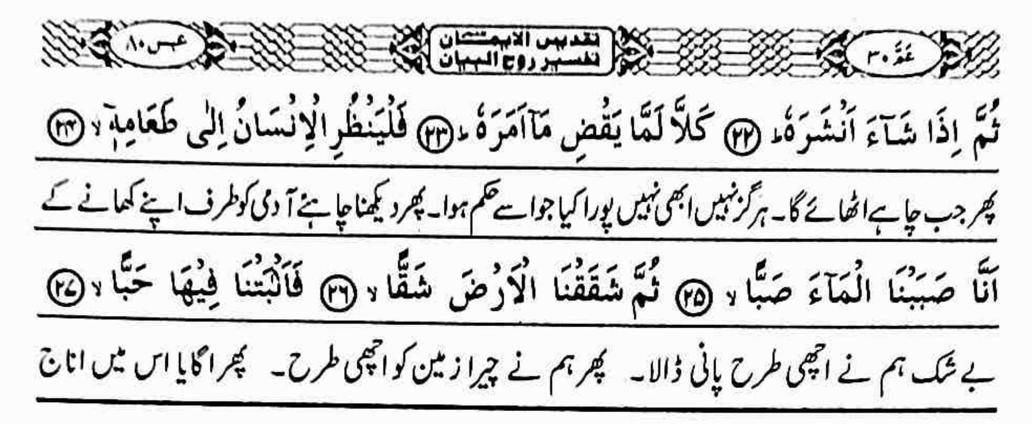
(آیت نمبر ۱۷) انسان مارا جائے۔ یہ بدنصیب انسان کیلئے بددعا ہے۔ اس سے مراد لعنت لی گئی ہے۔ یعنی لعنت ہو اس پر وہ کتنا بڑا ناشکرا ہے اور کتنا بڑا کافر ہے۔ اس میں گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعجب دلایا گیا ہے کہ اے لوگو تم تعجب کرو۔ اس انسان پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے کفر کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو جانتا بھی ہے۔ پھر بھی ناشکری کر رہا ہے۔

(آیت نمبر ۱۸) وہ ذرا سوچے تو سہی۔ کس چیز سے اسے پیدا کیا۔ یعنی وہ انتہائی حقیر اور ذلیل چیز سے پیدا ہوا۔ وہ اس میں غور وفکر نہیں کرتا اور اتنا بھی نہیں سوچتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس چیز سے بنایا ہے۔

(آیت نمبر ۱۹) اگر نہیں جانتا تو ہم بتاتے ہیں کہ وہ نطفہ یعنی منی سے پیدا ہوا۔ جو پلید ہے۔ تو جس کی اصل اتنی پلید ہو۔ کیا اس کے لائق ہے کہ وہ اسی ذات کے سامنے تکبر تجبر اور کفران نعمت کرے۔ جو بلند وبالا ہے۔ حالانکہ اسے اللہ ہی نے پیدا بھی کیا اور اس کی شکل اعضاء۔ اس کی کیف وکیفیت ایک اندازے سے بنائے۔

(آیت نمبر ۲۰) پھر اس کا راستہ آسان کیا۔ یعنی خیر وشر ہدایت وگمراہی سب اس کے سامنے واضح کر دیئے تاکہ آسانی سے وہ اپنی منزل کو پا سکے۔ یعنی منزل مقصود تک پہنچنے میں اسے آسانی ہو۔

(آیت نمبر ۲۱) پھر اسی ذات نے اسے موت دی۔ یعنی اس کی جو اجل مقرر تھی۔ ٹھیک اسی وقت اس کی روح قبض کی اور پھر اسے قبر میں مدفون کیا۔ اس کی تعظیم وتکریم کیلئے اسے زمین میں چھپا دیا تاکہ وہ درندوں چرندوں کے خرد برد اور خراب کرنے سے بچ جائے۔ قبر میں گاڑنے کا مطلب ہے کہ اس کے حکم پر مردے کو زمین میں قبر بنا کر رکھا گیا۔ یا دفن کر دیا۔



ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾

پھر جب چاہے اٹھائے گا۔ ہرگز نہیں ابھی نہیں پورا کیا جو اسے حکم ہوا۔ پھر دیکھنا چاہئے آدمی کو طرف اپنے کھانے کے

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾

بے شک ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔ پھر ہم نے چیرا زمین کو اچھی طرح۔ پھر اگایا اس میں اناج

(آیت نمبر۲۲) پھر جب وہ چاہے گا۔ تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردیگا لیکن یہ کام اس کی اپنی مشیت سے متعلق ہے۔ کسی کو نہ موت کی سن معلوم ہے نہ دوبارہ زندہ ہونے کی تاریخ معلوم ہے۔ اتنا معلوم ہے کہ دونوں کا وقت محدود ہے۔ ہر ایک اپنے وقت پر مرے گا پھر اپنے عمل کے مطابق اٹھے گا۔

(آیت نمبر۲۳) ہرگز نہیں۔ سجاوندی فرماتے ہیں۔ کلا بمعنی حقا کے ہے۔ اسی لئے انہوں نے یہاں وقف نہیں کیا۔ ابھی تک پورا نہ کیا اس نے جو اس کو حکم ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو ایمان وطاعت بجالانے کا حکم دیا تھا۔ اسے انسان نے پورا نہیں کیا۔ بلکہ کفر کیا۔ بعض نے نافرمانی کی انبیاء واولیاء کے ساتھ بھی ناروا سلوک کیا۔

(آیت نمبر۲۴) تو انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے کھانے کو ہی دیکھ لے وہ ایک چیز نہیں وہ ایک نعمت کئی نعمتوں سے مل کر بنی۔ اس کی ایک معاش میں کتنے امور گردش کرتے ہیں۔ اس کھانے کی کتنی تدبیریں کرتے ہیں۔ انسان اس طعام کے بننے اور فناء ہونے پر ہی غور کرے۔ اسے اپنے فنا وبقا کا خود ہی اسے علم ہو جائیگا۔

(آیت نمبر۲۵) ہم نے اس کی ضرورت کے مطابق موصلا دھار بارش اتاری جو اس کے طعام کا سبب بنی۔ ورنہ طعام کبھی نہ بنتا۔ بارش سے ہی زمین میں نرمی آتی ہے۔ فصل پکتے ہیں اور اناج تیار ہوتا ہے۔

(آیت نمبر۲۶) پھر ہم نے زمین کو چیرا عجب طریقے سے کہ پانی جب اس میں ضرورت کے مطابق داخل ہوا۔ وہاں سے پودا نکلا اور اناج بنا۔ جو لوگوں کے کھانے کے کام آیا۔

(آیت نمبر۲۷) پھر اگائے ہم نے اس میں دانے کیونکہ زمین نے نرم ہونے کے بعد پودا نکالا وہ بڑھتا اور پھیلتا گیا اس کی مکمل نشو نما کے بعد اس سے اناج برآمد ہوا۔ جو انسان کی خوراک بنا۔ جس سے انسان کو زندگی اور طاقت ملی۔ انسان کو تو چاہئے کہ وہ ہر ہر سانس کے ساتھ اپنے رب کا ذکر اور شکر کرے۔



وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَّزَيْتُونًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَّفَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿٣١﴾

اور انگور اور چارہ۔ اور زیتون اور کھجور۔ اور باغات گھنے ۔ اور پھل اور گھاس

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾

فائدہ ہے تمہارے اور تمہارے جانوروں کیلئے۔ پھر جب آ گئی چنگھاڑنے والی۔

(آیت نمبر ٢٨) انگور اور چارہ نکالا۔ اگر چہ جانور انگور نہیں کھاتے لیکن اس کے درخت سے پتے ضرور کھاتے ہیں۔ چرتا نہیں۔ لہذا اس سے مراد انگور کا درخت ہے اور جانوروں کیلئے تر و تازہ گھاس جسے جانور کھاتے ہیں۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ یہ سب اسی ذات کی کاری گری ہے۔

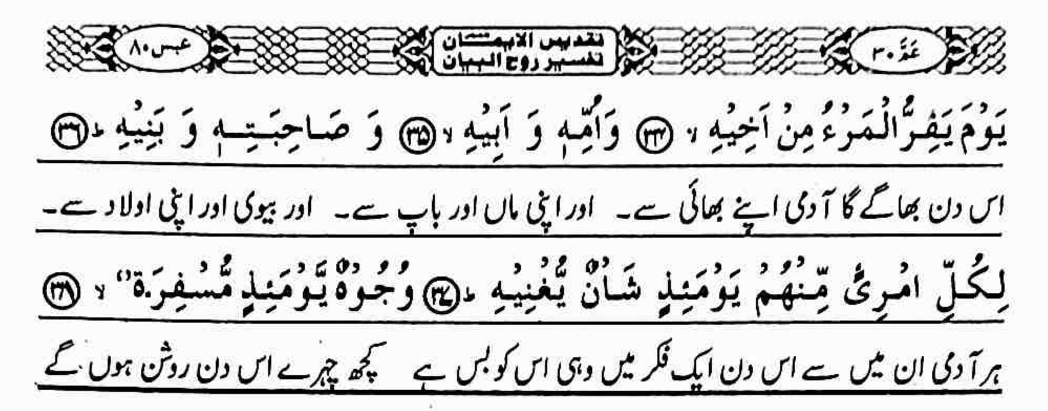
(آیت نمبر ٢٩) اور زیتون کا تیل۔ جس کے بے شمار فوائد ہیں۔ خصوصاً عرب والوں کیلئے اور کھجور کا درخت، خشک و تر ہر طرح سے کام دیتا ہے۔ یہ نافع تر غذا ہے۔ خصوصاً عجوہ کھجور کھانے والے پر نہ زہر اثر کرے نہ جادو۔ (بخاری شریف)۔ **فائدہ:** کھجور اور انگور کا الگ اس لئے ذکر کیا کہ یہ دونوں غذا میں بھی ہیں اور پھل بھی۔

(آیت نمبر ٣٠) اور باغات ہیں گھنے کھجوروں اور دوسرے پھلوں کے بے شمار درخت ہیں۔ خدیقہ وہ باغ جو چار دیواری میں ہو۔ اسے باغیچہ بھی کہتے ہیں اور اس میں گھاس بھی بہت زیادہ ہو۔

(آیت نمبر ٣١) اور بہت سارے میوہ جات کھجور اور انگور اناج میں داخل ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہاں تک کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ وہ پھل نہیں کھائے گا تو کھجور و انگور کے کھانے سے قسم نہیں ٹوٹی کیونکہ یہ من وجہ غذا ہے۔ "ابا" کا معنی چراگاہ ہے۔ اور خشک میوہ کو بھی کہتے ہیں۔

(آیت نمبر ٣٢) ان میں تمہارا بھی نفع ہے اور تمہارے جانوروں کا بھی۔ یعنی مذکورہ نعمتیں تمہارے لئے اور تمہارے حیوانوں کیلئے بنائی گئیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ہے کہ اسی زمین سے ایک چیز کو بنا کر دو مختلف مخلوقوں کیلئے الگ الگ غذائیں بنا دیں۔

(آیت نمبر ٣٣) پھر جب آئیگی چیخ و چنگاڑ والی۔ اب دنیا کے خلق و معاش سے آخرت اور معاد کی بات شروع کر رہے ہیں۔ پہلے فانی نعمتوں کا ذکر کیا۔ اب باقی رہنے والی زندگی جہاں کبھی فنا نہیں۔ اس کا ذکر شروع ہے۔ صاخہ وہ ہولناک آواز جس کو سن کر لوگ بھی چیخنے لگیں گے۔



يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ﴿٣٦﴾

اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں اور باپ سے۔ اور بیوی اور اپنی اولاد سے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾

ہر آدمی ان میں سے اس دن ایک فکر میں وہی اس کو بس ہے کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے

(آیت نمبر۳۴) اس دن بھائی بھائی سے بھاگے گا۔ حالانکہ دنیا میں انہیں آپس میں بڑا انس اور پیار تھا۔ ایک دوسرے پر دونوں بڑے مہربان تھے۔ لیکن قیامت کے دن وہ انس اور رشتہ نہیں رہے گا۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر بھاگیں گے۔ (تمام نسب ختم ہو جائیں گے اور تمام دوستیاں دشمنی میں بدل جائیں گی سوائے پرہیز گاروں کے)۔

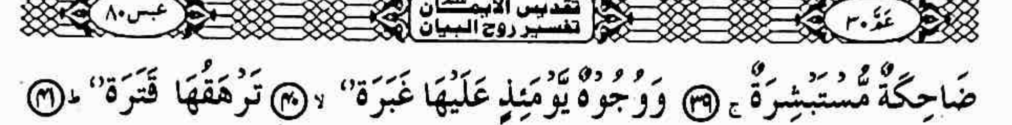
(آیت نمبر۳۵) صرف بھائی سے نہیں بلکہ وہ اپنی سگی ماں سے بھاگے گا۔ جس کے اس پر کئی حقوق ہیں۔ باپ سے بھاگے گا۔ جس نے اس پر شفقتیں کیں۔ کیونکہ بروز قیامت سب حسب ونسب ختم ہو جائیں گے۔

(آیت نمبر۳۶) اور اپنی بیوی سے جس کے ساتھ محبت و پیار سے زندگی گذاری اور بیٹوں سے بھاگے گا۔ جن کا ہر وقت خیال رکھتا تھا۔ اب سب سے منہ پھیرا کر نکل جائے گا۔ نہ ان کے قریب آئیگا۔ نہ ان کا حال پوچھے گا۔ اس لئے کہ ہر ایک کو اپنی ہی جان کی پڑی ہوگی۔ ماں باپ سے زیادہ قریب کا رشتہ تو کوئی نہیں۔ لیکن یہ سخت مضبوط اور محبت کے رشتے بھی ٹوٹ جائیں گے۔ یہی بات عورتوں کیلئے بھی ہے کہ وہ بھی ایک دوسری سے بھاگے گی۔

(آیت نمبر۳۷) ہر ایک کو اس دن اپنی ہی فکر ہوگی۔ وہی اس کو کافی ہے۔ شان بڑے بڑے امور اور احوال کو کہا جاتا ہے۔ **فائدہ:** ہر ایک اپنے ہی شغل میں ہوگا۔ **فائدہ:** ابن الشیخ نے فرمایا کہ غم والم نے ان کے سینوں کو بھر دیا ہوگا۔ کسی دوسری چیز کی اب اس میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہوگی کہ کسی کو جگہ دے۔

(آیت نمبر۳۸) کتنے ہی چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ یعنی نیک بخت لوگوں کے چہرے اعمال صالحہ کے نور سے چمکتے ہوں گے۔ **فائدہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یہ شان شب بیدار لوگوں کی ہوگی۔

حدیث شریف: جو رات کے وقت اکثر نماز پڑھے یعنی نماز تہجد پڑھنے والے کا دن کے وقت چہرہ روشن ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ)۔ اور قیامت کے دن تو وضو والے اعضاء بھی چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ (ریاض الصالحین) دعا: اللہ تعالیٰ بروز قیامت ہمارے چہروں کو روشن فرمائے۔ آمین



ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ج ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ لا ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ط ﴿۴۱﴾ 19

ہنستے خوش باش۔ اور کچھ چہرے اس دن ان پر غبار ہوگا۔ چڑھی ہوگی ان پر سیاہی ۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ع ﴿۴۲﴾

وہی ہیں کافر بدکار

(آیت نمبر ۳۹) وہ ہنسنے والے خوشیاں منانے والے ہیں ۔ جو ہمیشہ نعمتوں اور رونق میں ہوں گے۔

فائدہ : کاشفی فرماتے ہیں کہ انہیں جہنم سے نجات اور جنت کے ملنے پر از حد خوشی ہوگی ۔ بعض نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے از حد خوش ہونگے اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا عطا کر کے خوش کریگا۔

(آیت نمبر ۴۰) کچھ چہروں پر اس دن گرد و غبار ہوگا۔ چھائیاں پڑی ہونگی۔

۔ **حدیث** میں ہے کہ کافروں کے چہرے پسینے کی لگام پڑنے کے بعد غبار آلود ہو جائینگے۔ (البدور السافرہ وابن کثیر)۔ جہنم میں جانے سے پہلے ہی بلکہ قبروں سے نکلتے ہی چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔

(آیت نمبر ۴۱) اور ان پر سیاہی چھا جائیگی۔ یعنی چہرے سیاہ دھوئیں کی طرح قبیح ہو جائیں گے۔ جیسے زنگی کا چہرہ سیاہ ہوتا ہے۔ حضرت سہل نے فرمایا۔ اس کی وجہ ان سے اللہ تعالیٰ کا اعراض اور غضب ہے۔ اسی لئے ان کے چہروں پر ہر آن اور ہر لحظہ ظلمت میں اضافہ ہوتا جائیگا۔ ع: لعنت برس رہی ہے۔ رخ نامراد پر

(آیت نمبر ۴۲) یہی لوگ کافر اور بدکار ہوئے۔ یعنی سیاہ چہروں والے وہی ہیں جو دنیا میں کافر اور بدکار تھے۔ دنیا کی دولت کے نشے میں وہ حرام کاریوں میں پڑے رہے۔ جس کی وجہ سے ان پر غضب الٰہی ہوا۔

اختتام سورۂ عبس ۱۵ جولائی بروز ہفتہ ۲۰۱۷ء

١٥ ١٥

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۙ ① وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۙ ② وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۙ ③

جب سورج لپیٹا جائے گا۔ اور جب ستارے جھڑ جائیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۙ ④ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۙ ⑤

اور جب گابھن اونٹنیاں چھوٹی پھریں گی۔ اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں گے۔

(آیت نمبر۱) جب سورج لپیٹ دیا جائیگا۔ جیسے کپڑے کو لپیٹا جاتا ہے۔ یعنی اپنی جگہ سے ہٹادیا جائیگا اس کی روشنی اور گرمی ختم ہوجائیگی۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ سورج اور چاند دونوں نور ہیں۔ قیامت کے دن انہیں اتار کر جہنم میں پھینک دیا جائیگا (اخرجہ الطحاوی فی مشکل الآثار)۔ تاکہ اس سے جہنم کی آگ اور زیادہ ہو اور ان کے پوجنے والوں کی رسوائی ہو۔

(آیت نمبر۲) اور جب ستارے جھڑ جائیں گے۔ **فائدہ:** بروز قیامت آسمانوں سے ستارے بارش کی طرح گر جائیں گے۔ ایک ستارہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ **فائدہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ستارے نور کی زنجیروں سے لٹکے ہوئے ہیں۔ قیامت کے دن انجیریں ٹوٹ جائیں گی۔ اور ستارے زمین پر گر جائینگے۔

(آیت نمبر۳) اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ یعنی روئے زمین کے تمام پہاڑ پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور چل پڑینگے اور آپس میں ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔

(آیت نمبر۴) اور جب گابھن اونٹنیاں چھوٹی پھریں گی۔ یعنی ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرے گا۔ حالانکہ وہ دنیا میں مالکوں کو بڑی مرغوب تھیں۔ یہ تمثیل ہے۔ ورنہ وہاں اونٹنیاں کہاں۔ وہاں ہر ایک کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوں گے۔ اس میں قیامت کے ہولناک منظر کو یوں بیان کیا گیا۔

جلد-10

(آیت نمبر۵) اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں گے۔ یعنی جنگلی جانور انسانوں سے بھاگنے والے جو ایک دوسرے کو مارتے تھے اظہار عدل کیلئے اکٹھے کرکے لائے جائیں گے تاکہ ان سے قصاص لیا جائے۔ فیصلے کے بعد انہیں مٹی بنادیا جائیگا۔ سوا ان جانوروں کے جن کا تعلق کسی نبی یا ولی سے تھا۔ انہیں انسانی لباس دے کر جنت میں بھیجا جائیگا۔ تفصیل سورۂ کہف میں دیکھیں فیوض الرحمٰن۔

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴿۷﴾ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ

اور جب سمندر سلگا دیئے جائیں۔ اور جب جانوں کے جوڑے بنائے جائیں گے۔ اور جب زندہ درگور

سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾

پوچھی جائے گی۔ کہ کس گناہ پر ماری گئی۔ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں۔

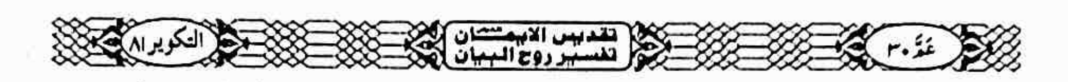
(آیت نمبر ۶) اور جب سمندر سلگائے جائیں گے۔ **فائدہ:** دراصل جہنم ساتوں زمینوں سے نیچے ہے۔ ابھی حکم الٰہی کے ساتھ اوپر سے بند ہے۔ اس کی حرارت اوپر کو نہیں آتی۔ تا کہ زمین والے آرام سے رہ سکیں۔ بالآخر قریب قیامت جب زمین پھٹ جائے گی تو جہنم سے گرمی دریاؤں تک آئے گی تو تمام پانی خشک ہو جائیگا۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زمین پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں رہے گا۔

(آیت نمبر ۷) اور جب جانوں کے جوڑے بنا دیئے جائیں گے۔ یعنی ہر نفس کو اپنے ہم طبقہ سے ملا دیا جائیگا۔ تو خیر و شر کے لحاظ سے جو نیک ہیں وہ نیکوں کے ساتھ اور برے بروں کے ساتھ ملائے جائیں گے۔ یا مراد ہے کہ اہل ایمان حوروں سے جنت میں اور کفار شیطانوں کے ساتھ جہنم میں ملا دیئے جائیں گے۔

(آیت نمبر ۸) اور جب زندہ درگور کی جانے والی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔ جیسے عربوں کی دور جاہلیت میں عادت تھی کہ وہ عار سے بچنے کیلئے بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ کیوں کہ لوگ لڑکی کو نحس سمجھتے یا بھوک کی وجہ سے اور کئی بدعقیدہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ کو لڑکیاں زیادہ پسند ہیں۔ اسی کو دے دو (معاذ اللہ) پھر اسے قتل کر کے دفن کر دیتے۔ تو اس لڑکی سے بروز قیامت عدل وانصاف کے تقاضے کو پورا کرنے کیلئے پوچھا جائے گا۔

(آیت نمبر ۹) کس غلطی اور خطا کی وجہ سے تو ماری گئی۔ باپ نے یا جس نے تجھے قتل کیا یا زندہ دفن کیا تو نے اس کا کیا بگاڑا تھا۔ یہ سوال لڑکی کو تسلی دینے قاتل پر غضب کرنے اور اس کی ذلت اور رسوائی کیلئے کیا جائیگا۔ تا کہ قاتل سمجھ لے کہ اب جو سزا ملے گی۔ میں اس کا بالکل حقدار ہوں۔

(آیت نمبر ۱۰) اور جب اعمالنامے کھول دیئے جائیں گے۔ جن میں انسانوں کے وہ اچھے یا برے اعمال لکھے ہوں گے۔ جو جو انہوں نے دنیا میں کیے ہوں گے۔ تا کہ ان اعمال کے مطابق انہیں بدلہ دیا جائے گا۔ وہ اعمال ایک محفوظ دفتر میں محفوظ ہوں گے۔ ان میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہوگی۔



وَاِذَاالسَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾

اور جب آسمان کھینچ لیا جائے۔ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔ اور جب جنت قریب کر دی جائے گی

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾

جان لے گا ہر نفس جو حاضر لایا۔ تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔

(آیت نمبر ۱۱) جب آسمان کو اپنی جگہ سے کھینچ لیا جائیگا۔ اس کے پیچھے عرش اور جنت وغیرہ سب ظاہر ہو جائیں گے۔ سب پردے ہٹ جائیں گے۔ اور آسمانوں سے تمام فرشتے زمین پر اتر آئیں گے۔

(آیت نمبر ۱۲) اور جب جہنم بھڑکا دی جائیگی جو کفار کو جلا کر راکھ بنا دے گی۔ معلوم ہوا کہ جہنم بن چکی ہے۔ قیامت کے دن اس کی آگ اور زیادہ کر دی جائیگی اور کفار و مشرکین اور ظالموں کو سزا کیلئے اس میں گرا دیا جائیگا۔

(آیت نمبر ۱۳) اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔ دوسری جگہ فرمایا۔ جنت متقیوں کے قریب کی جائیگی۔

فائدہ: حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ متقین کو جنت کے قریب کیا جائیگا۔ متقین کے قریب ہونے کو تعکیس کر کے مبالغہ کے طور پر یوں فرما دیا کہ جنت متقیوں کے قریب کی جائے گی۔ تاکہ جلد اس میں داخل ہو جائیں۔

(آیت نمبر ۱۴) ہر نفس جان لے گا کہ اس نے کیا حاضر کیا۔ دوسری جگہ فرمایا۔ ہر نفس پا لے گا۔ جو اس نے عمل کیا۔ نیک کیا تو وہ بھی سامنے ہوگا۔ برائی کیا تو بھی سامنے ہوگا۔

سبق: لہٰذا ہر نفس پر لازم ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ نیک اعمال بڑھانے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ **فائدہ**: یہ تنبیہ ہے کہ اپنے کئے پر ابھی نظر ثانی کر لو۔ تاکہ قیامت کے دن پشیمانی نہ ہو۔ آخرت میں ہر نیک آدمی اپنے نیک عمل کے بدلے عطائیں اور برا آدمی سزائیں دیکھے گا۔ ہر ایک افسوس کرے گا برے کو افسوس ہوگا۔ کہ اس نے کیوں نیک عمل نہیں کیا۔ نیک کہے گا کیوں میں نے کچھ اور عمل کیوں نہیں کئے۔

(آیت نمبر ۱۵) میں قسم کھاتا ہوں اس کی جو الٹ پھریں۔ ان ستاروں کی قسم کھائی گئی جو الٹے پھرتے ہیں۔ یعنی وہ ستارے جو اپنے فلک پر پیرتے ہیں۔ ان میں اول نمبر چاند ہے۔ جو پہلے آسمان پر ہے۔ خناس شیطان کو کہتے ہیں جو انسان کے دل پر سونڈ رکھتا ہے۔ جب وہ ذکر کرے اس وقت وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اور غفلت کے وقت وہ گناہوں کے وسوسے ڈالتا ہے۔



الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾

سیدھے چلیں پھر تھم جائیں۔ اور رات کی قسم جب پیٹھ دے۔ اور صبح کی جب سانس لے۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿۱۹﴾ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿۲۰﴾

بے شک یہ کلام ہے رسول کریم کا۔ بڑی طاقت والا عرش کے مالک کے پاس عزت والا۔

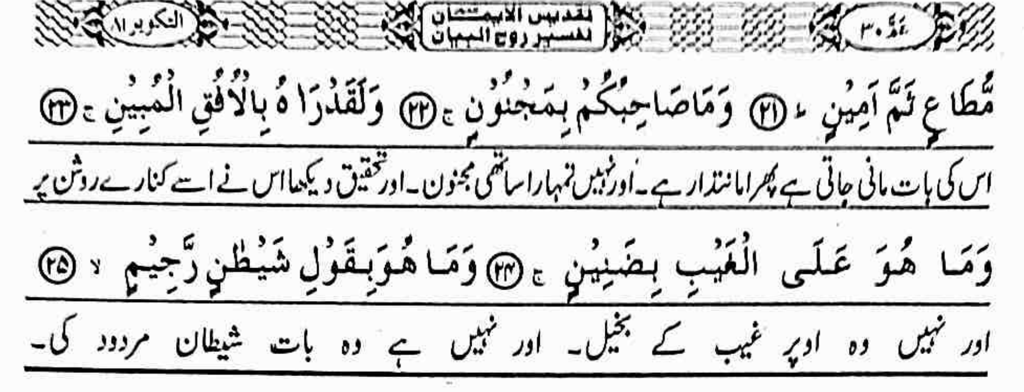
(آیت نمبر۱۶) سیدھے چلیں پھر تھم رہیں۔ وہ ستارے ہیں جو اپنے فلک میں پیرتے ہیں۔ پھر وہ لوٹ کر سورج کی روشنی میں چھپ جاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ دو ستارے ہیں۔ ایک کا نام خنوس اور دوسرے کا نام کنوس ہے۔ بعض نے کہا کہ تمام ستارے مراد ہیں۔ جو دن کو چھپتے اور رات کو ظاہر ہو جاتے ہیں۔

(آیت نمبر۱۷) قسم ہے رات کی جب پیٹھ دے۔ یعنی پیچھے چلی جائے کیونکہ جب صبح کی آمد ہو تو رات کی تاریکی پیٹھ پھیر جاتی ہے اور اندھیرا ختم ہو جاتا ہے۔ اس وقت کو بزرگ نورانی وقت کہتے ہیں۔ وہ قبولیت دعا کا وقت ہے۔ یہ رات کا آخری پہر اور تہجد کا وقت ہے۔

(آیت نمبر۱۸) اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے۔ یعنی جب صبح طلوع ہو اور اس کی روشنی پھیل جائے۔ نفس دراصل وہ خاص ہوا ہے کہ جس کے چلنے سے دل کو راحت ہوتی ہے اور وہ صبح سویرے چلنے والی ہوا یا دنسیم ہے جب چلتی ہے تو دلوں کو راحت پہنچاتی ہے۔ اسی صبح کو تنفس کہا گیا ہے۔

(آیت نمبر۱۹) بے شک یہ قرآن کریم ہے۔ جو مذکورہ قیامت کی ہولناکیوں کو ظاہر کرتا ہے اور ان مذکورہ اشیاء کی قسم کھانے میں بھی کمال حکمت اور جلال قدرت کا ظہور ہے۔ علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ دن کی قسمیں کھانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی جانب سے نور ہے۔ جو نورانی دل پر وارد ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی بات ہے۔ اس سے مراد یا جبریل امین ہیں یا حضور ﷺ ہیں۔ اس سے مراد بھی کلام الٰہی ہے۔ جو جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کے پاس لایا اور حضور ﷺ نے امت تک پہنچایا۔

(آیت نمبر۲۰) بہت بڑی طاقت والا یہاں تک کہ قوم لوط کی کئی بستیاں ایک ہی پر پہ اٹھا کر آدھے آسمان کے قریب لے جا کر الٹ دیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے بالکل قریب ہے۔ انتہائی عزت والا۔ بلند مرتبے والا۔ اتنے بلند مقامات سے مراد اس کا قرب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے قرب خاص کا وافر حصہ عطا ہوا۔



مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ﴿۲۳﴾

اس کی بات مانی جاتی ہے پھر امانتدار ہے۔ اور نہیں تمہارا ساتھی مجنون۔ اور تحقیق دیکھا اس نے اسے کنارے روشن پر

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ﴿۲۵﴾

اور نہیں وہ اوپر غیب کے بخیل۔ اور نہیں ہے وہ بات شیطان مردود کی۔

(آیت نمبر۲۱) حکم مانا ہوا۔ یعنی مقربین فرشتے بھی ان کے احکامات کی بہت قدر کرتے ہیں اور ان کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے مرتبے کو وہ جانتے ہیں۔ اور پھر وہ امانت دار بھی ہیں کہ وہ وحی وغیرہ کی امانت کو صحیح ادا کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کے بھی امین ہیں۔

(آیت نمبر۲۲) تمہارے ساتھی دیوانے نہیں ہیں۔ **فائدہ**: کفار کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا محبوب تمہارے ساتھ ہر وقت رہتا ہے۔ صادق اور امین کا لقب تم نے ہی اس کو دیا ہے۔ اور سب سے زیادہ عقل والا بھی تم کہتے ہو اور اب مجنون بھی کہتے ہو۔ اصل میں اس آیت سے کفار کو جھوٹا ثابت کیا گیا کہ پہلے تم نے ان کو اتنے بڑے القاب دیئے۔ اب تم اسے مجنون کہتے ہو۔ لہذا یاد رکھو جو صادق اور امین ہوتا ہے۔ وہ مجنون نہیں ہوتا۔ یہ تو الٹا تمہارے دماغ کی خرابی پر دلیل ہے کہ امین بھی کہتے ہو اور مجنون بھی کہتے ہو۔

(آیت نمبر۲۳) البتہ تحقیق دیکھا اسے آسمان کے کنارے پر۔ یعنی حضور ﷺ نے جبریل امین کو دیکھا۔ افق زیادہ تر اس جگہ کو کہا جاتا ہے۔ جہاں سے سورج طلوع کرتا ہے۔ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جبریل کو سدرہ پر ان کی اصلی صورت میں دیکھا کہ انہوں نے آفاق کو بھر دیا ہے۔ مشرق و مغرب تک ان کے پر پھیل گئے ہیں۔

(آیت نمبر۲۴) اور وہ غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔ یعنی آپ وحی کے بتانے میں بخل نہیں کرتے کہ وحی کا کچھ حصہ ظاہر نہ کریں۔ کفار نے آپ پر بہت سی تہمتیں لگائیں مگر بخیل نہیں کہا۔ کیونکہ آپ جیسا سخی اور حق گو دنیا میں کوئی انسان ہوا ہی نہیں۔ معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جو علم غیب دیا حضور ﷺ نے بتا دیا۔ اس لئے فرمایا کہ وہ حق بات بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔ **فائدہ**: معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو علم دیا۔ اور آپ نے اسے امت میں تقسیم کیا۔

(آیت نمبر۲۵) یہ شیطان مردود کی بات نہیں ہے۔ کفار قرآن کے متعلق کہتے یہ کاہنوں کا کلام ہے۔ جو شیطان القا کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ یہ نہ کاہن کا کلام ہے۔ نہ ساحر کا نہ شاعر کا۔ اس میں اشارہ ہے کہ حضور ﷺ مواہب غیبیہ کی خبر دیتے ہیں۔ اس میں کسی قسم کا کذب افتراء نہیں ہے۔

فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ؕ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۙ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ؕ ﴿۲۸﴾

پھر کدھر جاتے ہو۔ نہیں ہے وہ مگر نصیحت تمام جہانوں کیلئے۔ اس کے لئے جو چاہے تم میں کہ وہ سیدھا رہے

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ع ﴿۲۹﴾

اور نہیں تم چاہتے مگر یہ کہ چاہتا ہے اللہ جو رب ہے تمام جہانوں کا۔

(آیت نمبر ۲۶) تم کدھر جاتے ہو۔ یعنی تم جس راہ پر چل رہے ہو۔ وہ صحیح نہیں ہے۔ سیدھی راہ کو تم نے چھوڑ دیا۔ نہ یہ وہ ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ یا جو تم سمجھ رہے ہو جیسے کوئی سیدھے اور کھلے راستے سے بھٹک کر الٹا راستہ اختیار کرے تو اسے کہا جائے۔ کہ تو کہاں جا رہا ہے۔ اس میں اس کی گمراہی کا اظہار ہے۔

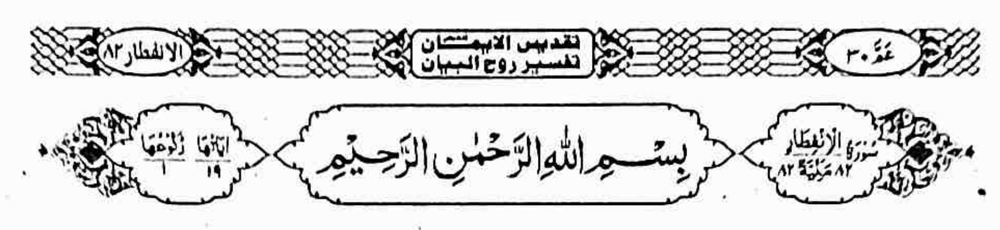
(آیت نمبر ۲۷) نہیں ہے یہ مگر نصیحت جہان والوں کیلئے یعنی اس قرآن میں تمام جہان والوں کیلئے نصیحت ہے۔ جو بھی اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہئے۔ اگر چہ اس سے اصل مراد جن اور انسان ہیں۔ جن پر عقل دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ وہی وعظ ونصیحت کے محتاج ہیں۔

(آیت نمبر ۲۸) ہر اس شخص کیلئے جو تم میں سے چاہتا ہے کہ وہ حق پر قائم رہے۔ یعنی جو بھی تم میں حق وصواب کی تلاش میں ہو اور وہ صراط مستقیم پر استقامت چاہے۔ اس کیلئے اکسیر ہے۔

نکتہ: یہ جملہ تمام مکلفین کو شامل ہے کیونکہ تذکیر سے اصل نفع اٹھانے والے وہی ہیں ان کے علاوہ اور کوئی نفع نہیں اٹھاتا۔ یعنی جنوں اور انسانوں میں سے جو بھی سیدھی راہ چاہے۔ اسے مل سکتی ہے۔

(آیت نمبر ۲۹) اور تم نہیں چاہتے مگر وہی جو رب العالمین چاہتا ہے۔ ابوجہل کی ہٹ دھرمی: جب پچھلی آیت اتری تو ابوجہل نے کہا۔ ہمیں اختیار دیا گیا چاہیں تو سیدھے رہیں۔ چاہیں تو نہیں۔ تو اس پر یہ آیت اتری کہ چاہت صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ **حدیث قدسی** میں ہے۔ اے انسان ایک تیری مرضی ہے۔ ایک میری مرضی ہے تو اپنی مرضی پر چل کر اپنے آپ کو تھکاتا ہے۔ اور زور لگالے۔ آخر ہوگا وہی جو میری مرضی ہوگی۔ لہذا اے انسان تو عاجز پیدا ہوا عاجز ہی رہ۔ وہی ہوگا جو اللہ چاہے گا۔ اور اگر تو اپنی مرضی کو میری مرضی پر قربان کر دے گا۔ تو پھر میں ویسا کروں گا جیسا تو چاہے گا۔ (احیاء العلوم)

اختتام سورۂ شمس: ۱۶ جولائی ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۰ شوال المکرم بروز اتوار دن ۳۰: ۱۱ بجے



اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ﴿۱﴾ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ﴿۳﴾

جب آسمان پھٹ جائیں۔ اور جب ستارے جھڑ جائیں۔ اور جب سمندر بہادیئے جائیں۔

وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ؕ﴿۵﴾

اور جب قبریں کریدی جائیں گی۔ تو جان لے گا ہر نفس جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا

(آیت نمبر۱) جب آسمان پھٹ جائیں گے۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ جس دن آسمان بادلوں کے ساتھ چھٹ جائیں گے اور فرشتے پورے طور پر اتر آئیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہیبت وجلال کا دور ہوگا۔

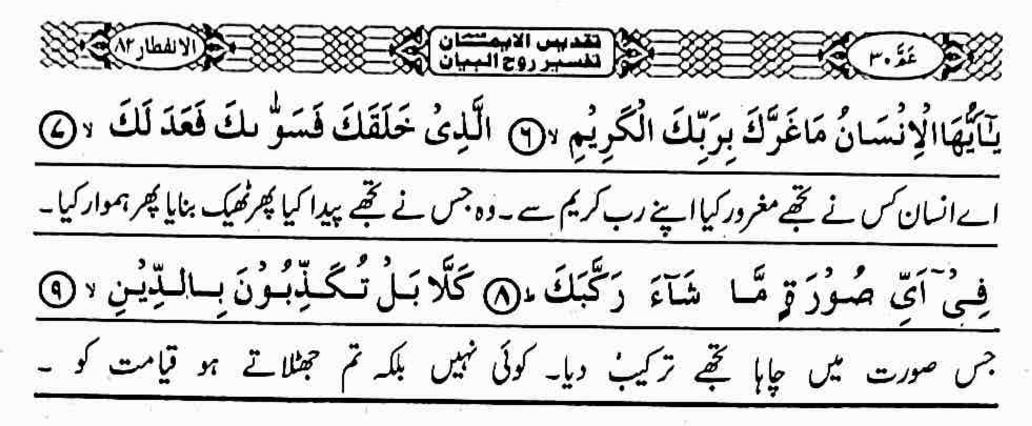
فائدہ: فتح الرحمٰن میں ہے آسمان کا پھٹ جانا یہ بروز قیامت نفحہ اولیٰ کے بعد ہوگا۔

(آیت نمبر۲) اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے۔ یعنی اپنی جگہ سے اکھڑ کر زمین پر یوں گرے پڑے ہونگے۔ جیسے تسبیح کا ہار ٹوٹنے سے موتی بکھر جاتے ہیں۔ یہ دو کام قیامت کے دن ہوں گے۔ چونکہ بروز قیامت جب آسمان ہی پھٹ جائیں گے۔ تو ستارے تو ان کے ساتھ جڑے ہیں وہ بھی گر جائیں گے۔

(آیت نمبر۳) جب سمندر بہادیئے جائیں گے۔ یعنی جب زمین میں زلزلے ہوں گے پہاڑ اڑادیئے گئے رکاوٹیں ختم ہوئیں تو ساتوں سمندر ایک ہی ہوجائیں گے۔ پھر زمین اپنا پانی نگل جائے گی۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب زمین پھٹے گی تو سمندر آگ سے سلگادیئے جائیں گے اور زمین بالکل برابر کردی جائے گی۔

(آیت نمبر۴) قبریں کرید کر مردے نکال لئے جائیں گے۔ یعنی عالم علوی آسمانوں اور ستاروں کی تخریب کے بعد عالم سفلی یعنی زمین میں زلزلے آنے سے اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر ہوجائیگا۔ جو کچھ زمین میں ہوگا۔ مردے یا خزانے وغیرہ سب باہر نکل آئیں گے۔

(آیت نمبر۵) ہر جان کو علم ہوجائیگا کہ اس نے دنیا میں کیا کردار ادا کیا۔ اور اس نے کیا عمل کر کے آگے بھیجا۔ نیک کیا یا بد۔ اور یہ بھی جان لے گا کہ پیچھے کیا چھوڑ آیا ہے۔ یعنی جب مذکورہ امور واقع ہوں گے اور نظام عالم درہم برہم ہوگا اور اعمالنامے کھلیں گے تو سب جان جائیں گے۔ کہ کیا کیا اور اب اس کا بدلہ کیا ملے گا۔



يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ﴿٦﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿٧﴾

اے انسان کس نے تجھے مغرور کیا اپنے رب کریم سے۔ وہ جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار کیا۔

فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۭ﴿٨﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ﴿٩﴾

جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔ کوئی نہیں بلکہ تم جھٹلاتے ہو قیامت کو۔

(آیت نمبر ۶) اے انسان تجھے کرم کرنے والے رب کے مقابلے میں کس چیز نے دھوکہ دیا۔

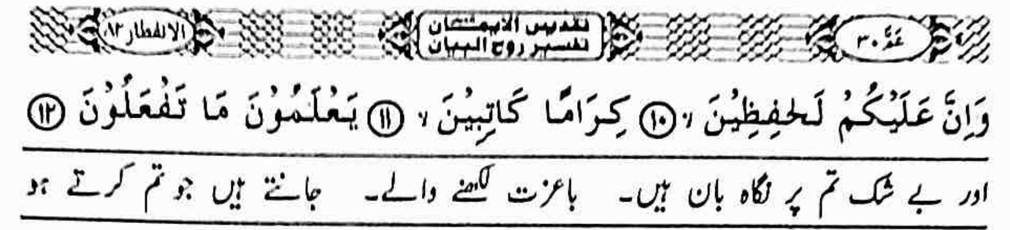
فائدہ: امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس سے مراد امیہ بن خلف ہے۔ بعض نے ولید بن مغیرہ بعض نے اسود بن کلاہ مراد لیا۔ ان میں سے کسی نے حضور ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام کیا۔ زہرۃ الریاض میں ہے۔ اسود نے حضور ﷺ پر وار کیا تو حضور ﷺ نے اسے زمین پر پٹخ دیا اور اس نے معافی مانگی۔

(آیت نمبر ۷) وہ تو وہ ہے جس نے تجھے پیدا کیا۔ اس میں متنبہ کیا کہ جو ایک دفعہ پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے اور پھر اس نے تجھے بالکل صحیح سالم اعضاء کے ساتھ درست و تندرست بنایا تاکہ ان اعضاء سے تو نفع اٹھائے اور پھر ہموار بھی کیا کہ کوئی عضو نہ حد سے لمبا نہ حد سے چھوٹا بنایا یا دو آنکھوں میں ایک بڑی دوسری چھوٹی ہو یا بدن کا کچھ حصہ کالا اور کچھ سفید ہو کسی چیز میں تفاوت نہیں۔ نہ ہڈیوں میں نہ شکلوں میں نہ دیگر اعضاء میں۔

(آیت نمبر ۸) جس صورت میں چاہا اسی میں مرکب کیا۔ یعنی اے انسان تجھے اللہ تعالیٰ نے عجیب حسن و جمال کے ساتھ بنایا۔ جیسے اس کی حکمت و مشیت تھی۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہ نسب جو اس کے اور جناب آدم علیہ السلام کے درمیان ہے۔ ان سے جس شکل میں چاہتا ہے بناتا ہے۔ (کنز العمال، وفتح الباری شرح بخاری)

(آیت نمبر ۹) اللہ تعالیٰ کے کرم پر مغرور ہرگز نہ ہو۔ اس کے رحم و کرم کو کفر و نافرمانی کا ذریعہ نہ بناؤ بلکہ تم تو دین کو جھٹلاتے ہو۔ یعنی دوبارہ زندہ ہونے اور جزاء و سزاء اور حساب و کتاب کو جھٹلاتے ہو۔ یا تم دین اسلام کو جھٹلاتے ہو تم اتنی بڑی جرات کرنے سے باز آ جاؤ۔ قیامت ضرور آئیگی۔ اور جھٹلانے والوں کو ذلیل و رسوا کر دے گی۔



وَاِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحٰفِظِيۡنَۙ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيۡنَۙ ﴿۱۱﴾ يَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۲﴾

اور بے شک تم پر نگاہ بان ہیں۔ باعزت لکھنے والے۔ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِىۡ نَعِيۡمٍۚ ﴿۱۳﴾

بے شک ابرار ضرور نعمتوں میں ہیں

(آیت نمبر۱۰) اور بے شک تم پر نگاہ بان ہیں۔ یعنی ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے دن کے وقت اور دورات کے وقت ہوتے ہیں۔ جو تمہارے بھی نگہبان ہیں اور تمہارے اعمال کے بھی نگہبان ہیں۔

فائدہ: یعنی وہ انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ نیک اعمال کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں کہ یا اللہ تیرے فلاں بندے نے یہ نیک عمل کیا۔ برے اعمال کو وہ سجین میں لے جاتے ہیں۔

(آیت نمبر۱۱) ان فرشتوں کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے۔ انسان کی نیکیوں کو ظاہر کرتے اور برائیوں کو چھپاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں اے ستار العیوب تو ان کی خطا کو معاف فرما۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کراماً کاتبین کی تعظیم و تکریم کیا کرو۔ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن وابن کثیر)۔ انسانوں کے اعمال بھی لکھتے ہیں۔ اور تکالیف سے ان کو بچاتے بھی ہیں۔

(آیت نمبر۱۲) جو بھی تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔ **مسئلہ**: عین المعانی میں ہے کہ وہ سہو و خطا کو نہیں لکھتے۔ اسی طرح وہ گناہ جس کے فوراً بعد توبہ کر لی جائے اس کو بھی وہ نہیں لکھتے۔ ہمارے ظاہر اعمال کو جانتے ہیں اور باطنی امور کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ البتہ منہ سے نکلنے والی خوشبو سے جان جاتے ہیں۔ اگر دل میں اچھی بات کہی۔ تو خوشبو نکلتی ہے۔ اور بری بات کہی۔ تو بدبو نکلتی ہے۔

(آیت نمبر۱۳) بے شک نیک لوگ ضرور نعمتوں میں ہوں گے۔ یعنی جو ایمان میں سچے اور عمل میں سُچے ہیں۔ فرائض ادا کرتے ہیں اور گناہوں اور نافرمانیوں سے دور رہتے ہیں۔

سب سے افضل نیکی: لا الہ الا اللہ ہے۔ والدین کی خدمت، شاگردوں مریدوں کی اپنے استاد اور شیخ کی خدمت بجالانے والے۔ **حدیث** میں ہے ماں باپ سے اس طرح احسان کرو جس طرح انہوں نے اولاد کے ساتھ احسان (رواہ الحاکم فی المستدرک) کیا تو ایسے لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔ یعنی جنت اور دیدار الٰہی پائیں گے۔



وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ﴿۱۶﴾

اور بے شک فاجر ضرور جہنم میں ہیں۔ داخل ہوں گے اس میں بروز قیامت۔ اور نہیں ہونگے وہ اس سے چھپنے والے

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۸﴾

اور کیا معلوم تمہیں کیا ہے روز قیامت۔ پھر تمہیں کیا معلوم ہے کہ کیا ہے روز قیامت۔

(آیت نمبر ۱۴) اور بے شک فاجر بدکار اور جھوٹے اور قیامت کے منکر ضرور جہنم میں جائیں گے۔ یعنی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ فرشتوں نے جو ان کے اعمال لکھے۔ ان کے مطابق آخرت میں معاملہ ہوگا۔ نیک اعمال ہوئے۔ تو نعمتیں ہی نعمتیں ملیں گی۔ اور اگر خدانخواستہ برے اعمال کئے تو جہنم کی بری سزا ہوگی۔

(آیت نمبر ۱۵) اس جہنم میں داخل ہوں گے۔ چونکہ یہاں جھٹلانے والوں اور فاجروں کا ذکر ہے۔ ایک تو مقام تخویف ہے۔ یعنی جہنم سے ڈرایا گیا ہے کہ لوگوں (فاجروں کو) ملنے والی سزا معلوم ہو جائے اور دوسرا ابرار یعنی جو نیک لوگ ہیں انہیں خود بخود بشارت بھی مل جائے۔

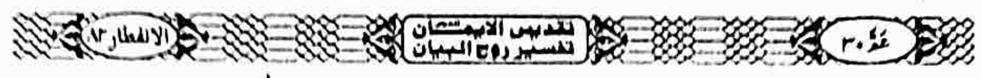
(آیت نمبر ۱۶) وہ کفار اور فجار جہنم سے ایک لحہ کیلئے بھی غائب نہیں ہوں گے۔ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ اس سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔ جہنم خود بھی نہیں نکلنے دے گی۔ اگر نکلنے کی کوشش کی۔ تو فرشتے چابک مار کر انہیں واپس کردیں گے۔

فائدہ: بعض نے کہا وہ پہلے بھی اس سے چھپے ہوئے نہ تھے۔ بلکہ قبروں میں بھی اس کی لو سے جلتے رہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ قبر یا تو جنت کا باغیچہ ہے۔ یا جہنم کا گڑھا ہے۔ (ترمذی وطبرانی)

(آیت نمبر ۱۷) تجھے کیا معلوم کہ وہ قیامت کا دن کیسا ہے۔ یعنی تجھے کس نے بتایا ہے کہ وہ دن کتنا بڑا ہے۔ وہ تو ہولناکی اور گھبراہٹ میں ایسا ہے کہ اس کی حقیقت کو رب کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ مخلوق اس کے متعلق جو بھی دل میں خیال لائے۔ وہ اس سے وراء ہے کیونکہ مخلوق کے علم اور سوچ سے ہی وہ خارج ہے۔

(آیت نمبر ۱۸) پھر تو کیا جانے کہ وہ انصاف کا دن کیسا ہے۔ اس تکرار میں تاکید اور تخویف کی زیادتی ہے اور مخاطب لوگوں کو تعجب میں ڈالنے کیلئے۔ دو دفعہ اس آیت کو دھرایا گیا۔



يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾

جس دن نہیں اختیار ہوگا کسی جان کا کسی جان پر کچھ اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے۔

(آیت نمبر ۱۹) اس دن کسی جان کو دوسری جان کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

فائدہ: نفس میں فرشتے، جن اور انسان سب شامل ہیں۔

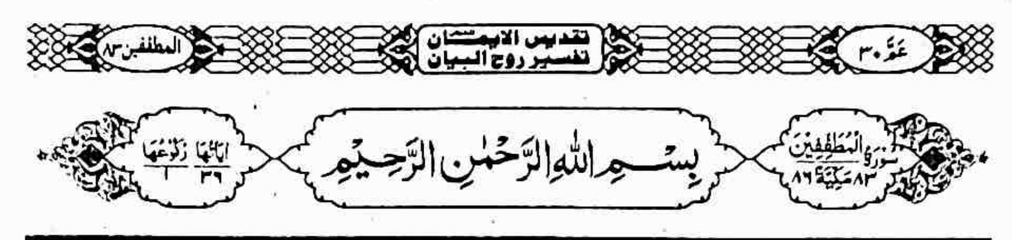
آگے فرمایا۔ تمام اختیار اس دن اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ یعنی اس

فائدہ: اس آیت میں انسان کی کمزوری کو بیان فرمایا۔ مال اولاد تو ویسے ہی کام نہیں آئیں گے۔ دیگر جن لوگوں کی مدد کی لوگ امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ ان میں سے بھی کوئی کام نہیں آئیگا۔ ہاں اگر کام آئیگا۔ تو ایمان اور نیک عمل اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت (یا جس کی سفارش رب پسند کریگا)۔

قیامت کے دن تمام حکم تمام فیصلے تمام امور اور اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اور ساری مخلوق سماوی ہو یا ارضی سب مجبور اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہوں گے۔ اور تمام اہل محشر اس دن خوف کے عالم میں ہوں گے۔ سوائے انبیاء و اولیاء کے۔ کیونکہ ان کے متعلق فرمایا۔ کہ نہ ان کو کوئی خوف ہوگا۔ نہ وہ غم کھائیں گے۔ مال و اولاد بھی کام نہیں آئیں۔ سفارش بھی وہ کریں گے۔ جن کو شفاعت کی اجازت ہوگی۔ ہر ایک شفاعت نہیں کر سکے گا۔ البتہ اس دن کام آنے والی چیز ایمان ہے یا نیکی ہے۔ یا جس نے اللہ رسول کی اطاعت کی وہ کام آئے گی۔ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا۔

فائدہ: قیامت کے دن ہی تو اللہ تعالیٰ کی بادشاہی کا پتہ چلے گا۔ جب کوئی بات نہیں کر سکے گا۔ **حدیث** میں ہے کہ جو اس سورۃ کی تلاوت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو پانی کے قطروں کے برابر نیکیاں عطا فرمائے گا۔ اور بروز قیامت اللہ تعالیٰ اس کے معاملے کو بہتر فرمائے گا۔

اختتام سورۃ انفطار: مورخہ ۱۷ جولائی ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۲ شوال ۱۴۳۸ھ بروز سوموار



وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ ① الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۠ ②

ہلاکت ہے کم تولنے والوں کیلئے۔ جو جب ماپ لیں لوگوں سے تو پورا لیتے ہیں

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ؕ ③

اور جب ماپ کر یا تول کر انہیں دیں تو کم کر کے دیتے ہیں۔

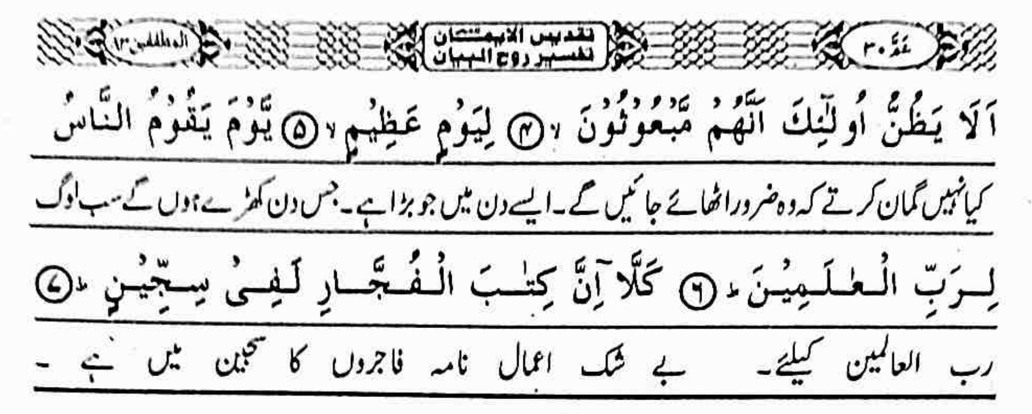
(آیت نمبر۱) ہلاکت ہے کم تولنے والوں کی۔ جو لوگوں کے حق مارتے ہیں۔ ماپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ اوران میں نقص وخیانت کرتے ہیں۔ خریدار کو چیز گھٹا کر دینا یہ دینے والے کی حساسیت وحقارت کی نشانی ہے۔

شان نزول: حضور ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے۔ اور دیکھا کہ لوگ ماپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ ابوجہینہ نے لینے دینے کے الگ الگ پیمانے رکھے ہوئے تھے۔ تو آپ نے ان کے پاس تشریف لا کر یہ پانچ آیات انہیں سنائیں۔

پانچ گناہوں کی پانچ سزائیں: (۱) وعدہ توڑنے والوں پر دشمن مسلط کیا جاتا ہے۔ (۲) جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں وہ فقر وفاقہ میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ (۳) جہاں زنا عام ہوگا وہاں اموات عام ہوں گی۔ (۴) ماپ تول میں کمی کرنے والوں سے سرسبزی وشادابی روک لی جاتی ہے۔ (۵) جو زکوٰۃ ادا نہ کریں ان سے بارش روک لی جاتی ہے۔

(آیت نمبر۲) وہ لوگ جو دوسروں سے مال لیتے وقت پورا کر کے لیتے ہیں بلکہ حق سے زیادہ لے لیتے ہیں اور بڑے پیمانے سے تول کر لیتے ہیں اوراس کو دوکانداری کا اصول سمجھتے ہیں۔

(آیت نمبر۳) اور جب ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو ان کے حقوق میں کمی کر دیتے ہیں۔ پیمانے کو جھٹکا دیکر یا کوئی اور حیلہ بہانہ کر کے ماپ تول میں کمی بیشی کرتے ہیں۔ اوراس سے بہت سارا مال کماتے ہیں۔ ان کی برائی کو اس آیت میں واضح کیا گیا۔ کہ ایسے لوگوں کیلئے ہلاکت ہے۔ یعنی تباہی ہے جو لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔



(بقیہ آیت نمبر۳) **فائدہ**: ابوعثمان فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ جو لوگ دکھاوے کی عبادت کرتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے نیک بنتے ہیں اور اپنی جگہ ہر برائی کر لیتے ہیں۔

(آیت نمبر۴۔۵) کیا ان کو یہ خیال نہیں ہے کہ بے شک وہ ایک عظمت والے دن میں اٹھائے جائیں گے۔ جس کی عظمت کا کوئی اندازا نہیں کر سکتا۔ نہ اس کی ہولناکی کا کوئی اندازا کر سکتا ہے۔ جب ہر انسان سے ذرے ذرے کا حساب ہوگا۔ اگر اس دن کے خوف کا معمولی سا بھی خیال کرتا تو ایسے گناہ کرنے کی جرات نہ کرتا۔ پھر جسے یقین ہو کہ وہ انتہائی سخت دن ہے۔ وہ گناہ کرنے کی کیسے جرات کر سکتا ہے۔

(آیت نمبر۶) جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ حکم ملتے ہی سب حاضر ہو جائیں گے۔ **فائدہ**: مروی ہے کہ چالیس سال تک یوں ہی سب کھڑے رہیں گے۔ اپنے اپنے گناہوں کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ مقام ہیبت میں ہوں گے کسی کو بات کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔

مومن کامل کا مقام: اور شان یہ ہے کہ اسے صرف ایک نماز کے وقت برابر وہاں ٹھہرنا ہوگا۔ ان کا حساب جلد ہو جائیگا۔ اور وہ اپنے اصلی گھر یعنی جنت میں پہنچ جائیں گے۔

(آیت نمبر۷) ہرگز نہیں بے شک فاجروں کے اعمال جو لکھے جاتے ہیں وہ شر کے دفتر سجین میں ہوں گے۔ جو ساتوں زمینوں کے نیچے ایک سخت اندھیرے اور وحشت والی جگہ ہے۔ جس کے قریب شیطان اور اس کی اولاد کا ڈیرہ ہے۔ یہ انہیں ذلیل اور حقیر سمجھ کر ان کا دفتر بنایا گیا۔ جیسے ابرار لوگوں کے اعمال اعلیٰ علیین میں جو ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے۔ جس کے پاس مقرب فرشتوں کا ڈیرہ ہے۔ ان کی حفاظت میں ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ﴿٨﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٠﴾

اور کیا معلوم تجھے کیا ہے سجین۔ وہ لکھت مہر شدہ نوشتہ ہے۔ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔

الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿١١﴾

وہ جو جھٹلاتے ہیں روز قیامت کو۔

(آیت نمبر ٨) تجھے کیا معلوم وہ سجین کیا ہے۔ یعنی وہ مقام کتنا خوفناک ہے۔ وہاں تک کسی کا علم نہیں پہنچ سکتا۔ (چہ جائیکہ کوئی خود وہاں پہنچے)۔ کیونکہ جہنم بھی اس جگہ کے قریب ہے۔ جیسے جنت اعلیٰ علیین کے قریب ہے۔

(آیت نمبر ٩) وہ ایک لکھی ہوئی چیز ہے۔ جس پر مہر لگی ہوئی ہے۔ اس کے دو معنی ہیں۔ مرقوم کا معنی واضح بھی ہے۔ یعنی وہ لکھی ہوئی تحریر بالکل روشن اور واضح ہے۔ اس لحاظ سے جو بھی اسے دیکھے گا فوراً اس پر مطلع ہو جائیگا۔ بہر حال سجین اہل شر کے اعمال کا دفتر ہے۔

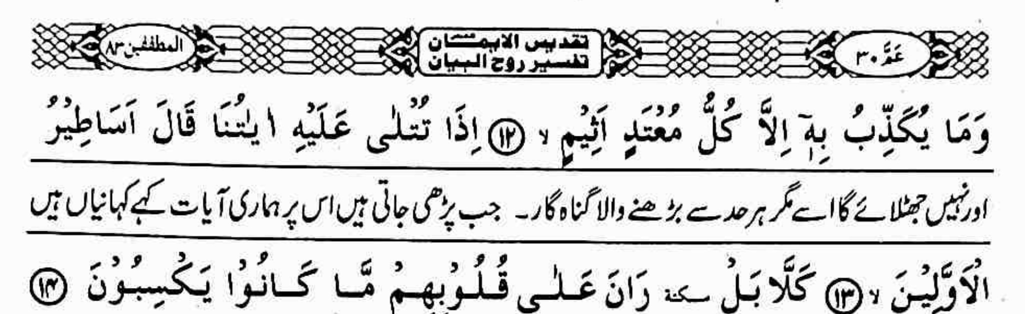
(آیت نمبر ١٠) ہلاکت ہے اس دن ان لوگوں کی جو قیامت کو جھٹلاتے تھے۔ وہ جب رب العالمین کے حضور حاضر ہوں گے اور ان کے اعمال ان کے سامنے آئیں گے۔ تو برے اعمال والوں کی اس دن ہلاکت ہے۔

فائدہ: کاشفی مرحوم فرماتے ہیں کہ ویل کا کلمہ تمام برائیوں کا جامع ہے۔ عذاب، عقاب، شدت وغیرہ جو مکذبین کیلئے ہوگی۔ یہ کلمہ آخرت کی بربادی کیلئے اکثر استعمال ہوتا ہے۔

حقایت: ابن عمر رضی اللہ عنہما جب ان آیات کو پڑھتے تو زور زور سے رونے لگتے یہاں تک کہ اس سے آگے آپ سے نہ پڑھا جاتا۔

(آیت نمبر ١١) **فائدہ**: یعنی وہ حق اور اس کی آیات کو جو اس کی طرف سے اتری ہیں۔ ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ یا حق سے مراد دین ہے۔ وہ اس دین سے جو دین اسلام ہے۔ اس سے منہ پھیرتے ہیں۔ ہر ایک کا دین دیکھا جائیگا۔ اسی کے مطابق جزاء وسزا ہوگی۔ بری سزا اس کی ہوگی۔ جس کا کوئی دین نہیں ہوگا۔ یا جس کا دین باطل ہوگا اور جس کا دین اسلام ہے۔ (وہ دین جو اللہ تعالیٰ کا مقبول ہے)۔ اس پر چلنے والے کو اس کی اعلیٰ جزاء ملے گی اور اسے رب کریم کا دیدار بھی نصیب ہوگا۔

سبق: لہٰذا اے عزیز تصدیق (اور دین حقہ) کو لازم پکڑ۔ اور ہر قسم کے باطل دینوں سے دور بھاگ۔



وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ

اور نہیں جھٹلائے گا اسے مگر ہر حد سے بڑھنے والا گناہ گار۔ جب پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیات کہے کہانیاں ہیں

الْاَوَّلِيْنَ ۙ ﴿۱۳﴾ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

اگلوں کی۔ ہرگز نہیں بلکہ زنگ ہے اوپر ان کے دلوں کے جو ہیں وہ کماتے

(آیت نمبر۱۲) اور نہیں جھٹلاتا دین کو مگر سرکش اور گناہ گار۔ حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا۔ غلط تقلید میں غلو کرنے والا (یعنی کفار کے کہنے پر چلنے والا) اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت ہی نہیں۔ حالانکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ جب اس نے پہلی مرتبہ پیدا کرلیا ہے جبکہ وہ کچھ نہ تھا تو دوبارہ پیدا کرنے پر کیوں قادر نہیں۔ اس سے مراد مشرکین مکہ کے بڑے بڑے لیڈر ہیں۔ ولید پلید وغیرہ جو کثرت سے گناہ کرنے والے تھے۔ شہوتوں میں پڑے رہتے اور دنیا کی لذتوں کے چاہنے والے۔ ان ہی کرتوتوں کی وجہ سے انہیں دولت دین وایمان نصیب نہ ہوئی۔

(آیت نمبر۱۳) جب پڑھی جاتیں اس کے سامنے ہماری آیات تو وہ اپنی جہالت اور دین حقہ سے روگردانی کی وجہ سے کہتا کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ یعنی یہ وہ حکایات ہیں جو پرانے زمانے سے چلی آتی ہیں۔ (فتح الرحمٰن)۔ اور مزید ظلم یہ کہ وہ کہتے کہ یہ سچی کہانیاں نہیں ہیں۔ بلکہ جھوٹی حکایات اور باطل خبریں ہیں۔ (معاذ اللہ)

(آیت نمبر۱۴) ہرگز نہیں۔ یعنی ہرگز ایسی بات نہیں ہے جیسے یہ حد سے بڑھنے والے کہہ رہے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر زنگ آ گیا ہے۔ ان کی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے۔ لہٰذا ان کو اب کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔

فائدہ: یہ ان کے اپنے باطل مقولے ہیں ورنہ آیات میں حق بات کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے ان کے کفر ونافرمانی کی وجہ سے۔ اس وجہ سے انکار کرتے ہیں۔

حدیث شریف: (ترمذی) میں ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے تو بہ کرے تو صاف ہو جاتا ہے۔ ورنہ اور گناہ کرتے کرتے سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہاں اسی کو زنگ کہا گیا ہے۔ جب یہ چڑھ جائے تو سمجھو اس کی بخشش کے دروازے بند ہو گئے۔ (ترمذی) (اللہ تعالیٰ سے ہم توبہ استغفار کرتے ہیں۔)

20

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ؕ ⑮ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ؕ ⑯

ہاں ہاں بے شک وہ اپنے رب سے اس دن پردے میں ہوں گے۔ پھر بے شک وہ داخل ہوں گے جہنم میں۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ؕ ⑰ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ؕ ⑱

پھر کہا جائیگا یہ وہ ہے جسے تھے تم جھٹلاتے۔ ہاں ہاں بے شک لکھت ابرار کی علیین میں ہے۔

(آیت نمبر۱۵) ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بے شک وہ جھٹلانے والے اپنے پروردگار سے اس دن پردے میں ہوں گے دیدار سے محروم ہونگے۔ **فائدہ**: یعنی یہ لوگ اپنے برے کرتوتوں کی وجہ سے نور تجلی حاصل کرنے کا محل نہیں رہے۔ برخلاف ایمان والوں کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے سرشار ہوں گے۔ اس لئے کہ نیک اعمال کی وجہ سے ان کے دل آئینے کی طرح صاف شفاف ہوں گے۔ قلب کی صفائی کا نور ان کے وجود میں آئیگا۔ تو پھر ان میں دیدار کرنے کی استعداد آجائے گی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت سے مسئلہ رویت پر استدلال فرمایا ہے۔

(آیت نمبر۱۶) پھر بے شک وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ یعنی دیدار الٰہی سے محروم لوگ عذاب کے مستحق ہوں گے تاکہ ان کی رسوائی ہو رحمت وکرامت سے محرومی بھی ان کیلئے سخت عذاب ہوگا۔ اور یہ دیدار سے پردہ میں ہونا عذاب روحانی ہے اور یہ جسمانی عذاب سے زیادہ سخت ہے۔ اس لئے کہ حسی عذاب ڈبل ہوتا ہے۔

(آیت نمبر۱۷) پھر انہیں کہا جائیگا۔ یعنی ان کو زجر وتوبیخ کے طور پر جہنم کے داروغے کہیں گے۔ یہی وہ ہے۔ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ اب اس عذاب کا مزہ چکھو۔ ان کو ذلیل کرنے کیلئے ہمیشہ یہ جملہ بار بار کہا جائے گا۔

(آیت نمبر۱۸) ہرگز نہیں۔ بے شک نیک لوگوں کے لکھے ہوئے اعمال اعلیٰ علیین میں ہوں گے۔ جہاں پر ابرار کے اعمال جمع کئے جاتے ہیں۔ اس کو اعلیٰ علیین اس لئے کہا جاتا ہے:

۱۔ کہ یہ جنت میں اعلیٰ درجات کی بلندی کا سبب ہے۔

۲۔ یہ ساتویں آسمان میں انتہائی بلند ہونے کی وجہ سے اس کا یہ نام ہوگیا۔

عمل میں اخلاص کا نتیجہ: مروی ہے کہ فرشتے جب بندے کے اعمال لیکر اوپر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم نے میرے بندے کے اعمال کی حفاظت کی اور میں اس کے دل کا رقیب تھا۔ اس نے اخلاص سے یہ عمل کیا۔ لہذا اس کے اعمال کو علیین میں پہنچادو۔ میں نے اسے بخش دیا تو فرشتے وہاں پہنچادیتے ہیں۔

20/20

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

کیا معلوم تجھے کیا ہے علیین۔ لکھت ہے مہر شدہ۔ زیارت کرتے ہیں اس کی مقرب

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

بے شک ابرار نعمتوں میں ہوں گے۔ تختوں پر دیکھتے ہوں گے۔

(آیت نمبر۱۹) تمہیں کیا معلوم ہے کہ علیون کیا ہے۔ چونکہ وہ مخلوق کی سمجھ سے باہر ہے۔ **فائدہ** علیون وہ مقام واحد ہے کہ جس میں بے شمار علوم اولین وآخرین سب جمع ہیں۔ اس لئے اسے علیون کہا جاتا ہے۔ لیکن اس پر احکام مفرد کے جاری ہوتے ہیں۔

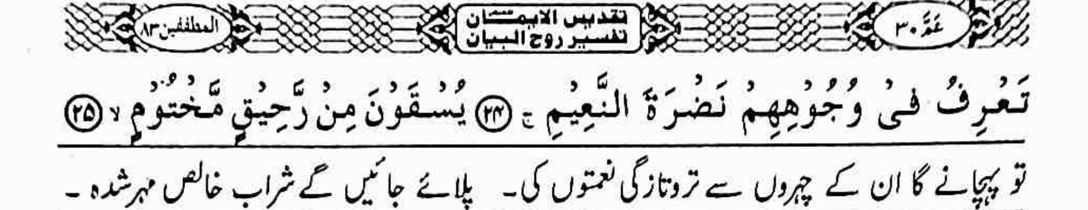
(آیت نمبر۲۰) وہ لکھی ہوئی مہر شدہ کتابت ہے۔ جسے آسانی کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔ یا وہ ایک ایسی علامت اور نشانی ہے جو ہر نیک بخت کی نیک بختی اور اس کی دائمی نعمتوں اور لازوال ملک کی کامیابی پر دلالت کرتی ہے۔

(آیت نمبر۲۱) مقرب فرشتے اس کے پاس حاضر رہتے ہیں۔ یعنی وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم اور قرب والے ہیں۔ وہ وہاں موجود رہتے ہیں اور ان کے ضائع ہونے سے حفاظت کرتے ہیں۔ جن کی تعداد سات ہے۔ **فائدہ**: قاشانی فرماتے ہیں کہ علیین سجین کے بالمقابل ہے۔ اہل خیر کے اعمال کا دفتر ہے۔ یعنی بلندشان والوں کے بلندی درجات کی وجہ سے اس کا نام علیین رکھا گیا ہے۔

(آیت نمبر۲۲) بے شک ابرار (نیک بخت لوگ) ضرور نعمتوں میں ہیں۔ یعنی وہ نعمتیں اور کرامتیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جنت میں تیار کیں جو صرف ان کیلئے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر انتہائی خوش وخرم ہوں گے۔ یعنی وہاں خاص قسم کی حسین وجمیل صورتیں اور طرح طرح کی بارونق اشیاء ہونگی۔ اور لذیذ سے لذیذ تر کھانے موجود ہوں گے۔

(آیت نمبر۲۳) آراستہ وپیراستہ تختوں پر ہوں گے۔ جیسے عربوں کا طریقہ ہے اور وہ جنت کے پر رونق حسین وجمیل اور عجیب وغریب مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

فائدہ: ان کے تخت ایسے طریقے سے ہوں گے کہ ان کی صفائی اور لطافت ونزاہت دور سے نظر آئے گی ان تختوں پر بیٹھ کر وہ ہر چیز کا نظارہ کریں گے۔



تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۚ ﴿۲۴﴾ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۙ ﴿۲۵﴾

تو پہچانے گا ان کے چہروں سے تروتازگی نعمتوں کی۔ پلائے جائیں گے شراب خالص مہر شدہ۔

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ ﴿۲۶﴾ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ۙ ﴿۲۷﴾

مہر اس پر کستوری کی ہے اسی میں للچائیں للچانے والے۔ اور ملونی اس کی تسنیم سے ہے۔

(آیت نمبر ۲۴) ان کے چہروں پر نعمتوں کی رونق اور تازگی تم دیکھو گے جو ان کے چہروں پر چمکتی ہوئی صاف نظر آئے گی۔ ان کو دیکھتے ہی معلوم ہو جائیگا کہ یہ جنتی لوگ ہیں۔ ہنسی خوشی کے آثار ان کے چہروں پر واضح ہوں گے۔

فائدہ: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ زیارت الٰہی سے فراغت کے بعد دیدار کی لذت سے نظر چمکے گی۔ جب وہ واپس اپنی جگہوں کی طرف لوٹیں گے تو عجب شان ہوگی۔ بعض نے فرمایا ان کے چہروں پر عجب ہی محبوب کے جلووں کے آثار نظر آئیں گے۔ ہر دیدار کے بعد ان کی ایک عجب شان ہوگی۔

(آیت نمبر ۲۵) پلائے جائیں گے خالص شراب وہ ایسی خالص ہوگی۔ جس میں کسی قسم کی نہ کھوٹ ہوگی۔ نہ بدمست بنانے والی ہوگی نہ ایسی کہ اسے فساد میں ڈالے۔ نہ سر میں درد پیدا کرنے والی۔ دنیا کے خمار کی طرح اس میں خمار نہیں ہوگا۔ رحیق، صاف اور خالص شراب کو کہا جاتا ہے۔

(آیت نمبر ۲۶) اس پر مہر خالص کستوری کی ہوگی۔ یا اس کے برتن اور پیالے مشک سے تیار کئے جائیں گے۔

فائدہ مہر پر اللہ تعالیٰ کا حکم لکھا ہوگا کہ اب اسے کوئی بھی ہاتھ نہ لگائے۔ اسے صرف ابرار ہی کھولیں گے۔

آگے فرمایا کہ اس قسم کی نعمتوں میں للچائیں للچانے والے۔ یعنی رغبت کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جلدی کریں اور وہ نیک اعمال کر کے شراب خالص کے حقدار بنیں۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تنافس کا معنی کسی چیز میں دل کا اٹک جانا۔ یعنی دل لگانا ہے۔ تو ان اعلیٰ نعمتوں میں لگاؤ۔

(آیت نمبر ۲۷) اور اس میں ملاوٹ تسنیم کی ہے۔ یعنی اس میں تسنیم کا پانی ملا ہوگا۔ تسنیم کا معنی بلند ہے۔ یعنی جنت کی تمام شرابوں میں یہ بلند قدر شراب ہے۔

فائدہ: ایک روایت یہ ہے کہ جنت میں تسنیم کی ہوا چلے گی تو جنتیوں کے برتنوں میں وہ شراب خود بخود آجائے گی۔ برتن پر ہونے کے بعد خود رک جائیگی۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وہ چشمہ کہ پیتے ہیں اس سے مقربان بارگاہ۔ بے شک جو مجرم ہیں وہ تھے ایمان والوں سے

يَضْحَكُوْنَ ۙ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۙ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ

ہنسا کرتے۔ اور جب گذرتے ان کے پاس سے تو آنکھوں سے اشارے کرتے۔ اور جب مڑتے اپنے گھر کی طرف

انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۙ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۙ ﴿۳۲﴾

تو پلٹتے خوشیاں کرتے۔ اور جب دیکھتے ہیں مسلمانوں کو کہتے یہی ہیں گمراہ۔

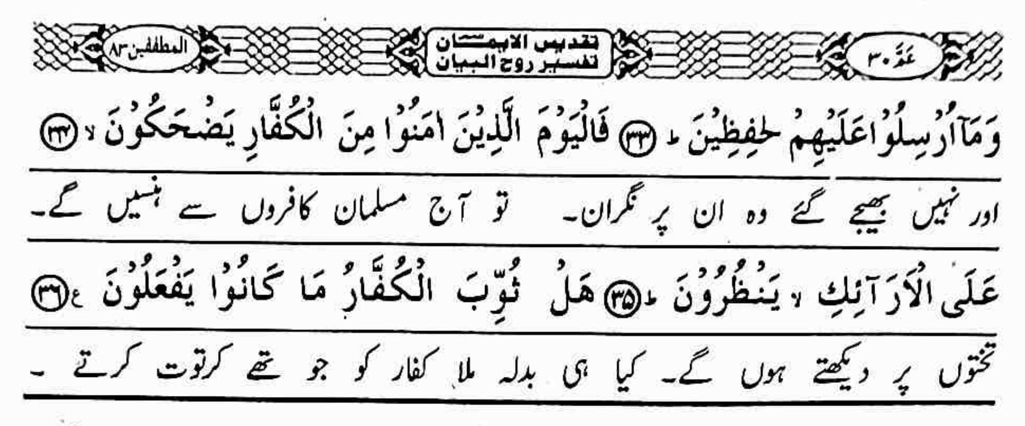
(آیت نمبر ۲۸) وہ ایسا چشمہ ہے کہ جس سے مقربین بارگاہ الٰہی ہی پئیں گے۔ وہ تمام اہل جنت کو ملے گا۔ اس سے مراد اصحاب الیمین ہیں۔ **فائدہ:** مقربین ابرار سے افضل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے محبت نہیں کرتے۔ مقربین سے مراد فنا فی اللہ باقی باللہ لوگ۔ تسنیم سے مراد اعلیٰ مراتب بھی ہیں۔

(آیت نمبر ۲۹) بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسی مذاق کرتے تھے۔ کفر اور مسلمانوں کو ایذائیں دینے سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں کہ ان کے ایمان لانے پر انہیں تکالیف دی گئیں۔ اس سے مراد قریش کے لیڈر ہیں، ابوجہل وغیرہ۔ جو سچے اہل ایمان سے ان کے فقر کی وجہ سے ہنسی مذاق کرتے۔ (حضرت عمار صعیب وغیرہ سے)۔

(آیت نمبر ۳۰) اور جب وہ بڑے بڑے متکبر مشرک ان فقیر مومنوں کے پاس سے گذرتے تو وہ ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کرتے۔ ان کے عیبوں کو ظاہر کرتے اور کہتے کہ ان لوگوں نے آخرت کی امید اور حوروں کی لالچ میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا ہوا ہے اور دنیا کی لذتیں بالکل ترک کردی ہیں۔

(آیت نمبر ۳۱) اور جب وہ اپنی مجلس ختم کر کے گھروں کی طرف لوٹتے ہیں تو بھی وہ اس حال میں لوٹتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی برائی بیان کرنے اور مزاقوں سے لذت حاصل کررہے ہوتے۔ یعنی وہ صرف آنکھوں سے اشارے ہی نہیں۔ بلکہ وہ اپنی زبانوں سے بھی مسلمانوں کے عیوب ونقائص بیان کر کے لذت حاصل کررہے ہوتے۔

(آیت نمبر ۳۲) اور جب بھی وہ مجرم ان مسلمانوں کو دیکھتے تو مسلمانوں کی طرف اشارہ کر کے حقارت کے طور پر کہتے۔ بے شک یہ لوگ بھکے ہوئے ہیں۔ یعنی مسلمانوں کو وہ گمراہ کہتے۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کا پرانا دین چھوڑ دیا اور ایک نیا دین اپنا لیا ہے۔ اپنے آپ کو کہتے ہم سیدھی راہ پر ہیں۔



(بقیہ آیت نمبر ۳۲) آج بھی غافل لوگ علماء کے متعلق یہی کہتے ہیں اور نیک لوگوں پر طنز کرتے ہیں۔ کبھی انہیں دیوانہ کہتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے فتوے لگاتے ہیں۔ آخرت میں پتہ چلے گا۔

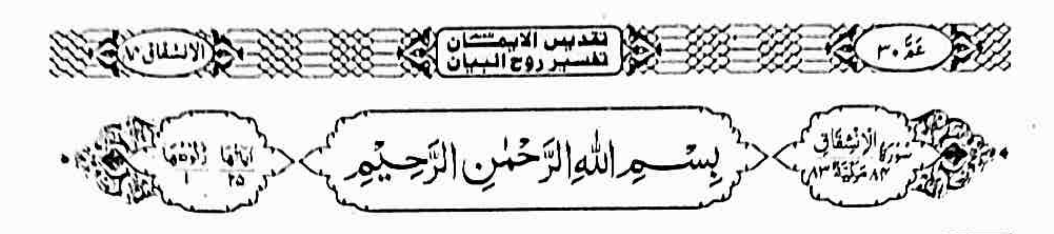
(آیت نمبر ۳۳) یہ ان پر نگاہ بان بنا کر تو نہیں بھیجے گئے۔ یعنی یہ مجرم جو بک بک کر رہے ہیں۔ انہیں ان کی نگرانی پر اور مؤکل بنا کر تو نہیں بھیجا گیا کہ وہ ان کی ہدایت یا گمراہی کے متعلق گواہی دیں۔ انہیں تو چاہئے کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔ دوسروں کے پیچھے لگنے کا کیا فائدہ ہوگا۔

(آیت نمبر ۳۴) تو آج یعنی بروز قیامت وہی فقرا جو دنیا میں کامل ایمان لائے۔ کافروں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ذلت وخواری کی حالت میں دیکھیں گے کہ جب طرح طرح کی رسوائی مار پٹائی کی حالت دیکھ کر مسلمان ہنسیں گے اور دیکھیں گے (کہ دنیا کا کبر وغرور کیسے خاک میں مل رہا ہے اور جوت پر شاد ہو رہی ہے)۔ تو پھر ان کی حالت پر مسلمان ہنس رہے ہوں گے۔

(آیت نمبر ۳۵) موتی اور یاقوت سے جڑے تختوں پر بیٹھ کر مزے کے ساتھ کافروں کا برا حال دیکھ رہے ہوں گے اور انہیں دوہری خوشی ہو رہی ہوگی ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ دوسرا کفار جو دنیا میں ان کی حالت زار پر ہنستے تھے۔ آج مسلمان ان کی حالت ذلت وخواری پر ہنس رہے ہوں گے۔

(آیت نمبر ۳۶) کیسا بدلہ ملا کافروں کو کرتوتوں کا۔ جو دنیا میں مسلمانوں سے ٹھٹھہ کرتے تھے۔ اس کا انہیں کیسا بدلہ ملا۔ **فائدہ**: اس میں مسلمانوں کو تسلی دی گئی۔ آخرت میں معاملہ الٹ ہوگا۔

اختتام سورۃ: مورخہ ۱۹ جولائی ۲۰۱۷ء، بروز بدھ



اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ ① وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتۡ ۙ ② وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ ③

جب آسمان پھٹ جائے۔ اور حکم سنے اپنے رب کا اور یہی اس کا حق ہے۔ اور جب زمین لمبی کی جائے

وَ اَلۡقَتۡ مَا فِيۡهَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ ④

اور الٹ دے جو اس میں ہے اور خالی ہو جائے

(آیت نمبر۱) جب آسمان پھٹ جائیگا۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ بادلوں کے ساتھ پھٹے گا۔ اس بادل میں فرشتے اتریں گے۔ **فائدہ:** وہ بڑا ہی خوف ناک وقت ہوگا۔ پھٹنے کا معنی ہے کہ ٹوٹ پھوٹ جائے گا اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے۔ **فائدہ:** مولا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آسمان کا پھٹنا اس کے دروازہ سے ہوگا۔ جو حاجبان اور کہکشاں کا راستہ ہے۔ یعنی جہاں سے پہلے جڑا ہوا تھا۔ اسی جگہ سے پھٹے گا۔

(آیت نمبر۲) اور سنے گا اپنے رب کا حکم۔ یعنی اس کی فرمانبرداری کرے گا۔ یہ استعارہ ہے۔ ورنہ آسمان کے نہ کان ہیں نہ وہ سنتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ہر بات کو ہر چیز جانتی اور مانتی ہے۔ اور "حقت" کا معنی ہے کہ اس کیلئے لائق یہی ہے کہ وہ رب کی بات سنے اور اس کے آگے جھکے۔ یہی اس کی شان کے لائق ہے۔

(آیت نمبر۳) اور جب زمین کو لمبا چوڑا کیا جائیگا۔ یعنی جب ٹیلے پہاڑ ختم ہو جائیں۔ سمندروں والی جگہ بھی خشک زمین ہو جائیگی۔ سارا میدان صاف کاغذ کی طرح برابر ہو جائے گا اور اس کے نئے نویں اجزاء بنائے جائیں گے۔ **حدیث شریف:** بروز قیامت اللہ تعالیٰ زمین کو چمڑے کی طرح پھیلائے گا۔ یہاں تک کہ کسی انسان کیلئے دو قدم رکھنے سے زیادہ جگہ نہیں رہے گی (ابن کثیر)۔ یعنی مخلوق اس قدر زیادہ ہوگی (زمین گویا تنگ ہو جائیگی)۔

(آیت نمبر۴) اور جو کچھ زمین میں ہے اسے باہر نکال کر بالکل خالی ہو جائیگی۔ یعنی اپنے اندر سے مردے اور خزانے باہر نکال دے گی۔ دوسری جگہ فرمایا کہ وہ اپنا بوجھ باہر نکالے گی۔ **فائدہ:** خزانے کچھ تو اب نکل رہے ہیں۔ جیسے سونا، چاندی، تانبہ، تیل، وغیرہ۔ قرب قیامت یعنی دجال کے وقت میں مزید نکل کر اس کے ساتھ چل پڑیں گے۔ اور مردے قیامت کے دن نکلیں گے تو زمین بالکل خالی ہو جائیگی۔

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۵ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَدْحًا

اور سنے اپنے رب کا حکم اور یہی اس کا حق ہے۔ اے انسان بے شک تجھے دوڑنا ہے طرف اپنے رب کے

فَمُلٰقِیْهِ ۝۶ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۝۷ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝۸

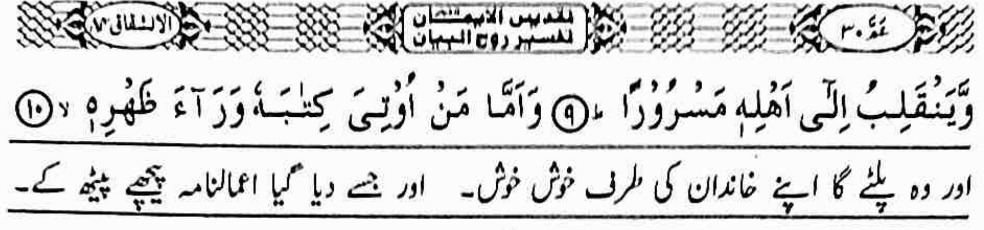
پھر اس سے جا ملنا ہے۔ تو جو دیا گیا اپنا اعمالنامہ دائیں ہاتھ۔ تو عنقریب حساب لیا جائیگا اس سے آسان۔

(آیت نمبر۵) اپنے رب کا حکم سنے گی اور یہ اس کا حق ہے کہ وہ رب کا حکم سنے۔ اس سے پہلے آسمان کیلئے کہا گیا اور اب زمین کیلئے یہ جملہ کہا گیا۔ (زمین و آسمان کیا۔ بلکہ ہر چیز کا حق ہے کہ وہ اپنے رب کا حکم سنے اور اس پر عمل کرے)۔

(آیت نمبر۶) اے انسان۔ خواہ مومن ہے یا کافر یہ خطاب ہر مکلف کو ہے کہ بے شک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے۔ یعنی اے انسان تو اپنے رب سے ملنے کیلئے پوری کوشش کرنے والا ہے۔ کہ ہر انسان قبر سے نکل کر سرپٹ دوڑ پڑے گا۔ جدھر سے آواز آرہی ہوگی۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ ہم اعمال کیلئے کیوں جدوجہد کریں۔ جب کہ تقدیروں کا فیصلہ ہو گیا اور قلم بھی خشک ہو گیا تو فرمایا عمل کئے جاؤ۔ ہر انسان جس چیز کیلئے پیدا ہوا۔ وہ اس کیلئے آسان کر دی جائے گی۔ جو وہ کرے گا اس کو وہ مل جانے والا ہے۔ یعنی تیرا عمل تجھے مل کر رہے گا۔ جو بھی عمل ہوگا۔ آخرت میں اس کی جزا ہوگی۔ لہذا وہ عمل کر جو تجھے آخرت میں رسوائی سے بچائے۔ (ابن کثیر و عقیدہ طحاویہ)

(آیت نمبر۷) البتہ جس نیک بخت کو اس کا اعمالنامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائیگا۔ یعنی جو انسان دنیا میں نیک اعمال کرتا رہا۔ اسے دائیں ہاتھ میں اس کا اعمالنامہ دیا جائیگا۔ (جس کا مطلب ہوگا۔ کہ وہ پاس ہے)۔ **نکتہ**: اس بات کے کہنے میں حکمت یہ ہے کہ جب مکلف بندے کو معلوم ہوگا کہ اس کے اعمال لکھے جا رہے ہیں۔ جو پوری دنیا کی موجودگی میں پیش ہوں گے تو وہ دنیا میں ہی اپنے اعمال کو درست کرے گا۔

(آیت نمبر۸) عنقریب اس سے بہت ہی آسان سا حساب لیا جائیگا۔ نہ اس پر سختی ہوگی نہ اعتراض جو اسے برا لگے۔ **آسان حساب**: جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آسان حساب یہ ہے کہ بندے سے گناہوں کا اعتراف کرا کر گناہ معاف کر دیئے جائیں اور نیکیوں کا اسے اجر دیا جائے۔ یہ گناہ گار مومنوں کا حال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگ کر ہمیں سکھا دیا کہ اے اللہ میرا حساب آسان فرما۔



وَّیَنۡقَلِبُ اِلٰۤی اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ ۙ﴿۱۰﴾

اور وہ پلٹے گا اپنے خاندان کی طرف خوش خوش۔ اور جسے دیا گیا اعمالنامہ پیچھے پیٹھ کے۔

فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ۙ﴿۱۱﴾

تو جلد وہ پکارے گا موت کو۔

(آیت نمبر۹) آسان حساب والا اپنے خاندان کی طرف پلٹے گا۔ یا اپنے دوستوں کی طرف خوش خوش شاداں وفرحاں لوٹے گا۔ **فائدہ**: معلوم ہوا کہ اس کے باقی خاندان والے یا اس کے احباب اس سے پہلے جنت پہنچ چکے ہوں گے۔ یہ بعد میں جا کر انہیں کامیابی کی خوشخبری دیگا۔ یا محشر کے میدان میں ہی ان سے مل کر خوش خبری دیگا۔

(آیت نمبر۱۰) البتہ جو اعمالنامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا۔ **فائدہ**: کلبی کہتے ہیں۔ اس کا دایاں ہاتھ باندھ دیا جائے گا اور بایاں پیٹھ کے پیچھے کر کے اسے اعمالنامہ دیا جائیگا۔ **فائدہ** امام رازی مرحوم نے فرمایا۔ ہوسکتا ہے۔ بعض کو بائیں ہاتھ میں اور بعض کو پیٹھ کے پیچھے سے اعمالنامہ دیا جائیگا۔ **فائدہ**: تفسیر فناری میں ہے۔ بائیں ہاتھ میں اعمالنامہ منافقوں کو دیا جائیگا۔ کافر کے نہ اعمال نہ اعمالنامہ اسے گرفت کیلئے کفر ہی کافی ہے۔

پیٹھ کے پیچھے: اعمالنامہ انہیں دیا جائیگا۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پیٹھ کے پیچھے ڈالا ہوگا۔ سورہ رحمان میں فرمایا۔ کافروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا ہی نہیں جائیگا کیونکہ مجرم لوگ چہروں سے ہی پہچان لئے جائیں گے۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ ان کیلئے میزان ہوگا ہی نہیں۔

(آیت نمبر۱۱) پھر عنقریب وہ ہلاکت مانگے گا۔ یعنی ایک لمبی مدت تک نہ ختم ہونے والے عذاب کو جب برداشت نہیں کرے گا۔ تو وہ موت کی آرزو کریگا۔ یا جب اسے یقین ہوجائیگا کہ وہ جہنمی ہے تو اس وقت کہے گا۔ ہائے ہلاکت ہائے ہلاکت۔ تو انہیں کہا جائیگا۔ آج ایک ہلاکت نہیں۔ بے شمار ہلاکتیں مانگو۔ اب تمہیں کبھی بھی موت نہیں آئے گی۔

حکایت: بوعلی سیاح مرحوم بازار سے گذرے تو ایک فقیر صدا لگا رہا تھا کہ بڑے دن کے صدقے مجھے کچھ دو۔ تو وہ یہ لفظ سنتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ بعد میں غلاموں کے استفسار پر فرمانے لگے۔ بڑے دن کا نام سنتے ہی ہوش اڑ گئے۔ کہ وہ دن کس قدر خوف ناک ہے۔ جہاں زمین وآسمان تھرا رہے ہوں گے۔ وہاں بندوں کا کیا حال ہوگا۔

وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ؕ ⑫ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ ⑬ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۚ ⑭

اور داخل ہوگا دوزخ میں۔ بے شک وہ تھا اپنے گھر میں خوش باش۔ بے شک سمجھتا تھا کہ ہرگز پھرنا نہیں۔

بَلٰۤی ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ؕ ⑮

ہاں بے شک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

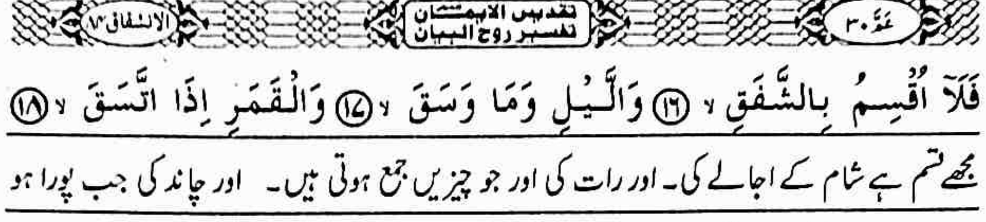
(آیت نمبر۱۲) اور وہ بھڑکتی آگ میں جائیگا۔ یعنی اس آگ میں جلے گا۔ جو بھڑک رہی ہے۔ **فائدہ**: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا ہلاکت کو پکارنا جہنم میں جانے سے پہلے ہوگا۔ **فائدہ**: امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تصریح فرمائی ہے کہ قرآن میں ہے۔ کفار جب تنگ جگہ سے جہنم میں گرائے جائیں گے تو اس وقت وہ ہلاکت مانگیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہنم جانے سے پہلے بھی ہلاکت مانگیں گے اور بعد میں بھی مانگیں گے بلکہ ہمیشہ ہی مانگیں گے۔ **فائدہ**: بعض بزرگوں نے فرمایا۔ کفار فجار ہلاکت جہنم جانے سے پہلے مانگیں یا بعد میں مانگیں اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔

(آیت نمبر۱۳) بے شک وہ دنیا میں اپنے خاندان والوں کے ساتھ یا دوستوں میں بڑی خوشیاں منایا کرتے تھے۔ بڑا خوش حال اکڑ باز تھا۔ جیسے فاسق و فاجر دنیادار امور آخرت کو بھولے ہوئے لوگوں کا حال ہے۔ جو اپنے انجام پر ذرا بھی غور و فکر نہیں کرتے۔ جیسے صالحین اور متقین لوگ ہر وقت متفکر رہتے ہیں اور انجام کا خوف انہیں رہتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ کافر فارغ تھا۔ آخرت کے فکر سے۔ (اسے اپنے گھمنڈ کی سزا ملی)۔

(آیت نمبر۱۴) اسے گمان تھا کہ وہ واپس ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہیں جائیگا۔ اسی گھمنڈ میں اللہ کے حکم کو جھٹلاتا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ کوئی زندگی نہیں۔ نہ رب کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ لوٹنے کا یہی معنی ہے اور۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ حور کا معنی لوٹنا یہ معنی میں نے ایک لڑکی سے سنا۔

(آیت نمبر۱۵) بے شک اس کا رب جس نے اسے پیدا کیا وہ اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ لہذا یہ لوٹ کر رب کے پاس جانا اور اعمال کا حساب اور اس کا بدلہ ملنا یہ لازمی اور حتمی چیز ہے۔ اس آیت میں نافرمانوں کیلئے زجر و توبیخ ہے۔

فائدہ: واسطی مرحوم فرماتے ہیں کہ وہ اللہ دیکھ رہا ہے اور وہ جانتا ہے کہ جس نے اسے پیدا کیا اور وہ سب کچھ دیکھ سن رہا ہے۔ اسے علم ہے کہ کس مقصد کیلئے اور کس چیز سے پیدا کیا۔ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے اور اس کی موت کا وقت اس کا رزق وغیرہ سب لکھا جا چکا ہے۔ اسی کے مطابق سب کچھ ہوگا۔



فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ ﴿۱۶﴾ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ ﴿۱۸﴾

مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی۔ اور رات کی اور جو چیزیں جمع ہوتی ہیں۔ اور چاند کی جب پورا ہو

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ؕ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ ﴿۲۰﴾

تم ضرور چڑھو گے منزل بہ منزل۔ تو کیا ہے انہیں کہ نہیں ایمان لاتے۔

(آیت نمبر۱۶) تو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی۔ امام شافعی کے نزدیک شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد کناروں پر دیکھی جاتی ہے۔ سورج کے غیب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم اور عشاء کا شروع ہو جاتا ہے۔ یا اس سے مراد سفیدی ہے۔ جو سرخی کے بعد کناروں پر آتی ہے۔ امام اعظم کے نزدیک شفق سے یہی مراد ہے۔ **فائدہ**: عکرمہ اور مجاہد کے نزدیک شفق دن کو کہتے ہیں۔ شفق میں سورج کا اثر ہے۔ اس لحاظ سے گویا شفق دن اور رات دونوں پر بولا جاتا ہے۔ ان دونوں سے جہان کا قیام ہے۔ دن معاش کیلئے ہے اور رات آرام کیلئے ہے۔

(آیت نمبر۱۷) اور قسم ہے رات کی اور جو اس میں چیزیں جمع ہوتی ہیں۔ چونکہ جب رات ہوتی ہے تو تمام چیزیں اپنے ٹھہرنے کے مقام میں جمع ہوتی ہیں۔ دن میں جو پھیلے ہوئے تھے رات کو جمع ہو گئے۔

تہجد گذار: لوگ بھی اس سے مراد ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے کہ وہ جمع ہوتے ہیں۔

(آیت نمبر۱۸) اور قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔ یعنی جب چودہویں رات کو کامل ہو جاتا ہے۔

نکتہ: ان مذکورہ اشیاء کی اللہ تعالیٰ نے قسم اس لئے دی کہ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھرتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ان تغیرات کی قسم کھائی جو افلاک وعناصر میں ہیں۔ جیسے شفق سے پہلے دن کی روشنی تھی۔ اور اس کے بعد پھر رات کی تاریکی۔ اسی طرح حیوانات کے تغیر کا حال ہے کہ وہ بیداری سے نیند کی طرف متغیر ہوتے ہیں۔

(آیت نمبر۱۹) تم ضرور ایک منزل سے دوسری منزل پر چڑھو گے۔ یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف جاؤ گے جو دونوں حال سختی اور فظاعہ میں ایک دوسرے کے موافق ہونگے۔ جیسے موت سخت ہے۔ قبر کا حال اس سے سخت اور قیامت کا حال اس سے بھی سخت ہولناک ہے۔ یہاں عن بمعنی بعد کے ہے۔

(آیت نمبر۲۰) تو انہیں کیا ہوا کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ یعنی جب انہیں معلوم ہو گیا کہ قیامت میں یہ حال ہوگا۔ جیسے پیچھے بیان ہوا تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ جب کہ وہ قرآنی دلائل بھی دیکھ چکے۔ بے شمار معجزات بھی دیکھ لئے۔ اس کے بعد وہ کیا دیکھنا چاہتے ہیں۔

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۩ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور جب ان پر پڑھا جائے قرآن تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔ بلکہ کافر لوگ جھٹلاتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾

اور اللہ خوب جانتا ہے اس کو جو وہ دل میں رکھتے ہیں۔ تو بشارت دو انہیں عذاب دردناک کی۔

(بقیہ آیت نمبر ۲۰) انہیں ایمان لانے میں کیا رکاوٹ ہے۔ جبکہ اس کے موجبات کی تائیدات ان کے ہاں پہلے ہی زیادہ ہیں۔ (یعنی انہیں جلد ایمان لانا چاہئے)۔

(آیت نمبر ۲۱) اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جائے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔ یعنی جب ان کے سامنے نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو یہ بھی عربی زبان والے ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ جب قرآن سنیں تو عقیدہ رکھیں یہ کلام الٰہی ہے۔ اس کی اطاعت کریں۔ اور سجدہ والی جگہ آئے تو فوراً سجدہ کریں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ سجدہ والی آیت پڑھی۔ پھر آپ نے اور صحابہ کرام نے سجدہ کیا مشرکوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں (البز از و حدیث ابن حجر)۔ تا کہ مسلمان بھی صحیح طریقے سے سجدہ نہ کر سکیں۔

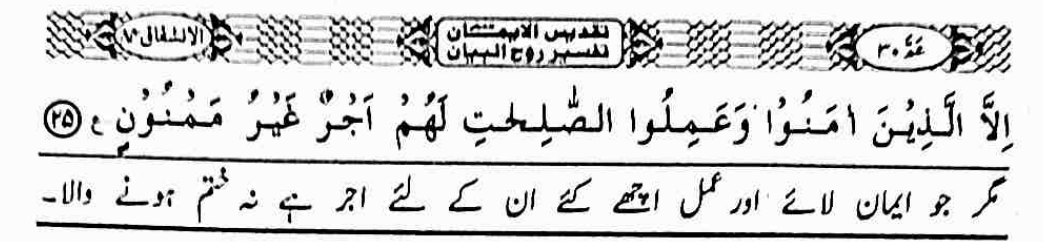
مسئلہ: سجدہ والی آیت پڑھنے سننے والوں سب پر سجدہ لازم ہو جاتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ قرآن سن کر عجز و نیاز سے فرمانبرداری نہیں کرتے۔ نہ اس کے حکموں کو ادا کرتے ہیں۔ نہ نواہی سے رکتے ہیں۔

(آیت نمبر ۲۲) بلکہ کافر لوگ تو اسے جھٹلاتے ہیں۔ اس کی تلاوت کے وقت خشوع و خضوع نہیں کرتے۔ ان کے کفر پر مہر ثبت ہو گئی۔

فائدہ: بعض تفسیروں میں یہ بھی آیا ہے کہ تکذیب کا معنی دل سے جھٹلانا۔ یعنی اس کی تصدیق نہ کرنا ہے۔ اسی سے ان کی روگردانی میں ترقی ہوتی ہے اور یہ ان کی روگردانی بھی ایک قسم کی تکذیب ہے۔

(آیت نمبر ۲۳) اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ جی میں رکھتے ہیں جو دلوں میں چھپاتے ہیں۔ کفر و حسد اور بغض و بغاوت پر انہیں دنیا آخرت میں اللہ تعالیٰ سزا دے گا۔ کیونکہ وہ اپنے نامہ اعمال میں برائیوں کا ذخیرہ جمع کر رہے ہیں۔ قاشانی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے فاسد عقائد کو بخوبی جانتا ہے۔

(آیت نمبر ۲۴) اے محبوب انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دیدو۔



اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ع ﴿۲۵﴾

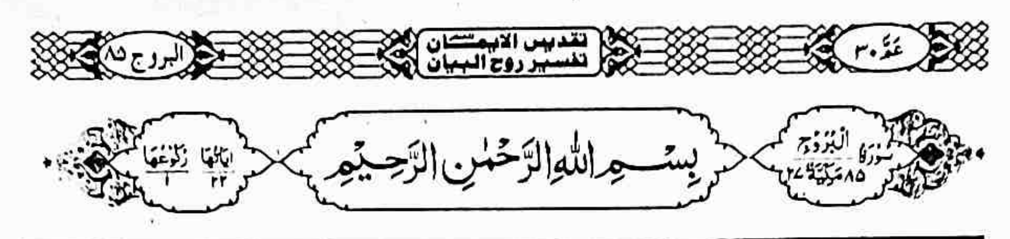
مگر جو ایمان لائے اور عمل اچھے کئے ان کے لئے اجر ہے نہ ختم ہونے والا۔

(بقیہ آیت نمبر۲۴) کیونکہ ان کے عذاب کا موجب ان کا استہزاء وتہکم ہے جو وہ فقراء اور مساکین اہل اسلام سے کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پچھلی سورۃ کی آخری آیات میں گذرا۔

(آیت نمبر۲۵) مگر وہ لوگ جو پکا سچا ایمان لائے۔ اپنے دلوں کو نفس کی کدورتوں سے پاک کیا۔ اور نیک اعمال کئے۔ ان کیلئے نہ ختم ہونے والا ثواب ہے۔

فائدہ : یعنی جب ایمان لایا تو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے۔ عمل پر قدرت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور آخرت میں ثواب بھی اس کے فضل وکرم سے اور ایسا اجر وثواب جو کبھی بھی ختم نہیں ہوگا۔

اختتام سورۃ: مورخہ ۲۰ جولائی ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۴ شوال ۱۴۳۸ھ بروز جمعرات بعد نماز عصر



وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ ① وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ ② وَشَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ؕ ③

قسم ہے آسمان برجوں والے کی۔ اور اس دن کی جس کا وعدہ دیا ہوا ہے۔ اور گواہوں حاضر کئے ہوؤں کی۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ ④

لعنت ہے کھائی والوں پر۔

(آیت نمبر۱) قسم ہے آسمان برجوں والے کی۔ بروج سے مراد یا تو بارہ ستارے ہیں جو فلک اعلیٰ میں ہیں۔ اور سماء سے مراد پہلا آسمان ہے۔ جس کو چراغوں سے سنگارا گیا۔ یا اس سے مراد سورج کی بارہ منزلیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بارہ برجوں کے مطابق مہینے مقرر فرمائے اور یا بروج سے مراد چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں۔ ہر روز وہ ایک منزل طے کرتا ہے۔ کبھی وہ اس میں خطا نہیں کرتا۔ اور سورج ایک ماہ کے بعد ایک برج میں پہنچتا ہے۔

(آیت نمبر۲) اور اس دن کی قسم جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یعنی روز قیامت۔ قسم کی وجہ اس کی قدر منزلت ہے کیونکہ وہ فیصلے اور جزاء کا دن ہے اور اس دنیا کا وہ آخری دن ہے جو پچاس ہزار سال کا ایک ہی دن ہے۔

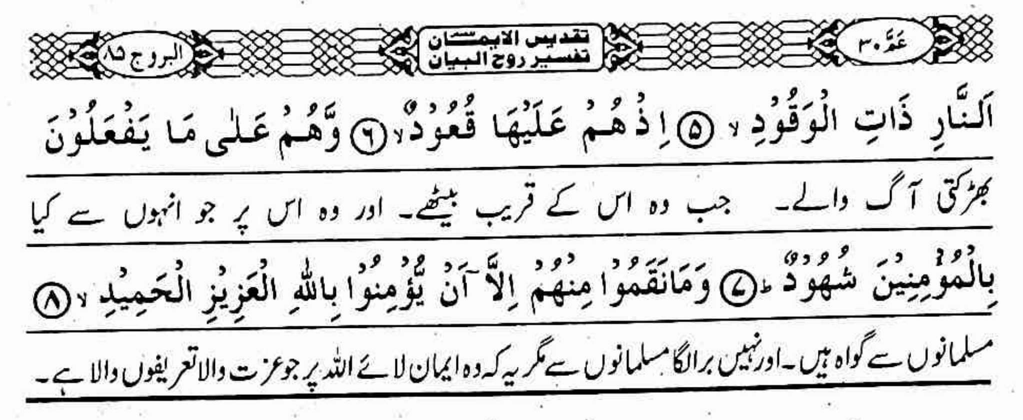
(آیت نمبر۳) اور قسم ہے اس کی جو حاضر و موجود ہوں گے۔ یعنی اس دن اولین و آخرین تمام حاضر ہوں گے۔ انسان، جن، فرشتے، انبیاء کرام علیہم السلام سمیت سب موجود ہو جائیں گے۔ بعض نے شاہد سے مراد ہر دن لیا۔ اور مشہود سے مراد وہ لوگ جو اس میں ہیں۔ شاہد شہادت سے ہے۔

فائدہ: شاہد و مشہود نکرہ ہیں۔ یعنی اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ حدیث میں یوم مشہود جمعہ کے دن کو بھی کہا گیا ہے۔ قیامت بھی جمع کے دن ہی قائم ہوگی۔

(آیت نمبر۴) کھائی والے مارے گئے کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا۔ یہ قُتِلَ لعنت سے کنایہ ہے۔ کفار مکہ کے متعلق بتایا گیا کہ یہ بھی کھائی والوں کی طرح ملعون ہیں اور ایمان والوں سے کہا۔ تم اپنے ایمان پر ثابت قدم رہو۔ کفار کی طرف سے ملنے والی اذیتوں پر صبر کرو۔ یہ امتحان ہے اور یہ اذیتیں دینے والے کھائی والوں کی طرح ملعون ہیں۔ کھائی والے تین ہیں: (۱) انطیانوس۔ (۲) بخت نصر۔ (۳) ذونواس۔ ان سب نے ظلم ہی کیا کہ گڑھے کھدوا کر

ان میں آگ لگائی اور مسلمانوں کو جلایا۔ اور یہ واقعہ ذونواس لعنتی کا ہے۔ جو عیسائیوں کا دشمن تھا۔

واقعہ: کہا جاتا ہے کہ ذونواس بت پرست تھا۔ اس کی بادشاہی کا دارومدار ایک جادوگر شعبدہ باز اور کاہن پر تھا۔ ایک دن اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ بہتر ہے کوئی نوجوان ذہین مجھے دیدیا جائے تا کہ میں اسے یہ جنتر منتر سکھادوں۔ اور تمہاری سلطنت قائم رہے۔ بادشاہ نے اس کے پاس ایک ذہین لڑکا بھیجا وہ روزانہ اس کے پاس جا کر جادو سیکھتا۔ اتفاق سے راستے میں ایک (راہب) ولی اللہ رہتا تھا۔ جس کی باتیں اس لڑکے کو بھا گئیں۔ ایک دن شہر سے باہر دیکھا کہ شیر نے پورے شہر کے لوگوں کا راستہ روکا ہوا ہے تو اس نے ایک پتھر اس ولی کا نام لیکر مارا۔ جس سے شیر مر گیا اور لوگ آرام سے کاموں پر چلے گئے۔ لڑکے نے راہب کو قصہ سنایا تو راہب نے کہا۔ تیرا مرتبہ کامل ہو گیا۔ اب تو امتحان میں مبتلا ہو تو میرا ذکر نہ کرنا۔ لڑکا ہر طرف مشہور ہو گیا۔ ہر طرح کے مریض اس سے شفایاب ہونے لگے۔ بادشاہ کا وزیر اندھا ہوا۔ تو وہ بھی بڑے تحفے لیکر آیا۔ لڑکے نے کہا تو ایمان لے آ میں دعا کروں گا۔ اور اللہ شفا دے گا۔ وہ ایمان لے آیا۔ اللہ نے آنکھوں کی بینائی لوٹادی۔ اگلے دن جب وہ وزیر بادشاہ کی مجلس میں گیا۔ تو بادشاہ نے پوچھا۔ تو بینا کیسے ہوا۔ اس نے کہا۔ اللہ نے شفا دیدی۔ اس نے کہا۔ میرے سوا کوئی اللہ ہے تو وزیر نے کہا۔ ہاں جس نے کائنات بنائی۔ بادشاہ نے اسے مارا پیٹا۔ تو اس نے لڑکے کا پتہ دے دیا۔ لڑکے کو گرفتار کر کے لایا گیا تو اسے سخت تکالیف دیں تو اس نے راہب کا پتہ دے دیا۔ راہب کو پکڑ کے لایا گیا۔ اسکے سر پر آرہ رکھ کر اسے چیر دیا۔ وزیر کو بھی قتل کرا دیا۔ پھر لڑکے کو چند فوجیوں کے حوالہ کیا۔ اسے فلاں پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر دو۔ جب وہ اسے لے کر پہاڑ پر گئے پہاڑ پر زلزلہ آیا۔ تو وہ سارے گر کر ہلاک ہو گئے۔ اور لڑکا بادشاہ کے پاس آ گیا اور باقیوں کی ہلاکت کا قصہ سنا دیا۔ بادشاہ نے کچھ اور چند آدمیوں کے حوالے کر کے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھاؤ اور درمیان دریا پھینک آؤ۔ جب کشتی دریا کے درمیان گئی تو الٹ گئی وہ سب غرق ہوئے اور لڑکا پھر بادشاہ کے پاس آ گیا اور کہا کہ بادشاہ تو اس طرح مجھے ہرگز نہیں مار سکتا۔ البتہ یہ کہ تو مجھے سب لوگوں کے سامنے سولی پر چڑھا اور میرے کشکول سے تیر لے اور یوں کہہ بسم اللہ رب الغلام پھر میری کنپٹی پر تیر مار تو میں مر جاؤنگا۔ جب بادشاہ نے یہ کلمات کہہ کر تیر چھوڑا تو وہ تیر لگتے ہی لڑکا تو فوت ہو گیا مگر اس میدان میں کھڑے ہزاروں لوگوں نے دین حق قبول کر لیا اور کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے تو بادشاہ کو اس سے بڑی تکلیف ہوئی۔ کہ میں ایک کو اسلام سے روک رہا تھا۔ یہ تو پورا شہر ہی اس کا کلمہ پڑھنے لگ گیا۔ تو اس نے شہر کی گلیوں میں خندقیں کھدوا کر ان میں آگ لگا دی اور کہا جو کلمے سے باز نہ آئے۔ اسے آگ میں ڈال دو۔ اب جو بھی گھر سے باہر نکلتا اس سے پوچھا جاتا۔ اگر اسلام سے پھر جاتا۔ تو اسے چھوڑ دیتے ورنہ آگ میں ڈال کر اسے جلا دیتے۔



اَلنَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ

بھڑکتی آگ والے۔ جب وہ اس کے قریب بیٹھے۔ اور وہ اس پر جو انہوں سے کیا

بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ؕ ۝۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ ۝۸

مسلمانوں سے گواہ ہیں۔اور نہیں برالگا مسلمانوں سے مگر یہ کہ وہ ایمان لائے اللہ پر جو عزت والا تعریفوں والا ہے۔

(آیت نمبر۵) چونکہ آگ بڑی ہیبتناک تھی۔سخت بھڑکی ہوئی تھی جو بھی اپنے دین حق کو نہ چھوڑتا اسے اس آگ میں گرادیا جاتا۔کمال یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے سامنے آگ میں ڈالا جارہا تھا۔لیکن کوئی بھی دین حق سے پھرنے کا نام بھی نہیں لیتا تھا۔ایک مومنہ عورت لائی گئی۔جس کے پاس شیر خوار بچہ تھا۔وہ بچے کی وجہ سے ذرا ہچکچائی تو بچے نے فصیح زبان میں کہا۔ماں صبر کرتو دین حقہ پر ہے۔(ماں یہ آگ نہیں جنت ہے۔دیر نہ کر۔تو اس نے بھی چھلانگ لگادی۔)

فائدہ: اس سے پہلے بادشاہ نے اس کے تین بچوں کو ماں کے سامنے آگ میں ڈالا کہ شاید وہ پھر جائے۔ مگر وہ دین حق پرڈٹی رہی۔حتیٰ کہ چھوٹے بچے نے مرنے کے بعد پھر آواز دی۔ماں نہ گھبرا تو دین حق پر ہے۔

(آیت نمبر۶) جب وہ آگ کے گرد اونچی جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔بعض نے کہا کہ وہ کرسیاں لگا کر کناروں پر بیٹھے ہوئے تھے کچھ مکانوں پر بیٹھ کر تماشا دیکھ رہے تھے۔

(آیت نمبر۷) جو جو وہ مسلمانوں کے ساتھ کررہے تھے۔وہ وہ اس کے خود گواہ تھے۔یعنی بادشاہ کو جا کر گواہی دیتے کہ ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور تمام مومنوں کو آگ میں جلادیا۔کسی پر رحم وشفقت نہیں کی۔یا اس کئے کی بروز قیامت خود گواہی دیں گے۔اور سزا کے حقدار بھی بنیں گے۔

(آیت نمبر۸) **فائدہ**: عزیز وہ جس کے عذاب کا خوف ہو اور حمید وہ جس سے ثواب کی امید ہو۔

نکتہ: کفار کو فی الفور پکڑ اس لئے نہیں ہوتی تا کہ اہل ایمان کو آخرت کے مکمل درجات ملیں۔کیونکہ شہداء کو شہادت کا مرتبہ تب ہی ملتا ہے۔کہ جب کفار ہوں اور وہ مسلمانوں کو قتل کریں۔اسی طرح غازی بھی تب ہی ہوں گے۔جب مسلمان کافروں کو ماریں۔اگر کفار ہی نہ ہوں۔تو نہ کوئی غازی۔نہ کوئی شہید ہو۔

فائدہ: ان آیات کریمہ میں کفار کی سخت مذمت ہے۔

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ؕ ۝۹ اِنَّ الَّذِیْنَ

وہ جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ بے شک جنہوں نے

فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

تکلیف میں ڈالا مسلمان مردوں اور عورتوں کو پھر توبہ نہ کی تو ان کیلئے عذاب ہے جہنم کا اور ان کے لئے

عَذَابُ الْحَرِیْقِ ؕ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ

آگ کا۔ بے شک جو ایمان لائے اور عمل نیک کئے ان کیلئے باغات ہیں

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ؕ ۝۱۱

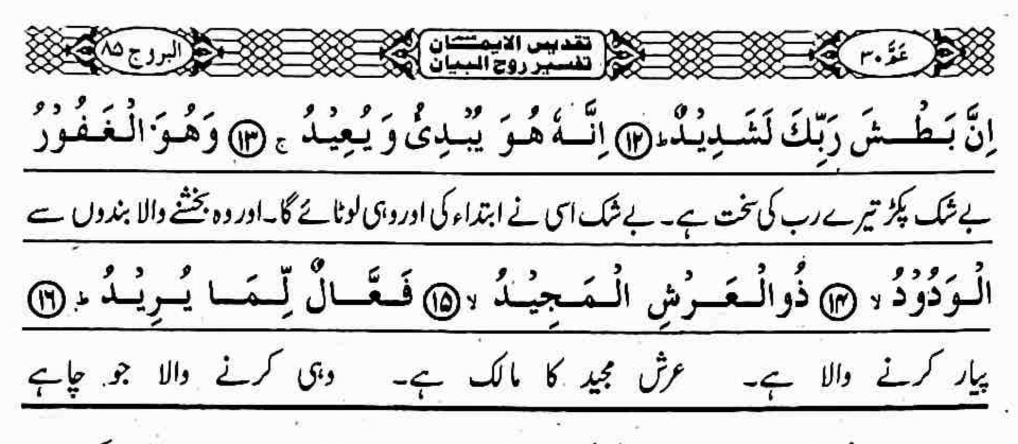
چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں یہ کامیابی ہے بڑی

(آیت نمبر۹) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ یعنی وہ ہر ایک کے اقوال وافعال جانتا ہے۔ اس میں ایمان والوں کیلئے وعدہ کریمہ ہے اور کفار کیلئے وعید شدید ہے۔ **فائدہ**: امام قشیری فرماتے ہیں۔ یہاں شہید بمعنی علیم ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے متعلق جب یہ عقیدہ ہوگا کہ وہ تمام احوال وافعال کو جانتا اور دیکھتا ہے تو اس سے گناہ کم صادر ہونگے۔

(آیت نمبر۱۰) بے شک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو فتنے میں ڈالا یعنی آگ میں جلا کر سخت اذیتیں دیں تاکہ وہ دین حق کو چھوڑ کر کفر وشرک کریں۔ جیسے اصحاب احدود والوں نے کیا اور کئی ظالموں نے مسلمانوں پر ظلم کئے۔ پھر ظلم وستم کے بعد توبہ بھی نہیں کی اپنے کفر اور فتنے پر ڈٹے ہی رہے۔ یہاں تک کہ موت آ گئی۔

نکتہ: سبحان اللہ وہ کتنا کریم وحلیم ہے کہ کسی قہر یئے ظالم پر فوری گرفت نہیں کرتا۔ بلکہ اسے توبہ کا بھی موقع دیتا ہے۔ پھر بھی توبہ نہ کرے تو ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے۔ جس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے اور ان کیلئے سخت جلانے والا عذاب ہے۔

(آیت نمبر۱۱) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے نیک عمل کئے۔ ان کیلئے ان کے ایمان اور نیک عمل کے سبب جنت کے باغات ہیں۔ جن میں نہریں جاری ہوں گی۔ یہ عظیم الشان کامیابی بہت بڑی ہے۔ جس کے سامنے دنیا ومافیہا کچھ بھی نہیں۔ یعنی شر سے نجات اور خیر کا ملنا بہت بڑی کامیابی ہے۔



إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُورُ

بے شک پکڑ تیرے رب کی سخت ہے۔ بے شک اسی نے ابتداء کی اور وہی لوٹائے گا۔ اور وہ بخشنے والا بندوں سے

الْوَدُودُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾

پیار کرنے والا ہے۔ عرش مجید کا مالک ہے۔ وہی کرنے والا جو چاہے

(آیت نمبر۱۲) بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ یہ خطاب حضور ﷺ سے ہے اور کفار کیلئے اس میں بہت بڑی وعید ہے۔ جابر و ظالم لوگوں کی وعید بھی پیچھے بیان ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی پکڑ اس سے کئی گنا زیادہ سخت ہے۔

(آیت نمبر۱۳) بے شک وہی ابتداء کرتا اور پھر مخلوق کو لوٹائے گا۔ یعنی پہلے زندہ کیا۔ پھر مارا۔ پھر زندہ کرے گا۔ تا کہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ اعمال کے مطابق دے۔ یا یہ معنی ہے کہ کافروں کی پہلے دنیا میں گرفت کی۔ آخرت میں پھر وہ گرفت فرمائے گا۔ یہ اس کے عدل کا نشان ہے یا پہلے منی سے بنایا پھر مٹی سے بنائے گا۔

(آیت نمبر۱۴) وہی بخشش والا ہے۔ جو بھی کفر سے توبہ کر کے ایمان لائے۔ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور جو بھی توبہ کر کے اطاعت کرے رسول کی پیروی کرے۔ وہ بھی اس کا پیارا ہو جاتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سچی توبہ کی وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن گئے۔ عبداللہ بن ابی نے دل سے نہ توبہ کی نہ اطاعت کی تو مبغوض ہی رہا۔

(آیت نمبر۱۵) عرش مجید کا خالق بھی اور مالک بھی۔ یعنی ایجادات علویہ پر سلطنت قاہرہ والا اور مجید بہت بزرگی والا۔ جس کے تمام افعال خوبصورت اور عطائیں وافر ہیں۔ عرش کا مجید ہونا یعنی اس کی بلندی اور بہت بڑے حجم والا۔ انتہائی خوبصورت۔ (عرش کے مقابلے میں پوری دنیا ایسے ہے جیسے ایک گول کڑا ہے)۔

(آیت نمبر۱۶) جو چاہتا ہے وہی کرنے والا۔ یعنی اس کے ارادے سے سب کچھ ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ کسی کو جنت میں داخل کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ کسی کو جہنم میں ڈال دے۔ اس کا کوئی ہاتھ پکڑ نہیں سکتا۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۙ⑰ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ؕ⑱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ تَكْذِيْبٍ ۙ⑲

کیا آئی تیرے پاس بات لشکروں کی۔ فرعون اور ثمود کی۔ بلکہ کافر جھٹلانے میں لگے ہیں۔

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۚ⑳ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ㉑ فِىْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۧ㉒

اور اللہ ان کے پیچھے گھیرے ہوئے ہے۔ بلکہ وہ قرآن مجید ہے۔ لوح محفوظ میں

(آیت نمبر ۱۷) کیا تمہارے پاس لشکروں کی خبر آئی ہے۔ جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام پر چڑھائی کی۔ ماضی کے زمانہ میں۔ ان کے کفر و نافرمانیوں پر عذاب نے انہیں کیسے گھیرا۔

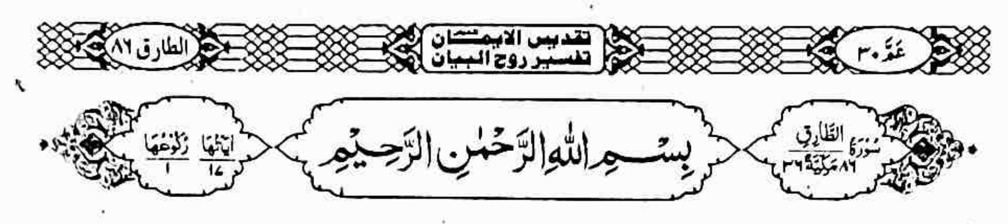
(آیت نمبر ۱۸) جیسے قوم فرعون اور قوم ثمود۔ فرعون کا لشکر موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو پکڑنے کیلئے چڑھ دوڑا۔ پھر ان کا کیا حشر ہوا۔ اسی طرح صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کی ہلاکت کا حال بھی سب کو معلوم ہی ہے کیونکہ اہل مکہ شام جاتے ہوئے اس علاقے سے گذرتے ہیں۔ جہاں اس قوم پر عذاب آیا۔ ان کے تباہ شدہ مکانات کو دیکھتے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۹) بلکہ یہ کافر لوگ یعنی کفار مکہ تو ہر وقت جھٹلانے پر لگے ہوئے ہیں۔ یہ سابقہ کفار سے کفر و سرکشی میں بڑھے ہوئے ہیں۔ یا کفر و تکذیب میں ان جیسے ہی ہیں۔ کیونکہ یہ قرآن کے من جانب اللہ ہونے کے بھی منکر ہیں۔ ان کا خیال تھا۔ کہ یہ قرآن نبی نے خود بنالیا حالانکہ وہ اس کا مقابل نہ لا سکے۔

(آیت نمبر ۲۰) اور اللہ تعالیٰ انہیں بہت جلد گھیرنے والا ہے۔ یعنی عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ اس لئے کہ عذاب ان کا ہر طرف سے راستہ بند کر دے گا کہ وہ جہاں سے نکل سکیں۔ یہ تمثیل ہے۔ ان کے عدم نجات کی۔

(آیت نمبر ۲۱) بلکہ وہ قرآن مجید ہے۔ یعنی کفار جس کی تکذیب کر رہے ہیں۔ وہ معمولی کتاب نہیں بلکہ وہ تو بہت ہی شرافت و بزرگی والا اور اعلیٰ قدر و منزلت والا قرآن ہے۔ دنیا اور آخرت کی تمام بزرگیاں اس میں موجود ہیں۔

(آیت نمبر ۲۲) وہ قرآن جو لوح محفوظ میں ہے۔ **لوح محفوظ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتیوں سے بنایا گیا۔ اس کے دونوں کنارے سرخ رنگ کے ہیں۔ اس کی لمبائی اتنی ہے۔ جتنی زمین سے آسمان تک مسافت ہے۔ لوح محفوظ پر لکھا ہے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا دین اسلام ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جو ان پر ایمان لایا۔ اس نے وعدہ سچا کیا اور رسولوں کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ((اختتام سورۂ بروج: ۲۳ جولائی ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۸ شوال بروز اتوار))



وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾

قسم ہے آسمان اور رات کو آنے والے کی۔ اور کیا معلوم تمہیں کیا ہے رات کو آنے والا۔ ستارہ ہے خوب چمکنے والا

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾

بے شک ہر جان کے اوپر ایک محافظ ہے۔

(آیت نمبر۱) قسم ہے آسمان کی اور رات کے وقت آنے والے کی۔ اس سے مراد وہ ستارہ ہے جو رات کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ **فائدہ**: اس سورت میں کائنات کے خوبصورت مناظر و مظاہر کی طرف متوجہ کیا گیا تا کہ اسے قیامت کے مناظر کا یقین ہو۔ کہ جو رب کریم یہ مناظر دکھاتا ہے۔ وہ قیامت بھی برپا کر سکتا ہے۔

قلب محمد ﷺ: حضرت سہل فرماتے ہیں۔ قسم ہے ان بیانات وکلمات کی جو سید دو عالم ﷺ کے دل مبارک سے نکلے۔ اس میں واردات قلبیہ کی طرف اشارہ ہے۔

(آیت نمبر۲) تمہیں خود بخود کیا معلوم کہ وہ رات کو آنے والا کیا ہے۔ یعنی اس کا علم مخلوق نہیں بتا سکتی۔ جب تک کہ وہ نہ بتائے جو اس جہان کو بنانے والا ہے۔ یعنی اس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(آیت نمبر۳) وہ خود بخود چمکنے والا ستارہ ہے۔ اس کی صفت خاص بتائی تا کہ اس کی شان معلوم ہو۔

فائدہ: بعض مفسرین کے نزدیک ہر ستارے کو طارق کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طارق کا معنی چمکنے والا اور ہر ستارہ چمکنے والا ہوتا ہے۔ اگر چہ ہر ایک کی چمک الگ الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور ستارے دونوں کی قسم فرمائی کیونکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کو واضح کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس سے مراد مختلف ستارے لئے۔ بعض نے اس سے مراد ثریا ستارہ لیا ہے۔

(آیت نمبر۴) ایسی کوئی جان نہیں جس کا کوئی محافظ نہ ہو۔ زجاج نے کہا یہاں "لما لا" کے معنی میں ہے۔

فائدہ: بعض بزرگوں نے فرمایا۔ اس سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اعمال کی حفاظت کرتا ہے۔ نیکی اور بدی دونوں کو لکھ لیتا ہے۔ جس کے متعلق قرآن میں فرمایا۔ بے شک تم پر نگران فرشتے مقرر ہیں۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ

تو چاہئے کہ آدمی دیکھے کس چیز سے پیدا ہوا۔ پیدا ہوا اس پانی سے جو اچھل کر آئے۔ وہ نکلتا ہے درمیان

الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷

پیٹھ اور سینوں کے۔

(بقیہ آیت نمبر۴) اعمال حضور کی بارگاہ میں: چنانچہ **حدیث شریف** میں حضور ﷺ نے فرمایا۔ جب تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ تو اچھے اعمال دیکھ کر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں برائی دیکھ کر بخشش کی دعا کرتا ہوں۔ (مشکوۃ شریف، باب المساجد)

(آیت نمبر۵) پس چاہئے کہ انسان غور وفکر کرے کہ وہ کس چیز سے بنایا گیا تا کہ اسے واضح ہو کہ کس مواد سے اس کی تخلیق مقدر ہوئی۔ جبکہ اس سے پہلے اس کی زندگی کا کوئی نشان نہ تھا۔ تو جس قادر نے پہلی دفعہ بنالیا وہ دوبارہ بنانے پر بھی قادر ہے۔ **سبق**: اگر انسان عقل سے کام لے تو وہ وہی کام کرے جو عمل اسے دوبارہ زندہ ہونے والے دن کام دے۔ ایسے کام نہ کرے جو اسے ہلاکت میں ڈالیں۔ **حدیث شریف**: عقلمند وہ ہے جو وہ عمل کرے جو اسے بعد کام آئے۔ یعنی ہمیشہ نیک عمل ہی کرے۔

فائدہ: انسان چونکہ جہل ونسیان سے مرکب ہے۔ اس لئے وہ نشر وحشر اور میزان کا انکار کر دیتا ہے۔

(آیت نمبر۶) وہ ٹپکنے والی پانی سے پیدا ہوا۔ جو تیزی سے ٹپک کر نکلتا ہے۔ بعض نے اسے ماء مصبوب بھی کہا۔ یعنی جو رحم میں گرایا ہو۔ نیز اس سے مراد دو پانی ہیں۔ جو رحم میں مل کر ایک ہو گئے۔ اسی لئے اس پر صیغہ مفرد کا لائے۔ جیسا کہ اگلی آیت میں اس کی تفصیل بتائی گئی کہ وہ پانی کہاں کہاں سے جمع ہوا۔

(آیت نمبر۷) وہ ٹپک کر نکلتا ہے پیٹھ اور سینے کے درمیان سے۔ یعنی مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینے سے۔ جناب مولا علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ عورت کا پانی اس کے پستانوں سے نکلتا ہے۔

فائدہ: بین کا لفظ یہ بھی بتاتا ہے کہ نطفہ مرد و عورت کے بدن سے بلکہ تمام اجزائے بدن سے تیار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اولاد ماں کی ہم شکل ہوتی ہے کیونکہ مرد کا نطفہ پیٹھ سے نکل کر جاتا ہے جو بعد میں پہنچتا ہے اور عورت کا سینے سے نکل کر جلد رحم میں پہنچ جاتا ہے۔ منی اصل میں خون سے بنتی ہے۔ سخت گرم ہو کر وہ سفید ہو جاتی ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ ﴿٨﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ ﴿٩﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ ﴿١٠﴾

بے شک وہ اس کولوٹانے پر قادر ہے۔جس دن ظاہر ہو جائیں گے سب راز۔تو نہیں ہوگا آدمی کا کوئی زور اور نہ مددگار

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ ﴿١١﴾

قسم ہے آسمان بارش برسانے والے کی۔

(آیت نمبر ۸) بے شک وہ اللہ تعالیٰ اس کے لوٹانے پر بھی قادر ہے۔یعنی جو پہلی مرتبہ زندگی دے سکتا ہے۔ وہ موت کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اور کسی چیز پر قادر نہیں وہ تو "علی کل شیء قدیر" ہے۔یعنی یہ تمام کام وہی کرنے والا ہے۔اس کے بغیر کوئی نہیں کرسکتا۔

فائدہ: بعض بزرگوں نے فرمایا۔انسان کو پیدا کیا اپنی قدرت کے اظہار کیلئے۔اسے رزق دیا تو۔اپنے فضل وکرم کے اظہار کیلئے اور موت دے گا۔جباریت کے اظہار کیلئے پھر اسے دوبارہ زندہ کرے گا اپنی صفات،عدل و فضل کے اظہار کیلئے۔یعنی جنت اس کے فضل کا اظہار ہے۔اور جہنم اس کے عدل کا اظہار ہے۔

(آیت نمبر ۹) جس دن چھپے بھید سب ظاہر ہو جائیں گے۔یعنی وہ چیزیں جو چھپی ہوئی ہیں اور وہ امور جو مخفی ہیں۔جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔جیسے دلوں میں عقائد یا بندوں کی نیتوں کا علم وغیرہ ان سب کا امتیاز ہو جائیگا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام ضمائر کے مخفیات کو ظاہر فرما دے گا۔

فائدہ: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ سرائر سے مراد فرائض ہیں۔یعنی نماز،روزہ،حج اور زکوۃ۔اور غسل جنابت کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان اسرار و رموز ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(آیت نمبر ۱۰) تو آدمی کے پاس اس دن نہ طاقت ہوگی نہ مددگار کہ وہ اس پر آنے والے عذاب سے اسے بچا سکے۔یعنی نہ اپنی ہمت ہوگی کہ خود ہی عذاب سے بچ نکلے اور نہ خارج سے مدد مل سکے گی جو اسے بچا سکے۔

(آیت نمبر ۱۱) قسم ہے آسمان کی جس سے مینہ اترتا ہے۔**فائدہ:** چونکہ اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ بارش خود بخود بنتی اور اترتی ہے۔یا بدلیاں دریاؤں سے پانی لیتی ہیں۔پھر وہ واپس لوٹ کر زمین پر آ کر وہ پانی انڈیل دیتی ہیں۔گویا ان کا عقیدہ تھا کہ بارش اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اترتی تو اس آیت میں ان کے اس عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔(آج کل بھی اس کے ساتھ ہی ملتا جلتا لوگوں کا خیال ہے)۔

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾

اور زمین جو اس سے کھلتی ہے۔ بے شک وہ بات ضرور فیصلے کی ہے۔ اور نہیں ہے وہ بات ہنسی کی۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

بے شک وہ اپنے مکر وفریب کرتے ہیں۔ اور میں خفیہ تدبیر کرتا ہوں تو ڈھیل دو کافروں کو تھوڑی سی۔

(آیت نمبر۱۲) قسم ہے زمین کی جو اس سے کھلتی ہے۔ یعنی وہ اشیاء جو بارش کے بعد زمین سے ظاہر ہوتی ہیں۔ پودے وغیرہ نکلنے کیلئے جب زمین کھل جاتی ہے۔ **فائدہ**: ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہے۔

(آیت نمبر۱۳) بے شک یہ قرآن اور اس کی آیات جن میں انسان کی ابتدائی تخلیق اور اعادے کا بیان ہے۔ یہ حق و باطل میں فیصلہ کن بات ہے اور انتہائی کمال کی بات ہے۔ جس کا حقیقی ظہور قیامت کے دن ہوگا۔

(آیت نمبر۱۴) یہ کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہنسی مذاق کا شائبہ بھی نہیں۔ یہ سارے کا سارا وعظ و نصیحت ہے۔ یہ ہنسی نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ گمراہ اس سے ہدایت پائیں سرکش اس کے سامنے سر جھکائیں۔

مسئلہ: قرآن سے ہنسی مذاق کفر ہے۔ مومن کو ان باتوں سے سخت گریز کرنا چاہئے تا کہ کفر سے بچ سکیں۔

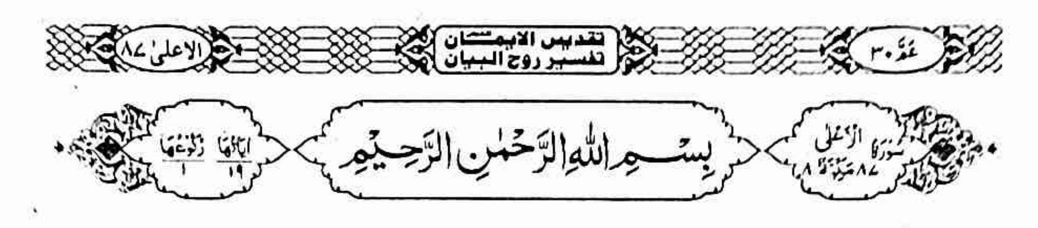
(آیت نمبر۱۵) بے شک کفار و مشرکین اپنا مکر کرتے ہیں۔ قرآنی امور کو وہ باطل کرنے کی اور اس نور خدا کو بجھانے کیلئے طرح طرح کے مکر و فریب کرتے ہیں۔ اس پر اپنی پوری طاقت لگاتے ہیں۔ تا کہ قرآن کا دنیا میں نام و نشان نہ رہے۔ (لیکن ع یہ اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے)

(آیت نمبر۱۶) اور میں بھی اپنی خفیہ تدبیر کر کے ان کے مکر کو ملیامیٹ کرتا ہوں۔ ظاہر ہے عاجز مخلوق اور ضعیف کا مکر قادر قدیر کی تدبیر کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ (چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔)

(آیت نمبر۱۷) اے محبوب ان کافروں کو مہلت دیں۔ ان کی ہلاکت کیلئے دعا نہ کریں۔ نہ ان کی ہلاکت میں جلدی کریں۔ انہیں تھوڑی سی مہلت دے دیں۔ تا کہ وہ بروز قیامت یہ نہ کہیں کہ ہمیں موقع نہیں دیا گیا۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ قرآن کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا کوئی اس میں تحریف نہیں کر سکتا۔ اسے حفاظ کے سینوں میں محفوظ کر دیا۔ تا کہ اگر کوئی ظاہری اوراق کو ختم کرے بھی تو سینوں میں محفوظ قرآن سلامت رہے۔

(اختتام سورۃ طارق: ۲۳ جولائی ۲۰۱۷ء بروز اتوار)



سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِیْ قَدَّرَ

پاکی بیان کریں اپنے رب اعلیٰ کے نام کی۔ وہ ذات جس نے پیدا کر کے درست کیا۔اور جس نے اندازے سے بنایا

فَهَدٰى ۙ﴿۳﴾

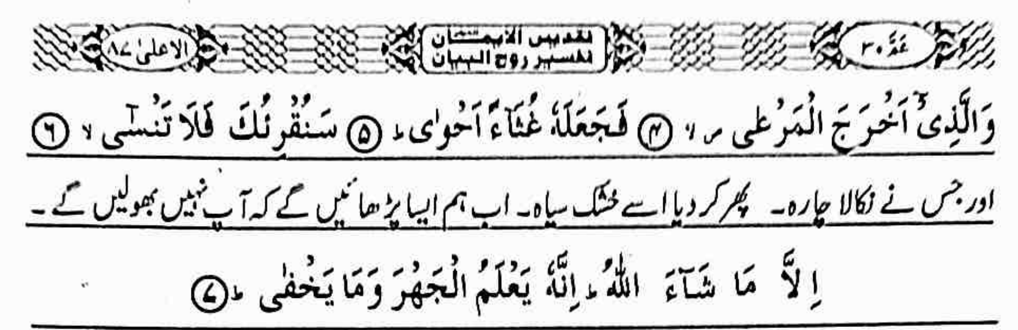
پھر راہ دکھائی۔

(آیت نمبر۱) اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھو جو سب سے بلند واعلیٰ ہے۔تسبیح کا لفظ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے بھی بولنا جائز نہیں ہے۔علو کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ جہت کے لحاظ سے اونچا ہے۔ بلکہ علو کا معنی یہ ہے کہ وہ صفات جلالی و کبریائی کے لحاظ سے بہت بلند ہے۔جس کے آگے سب عاجز ہیں۔اور ہیچ ہیں۔

رکوع کی تسبیح: جب سورت الحاقہ کی آخری آیت نازل ہوئی تو اس آیت کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا یہ رکوع میں پڑھو، پھر جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ تسبیح تم سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ پڑھا کرو۔زیادہ کی کوئی حد نہیں۔البتہ انہیں طاق پڑھنا چاہئے۔

(آیت نمبر۲) وہ جس نے پیدا کیا اور ٹھیک بنایا۔یعنی جو بھی بنایا اس نے ٹھیک بنایا اور خوبصورت بنایا۔قاشانی نے فرمایا۔اے انسان۔اللہ تعالیٰ نے تیرا ظاہر بنا کر تیرے جسم کی عمارت کو ٹھیک کیا اور ایسے مزاج کے ساتھ کہ جسے جسم قبول کرے اور تمام کمالات حاصل کرنے کی تجھے استعداد بخشی۔

(آیت نمبر۳) اور وہ ذات جس نے اندازا کیا۔یعنی تمام اشیاء کی جنسوں اور نوعوں کا۔تقدیر و صفات کا اور فناء کے وقت کا ایک اندازہ رکھا۔**حدیث شریف:** حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیروں کو زمین و آسمان بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے بنایا (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)۔آگے فرمایا کہ پھر اسے راہ دکھائی۔یعنی ہر ایک کیلئے جو سمت مقرر کی اسے اس طرف متوجہ فرمایا۔جس کے وہ لائق تھا۔مخلوق میں جس چیز کے احوال کا تجسس کرو گے تو ان کے حالات سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔(مخلوقات کے عجیب و غریب حالات جاننے کیلئے فیوض الرحمان کا مطالعہ کریں۔مزید معلومات کیلئے حیوۃ الحیوانات کو پڑھ لیں)۔



وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝۴ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝۵ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی ۝۶

اور جس نے نکالا چارہ۔ پھر کر دیا اسے خشک سیاہ۔ اب ہم ایسا پڑھائیں گے کہ آپ نہیں بھولیں گے۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی ۝۷

مگر جو چاہا اللہ نے بے شک وہ جانتا ہے ظاہر کو اور جو چھپا ہے۔

(آیت نمبر۴) اور وہ ذات جس نے چارہ نکالا۔ یعنی اپنی کمال قدرت سے نرم اور تر و تازہ چارہ رنگ برنگ نکالا۔ تا کہ جانو کھائیں۔ مرعیٰ بمعنی چارہ۔ جو جانور کھاتے ہیں۔ یعنی انسانوں حیوانوں سب کیلئے کھانے کا بندوبست کیا۔

(آیت نمبر۵) پھر اسے خشک سیاہ کر دیا۔ یعنی وہ پودے یا درخت پرانے ہو کر سیاہ ہو جاتے ہیں۔ یا زمین پر بکھر جاتے ہیں تو سیاہ ہو جاتے ہیں۔ خواہ سورج کی حرارت کے اثر سے یا ٹھنڈی ہواؤں کے چلنے سے۔

فائدہ: محققین مانتے ہیں کہ چراگاہیں ایک وقت سرسبز و شاداب ہوتی ہیں۔ پھر خزاں کے جھونکے انہیں سیاہ اور ویران بنا دیتے ہیں۔ **فائدہ**: یہی دنیا کا حال ہے کہ اس کی زیب و زینت عیش و عشرت پر ضرور ایک دن فنا و زوال آتا ہے۔ اور ہمیشہ آتا رہے گا۔ ع: سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں۔

(آیت نمبر۶) ہم آپ کو جلد ہی ایسا پڑھائیں گے کہ آپ نہیں بھولیں گے۔ یہ بات صرف حضور ﷺ سے خاص ہے کہ جو بھی حق کی طرف سے آپ پر اترا آپ نے سنا وہ پھر کبھی نہیں بھولے۔ مراد یہ ہے کہ جو بھی آپ کی طرف وحی کی جائیگی۔ اسے ہم آپ کے دل میں ایسا جمع کر دیں گے اور اس کا پڑھنا آپ کی زبان پر ایسا جاری کریں گے کہ کبھی آپ کو اس میں بھول تو در کنار غلطی کا احتمال بھی نہیں ہوگا۔ بالکل صحیح پڑھیں گے۔

(آیت نمبر۷) مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ کوئی بات منسوخ کر کے آپ کے ذہن سے ہی نکال دے۔ یا ویسے بھلا دے کیونکہ وہ قادر ہے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ نماز میں ایک آیت بھول گئے تو ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آیت بھول گئے یا وہ منسوخ ہو گئی تو فرمایا میں بھول گیا تھا۔

ایک **حدیث شریف** میں فرمایا میں بھی تمہاری طرح بھول جاتا ہوں۔ بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ)۔ آگے فرمایا بے شک وہ ظاہر پوشیدہ سب کو جانتا ہے۔ یعنی وہ سب کی نیتوں کو بھی جانتا ہے۔ بلکہ اس کیلئے یہ سب برابر ہے۔ جس کو چاہے بھلائے جس کو چاہے باقی رکھے۔



وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝۸ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝۹ سَيَذَّكَّرُ

اور ہم آسان کرتے آپ کی آسانی کیلئے۔ تو نصیحت کریں اگر فائدہ دے نصیحت۔ تو نصیحت جلد مانے گا

مَنْ يَّخْشٰى ۝۱۰ وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝۱۱ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝۱۲

جو ڈرتا ہے۔ اور دور رہے گا اس سے جو بڑا بدبخت ہے۔ جو جائے گا آگ بڑی میں۔

(آیت نمبر۸) ہم آپ کیلئے آسانیاں پیدا کریں گے۔ یعنی دینی امور میں آپ کے لئے ہم ہمیشہ اس راستہ کی توفیق دیں گے جو بالکل آسان ہوگا۔ تاکہ آپ بھی اور آپ کی امت بھی اس پر آسانی سے عمل کر سکے۔

(آیت نمبر۹) تو آپ نصیحت کریں اگر نصیحت فائدہ دے۔ یعنی وحی کے مطابق آپ لوگوں کو احکام شرع کی ترغیب دیں۔ اگر انہیں تذکیر اور وعظ و نصیحت فائدہ دیتی ہے تو ضرور نصیحت کریں۔ **فائدہ:** چونکہ حضور ﷺ وعظ و نصیحت میں بہت زیادہ جدوجہد فرماتے تاکہ کفار مسلمان ہو جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا کہ آپ اسے نصیحت کریں۔ جس سے کسی نفع کی امید ہو۔ ورنہ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں کیونکہ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے۔

(آیت نمبر۱۰) عنقریب آپ کی نصیحت وہ مانے گا جو ڈرتا ہے۔ یعنی جس بات کی نصیحت کی گئی۔ اس میں غور و فکر کی تاکہ وہ حقیقت جان کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب اس کے عذاب سے ڈرنا ہے کہ اگر وہ ایمان نہیں لائے گا۔ تو عذاب میں جائیگا۔

(آیت نمبر۱۱) اور اس نصیحت سے (یا ایمان لانے سے) وہی دور ہوگا جو سب سے بڑا بدبخت ہے۔ یعنی حضور ﷺ کا بہت بڑا دشمن ہے۔ جیسے ولید اور ابوجہل وغیرہ۔ **فائدہ:** بعض کا کہنا ہے کہ یخشیٰ سے مراد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے۔ اور اشقیٰ سے مراد منافق ہے (واقعہ فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

(آیت نمبر۱۲) وہ بدبخت بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ یعنی جہنم کے سب سے نچلے درجے میں جو اوپر والے طبقوں سے زیادہ سخت ہے۔ جہاں بڑے بڑے جابر ظالم فرعون جیسے اور منافق جائیں گے۔

بدبختی کی علامات: دانشوروں کا فرمان ہے کہ بدبختی کی چند علامات ہیں: (۱) بہت کھانا۔ (۲) اور بہت پینا۔ (۳) بہت سونا۔ (۴) گناہ کر کے خوش ہونا۔ (۵) گناہ زیادہ کرنا۔ (۶) دل کی سختی۔ (۷) رب کو بھولنا۔

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ

پھر نہ مرے جہنم میں اور نہ جئے۔ تحقیق کامیاب ہوا جو پاک ہوگیا۔ اور لیا نام اپنے رب کا

فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۷﴾

پھر نماز پڑھی۔ بلکہ تم ترجیح دیتے ہو زندگی دنیا کو۔ اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

(آیت نمبر۱۳) پھر اس جہنم میں نہ موت نہ اس کے بعد نئی زندگی۔ **فائدہ**: ابن عطا نے فرمایا کہ نہیں مرے گا یعنی نہ عذاب سے راحت پا جائے۔ نہ جئے گا۔ یعنی جی کر روح وصال پالے۔ علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مرے گا اس لئے نہیں کہ موت کو ذبح کر دیا جائیگا۔ جب موت ہی نہیں آئیگی تو پھر اور زندگی کا کیا معنی۔

(آیت نمبر۱۴) تحقیق کامیاب وہی ہوا جو پاک ہوا۔ یعنی کفر و گناہوں سے پاک ہوا۔ یا وعظ و نصیحت حاصل کر کے تقویٰ اور خشیت حاصل کی۔ تو وہ کامیاب ہوگیا۔

(آیت نمبر۱۵) اپنے رب کا ذکر کیا پھر نماز پڑھی۔ یعنی پانچوں وقت نماز پابندی سے پڑھی۔ **فائدہ**: ذکر سے مراد تکبیر تحریمہ ہے اور صلی سے مراد عید کی نماز ہے اور تزکی سے مراد صدقہ فطر کی ادائیگی ہے اور ذکر سے مراد عید کیلئے آتے جاتے تکبیر کہنا ہے۔

اعضاء کا مقصد: بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چہرہ سجدہ کیلئے آنکھ عبرت کیلئے، بدن عبادت کیلئے، دل معرفت کیلئے بنایا۔ لہذا اس کی نعمتیں کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو تا کہ زبان ملنے کا مقصد پورا ہو۔

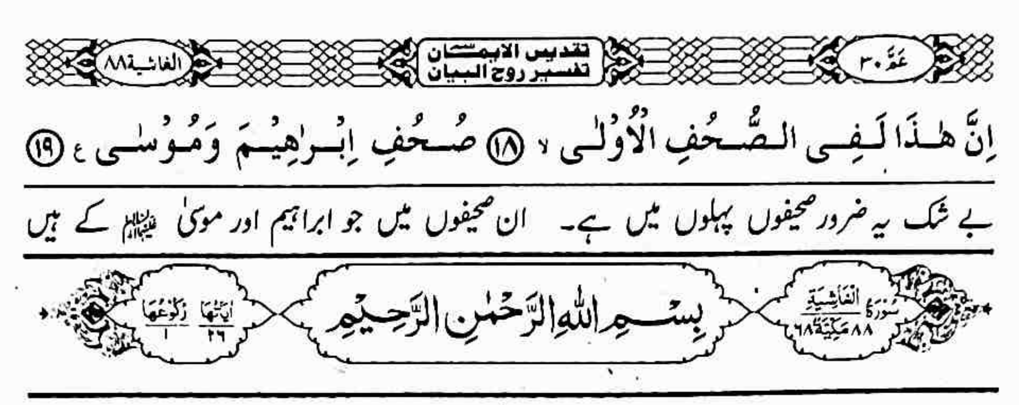
(آیت نمبر۱۶) بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہو اور اسی کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ جو لوگ ہمارے دیدار کے امیدوار نہیں اور دنیا کی زندگی پر ہی خوش ہیں اور اس پر مطمئن ہیں۔ **فائدہ**: اگرچہ بظاہر خطاب کفار کو ہے لیکن اس امر میں اکثر مسلمان بھی ایسے ہی ہیں۔ کہ ہر وقت دنیا میں ہی مشغول ہیں۔

(آیت نمبر۱۷) اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ یعنی حقیقت حال یہ ہے کہ آخرت بہت بہتر اس کی نعمتیں انتہائی لذیذ کبھی نہ ختم ہونے والی ہیں۔

سبق: عقل مند کو چاہئے کہ وہ ان نعمتوں کو حاصل کرنے کی سعی کرے۔

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۙ ⑱ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ۧ ⑲

بے شک یہ ضرور صحیفوں پہلوں میں ہے۔ ان صحیفوں میں جو ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے ہیں



هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ؕ ① وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ ② عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ ③

کیا آئی تیرے پاس خبر چھا جانے والی کی۔ کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے۔ کام کریں مشقت جھیلیں

(آیت نمبر۱۸) بے شک یہ باتیں پہلے صحیفوں میں لکھی ہوئی تھیں۔ یعنی مذکورہ کامیابی کی علامات ذکر ونماز اور ایمان ووعظ کے متعلق سابقہ کتابوں میں بھی ذکر موجود تھا اور یہ کہ آخرت میں کیا کیا کرامات وانعامات ملنے والے ہیں۔

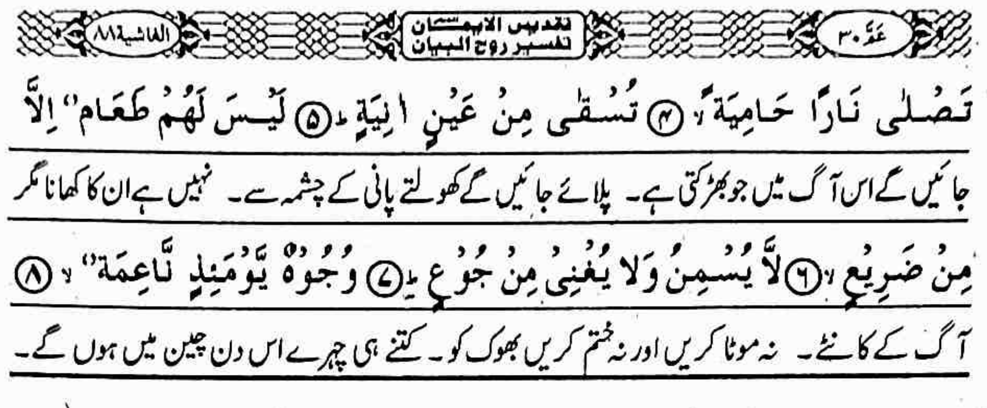
(آیت نمبر۱۹) ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفے کل صحیفے ایک سو چار تھے۔ ان تمام صحیفوں میں عقیدہ ایک ہی بیان ہوا۔ عربی لغت میں صرف قرآن پاک اترا۔ باقی دوسری زبانوں میں۔

((اختتام سورۃ: مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۹ شوال بروز سوموار))

(آیت نمبر۱) کیا تمہارے پاس چھا جانے والی خبر آئی ہے۔ اس میں تعجب کا معنی ہے۔ اور اس خبر کے سننے کا شوق دلانا مقصود ہے اور آگاہ کرنا ہے کہ یہ ان عجیب خبروں میں سے ہے۔ جس کا حق یہ ہے کہ اسے ہر ایک اپنے پاس محفوظ کرے۔ دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ ایسا دن ہے جس کا شر پھیلا ہوا ہے۔

(آیت نمبر۲) کئی چہرے اس دن ذلت سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ یعنی جب وہ دن آئے گا تو کچھ لوگوں پر ذلت اور خواری طاری ہو جائے گی۔ جس سے ان کے چہروں پر اثر ظاہر ہوں گے۔ اس لئے کہ دنیا میں تکبر وغرور کرنے والوں کا آخرت میں یہی حال ہوگا۔ اس سے مراد اہل کفر وضلالت ونافرمان لوگ ہیں۔

(آیت نمبر۳) کام کرنے والے اور مشقت جھیلنے والے۔ یعنی ایسے چہروں والے مشکل کام کر کے تھک جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کیلئے نماز روزے وغیرہ والے عمل کرنے سے بھاگتے تھے۔ لہذا اب انہیں انتہائی مشکلات میں ڈالا جائیگا۔ یعنی زنجیر جیسے ابوجہل وغیرہ کے گلے میں لوہے کے زنجیر ڈالے جائیں گے اسے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جائیں گے۔



تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً ﴿۴﴾ تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ﴿۵﴾ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا

جائیں گے اس آگ میں جو بھڑکتی ہے۔ پلائے جائیں گے کھولتے پانی کے چشمہ سے۔ نہیں ہے ان کا کھانا مگر

مِنْ ضَرِیْعٍ ﴿۶﴾ لَّا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ﴿۷﴾ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿۸﴾

آگ کے کانٹے۔ نہ موٹا کریں اور نہ ختم کریں بھوک کو۔ کتنے ہی چہرے اس دن چین میں ہوں گے۔

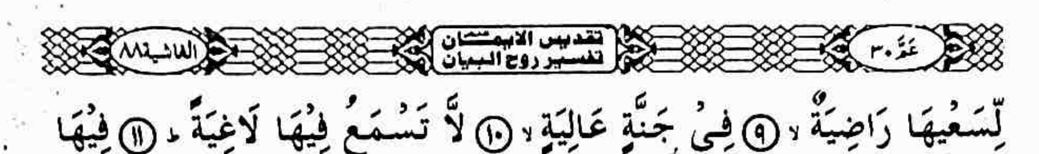
(آیت نمبر۴) بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے اور اس آگ کا مزہ چکھیں گے۔ خامیہ وہ آگ جو انتہائی سخت گرم ہو۔ تین ہزار سال بھڑکانے سے وہ سخت سیاہ کالی ہوگئی اور انتہائی سخت جلانے والی ہوگئی۔

(آیت نمبر۵) سخت گرم جلتے ہوئے چشمے کا پانی پلائے جائیں گے۔ یعنی مدت دراز تک فریادوزاری کے بعد پانی ملے گا اور وہ بھی وہ جو نہایت گرم جوں ہی پئیں گے تو ان کے منہ بھی جل جائیں گے اور پیٹ کے اندر گیا۔ تو ان کی آنتیں اندر سے کٹ کر باہر آجائیں گی۔

(آیت نمبر۶) نہیں ہوگا ان کا کھانا سوائے آگ والے کانٹے کے۔ یعنی پینے کیلئے سخت گرم پانی اور کھانا انتہائی زہریلا اور قاتل۔ **فائدہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ ضریع جہنم میں کانٹے کے مشابہ ایک چیز ہے۔ زہر کی طرح کڑوی۔ مردار کی طرح بدبودار اور آگ سے زیادہ گرم اور اس سے بڑے مجرموں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے دشمنوں کو تھوہر اور جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔ جہنم کی سزائیں جرموں کے حساب سے دی جائیں گی۔

(آیت نمبر۷) جس کے کھانے سے نہ موٹے ہوں گے نہ بھوک ختم ہوگی۔ آخرت میں کفار کی بھوک پیاس دنیا کے معروف طریقے کی نہ ہوگی۔ بلکہ آخرت میں بھوک پیاس کا ایک اور طریقہ ہوگا۔ وہ یہ کہ جب آگ آنتوں میں جوش مارے گی اور وہ مجبور ہوں گے کہ کوئی ایسی چیز ان کے پیٹوں میں جائے جس سے ان کے اندر سے آگ کے شعلے نکل جائیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان پر ایسی بھوک اور پیاس مسلط فرمائیگا۔ جس سے وہ تھوہر اور کانٹے کھانے اور ابلتا ہوا پانی پینے پر مجبور ہوجائینگے۔ سخت تکلیف اور مشکل سے کھاسکیں گے۔

(آیت نمبر۸) کچھ چہرے اس دن پرسکون ہونگے۔ یعنی ان چہروں پر رونق ہوگی اور چودویں کے چاند کی طرح روشن اور خوبصورت ہوں گے۔ وہ ایمان والوں کے چہرے ہوں گے۔ جو جسمانی اور روحانی نعمتوں سے چمک رہے ہونگے۔ دوسرے مقام پر فرمایا کہ بعض چہرے اس دن بارونق اور اپنے رب کے دیدار سے سرشار ہونگے۔



لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيْهَا

اپنی محنت پر خوش ہوں گے۔ ان باغوں میں جو بلند ہیں۔ نہیں سنیں گے اس میں بے ہودہ بات۔ اس میں

عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿١٣﴾

چشمہ جاری ہے۔ اس میں تخت اونچے لگے ہیں۔

(آیت نمبر۹) اپنی محنت وکوشش پر خوش ہونگے۔ یعنی دنیا میں جوانہوں نے نیک عمل کئے تھے اور جوانہوں نے اطاعت الٰہی میں سعی کی اس کی جزاء پر خوش ہونگے۔ دوسرے مقام پر فرمایا "راضیۃً مرضیۃً" راضی بہ رضا ہوں گے۔

(آیت نمبر۱۰) جنت میں بلند جگہ پر ہوں گے۔ تمام جنتیں ساتوں آسمانوں کے اوپر ہیں۔ اور جنت میں بھی بعض کے درجات بعض کے اوپر ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے۔ آپس میں رضاء الٰہی کیلئے محبت کرنے والے ان بلند بالا خانوں میں ہونگے۔ بقایا جنتی لوگ انہیں اتنی بلندی پر اس طرح دیکھیں گے۔ جیسے اہل دنیا آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ (نسائی والحاکم)

(آیت نمبر۱۱) اس بلند جنت میں کوئی بے ہودہ بات وہ نہیں سنیں گے۔ اس لئے کہ جنتیوں کے جنت میں جانے سے پہلے ہی ان کے نفس وطبیعت اور گندے اوصاف سب نکال کر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ اس لئے ہر مومن مرتبہ روح وقلب میں ہوگا۔ اور روح وقلب کی شان ذکر الٰہی ہی ہے۔ (لغویات نفس وطبیعت سے ہوتی ہیں)۔ اس لئے لغویات بے ہودہ کلام نہ ہوگی۔ نہ وہ سنیں گے۔

(آیت نمبر۱۲) اس میں جاری چشمہ ہے۔ اس میں تنوین کثرت کیلئے ہے۔ یعنی بہت سارے چشمے ہوں گے۔ دودھ، شہد، خالص پانی اور شراب طہور وغیرہ کا۔ ایک مقام پر فرمایا دو چشمے جاری ہوں گے۔ ایک مقام پر فرمایا اس میں نہریں جاری ہوں گی۔ سب کا مطلب ایک ہی ہے۔

(آیت نمبر۱۳) اس میں بلند تخت لگے ہوں گے۔ جن پر جنتی لوگ بیٹھیں گے۔ ہوا میں بلند لمبے لمبے ستونوں پر جن پر بیٹھ کر مومن تمام نعمتوں کو دیکھے گا۔ جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی ہوں گی۔ جو پسند ہوگی وہ لے لے گا۔

عجب: یہ کہ جب ولی اللہ بیٹھنا چاہے گا تو وہ تخت نیچے آجائیگا۔ اس کے آرام سے بیٹھنے کے بعد اوپر چلا جائیگا۔ یہ جنت والوں کا اعزاز اور ان کی شان ہوگی۔

وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ ⑭ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۙ ⑮ وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ؕ ⑯

اور کوزے رکھے ہوئے ۔ اور قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اور چاندنیاں پھیلی ہوئی ہیں۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۟ ⑰ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۟ ⑱

کیا وہ نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کیسے پیدا کیا گیا۔ اور طرف آسمان کیسے اونچا کیا گیا۔

(آیت نمبر۱۴) اور اس میں کوزے رکھے گئے ہیں۔ جن میں شراب طہور ہوگا اور وہ ہر وقت ان کے سامنے پڑے ہونگے۔ پلانے والے غلمان بھی حاضر ہونگے۔ جو ہمہ وقت خدمت کیلئے تیار کھڑے ہوں گے۔

(آیت نمبر۱۵) قالین اوران پر گدے لائن میں برابر برابر ہونگے۔ جیسے امیر لوگوں کے بنگلوں اور کوٹھیوں میں پڑے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ تو جنتی لوگ جہاں چاہیں گے۔ ان گدوں پر بیٹھیں گے تکیے بھی ہونگے۔ جن پر ٹیک لگائیں گے۔ ان کے سامنے خوبصورت غلام ہر وقت خدمت کیلئے تیار ہونگے اور ایک دوسرے سے محو گفتگو ہوں گے۔ اور ہر طرح کے لذیذ کھانے انہیں دیے جائیں گے۔

(آیت نمبر۱٦) اور چاندنیاں ہوں گی ان تختوں پر ہر طرف پھیلی ہوئی وہ ایک خاص قسم کا کپڑا ہے جو تختوں پر زینت کیلئے رکھا جاتا ہے جو ان کے نیچے ہونگے۔ یا مراد ہے کہ ان کے اوپر خوبصورت شامیانے لگے ہوں گے۔

(آیت نمبر۱۷) تو کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنایا گیا۔ **فائدہ:** یعنی جو لوگ مذکورہ باتوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید سمجھتے ہیں۔ وہ اونٹ کو دیکھ کر اس سے عبرت حاصل کریں کہ سامان لادنے کیلئے وہ کیسے نیچے بیٹھتا ہے۔ پھر وہ بوجھ اٹھا کر کس طرح کھڑا ہوتا ہے۔ پھر چلتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اونٹ بہت کام دیتا ہے۔

فائدہ چونکہ بعض مفکرین بلند و بالا تخت پر اعتراض کرتے ہیں کہ جنتی اتنے اونچے تختوں پر کیسے بیٹھیں گے جب تخت اونچے ہوں گے۔ انہیں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ جیسے اونٹ سامان لادنے کے وقت نیچے ہوتا ہے اور لادنے کے بعد وہ اونچا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی خلقت بھی عجیب و غریب ہے۔

(آیت نمبر۱۸) تم آسمان کی طرف ہی دیکھ لو بلکہ صبح و شام ہر وقت اس کی طرف تم دیکھتے ہی رہتے ہو۔ کبھی یہ بھی غور کیا ہے کہ وہ کیسے اتنا بلند کیا گیا ہے۔ جن کے نیچے کوئی ستون نہیں نہ کوئی اور سہارا ہے۔ اس بات کو جاننے اور سمجھنے کیلئے فہم و عقل و ادراک بھی جواب دے جاتے ہیں کہ وہ کیسے بنا۔ بس اسی طرح تخت بھی بلند ہوں گے۔

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وقف ⑲ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ وقف ⑳

اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے قائم ہوئے۔ اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی۔

فَذَكِّرْ ط وقف اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ط ㉑ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ لا ㉒

تو نصیحت سناؤ بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں۔ نہیں ہیں آپ ان پر محافظ۔

(آیت نمبر۱۹) اور پہاڑوں کی طرف ہی دیکھ لیں۔ جن کے قریب سے ہر وقت یہ گذرتے رہتے ہیں۔ ان کے اندر سے نکلنے والے چشموں سے یہ پانی پیتے ہیں اور ان کے درختوں سے نفع اٹھاتے ہیں تو یہ ان میں غور وفکر کریں کہ کس طریقے سے وہ پہاڑ زمین میں گاڑے گئے ہیں۔ یعنی ایسے مضبوط رکھے گئے ہیں کہ نہ وہ جگہ سے ہٹتے ہیں نہ ہلتے ہیں۔ نہ کسی طرف جھکتے ہیں۔ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ زمین کیلئے میخوں کا کام کرتے ہیں کہ زمین کو نہیں ہلنے دیتے۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے نشانات ہیں۔

(آیت نمبر۲۰) اور کیا وہ زمین کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ پانی پر کیسے بچھائی گئی۔

فائدہ: یعنی وہ تدبر وعبرت کیلئے کیوں نہیں دیکھتے اور وہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء قیامت کے دن اٹھنے پر گواہی دیتی ہیں۔ کہ وہ بہت بڑی قوت وقدرت والا ہے۔

فائدہ: ان آیات میں تنبیہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی قدرت وحکمت والا ہے اور نقص کی تمام صفات سے منزہ اور مبرا ہے۔ یعنی عجز وضعف وغیرہ اس میں ہرگز نہیں ہے۔ لہذا منکرین کو چاہئے کہ وہ ان آیات سے عبرت پکڑیں اور گندے عقائد سے باز آئیں۔ اور اس بات کو مانیں۔ کہ قیامت قائم ہوگی۔

(آیت نمبر۲۱) پس نصیحت کریں یہی آپ کی ذمہ داری ہے۔ اس سے زیادہ جدوجہد نہ کریں اور اس کی فکر بھی نہ کریں کہ یہ کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ سوائے اس کے نہیں آپ نصیحت کرنے والے ہیں۔ باقی ہدایت کی توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ لہذا آپ نصیحت کرتے رہیں۔ جس کو رب چاہے گا۔ اسے ہدایت دے دے گا۔

(آیت نمبر۲۲) آپ ان پر نگہبان بن کر نہیں بھیجے گئے کہ آپ انہیں اپنے ارادہ پر مجبور کریں۔ دوسرے مقام پر فرمایا کہ آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔ (مصیطر کا معنی کسی پر تسلط والا) تا کہ اس پر غلبہ پا کر اس کے احوال کی نگرانی کرے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ آپ ان پر محافظ نہیں ہیں۔ کہ آپ اپنی بات ان سے زبردستی منوائیں۔



اِلَّا مَنۡ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۙ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الۡعَذَابَ الۡاَكۡبَرَؕ ﴿٢٤﴾ اِنَّ اِلَيۡنَاۤ اِيَابَهُمۡ ۙ ﴿٢٥﴾

مگر جو منہ موڑے اور کفر کرے۔ تو عذاب دے گا اسے اللہ عذاب بڑا۔ بے شک ہماری طرف ان کا پھرنا ہے

ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا حِسَابَهُمۡ ؏ ﴿٢٦﴾

پھر بے شک ہم پر ہی حساب ان کا۔

(آیت نمبر ۲۳) ہاں مگر جو روگردانی کرے اور کفر کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا نبی جو رب کی طرف سے داعی ہے۔ ان کی بات سے منہ پھیرے یا نصیحت کے بعد منہ پھیرے اور کفر ظاہر کرے یا اس پر قائم رہے تو ان پر قہر الٰہی ہوگا۔ کیونکہ ایسے لوگوں کا وہی مؤاخذہ کرنے والا ہے۔ اور ان کا انجام برا ہے۔

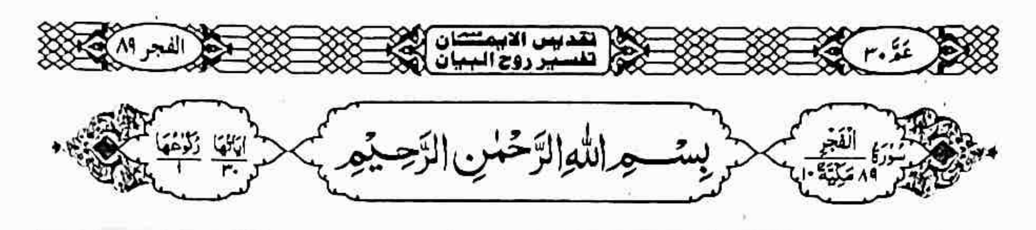
(آیت نمبر ۲۴) تو پھر اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑا عذاب دیگا۔ یعنی جہنم جس میں انتہائی سخت عذاب ہے۔ اس جیسی اور کوئی سزا نہیں۔ اس لئے اسے عذاب اکبر کہا گیا۔ عذاب اصغر وہ ہے۔ جو دنیا میں ہو۔ جیسے بھوک قحط، بیماری یا قتل وقید جیسے بدر میں ہوا۔ یا جو قبر میں عذاب ہوا وہ بھی چھوٹا عذاب ہے۔ بڑا عذاب آخرت کا ہی عذاب ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ کافر بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا۔

(آیت نمبر ۲۵) پھر ان کا ہماری ہی طرف پھرنا ہے۔ یعنی ان کا ہماری بارگاہ میں واپس لوٹ کے آنا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ اسی کی طرف سب کام لوٹتے ہیں۔ **فائدہ**: اس میں خوف شدید ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور گناہوں پر ڈٹنے والا لوٹ کر واپس اس مالک کے پاس جائیگا۔ جس کا غضب بھی سخت ہے۔ جس کی سزا اور عذاب بھی انتہائی سخت ہے۔ جسے چاہے عذاب میں مبتلا کرسکتا ہے۔ یہ معاملہ انتہائی پریشان کن بھی ہے۔

(آیت نمبر ۲۶) پھر ہم پر ہی ہے ان کا حساب لینا۔ یعنی محشر کے دن چھوٹے بڑے اور ظاہر یا پوشیدہ تمام اعمال کا حساب ہم ہی لیں گے۔ پھر جس کو چاہیں معاف کریں۔ یا عذاب دیں۔

فائدہ: ابوبکر طاہر مرحوم فرماتے ہیں۔ حساب کیلئے جو آئیں گے ان میں عدل ہوگا اور جو ہمارے لئے ہماری طرف آئیں گے ان پر فضل ہوگا۔

امام بقلی مرحوم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ولید کے بعد اس کے بیٹے خالد پر خوبصورت طریقے سے فضل فرمایا کہ اپنی طرف رجوع کی نوید سنادی۔ اور ان کے حساب کا بھی خود ہی کفیل بن گیا۔



وَالْفَجْرِ ۙ ① وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ ②

قسم ہے فجر کی۔ اور دس راتوں کی۔

(بقیہ آیت نمبر۲۶) **سبــــق**: لہذا بندوں کیلئے یہی لائق ہے کہ وہ فضل کی امید پر ہی زندگی گذاریں۔ اور پھر دونوں جہانوں میں عیش کریں۔ **فائدہ**: علامہ اسماعیل حقی مرحوم فرماتے ہیں کہ امام بقلی مرحوم کے ذوق سے عوام اس گھمنڈ میں آ کر خوف خدا سے بیگانہ نہ ہو جائیں۔ وہ بات مقربین کی ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حساب کے دن سے پہلے اپنا محاسبہ کرلو اور اپنے اعمال تول رکھو اس سے پہلے کہ قیامت کے دن تمہارے اعمال تولے جائیں۔

فائدہ: یعنی ان ہی لوگوں کا حساب آسان ہوگا۔ جنہوں نے دنیا میں اپنا حساب ٹھیک رکھا اور اعمال ان کے ہی بھاری ہونگے جنہوں نے نیک اعمال زیادہ کئے۔ مولیٰ علی فرماتے ہیں جو تجھے مال و دولت دنیا میں ملا۔ اس پر خوش نہ ہو جو نہیں ملا اس پر غم نہ کر۔ جو اچھا عمل کر کے آگے بھیجا اس پر خوشی کرو۔ جو نہیں بھیج سکے اس پر افسوس کرو۔

((اختتام سورۂ غاشیہ: مورخہ ۲۶ جولائی ۲۰۱۷ء بمطابق یکم ذوالحج بروز بدھ))

(آیت نمبر۱) اور قسم ہے صبح کی۔ کشف الاسرار میں ہے کہ عربوں میں قسمیں کھانے کا عام رواج تھا۔ اس لئے ان ہی کے رواج پر قسمیں کھا کر اہم چیزوں کی اہمیت بتائی گئی۔ **فــائدہ**: چونکہ صبح کا سہانا اور نورانی وقت ذکر و اذکار اور نماز کا وقت روزے کی ابتداء کا وقت ہے۔ اس لئے اس وقت کی قسم یاد فرمائی گئی۔ اس سے مراد یا تو ہر صبح ہے۔ یا ذوالحج کی نانویں تاریخ کو جب صبح کے وقت حاجی عرفات کی طرف جاتے ہیں۔ یا دسویں کی صبح مراد ہے کیونکہ اس میں کئی فرض ہیں طواف زیارت سر کا منڈانا اور قربانی اور کنکریاں مارنا وغیرہ جیسے اعمال اس دن صبح کو کئے جاتے ہیں۔ یا مراد ہر جمعہ کے دن کی صبح ہے۔ یا محرم الحرام کی پہلی تاریخ یا دسویں کی صبح مراد ہے۔

(آیت نمبر۲) اور قسم ہے دس راتوں کی۔ اس سے مراد ذوالحج کی پہلی دس راتوں کی قسم ہے۔ حدیث میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دس دنوں سے بڑھ کر کوئی دن اجر و ثواب کے لحاظ سے بڑا نہیں ہے۔ جو اجر و ثواب اضحیٰ کے ایام میں ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شعبان کے درمیان کی دس راتیں ہوں۔ جن میں شب براۃ ہے۔ یا رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہے۔ جس میں لیلۃ القدر ہے۔

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۚ ﴿۴﴾ هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۭ ﴿۵﴾

اورقسم ہے جفت اور طاق کی۔ اور رات کی جب چل دے۔ کیونکہ اس میں قسم ہے عقل والوں کیلئے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۙ ﴿۶﴾ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۙ ﴿۷﴾

کیانہیں تم نے دیکھا کیسے کیا تیرے رب نے قوم عاد کے ساتھ۔ وہ ارم بہت لمبے

(آیت نمبر۳) اورقسم ہے جفت کی اور طاق کی **فائدہ**: کیونکہ ہر چیز یا جفت میں آئیگی یا طاق میں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہر چیز کو ہم نے جوڑے جوڑے پیدا کیا۔ یا اس سے نماز کی رکعات مراد ہیں۔ طاق جیسے وتر اور مغرب کی نماز طاق ہے اور باقی نمازیں جفت ہیں۔ یا مہینہ کے کبھی انتیس دن کبھی تیس ہوتے ہیں۔

(آیت نمبر۴) اور قسم ہے رات کی جب وہ گذر جائے۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ قسم ہے رات کی جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دے۔ یا یہ معنی ہے۔ قسم ہے رات کی کہ جس میں چلنے والا چلتا ہے اور گذرنے والا گذرتا ہے۔ **حدیث** میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا رات کو سفر کیا کرو کیونکہ رات کے وقت زمین اپنے آپ کو سمیٹ لیتی ہے۔ (اخرجہ ابوداؤد ۲۵۶۸) اور یہ بھی تجربہ ہے۔ کہ دن کی نسبت رات کا سفر جلد طے ہوتا ہے۔

(آیت نمبر۵) کیا اس میں قسم ہے عقل والوں کیلئے وہ عقل جو نور معرفت سے منور ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ اس کی قسم دی جائے۔ یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا تا کہ مخلوق کو انکساری کا موقعہ نصیب ہو۔ یعنی بے شک جن اشیاء کی ہم نے قسم یاد کی وہ قسم پسندیدہ ہے تا کہ عقل والے کو اعتبار ہو کہ یہ صحیح ہے۔

(آیت نمبر۶) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے قوم عاد سے کیا کیا۔ یہاں نفی میں قوۃ ہے۔ قاعدہ ہے کہ نفی کی نفی سے اثبات حاصل ہوتا ہے۔ یعنی اے محبوب کیا آپ کو علم یقینی نہیں ہے جو رؤیۃ دیکھنے کے قائم مقام ہے۔ یعنی رب تعالیٰ کے بتانے سے آپ نے جان لیا کہ جب رب تعالیٰ نے قوم عاد پر عذاب نازل کیا اور وہ ہلاک ہوئے۔

(آیت نمبر۷) ارم جو عاد اولیٰ ہے۔ ارم ان کے شہر یا علاقے کا نام ہے جہاں وہ لوگ آباد تھے۔ یہ علاقہ عمان سے حضر موت تک ہے۔ وہ قد کاٹھ میں حد سے زیادہ لمبے ترنگے تھے۔ یا جہاں ڈیرہ لگاتے وہ وہاں ستون کھڑا کرتے۔ یا اتنے اونچے محل بناتے کہ وہ دور سے نظر آتے۔

فائدہ سہیلی نے فرمایا۔ جبرون نے شہر بنایا جس میں چار لاکھ ستون تھے۔

الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ﴿٨﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾

وہ کہ نہیں پیدا ہوا ان جیسا شہروں میں۔ اور ثمود جنہوں نے کاٹیں پتھر کی چٹانیں وادی میں۔

وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴿١١﴾ فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾

اور فرعون میخوں والا۔ جنہوں نے سرکشی کی شہروں میں۔ پھر بہت پھیلایا ان میں فساد۔

(آیت نمبر ۸) وہ ارم والے جن جیسا لمبا تلنگا قوت والا پھر شہروں میں کوئی پیدا نہیں ہوا جو عظیم الجثہ۔ شدید القوۃ ان کا عام مرد چار سو ہاتھ لمبا تھا۔ ایک آدمی ایک بھاری چٹان اٹھالیتا۔ اس چٹان سے پورا قبیلہ ہلاک کیا جاسکتا تھا۔ اور وہ فخریہ کہا کرتے تھے کہ قوت وطاقت میں ہم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوسکتا۔

فائدہ ارم وہ شہر ہے جسے شداد نے آباد کیا تھا۔ پوری دنیا کا سونا چاندی اور خزانہ اکٹھا کر کے تین سو سال میں ایک عظیم الشان شہر بنایا۔ اسے جنت نظیر بنایا۔ لیکن اسے دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ اسے دیکھنے کیلئے داخل ہوا۔ دروازے میں تھا کہ روح پرواز کرگئی۔

(آیت نمبر ۹) اور قوم ثمود جنہوں نے وادی کے اندر چٹانیں کاٹیں۔ ثمود اپنی قوم کا مورث اعلیٰ ہے۔ قوم عاد اور قوم ثمود کی ایک ہی نسل تھی وہ آپس میں چچازاد ہیں۔ **فائدہ**: یعنی انہوں نے پہاڑوں میں پتھر کاٹ کر اپنے گھر بنائے۔ دوسرے مقام پر فرمایا وہ پہاڑوں میں اپنے گھر بناتے تھے اور سمجھتے کہ عذاب سے بچ جائیں گے۔ اگر عذاب آیا تو ہم غاروں میں گھس جائیں گے۔ لیکن جب عذاب آیا تو وہ عذاب سے بچ نہ سکے۔

(آیت نمبر ۱۰) اور فرعون میخوں والا۔ جو اپنے تکبر اور رعونت میں یکتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے رب ہونے کا دعویٰ کیا۔ جو بھی اس کی نافرمانی کرتا اسے بدن میں میخیں لگا کر دیوار سے لگا دیتا۔ حضرت بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا کے ایمان لانے کی وجہ سے انہیں بھی بدن میں میخیں گاڑ کر شہید کیا۔ (لعنۃ اللہ علیہ واعوانہ)

(آیت نمبر ۱۱) وہ جنہوں نے تمام شہروں میں سرکشی مچائی۔ یعنی مذکورہ تینوں گروہ انتہائی سرکش تھے۔ اپنے اپنے ملکوں کے تمام شہروں میں فساد کیا۔ جو بھی مسلمان انہیں کہیں نظر آتا۔ اسے سخت اذیتیں دیتے تھے۔

(آیت نمبر ۱۲) انہوں نے طرح طرح کے گناہ۔ کفر۔ شرک خدا کی نافرمانی کر کے خصوصاً بندگان خدا پر ظلم وستم کر کے فساد مچائے اور حد سے تجاوز کیا۔ اور بنی اسرائیل کے ہزاروں بچے قتل کئے۔ اور فرعون اپنی پوجا کرواتا ہے، انکار کرنے والوں کو سخت سزائیں دیتا تھا۔

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۚ ﴿۱۳﴾ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾

پھر مارا ان پر تیرے نے رب کوڑا عذاب کا۔ بے شک آپ کا رب دیکھ رہا ہے۔

فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾

البتہ آدمی کو جب آزمائے اس کا رب پھر اسے مرتبہ اور نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔

وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ﴿۱۶﴾

البتہ اگر جب اسے آزمائے پھر تنگ کردے اس پر اس کی روزی تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا۔

(آیت نمبر۱۳) تو پھران پر تیرے رب کے عذاب کا کوڑا پڑا۔ یعنی ہرایک کو اپنے کیئے کی سخت سزا ملی کہ قوم عاد پر ٹھنڈی ہوا چلی اور ان کو ہلاک کر دیا۔ ثمود پر چنگاڑ پڑی تو ان میں سے بھی کوئی نہ بچا اور فرعونی دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ عربی سخت سزا کوڑے سے دیتے اس لئے اس کا ذکر فرمایا۔

(آیت نمبر۱۴) بے شک آپ کا رب دیکھتا ہے۔ یعنی کوئی بھی اس کی نظر سے غائب نہیں۔ کفار مکہ کو بھی عذاب ہوگا۔ جیسے پچھلی قوموں پر عذاب آیا۔ جیسے جنگ بدر میں ان پر عذاب آیا۔ **فائدہ**: اللہ تعالیٰ کے عذاب اور پکڑ سے کوئی مجرم بچ نہیں سکے گا۔ اگر دنیا میں بچ نکلا۔ آخرت میں وہ نہیں بچے گا۔

پکڑ کے سات مقام: (۱) ایمان کا سوال۔ (۲) پھر نماز کا۔ (۳) زکوٰۃ کا۔ (۴) روزوں کا۔ (۵) حج وعمرہ کا۔ (۶) وضو وغسل جنابت کا۔ (۷) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا۔ اگر ان میں کامیاب ہوگیا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں جائیگا۔

(آیت نمبر۱۵) البتہ جب آدمی کو رب تعالیٰ آزمائے۔ یعنی اس کو مال ودولت عطا کرے۔ آرام وسکون اس کو مل جائے یا اسے عزت اور نعمت مل جائے۔ اقتدار اور مال مل جائے تو وہ فخر سے کہتا ہے۔ میرے رب نے تو میری عزت بنادی۔ میں جس کے مستحق تھا وہ مجھے عطا کردیا۔ اسے یہ خیال نہیں آیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا ہے۔ تو مجھے اس کا شکر کرنا چاہئے۔ اور اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے انعام واکرام سے نوازا یہ تو میرا امتحان ہے

(آیت نمبر۱۶) البتہ جسے آزمائش میں ڈال کر اس کا رزق تنگ کردیتا ہے۔ اپنی مشیت وحکمت کے مطابق تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے فقر وفاقہ میں ڈال کر ذلیل کردیا۔ (معاذ اللہ)

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ ⑰ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ⑱

ہر گز نہیں بلکہ نہیں تم عزت کرتے یتیم کی۔ اور نہیں رغبت رکھتے اوپر کھانے مسکین کے۔

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ ⑲ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ ⑳

اور کھاتے ہو مال میراث کا ہپ ہپ کر کے۔ اور محبت رکھتے ہو مال سے بہت زیادہ۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۶) اسے یہ خیال نہیں آتا کہ یہ تو آزمائش ہے۔ اس لئے کبھی تنگ دستی دارین میں سعادت کا باعث بنتی ہے۔ یعنی جو فقر و فاقہ اور تنگ دستی پر صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔ لیکن مال و دولت کی کثرت بھی کبھی ناشکری کی وجہ سے انتہائی خسارے تک پہنچا دیتی ہے۔ العیاذ باللہ۔

(آیت نمبر ۱۷) ہرگز ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ **فائدہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نہ میں نے اسے اس کی بزرگی کی وجہ سے غنی کیا۔ نہ حقیر ہونے کی وجہ سے فقیر بنایا۔ یہ محض قضاء قدر کا مسئلہ ہے۔ بلکہ تم خود کسی یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ لہذا احوال کی خرابی تمہارے شر کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال اس لئے دیا کہ تم پر جو حقوق لازمہ ہیں۔ وہ ادا کرو۔ وہ تو تم ادا نہیں کرتے۔ تمہارا حق تھا کہ یتیم کی خوراک پوشاک کا خیال رکھتے۔

(آیت نمبر ۱۸) اور نہ ہی تم مسکین کو کھانا دینے پر آمادہ ہوتے ہو۔ **فائدہ:** یعنی جو مسکین کو کھانا کھلانے کیلئے کسی کو ترغیب نہیں دیتا وہ خود کیا مسکین کو کھلائیگا۔ یعنی تم اتنے بڑے بخیل ہو کہ نہ تم خود کسی غریب مسکین کو کھانا دیتے ہو۔ نہ دوسرے لوگوں کو یہ ترغیب دیتے ہو کہ وہ غریبوں کو کھانا کھلائے۔ اور نہ غریبوں سے محبت کرنے والے کو پسند کرتے ہو۔

(آیت نمبر ۱۹) اور تم وراثت کا مال ہپ ہپ کر کے خود ہی ہڑپ کر جاتے ہو کہ تم بچوں اور عورتوں کو وراثت سے محروم کر دیتے ہو۔ حلال و حرام ملا کر ان کا حصہ بھی تم خود ہی کھا جاتے ہو۔ یعنی اہل عرب باپ دادا کی وراثت کا مال خود کھاتے اور حقداروں کو محروم کرتے تھے۔ خصوصاً عورتوں اور یتیم بچوں کو نہیں دیتے تھے۔

(آیت نمبر ۲۰) اور تم مال سے خوب محبت کرتے ہو۔ یعنی پوری حرص و طمع کے ساتھ مال سے محبت کرتے ہو اور لوگوں کے حق مارتے ہو تاکہ انہیں کوئی نفع نہ ہو۔ اور خود ہی ان کا مال بھی سمیٹ لیتے ہو۔ **فائدہ:** اس سے ان کی مذمت مطلوب ہے کہ وہ دنیا کی دولت کے اتنے زیادہ حریص ہیں کہ اس حرص و طمع کی وجہ سے تم نے آخرت سے منہ پھیر لیا ہے۔ **فائدہ:** معلوم ہوا۔ مال و دولت بذات خود برا نہیں ہے۔ البتہ مذکورہ وجوہات کی وجہ سے اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾

ہاں ہاں جب ٹکڑے ہوکر زمین پاش پاش ہو جائیگی۔ آجائیگا حکم تیرے رب کا اور فرشتے قطار در قطار۔

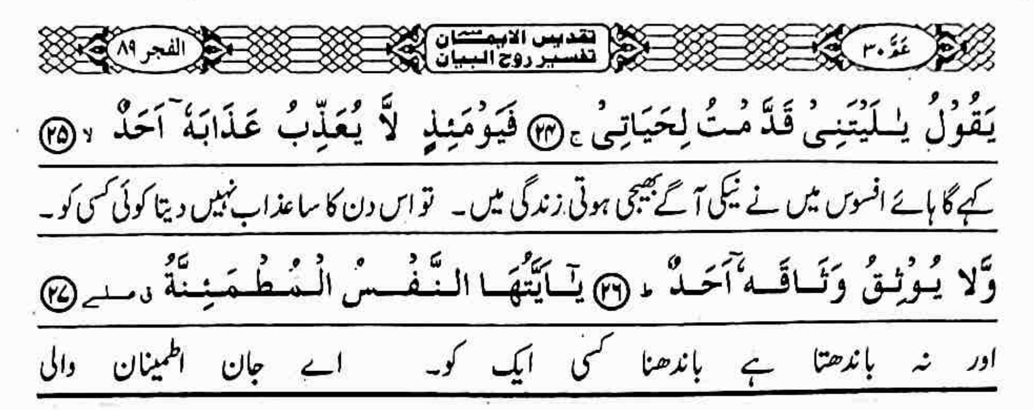
وَجِآئَ ءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾

اور لائے جائے گی جہنم اس دن سوچے گا آدمی مگر اب کہاں اس کے سوچنے کا وقت۔

(آیت نمبر۲۱) ہاں ہاں وہ وقت بھی یاد رکھو جب زمین کے بعض حصے بعض سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائیگی۔ **فائدہ:** یعنی مال حلال وحرام دیکھے بغیر جمع کرنے والوں کو اس سے پیار کرنا چھوڑ دینا چاہئے۔ جائیداد سے پیار کرنے والوں کو یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہئے کہ ایک دن یہ زمین بھی پاش پاش ہوگی۔ تو باقی کیا بچے گا۔ لازماً اس کے اوپر جو بھی ہے وہ سب کچھ ختم ہو جائیگا۔ اس دن وہی کامیاب ہوگا جس نے رب سے محبت کی۔

(آیت نمبر۲۲) اور آجائیگا تمہارے رب کا حکم۔ یا اس کی قدرت کے آثار ظاہر ہو جائیں گے اور فرشتے بھی صف در صف میدان محشر میں اتر آئیں گے۔ یعنی تمام آسمانوں کے فرشتے قطار در قطار اتریں گے۔ پھر اپنی اپنی منازل اور مراتب کے لحاظ سے صفیں باندھ لیں گے۔ جیسے دنیا میں نماز کیلئے صفیں بناتے ہیں۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ فرشتے کناروں پر ہوں گے اور ان کی گنتی اور تعداد کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(آیت نمبر۲۳) اس دن جہنم لائی جائے گی۔ جسے سب مخلوق دیکھے گی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہنم کی ستر ہزار باگیں ہیں اور ستر ہزار فرشتے باگوں سے کھینچ کر اسے محشر کے میدان میں لا کھڑا کریں گے۔ اس کی سخت چیخ وچنگھاڑ سے کفار کے دل دہل جائیں گے۔ آگے فرمایا اس دن انسان اپنی کوتاہیاں یاد کرے گا۔ اور ان پر ملنے والی سزاؤں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر افسوس کرے گا کیونکہ آخرت میں اعمال جسمانی شکلیں اختیار کریں گے۔ اچھے اعمال کی اچھی شکلیں دیکھ کر بندہ خوش ہوگا۔ اور برے اعمال کی بری شکلیں دیکھ کر افسوس کرے گا اور برے اعمال دیکھ کر اسے اپنے گناہ یاد آئیں گے۔ اور اسے نصیحت حاصل ہوگی۔ لیکن اب نصیحت ہونے کا کیا فائدہ کیونکہ یہ وقت نصیحت حاصل کرنے یا سوچنے یا عمل کرنے کا نہیں رہا۔ اب تو جو کچھ کیا ہے۔ اسی کا بدلہ ملنے کا وقت ہے۔



يَقُولُ يٰلَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ أَحَدٌ ﴿۲۵﴾

کہے گا ہائے افسوس میں نے نیکی آگے بھیجی ہوتی زندگی میں۔ تو اس دن کا سا عذاب نہیں دیتا کوئی کسی کو۔

وَّلَا يُوثِقُ وَثَاقَهٗٓ أَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾

اور نہ باندھتا ہے باندھنا کسی ایک کو۔ اے جان اطمینان والی

(آیت نمبر۲۴) اس دن کہے گا۔ ہائے افسوس۔ اے کاش میں نے اپنی اس زندگی کیلئے کوئی نیکی کر کے آگے بھیجی ہوتی۔ یعنی دنیوی زندگی میں وہ نیک اعمال کر کے آگے بھیجے ہوتے۔ جو آج مجھے فائدہ پہنچاتے اور جہنم کے عذاب سے بچاتے اور میرا شمار بھی زندوں (نجات یافتہ) لوگوں میں ہوتا۔

(آیت نمبر۲۵) پس اس محشر کے روز اس کے عذاب جیسا کسی کا عذاب نہیں ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا کسی کا عذاب نہیں ہے۔ جو انسان نے نافرمانیاں اور گناہ کر کر کے خود اپنے لئے تیار کرایا۔

فائدہ: عین المعانی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی عذاب نہیں دے سکتا۔ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں (یعنی جو مشرکین اور ظالمین کے لئے ہوگا)۔

(آیت نمبر۲۶) نہ اس جیسا کوئی باندھ سکتا ہے۔ یہاں بیڑیوں سے باندھنا مراد ہے۔ اسی طرح سلاسل اور اغلال کے ساتھ قید کرنا مراد ہے۔ یعنی ایسا باندھنا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ (اگرچہ زنجیروں کے ساتھ فرشتے باندھیں گے۔ لیکن حکم اس پر اللہ تعالیٰ کا ہوگا)۔

(آیت نمبر۲۷) اے اطمینان والے نفس۔

فائدہ نفس امارہ کی بدبختی بیان فرمانے کے بعد نفس مطمئنہ کی سعادت کو بیان کیا جارہا ہے۔ یعنی وہ نفس اور وہ دل جو یادالٰہی سے دنیا میں مطمئن ہوتے تھے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ خبردار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ: نفس مطمئنہ وہ ہے جو قلب کے نور سے منور ہو۔ کاشفی فرماتے ہیں۔ وہ نفس جو ذکر سے آرام پائے۔ نعمتوں پر شکر کرے اور تکالیف پر صبر کرے۔ (سبحان اللہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندے مومن کامل سے خود ہمکلام ہوگا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی کا شرف دیا۔

ارْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِى فِى عِبَٰدِى ﴿٢٩﴾

واپس لوٹ طرف اپنے رب کے تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر داخل ہو میرے خاص بندوں میں۔

وَادْخُلِى جَنَّتِى ﴿٣٠﴾

اور داخل ہو میری جنت میں۔

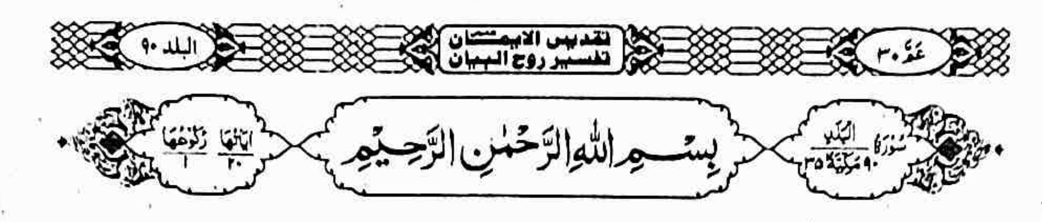
(آیت نمبر ۲۸) لوٹ جا اپنے رب کی طرف یعنی اس کی طرف جس طرف سے آیا تھا اس نے وعدہ فرمایا کہ وہ بروز قیامت تجھے قرب وکرامت عطا فرمائے گا۔ راضی بہ رضا ہو کر لوٹ۔ یعنی وہ تجھ سے راضی ہوگا اور تو اس کی عطا کردہ دائمی نعمتوں پر خوش ہو جا۔ یہ موت کے وقت فرشتے خوشخبری دیتے ہیں۔ کہ جب بندۂ مومن کی روح قبض ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کا محل بھی دکھاتے ہیں۔ اور اس کی خوش خبری بھی سناتے ہیں۔

(آیت نمبر ۲۹) پس داخل ہو جا میرے بندوں میں۔ چونکہ بندہ مومن دنیا میں یہ کہتا تھا: "ادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحین" اے اللہ اپنی رحمت کے ساتھ اپنے بندوں میں داخل فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرما کر اب فرما دیا کہ اب تو میرے بندوں میں داخل ہو جا۔

مومن کی موت: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب مومن فوت ہوتا ہے۔ تو فرشتے جنت سے خوشبو کا تحفہ لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے نفس مطمئنہ چل روح وریحان کی طرف تیرا رب تجھ سے راضی ہو گیا۔ وہ فرشتہ روح لے کر آسمانوں کی طرف جاتا ہے۔ تو ہر آسمان کے فرشتے خوش ہو کر مبارک دیتے ہیں پھر اسے اہل ایمان کے ارواح کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔

(آیت نمبر ۳۰) اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ یعنی دار الثواب میں چلی جا۔ جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے۔ تو قبر اس کیلئے جنت کا باغ بن جاتی ہے اور ستر گز وسیع ہو جاتی ہے اور اس میں ریحان ڈال دی جاتی ہے۔ اگر اسے قرآن کا کچھ حصہ یاد ہے تو وہ قبر سورج کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔

اختتام سورۃ الفجر: مورخہ ۲۹ جولائی بمطابق ۳ ذو القعدہ



لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ ① وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ ② وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۙ ③

مجھے قسم ہے اس شہر کی کہ اے محبوب تو موجود ہے اس شہر میں۔ اور والد اور جو پیدا ہو۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡ كَبَدٍ ؕ ④

تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو مشقت میں۔

(آیت نمبر۱) مجھے اس شہر (مکہ) کی قسم ہے جیسا کہ سورۂ تین میں قسم کھائی۔ اس کی فضیلت کی وجہ سے کیونکہ یہ حرم ولادت گاہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اور آپ کے، جداعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کا یہاں کئی بار پھیرا ہوا اور جناب اسماعیل علیہ السلام کا یہاں ڈیرا تھا۔ حضور ﷺ کی مرضی سے اسے ہی پوری دنیا کا قبلہ بنایا گیا۔

(آیت نمبر۲) اس حال میں کہ اے محبوب آپ اس شہر پاک میں تشریف فرما ہیں۔ اس میں حضور ﷺ کی کعبہ پر افضلیت بتائی گئی۔ اگرچہ کعبہ شریف کی اپنی شرافت بھی مسلمہ ہے لیکن حضور ﷺ کی وجہ سے کعبہ کی شان اور بھی کئی گنا بڑھ گئی کیونکہ حضور ﷺ جہاں بھی گئے اس جگہ کی شان دیگر مقامات سے اعلیٰ ہوگئی۔ یثرب جو ملامتوں کا گڑھ تھا۔ آپ کی تشریف آوری سے وہی شہر طیب اطیب ہوگیا۔ کفار کی رسوائی: کفار نے سمجھا جسے ہم نے نکال دیا وہ رسوا ہوگیا۔ رب تعالیٰ نے ان پر ظاہر فرمادیا کہ مکہ کی عظمت ان کی وجہ سے تھی۔ کعبہ کو قبلہ کا مقام ان کی وجہ سے ہی دیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔ جس دن حضور ﷺ نے مکہ سے ہجرت فرمائی۔ تو مکہ مکرمہ سیاہ نظر آتا تھا۔ (ترمذی)

(آیت نمبر۳) قسم ہے والد یعنی ابراہیم علیہ السلام کی اور ان کی عظمت والی اولاد کی۔ خواہ بلاواسطہ جیسے اسماعیل علیہ السلام یا بالواسطہ جیسے حضور نبی اکرم ﷺ ہوں۔ یا والد سے مراد آدم علیہ السلام اور اولاد سے حضور ﷺ یا حضور والد اور ساری امت روحانی اولاد کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں۔ دوسری حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا میں اور تو اس امت کے روحانی باپ ہیں۔ "ینابیع المودة" (قندوزی)

(آیت نمبر۴) بے شک ہم نے انسان کو مشقت والا بنایا۔ یعنی دکھوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنے والا بنایا۔ جتنا انسان دکھ اور تکالیف اٹھاتا ہے۔ اور ان پر صبر کرتا ہے۔ اتنا ہی اس کا مرتبہ بڑھتا جاتا ہے۔

اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡهِ اَحَدٌ ۘ﴿۵﴾ یَقُوۡلُ اَهۡلَکۡتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ﴿۶﴾

کیا وہ سمجھتا ہے کہ ہرگز نہیں قدرت رکھتا اس پر کوئی۔ کہتا ہے کہ میں نے تباہ کیا مال ڈھیروں ۔

اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ﴿۷﴾ اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَیۡنَیۡنِ ۙ﴿۸﴾

کیا سمجھتا ہے کہ نہیں دیکھا اسے کسی ایک نے۔ کیا نہیں بنائیں ہم نے اس کی دو آنکھیں

(بقیہ آیت نمبر۴) اتنا کوئی بھی نہیں دکھ اٹھاتا۔ طرح طرح کی بیماریوں اور پریشانیوں میں وقت گذارتا ہے۔ ان میں تکالیف دنیوی بھی ہیں اور دینی بھی۔ **فائدہ**: ان تکالیف پر صبر کرنے والے کو عظیم اجر ملتا ہے۔

(آیت نمبر۵) کیا انسان نے یہ گمان کیا کہ اس پر کسی کو قدرت نہیں کہ وہ اس سے بدلہ لے سکے۔ اس کا یہ گمان فاسد ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سب پر قادر بھی ہے اور غالب بھی اور وہ بدلہ بھی لے سکتا ہے۔ اگر وقتی طور پر ڈھیل دیتا ہے تو اس میں بھی اس کی حکمت و مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔

(آیت نمبر۶) وہ اپنی رعونت سے کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال فنا کیا۔

فائدہ: جاہلیت میں لوگ فخر وریاکاری اور شہرت کیلئے بکثرت اپنا مال خرچ کرتے تھے اور اس پر وہ بڑا فخر کرتے۔ "اَهۡلَکۡتُ" کے لفظ نے واضح کر دیا کہ کفار کا مال اچھی جگہ صرف ہونے کے باوجود ضائع کیا ہے۔

(آیت نمبر۷) کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھتا۔ جو وہ خرچ کر رہا ہے۔ خواہ جائز و ناجائز خرچ کرے اللہ تعالیٰ ہر حال میں اسے دیکھ رہا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے پوچھ نہیں ہوگی۔ اور اسے کوئی جزا سزا نہیں ہوگی۔

چار سوال لازمی ہوں گے:

ا۔ عمر کہاں لگائی۔ ۲۔ مال کہاں خرچ کیا۔

۳۔ عمل کیا کیا۔ ۴۔ اور اہل بیت سے محبت کے بارے میں

(آیت نمبر۸) کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں۔ جن سے (۱) ہزاروں میل دور آسمان کو دیکھتا ہے۔ (۲) نفع و نقصان والی اشیاء کو دیکھ سکتا ہے۔ (۳) بزرگوں کے چہرے کی زیارت کرتا ہے۔ (۴) قرآن مجید کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔ (۵) کائنات میں کئی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ (۶) آنکھ شیشے کی طرح صاف دیکھتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی آنکھوں کے بے شمار فوائد ہیں۔ علاوہ ازیں مسلمان کی باطنی آنکھ بھی ہے۔ (الحمد للہ)

وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾

اور زبان اور دو ہونٹ۔ اور راہ بتائی ہم نے اسے دوا بھری چیزوں کی۔ پس نہ کودا بے تامل گھاٹی میں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾

اور کیا معلوم تجھے کیا ہے گھاٹی۔ گردن چھڑانا کسی کی۔

(آیت نمبر۹) اور ایک زبان اور دو ہونٹ دیئے۔ زبان سے بے شمار معاملات درست ہوتے ہیں۔ کھانے کے ذائقے کا علم ہوتا ہے۔ اس کے بغیر آدمی گنگا ہے۔ ورنہ اشاروں سے سمجھاتا یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ **نکتہ**: کان بھی دو آنکھیں بھی دو اور زبان ایک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بولنے سے دیکھنا سننا زیادہ ہوتا ہے اور دو ہونٹ اس لئے دیئے تاکہ بولنا بھی صحیح ہو اور زبان گرد و غبار سے صاف رہے اور قرآنی مخارج ان سے ادا ہوتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ نے منہ کے اوپر ہونٹوں کا پردہ دے دیا۔ ورنہ دانت دیکھ کر خوف لگتا۔

(آیت نمبر۱۰) ہم نے اسے دو ابھری ہوئی چیزوں کی راہنمائی کی۔ اس سے مراد یا تو خیر و شر ہے۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا۔ "نجدا" سے مراد خیر و شر ہیں۔ لہذا نجد شر کے بجائے نجد خیر سے محبت کرو (تفسیر در منثور)۔ **فائدہ**: یا نجدین سے مراد پستان ہیں۔ یعنی بچے کو ماں کے پستان تک پہنچنے اور چوس کر پینے کی قدرت دی

(آیت نمبر۱۱) بغیر سوچے نہیں کودا وہ گھاٹی میں۔ قحم کا معنی ہے۔ بغیر سوچے کسی معاملے میں اپنے آپ کو ڈال لے۔ یعنی انسان اتنی بڑی نعمتوں پر شکر ادا نہیں کرتا۔

(آیت نمبر۱۲) اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے کیونکہ نہ اس کا ظاہر معنی مراد ہے۔ نہ اس میں داخل ہونا مراد ہے۔ اس کی حقیقی مراد کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا۔

(آیت نمبر۱۳) کسی غلام کو آزاد کرانا ہے۔ اب واضح ہوا کہ گھاٹی عبور کرنے سے مراد غلام آزاد کرانا ہے۔ خواہ عام غلام خرید کر یا مکاتب غلام کی مدد کر کے یا قصاص و دیۃ یا تاوان میں تعاون کر کے یہ سب فک کے زمرے میں آتے ہیں۔ ممکن ہے یہ معنی ہو کہ بندہ اپنے آپ کو عذاب سے آزاد کرانے کیلئے۔ اچھے اور نیک اعمال کرے تاکہ جنت کا مستحق ہو جائے اور جہنم سے نجات پائے۔ **حدیث شریف** میں ہے جس نے غلام آزاد کیا۔ اس نے جہنم سے اپنے آپ کو آزاد کرا لیا۔ (رواہ مسلم والترمذی)

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾

یا کھانا دینا ایک دن بھوک والے کو۔ یتیم رشتہ دار کو۔ یا مسکین خاک نشین کو۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾

پھر ہو ان سے جو ایمان لائے اور آپس میں وصیت کی صبر کی اور وصیت کی آپس میں مہربانی کی۔

(آیت نمبر۱۴) یا بھوک والے دن میں کھانا دینا۔ یعنی قحط ہو یا عام طور پر کوئی بھوکا ہو یا مہنگائی ہو۔ مســـغبة اصل میں وہاں بولتے ہیں۔ جہاں پر تھکان بھی ہو اور پھر بھوک پیاس بھی ہو۔ بھوک کے دن کی قید اس لئے ہے کہ جب ہر طرف بھوک ہو۔ اس وقت مال خرچ کرنا نفس پر گراں ہوتا ہے۔ لیکن اجر وثواب کے لحاظ سے وہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ کیونکہ بھوکے کو جو کھانا کھلائے جنت اس کی مشتاق ہو جاتی ہے۔

(آیت نمبر۱۵) یتیم کو جو رشتے دار ہو۔ یعنی جس کے ساتھ نسبی رشتہ ہو۔ اس کا زیادہ حق بنتا ہے۔ اس میں دو جہتیں آ جاتی ہیں: (۱) یتیم ہونے کا حق۔ (۲) اور رشتہ داری کا حق۔ اسے کھانا دینا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے۔ کہ اس میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ (باقی غرباء پر یتیموں کو اولیت حاصل ہے ثواب بھی زیادہ)۔

(آیت نمبر۱۶) یا وہ مسکین جو خاک نشین ہے۔ یعنی جو مٹی پر لیٹا ہوا ہے۔ کپڑا نہیں رکھتا کہ جسم ڈھانپے۔ بستر نہیں جس پر لیٹ سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ذا متربة" وہ جو کوڑے کرکٹ پر بیٹھا ہے۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ "ذا متربة" سے مراد جو عیالدار، بیمار، قرض دار یا بے یار و مددگار ہو۔ وہ مالدار دنیا دار کمینہ ہے جو اپنی خواہشات پر ہزاروں لاکھوں خرچ کرے۔ لیکن کوئی غریب، فقیر، یتیم اس سے مانگنے آئے تو ایک دھیلہ بھی نہ دے۔

(آیت نمبر۱۷) پھر وہ ان لوگوں سے ہو جو ایمان لائے یعنی جو غلام آزاد کرے اور یتیم و مسکین کو کھانا بھی دے اس حال میں کہ وہ ایماندار بھی ہو کیونکہ تمام اعمال کا دارومدار ہی ایمان پر ہے۔ اس کے اعمال بھی نفع مند ہیں اور اس کا خرچ کرنا بھی پسندیدہ ہے۔ **فـــائـدہ**: اصل عقبہ کو عبور کرنے والا یہی ہے جس نے اپنے آپ کو حرام سے بچایا اور حلال کمایا اور کم کھایا۔ باقی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

سبق: عقل مند انسان وہی ہے جو مخلوق کی غلامی سے آزاد ہوا اور زندگی عبادت الٰہی میں گذارے۔



اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ ؕ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا هُمۡ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ؕ﴿۱۹﴾

وہی ہیں دائیں طرف والے۔ اور جنہوں نے کفر کیا ہماری آیتوں سے وہ ہیں بائیں طرف والے۔

عَلَيۡهِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ ع ﴿۲۰﴾

ان پر آگ ہے بند کی ہوئی۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۷) آگے فرمایا کہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی یعنی طاعت الٰہی میں مصائب پر صبر کیا اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کی اور آپس میں ایک دوسرے کو مہربانی کرنے کی وصیت کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر صدقہ وخیرات کر کے مہربانی کریں۔

حدیث میں ہے۔ جو لوگوں پر رحم نہ کریں اللہ تعالیٰ بھی ان پر رحم نہیں کرتا۔ (اخرجہ مسلم)

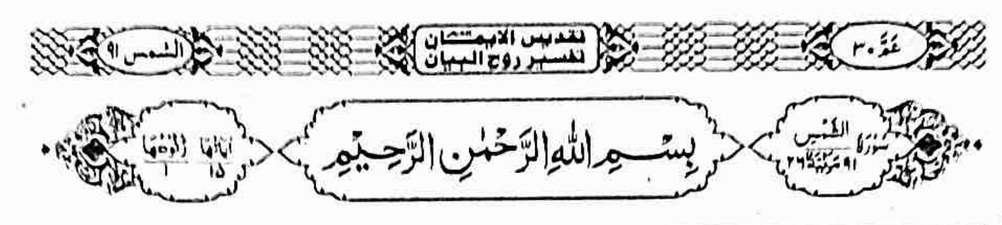
(آیت نمبر ۱۸) یہی عظیم صفات والے لوگ جو بلند مراتب اور اعلیٰ درجات والے جو اصحاب یمین ہیں۔ یعنی انہیں اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائیگا یہی نیک بخت لوگ ہیں۔ انہوں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، غریبوں، مسکینوں، یتیموں پر رحم کیا۔ انہیں کھانا کھلایا اور ایک دوسرے کو صبر اور رحم کی وصیت کی۔

(آیت نمبر ۱۹) اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا۔ یعنی جو جو ہم نے کتاب وحجۃ یا قرآن پر دلائل دیئے انہوں نے ان سب کا انکار کیا یہ لوگ بالکل حقارت ورسوائی کے لائق ہیں۔ یہ لوگ بائیں جانب والے ہیں۔ جنہیں قیامت کے دن بائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائیگا۔ یہ ان کی بدعقیدگی اور بداعمالی کی نحوست ہے اور بدبختی کی دلیل ہے کیونکہ یہ لوگ فاسق لوگوں کی معیت اور رفاقت سے منحوس ہو گئے ہیں۔

سبق: لہٰذا اصلحاء سے توسل (ان کو وسیلہ بنانا) چاہئے اور فاسقوں سے دور رہنا ضروری ہے۔

(آیت نمبر ۲۰) ان پر آگ بند کر دی گئی یعنی انہیں جہنم میں ڈالنے کے بعد جہنم کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے کہ نہ کوئی باہر سے اندر آسکے۔ نہ کوئی اندر سے باہر جاسکے۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ بڑے بڑے کفار کو آگ کے صندوقوں میں بند کر کے تالا لگا دیا جائے گا۔ لہٰذا کفار ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس آگ میں جلتے رہیں گے۔ البتہ مومن گناہ گار اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکال دیئے جائیں گے۔

اختتام سورۃ: ۳۰ جولائی ۲۰۱۷ء بمطابق ۴ ذوالقعدہ بروز اتوار بعد نماز عصر



وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳

قسم ہے سورج اور اس کی روشنی کی۔ اور چاند کی جب پیچھے آئے۔ اور دن کی جب چمکائے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵

اور رات کی جب چھپائے اور آسمان کی اور اس کی جس نے بنایا۔

(آیت نمبر۱) قسم ہے سورج اور اس کی روشنی کی۔ جب طلوع آفتاب کے بعد وہ پوری آب و تاب میں ہوتا ہے اور ہر طرف روشنی پھیل جاتی ہے۔ اور لوگ اپنے کام کاج میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(آیت نمبر۲) اور قسم ہے چاند کی جو سورج کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔ یعنی غروب آفتاب کے بعد وہ اپنی روشنی لے کر آتا ہے۔ گویا یہ سورج کا خلیفہ ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ چاند سورج سے روشنی لیتا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا۔ معلوم ہوا ضیاء نور کی جگہ آسکتا ہے۔ یعنی ہر ضیاء نور ہے لیکن ہر نور ضیاء نہیں۔ صاحب روح البیان کے پیر و مرشد فرماتے ہیں کہ سورج حقیقت الٰہیہ، کمالیہ، اکملیہ کی علامت ہے۔ وہ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے اور چاند انسانی کمال اکملیہ کی علامت ہے وہ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ الخ (لائحات البرقیات)۔

(آیت نمبر۳) اور قسم ہے دن کی جب اسے چمکائے۔ یعنی سورج دن کو روشن کرتا ہے۔ یا دن آنے سے سورج بھی چمکاتا ہے۔ یا دن نے دنیا کو چمکایا۔ یا زمین کو روشن کیا۔ اگرچہ اس میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ چونکہ یہ بات سب کو معلوم ہے۔ اس لئے اگر ان میں سے کوئی مراد ہو تو حرج نہیں۔

(آیت نمبر۴) اور قسم ہے رات کی جب اسے ڈھانپ لے۔ یعنی سورج کو گم کر کے آفاق میں اندھیرا کر دے کیونکہ سورج کا زمین سے پردے میں ہو جانا ہی رات ہے۔ گویا رات نے سورج کو چھپا دیا اور غائب کر دیا۔ یہاں صیغہ مضارع لایا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ماضی حال مستقبل سب ایک جیسا برابر ہے۔

(آیت نمبر۵) قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے والے کی کہ جس نے بہت بڑا اور نہایت ہی اونچا بنایا۔ وہ اس کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جس نے بنایا ہے۔



وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ﴿۶﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴿۷﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿۸﴾

اور زمین کی اور اس کے پھیلانے والے کی اور جان کی اور جس نے اسے ٹھیک بنایا پھر دل میں ڈالا بدکاری اور تقویٰ کو

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾

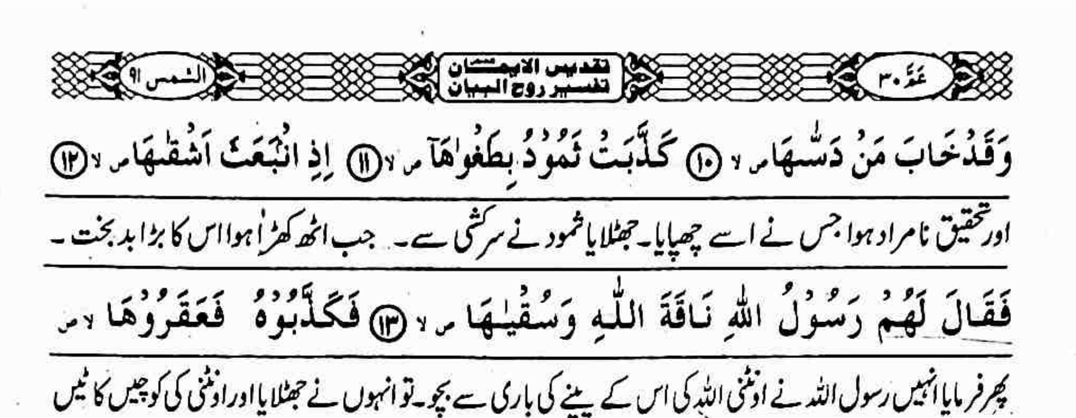
تحقیق کامیاب ہوا جو پاک ہوا۔

(آیت نمبر۶) اور قسم ہے زمین کی اور جس نے اسے پھیلایا ہے۔ یعنی پانی پر ہی ہر طرف پھیلا دیا تاکہ زمین والے اس پر آسانی کے ساتھ رہ سکیں اور زندگی گذار سکیں۔ مخلوق اور خالق کو اکٹھا قسم کے ساتھ ذکر کرنے میں ایک نکتہ یہ ہے کہ اس ترتیب کو معلوم کر کے عالم کے بنانے والے کے وجود اور اس کے کمال قدرت کا علم ہو اور عقل کو جلال الٰہی کی عظمت وشان کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ جیسے سورج ایک عظیم تر چیز ہے۔ اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ اس کا بنانے والا کتنا عظیم ہوگا۔ اس کے چار اوصاف بیان فرمائے: (۱) روشن ہونا۔ (۲) چاند کا اس کے تابع ہونا۔ (۳) اس کا زمین کو روشن کرنا۔ (۴) رات کو پردے میں ہو جانا۔

(آیت نمبر۷) اور قسم ہے نفس کی اور جس نے اسے ٹھیک ٹھیک بنایا۔ **نکتہ**: معرفت الٰہی کیلئے آسمان وزمین اور نفس کا ذکر اس لئے کیا کہ غائب پر استدلال ایک حاضر چیز سے ہوتا ہے اور یہاں رب محذوف ہے۔ یعنی رب کا بنایا ہوا۔ تمام قسموں میں رب محذوف ہے۔ جیسے وَرَبِّ مَاطَحَاهَا الى آخر ہے۔ یا ما بمعنی من ہے جس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

(آیت نمبر۸) پھر دل میں ڈالا گناہ یا نیکی کو۔ الہام کا معنی کسی چیز کا دل میں ڈالنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نفس کو فجور یا تقویٰ کی سمجھ عطا کی۔ یعنی اچھائی اور برائی اس پر واضح کر دی اور اسے دونوں فعل کرنے پر قدرت بھی دی۔ جسے چاہے اختیار کرے۔ اس کے لئے بہتر ہے کہ فجور سے اجتناب کرے۔ اور نیکی کرے۔ **فائدہ**: فجور کے الہام سے یہ مراد نہیں کہ اس کا حکم دیا کہ وہ بھی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برائی اور بے حیائی سے منع فرمایا ہے لہذا اسے حجت نہیں بنایا جائیگا۔ (جیسے بعض بے وقوف کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم جو گناہ وغیرہ کرتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے کرتے ہیں)۔

(آیت نمبر۹) تحقیق وہ بندہ کامیاب ہوا۔ جس نے اس کا تزکیہ کیا۔ یعنی دنیوی سعادتوں کے ساتھ کامیاب وہی ہے جو عزت۔ دولت۔ صحت وعافیت میں زندگی گذارے۔ اخروی سعادت کے ساتھ کامیابی یہ ہے کہ جسے فنا کی جگہ بقا ملی۔ فقر کے بجائے غنا ملی۔ ذلت کے بجائے عزت ملی۔ جہالت کے بجائے علم ملا۔



وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ؕ ﴿۱۰﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۪ۙ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۪ۙ ﴿۱۲﴾

اور تحقیق نامراد ہوا جس نے اسے چھپایا۔ جھٹلایا ثمود نے سرکشی سے۔ جب اٹھ کھڑا ہوا اس کا بڑا بد بخت۔

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ؕ ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۪ۙ

پھر فرمایا انہیں رسول اللہ نے اونٹنی اللہ کی اس کے پینے کی باری سے بچو۔ تو انہوں نے جھٹلایا اور اونٹنی کی کوچیں کاٹیں

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۪ۙ ﴿۱۴﴾

پھر ڈال دی تباہی ان پر ان کے رب نے ان کے گناہوں کے سبب پھر برابر کر دیا ان کو

(آیت نمبر۱۰) بے مراد رہا جس نے اسے گناہوں میں لگایا۔ یعنی اپنے نفس کو گناہوں اور نافرمانیوں میں لگائے رکھا۔ بے شک اس نے بہت گھاٹا پایا کہ اسے حرام یا مشتبہات میں لگایا۔ اور جہنم کا حقدار بنا دیا۔

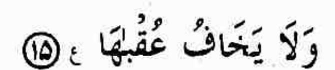
(آیت نمبر۱۱) قوم ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا کہ انہوں نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔

فائدہ: یعنی جب گناہوں میں شدت آجائے تو وہ طغیان بن جاتا ہے۔ اسی کو کفر بھی کہتے ہیں۔ یا یہ معنی ہے یعنی قوم ثمود کو جن باتوں سے ڈرایا گیا۔ عذاب وغیرہ سے اس کا انکار کیا۔ یا قیامت اور حساب وکتاب کے منکر ہوئے

(آیت نمبر۱۲) کہ جب ان میں سے سب سے بڑا بد بخت قدار اٹھ کھڑا ہوا۔ اس بڑے بد بخت نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا۔ (ایک عورت کے حکم) پر اس کام کیلئے تیار ہوا۔ (کہ جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا تھا)۔ پھر اس بد بخت نے اور بھی کئی لعنتیوں بد بختوں کو اکٹھا کیا تا کہ وہ مل کر صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ذبح کریں۔

(آیت نمبر۱۳) حالانکہ اللہ کے رسول نے انہیں بتایا تھا کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تم نے خود مانگی تھی اس نے پانی پینا ہے۔ یعنی جب صالح علیہ السلام نے ان کے برے ارادے کو جانا تو انہیں بتایا کہ یہ عام اونٹنی نہیں یہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے۔ یہ اسکی وحدانیت پر دلیل ہے۔ میری نبوت کا معجزہ ہے اور یہ تمہارے مطالبے پر تمہیں دی گئی۔ لہذا اسے کچھ نہ کہنا۔ اسے کھلا چھوڑ دو۔ جہاں چاہے چرے کھائے اور کنویں کا پانی بھی اسے پینے دو۔ یہ تمہیں پانی کے برابر دودھ دے گی۔

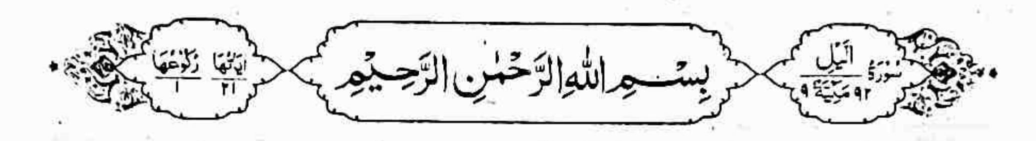
(آیت نمبر۱۴) پھر بھی انہوں نے اپنے نبی کی بات کو جھٹلایا۔ یعنی صالح علیہ السلام نے انہیں بتا دیا تھا کہ اگر تم نے اسے برائی سے چھوا تو عذاب پھر بہت قریب سمجھو۔ لیکن ان بد بختوں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں۔



23

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝ ﴿۱۵﴾

اور وہ نہیں ڈرتا کسی کے پیچھا کرنے سے



وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۙ ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ ﴿۲﴾

قسم ہے رات کی جب چھا جائے۔ اور دن کی جب روشن ہو

(بقیہ آیت نمبر۱۴) **فائدہ**: امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسے قتل کرنے والی ایک جماعت تھی۔ قدار ان کا سرغنہ جو اس ساری کارروائی میں آگے آگے تھا۔ وہ چھوٹے قد کا ایک (کتورا) شکل کا تھا۔

قاتل مولا علی: حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔ پہلی امتوں میں سب سے بڑا بدبخت قدار تھا۔ اور اس امت میں سب سے بڑا بدبخت تیرا قاتل ہے (بخاری۔ فضائل صحابہ) تو لگاتار ان پر ان کے رب کا عذاب ان کے گناہوں کی وجہ سے قائم رہا۔ جب تک کہ انہیں تباہ کر کے برابر نہیں کر دیا۔

(آیت نمبر۱۵) اور وہ اس کے انجام سے نہیں ڈرتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ انہیں تباہ و ہلاک کرنے کا کیا انجام ہوگا۔ جیسے دنیا والوں کو انجام کا خطرہ ہوتا ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ قدار وغیرہ نے صالح علیہ السلام کے بتانے کے باوجود کہ تم نے اس اونٹنی کو چھیڑا تو عذاب آئیگا۔ اس کے باوجود انہوں نے بے خطر ہو کر یہ ظلم کیا۔ ((اختتام شورۂ شمس: مورخہ ۳۱ جولائی ۲۰۱۷ء بمطابق ۵ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ بروز سوموار))

(آیت نمبر۱) قسم ہے رات کی جب چھا جائے۔ یعنی ہر طرف اندھیرا ہو جائے۔ غروب شمس سے طلوع فجر تک لیل ہے۔ اس کے بالمقابل نہار یعنی دن ہے۔ رات کی فضیلت یہ ہے کہ اس میں اللہ کے ولی (دوست) اپنے رب سے مناجات کرتے ہیں۔ پوری رات بعض آدھی رات بعض رات کے آخری حصے میں عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

(آیت نمبر۲) اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو۔ یعنی سورج غائب ہونے کے بعد جب دوبارہ آئے اور جہان کو روشن کرے۔ چونکہ دن کی روشنی میں بھی لوگوں کے بے شمار فوائد ہیں۔ اس لئے اس کی قسم کھائی۔

جلد-10

23
23

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۙ ③ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۗ ④ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۙ ⑤

اور جو اس نے بنائے نر اور مادہ۔ بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔ تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگار ہوا

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۙ ⑥ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۗ ⑦

اور تصدیق کی اچھی بات کی۔ تو ہم جلد اسے آسانی مہیا کریں گے۔

(آیت نمبر ۳) اور قسم ہے اس کی جس نے نر اور مادہ پیدا کیا۔ یعنی قسم ہے اس قادر مطلق کی جو عظیم قدرت والا ہے۔ جس نے ایک جیسے نر اور مادہ پیدا کئے۔ جس سے سلسلہ توالد قائم ہوا۔ بعض بزرگوں نے اس سے حضرت آدم علیہ السلام وحضرت حوا علیہا السلام مراد لئے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے لوگوں میں نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا۔

(آیت نمبر ۴) بے شک تمہاری محنت مختلف ہے۔ یعنی اعمال بھی مختلف اور استعداد بھی مختلف بعض کے اعمال حسن، نفع مند، خیر اور صالح اعمال ہیں اور بعض کے برے۔ نقصان دہ، شر اور فساد والے ہیں۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ لوگ دو قسم کے ہیں۔ بعض خریدنے والے وہ تو نفس کو آزاد کرنے والے ہیں۔ بعض بیچنے والے جو اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہیں (اخرجہ الطبرانی)۔ دوسرے مقام پر فرمایا کہ ہم نے تمہارے درمیان معیشت کو تقسیم کردیا۔ نہ سارے مالدار بنائے۔ نہ سارے غریب بنائے۔ تاکہ دونوں ایک دوسرے کے کام آئیں۔

(آیت نمبر ۵) البتہ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا اور پرہیزگاری اختیار کی۔ ان مختلف مساعی کو تفصیل سے واضح کیا گیا اور ان کے احکام کو بیان کیا گیا کہ جس نے مالی حقوق کو صحیح طور پر ادا کیا اور حرام کاموں سے بچا وہ پرہیزگار ہوا۔ تقویٰ کا معنی ہے بچنا ہے۔ جو حرام کاموں سے بچ گیا۔ وہ فائدے میں رہا۔

(آیت نمبر ۶) اور اچھائی کی تصدیق کی یعنی اچھی خصلت کو اپنایا۔ اس سے مراد دین اسلام ہے۔ یا کوئی بھی ثواب کا کام کیا۔ یا کوئی اچھی بات یا کلمہ توحید کہا۔ یا قرآن کو اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب مانا۔

(آیت نمبر ۷) تو ہم اس کیلئے بہت جلد آسانی جنت تک پہنچا آسان کردیں گے۔ یسر جو عسر کے بالمقابل ہے۔ جیسے **حدیث شریف** میں ہے۔ جو جس کیلئے پیدا کیا گیا۔ اس تک پہنچنا اس کے لئے آسان بنا دیا گیا۔ (بخاری ومسلم) یعنی جنتی کیلئے جنت میں پہنچنا اور دوزخی کیلئے دوزخ تک پہنچنا آسان کردیا گیا۔ اب اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اسے اپنے فضل وکرم سے توفیق دے دیں گے۔ اچھی عادات کیلئے اور اچھے اعمال اس کیلئے آسان کردیں گے جو اسے جنت میں لے جائیں۔ یا جنت میں جانے والے اعمال آسان کردیں گے۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ ⑧ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ ⑨ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ ⑩

اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہوگیا۔ اور جھٹلایا سب سے اچھی چیز کو۔ تو جلد ہم آسان کریں گے اس کو دشواری۔

وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ؕ ⑪ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۫ۖ ⑫

اور نہ کام آیا اسے اس کا مال جب ہلاکت میں پڑا۔ بے شک ہم پر ہے ہدایت دینا۔

(آیت نمبر ۸) البتہ جس نے بخل کیا۔ اپنے مال میں۔ یعنی کار خیر میں خرچ نہ کیا اور بے پرواہی کی اس سے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس میں رغبت ہی نہ رکھی۔ اسی لئے پرہیز گاری نہ کی اور بے پرواہ ہو کر یعنی خواہشات وشہوات اور دنیا کی لذات میں منہمک ہو کر اخروی نعمتوں سے بے پرواہی کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

(آیت نمبر ۹) اور سب سے اچھی چیز کو جھٹلا دیا۔ یعنی دین اسلام یا کلمہ توحید کو جھٹلا دیا۔ یا اس سے مراد اچھی خصلت ہے۔ قرآن کی آیات یا نبی کریم ﷺ کے فرمودات کو جھٹلایا۔ یا قیامت کا منکر ہوگیا۔

(آیت نمبر ۱۰) تو ہم اس کیلئے جلد دشواری کو آسان بنا دیں گے۔ یعنی ایسی عادت بنائیں گے جو دشواری اور شدت تک پہنچا دے۔ یعنی دنیا میں سکھ نہ پائے۔ اور قیامت کے دن جہنم میں جائے۔ یہاں پر دونوں مرتبے واضح کر دیئے گئے۔ (۱) تصدیق اور تقویٰ اختیار کیا تو جنت کا راستہ اس کیلئے آسان کر دیا جائیگا۔ اسی طرح تکذیب اور استغناء کو اختیار کیا تو اس کیلئے جہنم کا راستہ آسان کر دیا جائیگا۔

(آیت نمبر ۱۱) اور اس کا مال اسے کام نہیں آیا نہ آخرت میں کام آئیگا۔ جب وہ ہلاک ہوگا۔ یعنی جس مال میں بخل کرتا رہا۔ وہ تو مرنے کے بعد بالکل کام نہیں آئیگا۔ البتہ جس مال میں حقوق ادا کرتا رہا۔ اس سے آخرت میں ضرور نفع اٹھائے گا اور اگر وہ مال اللہ کی نافرمانی میں خرچ ہوا تو پھر اسے غضب الٰہی سے کوئی بھی نہیں بچائیگا۔

(آیت نمبر ۱۲) بے شک ہم پر ہی ہے لوگوں کو ہدایت دینا۔ چونکہ ہم نے مخلوق کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔ لہٰذا ان کو ہدایت بھی ہم ہی نے دینی ہے کیونکہ عبادت وہی منظور ہے جو ہماری ہدایت کے مطابق ہوگی۔ لہٰذا ہدایت اور گمراہی دونوں کو قرآن میں واضح کر کے بیان کر دیا۔ ترغیب اور ترہیب سنا دی ہے۔

فائدہ: لفظ علی سے معتزلہ کی طرح یہ نہ سمجھا جائے کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ ہدایت بے شک وہی دیتا ہے لیکن بہ مقتضائے حکمت اور موجب قضاء کے اصول پر اس نے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے: "ویھدی الیه من ینیب"۔ (ہدایت اسی کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے)۔

وَاِنَّ لَنَا لَلۡاٰخِرَةَ وَالۡاُوۡلٰی ﴿۱۳﴾ فَاَنۡذَرۡتُکُمۡ نَارًا تَلَظّٰی ﴿۱۴﴾ لَا یَصۡلٰهَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَی ﴿۱۵﴾

اور بے شک ہماری ہی ہیں آخرت اور دنیا تو میں تمہیں ڈراتا ہوں آگ بھڑکی ہوئی سے نہیں جائیگا اس میں مگر بڑا بد بخت

الَّذِیۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۱۶﴾ وَسَیُجَنَّبُهَا الۡاَتۡقَی ﴿۱۷﴾ الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ﴿۱۸﴾

جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا اور بہت دور رکھا جائیگا اس سے بڑے پرہیز گار کو جو دیتا ہے اپنا مال تا کہ پاک ہو

(آیت نمبر۱۳) بے شک دنیا و آخرت دونوں ہماری اپنی ہیں۔ دونوں میں اصل تصرف ہمارا ہے۔ ہم جیسے چاہیں جس کیلئے چاہیں ہدایت آسان کر دیتے ہیں۔ سب اختیار ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے۔

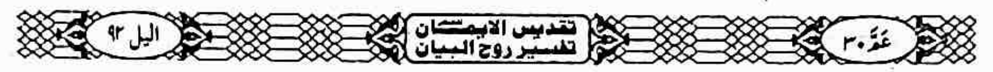
(آیت نمبر۱۴) پس میں تمہیں بھڑکنے والی آگ سے ڈراتا ہوں۔ اس انذار سے مراد وہ ہے جسے سورہ مدثر میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔

(آیت نمبر۱۵) نہیں داخل ہوگا اس آگ میں مگر وہی جو بہت بڑا بد بخت ہے۔ ایسی جگہ جہاں کی گرمی نا قابل برداشت ہے۔ اس سے مراد کافر ہے جو فاسق سے زیادہ بد بخت ہے اور دوسری بات یہ ہے۔ فاسق کا جہنم میں داخلہ ضروری نہیں۔ ہوسکتا ہے بخشا جائے لیکن کافر ہر حال میں جہنم میں جائے گا۔

(آیت نمبر۱۶) وہ بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ یعنی حق کو جھٹلایا اور اطاعت سے منہ پھیرا یہ کام صرف کافر ہی کر سکتا ہے مومن نہیں کرے گا۔ ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

(آیت نمبر۱۷) اور عنقریب اس جہنم سے دور رکھا جائیگا۔ اس شخص کو جو بہت بڑا پرہیز گار ہے۔ یعنی جو کفر اور نافرمانیوں سے بچنے والا۔ **فائدہ**: کشف الاسرار میں ہے کہ یہ سورۃ دو شخصوں کے متعلق نازل ہوئی: پچھلی آیات ابو جہل جو تمام بد بختوں اور زندیقوں کا سردار ہے اس کے حق میں نازل ہوئیں۔ اور آخری دو آیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو امت کے تمام صدیقوں کے امام اور متقیوں کے سردار ہیں۔ ان کے حق میں نازل ہوئیں۔ ابو جہل جیسا اس امت میں گمراہ کوئی نہیں اور صدیق اکبر جیسا اس امت میں ہدایت یافتہ کوئی نہیں۔

(آیت نمبر۱۸) وہ بڑا متقی جو اپنا مال اس لئے دیتا ہے تا کہ پاک ہو۔ یعنی وہ اپنا مال ریا کاری اور شہرت کیلئے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ بخل کی گرد سے صاف ہو جائے۔ معلوم ہوا افضل مال وہی ہے جو صرف رضاء الٰہی کیلئے خرچ کیا جائے۔ **فائدہ**: جب مال میں سے زکوٰۃ دے دی جاتی ہے۔ تو باقی مال پاک ہو جاتا ہے۔



وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۙ ⑲ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ ⑳

اورنہیں کسی کا اس پر کوئی احسان کہ اس کا بدلہ دیا جائے۔مگر چاہنا رضا اپنے رب کی جو سب سے بلند ہے ۔

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۧ ㉑

اور قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا

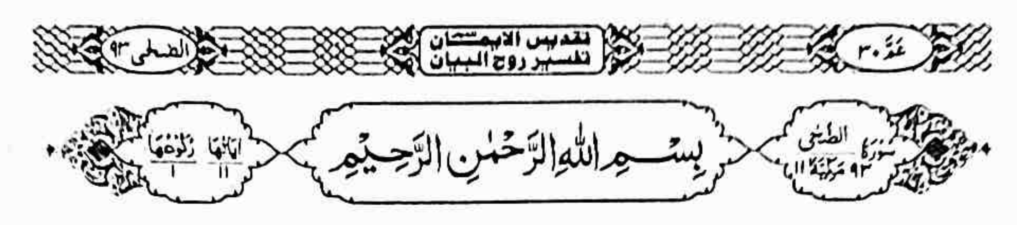
(آیت نمبر۱۹) اور کسی کا ان پر کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

شان نزول: حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت بڑے (لعنتی) کافر امیہ کے غلام تھے۔مسلمان ہونے کی وجہ سے امیہ نے ان پر ظلم وستم کی انتہاء کر دی۔تو حضور ﷺ سے برداشت نہ ہوا۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بات کی تو آپ سمجھ گئے کہ حضور چاہتے ہیں کہ بلال کو اس مصیبت سے نکالا جائے۔لہذا انہوں نے جا کر امیہ سے بات کی اور مہنگے داموں خرید کر حضور کی بارگاہ میں آ گئے۔کفار بڑے حیران تھے کہ صدیق اکبر نے ان پر اتنا مال خرچ کر کے اسے آزاد کیوں کیا۔سمجھے شاید بلال رضی اللہ عنہ نے ان پر کوئی احسان کیا ہوگا۔تو اس کا بدلہ اتارا ہوگا۔

(آیت نمبر۲۰) اس کے جواب میں فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صرف اور صرف رب اعلیٰ کی رضا کیلئے ایسا کیا۔یعنی انہوں نے اتنی بڑی قربانی محض رضا الٰہی کیلئے دی۔کسی کے احسان کا بدلہ نہیں چکایا۔نہ بلال حبشی کا ان پر احسان تھا نہ اور کسی کا۔دراصل یہ سورۃ اتری ہی شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات بیان کرنے کیلئے ہے۔جن کے متعلق شیعہ طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگاتے ہیں۔

(آیت نمبر۲۱) اور عنقریب اس کا رب اس سے ضرور راضی ہوگا۔یا پھر ایسا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ سے کیا کہ عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دیگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔صدیق اکبر نے کئی غلام خرید کر اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے آزاد کئے۔جب مسلمان ہوئے تو آپ کے پاس چالیس ہزار درہم یا دینار تھے۔آپ نے سب اسلام پر قربان کر دیئے۔اور خود دیوریئے کا لباس پہن۔جس پر بٹن کے بجائے ببول کے کانٹے لگائے۔اتنے میں جبریل آمین تشریف لائے۔حضور ﷺ نے پوچھا آج یہ لباس کیوں پہنا، تو انہوں نے بتایا۔آج آسمانی ساری مخلوق کا یہی لباس ہے۔جو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہنا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔کہ ابوبکر سے پوچھیں کیا وہ اس حال میں خوش ہیں تو انہوں نے فرمایا۔میں اپنے رب سے راضی ہوں۔میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

اختتام سورۃ: مورخہ ۳۱ جولائی ۲۰۱۷ء بمطابق ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ بروز منگل



وَالضُّحٰی ۙ ① وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰی ۙ ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ؕ ③

قسم ہے چاشت کی۔ اور رات کی جب پردہ ڈالے۔ نہ چھوڑا تجھے تیرے رب نے اور نہ ناپسند کیا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ؕ ④

اور ضرور پچھلی بہتر ہے آپ کیلئے پہلی سے۔

(آیت نمبر۱) چاشت کی قسم۔ یہی وہ وقت ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اسی وقت میں موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے جادوگروں نے سجدہ کیا اور ایمان لائے۔ چاشت کی نماز بالاتفاق سنت ہے حنفیہ کے نزدیک دو رکعت یا چار رکعت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارہ رکعات ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آٹھ رکعتیں ہیں۔ بعض بزرگوں نے فرمایا۔ ضحیٰ سے مراد چہرۂ مصطفےٰ ہے۔ اور لیل سے آپ کی زلفیں مراد ہیں۔ کیونکہ آگے پوری سورت میں حضور ﷺ کا ہی ذکر ہے۔

(آیت نمبر۲) اور قسم ہے رات کی جب پردہ ڈال لے۔ سجیٰ کا معنی ہے لوگوں کی آوازوں کا ساکن ہو جانا۔ **نکتہ**: دن کے ایک حصے کی قسم کھائی گئی اور رات پوری کی قسم دی۔ معلوم ہوا۔ دن کا وہ حصہ پوری رات سے زیادہ افضل ہے۔

(آیت نمبر۳) نہ تو تمہارے رب نے تمہیں کو چھوڑا نہ آپ سے بیزار رہا۔ **شان نزول**: حضور ﷺ سے مشرکین نے تین سوال کئے۔ آپ نے فرمایا کل جواب دونگا۔ مگر کچھ دنوں تک وحی نہ آئی۔ تو مشرکین نے شور مچا دیا کہ محمد ﷺ سے اس کا خدا روٹھ گیا اور اسے چھوڑ دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس سے مشرکوں کا رد بھی ہو گیا اور حبیب پاک ﷺ کو نوید مسرت بھی سنا دی۔ وحی میں رکاوٹ یا تاخیر تربیت وارشاد اور امت کی تعلیم کیلئے تھا۔ اس کی تفصیلات پیچھے سورۂ کہف میں گذر گئیں۔

(آیت نمبر۴) اے محبوب ﷺ تمہاری اگلی زندگی پچھلی سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ دنیا کی زندگی تو دکھوں اور تکلیفوں سے بھری ہوئی ہے اور آخرت میں آرام اور سکون ہے۔ (اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں)۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ⑤ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ⑥

اور ضرور جلد دیگا آپ کو آپ کا رب تو تم راضی ہو جاؤ گے۔ کیا نہیں پایا آپ کو یتیم پھر جگہ دی۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ⑦

اور پایا آپ کو اپنی محبت میں گم پھر اپنی طرف راہ دی۔

(بقیہ آیت نمبر۴) **فائدہ** امام نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ کے آخر کے احوال ابتدائی احوال سے بہت ہی افضل واکمل ہیں۔ (وہ اس طرح کہ پوری دنیا میں جہاں بھی کوئی مسلمان نیکی کرتا ہے۔ اس کا ثواب جتنا اسے ملتا ہے اتنا نبی کریم ﷺ تک جاتا ہے)۔ اس لحاظ آپ کے بعد آنے والا ہر زمانہ پہلے زمانے سے بہتر ہے۔

(آیت نمبر۵) پس عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ یعنی عطا کی تاخیر میں یہ حکمت ہے کہ آخرت میں جو کچھ آپ کو دیا جائیگا اور اتنا زیادہ ہوگا۔ آپ خود کہیں گے اب میں راضی ہوگیا۔ اسی وعدے پر دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلوں اور پچھلوں کے علوم سے نوازا۔ اسی وعدے کا نتیجہ تھا کہ خلفاء راشدین کے دور میں قیصر و کسریٰ کی حکومتیں مسلمانوں کے زیر تسلط آ گئیں اور دعوت اسلام مشرق و مغرب تک پہنچ گئی۔

آخرت میں حضور ﷺ پر انعام: حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرے لئے ایک ہزار محل تیار فرمائے جو خالص موتیوں سے بنے اس کی مٹی خالص کستوری کی ہے اور ہر محل میں الگ الگ حوریں، خدام اور غلمان ہیں۔

شفاعت کلی: حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کی شفاعت یہاں تک کروں گا کہ آواز آئے گی۔ اے محمد ﷺ کیا اب راضی ہو تو میں کہوں گا۔ میرے رب میں راضی ہوگیا۔ اے میرے رب میں راضی ہوگیا۔

(آیت نمبر۶) کیا آپ کو یتیم نہیں پایا۔ پھر ٹھکانہ دیا۔ یعنی والد ماجد کا پیدائش سے پہلے ہی سائیہ اٹھ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بسیرا دیا۔ حضرت عبدالمطلب کے بعد چچا جناب ابو طالب نے آپ کی پرورش کی اور اعلان نبوت تک انہوں نے خوب ساتھ دیا۔ ان کے بعد کفار نے حضور ﷺ کو از حد تکالیف دیں اور اذیتیں پہنچائیں

(آیت نمبر۷) اور تمہیں اپنی محبت میں گم پایا پھر راہ دکھائی ضال کا معنیٰ گمراہ ہونا بھی ہے۔ لیکن امتی کو نہیں چاہئے کہ وہ نبی کو گمراہ کہے۔ دوسرا معنیٰ کسی کی محبت میں گم ہونا بھی ہے۔ جیسے یعقوب علیہ السلام کو ان کے بیٹوں نے کہا۔ آپ تو پرانی محبت میں گم ہیں۔ (جب ادب کا پہلو نکل سکتا ہو تو نبی کیلئے وہی معنیٰ کرنا چاہئے جس میں نبی کا ادب برقرار رہے)۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾

اور پایا آپ کو حاجتمند پھر غنی کر دیا۔ تو پھر یتیم پر نہ ڈالیں دباؤ۔ اور البتہ مانگنے والے کو نہ جھڑکیں

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کریں

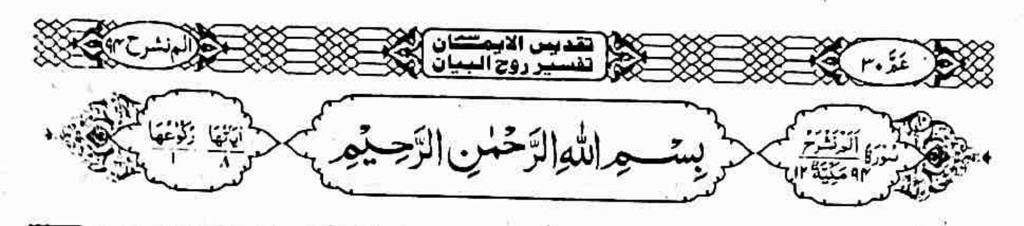
(بقیہ آیت نمبر ۷) **سبق**: انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا بہت لحاظ ہونا چاہئے۔ ان کے متعلق ذرا سی بے ادبی ہوئی تو سارے نیک عمل ضائع ہو گئے۔ آگے فرمایا کہ پھر وحی بھیج کر شرع کی طرف راہ دکھائی، پھر کتاب مبین عطا کی اور وہ علوم دیئے جو پہلے آپ کے پاس نہ تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے پیدائش سے وفات تک راہنمائی کی۔

(آیت نمبر ۸) اور آپ کو عیال والا پایا تو غنی کر دیا۔ یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال سے یا بعد میں ملنے والی غنائم سے۔ یہاں تک کہ ایک ایک آدمی کو سو سو اونٹ عطا کئے۔ **فائدہ**: لیکن اس کے باوجود آپ نے فقر کو اختیار فرمایا۔ جو مال بھی آتا غریبوں میں بانٹ دیتے اور خود بھوکے رہتے۔

(آیت نمبر ۹) البتہ یتیم پر سختی نہ کریں۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ معنی کرتے ہیں کہ یتیم کو ذلیل نہ کر۔ اہل عرب یتیموں سے مال چھین لیا کرتے تھے اور ان کے حق مارتے۔ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یتیم کو حقیر نہ جانو اس کا رب اس کی مدد فرماتا ہے۔ (یتیم کی کفالت کرنے والے کو قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ملے گا)۔

(آیت نمبر ۱۰) اور جو بھی مانگنے والا ہے۔ اسے نہ جھڑکیں۔ اس سے سخت کلامی نہ کرو۔ اسے اچھے لہجے میں بات کہو اسے محروم نہ کرو۔ یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نہیں۔ بلکہ سب امت کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر انعام کیا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ غریبوں اور مسکینوں کو حق دے۔ **فائدہ**: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سائل تو دراصل ہمارے لئے آخرت کا بھلا کرتا ہے۔ کہ آخرت میں اس سے بہتر بدلہ ملے گا۔

(آیت نمبر ۱۱) اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو لوگوں کے سامنے بہت بیان کرو۔ نعمتوں کو بیان کرنا بھی اس کے شکر میں داخل ہے۔ (میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا بھی اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا ہے)۔ **حدیث** میں ہے: نعمتوں کو بیان کرنا شکر اور نہ بیان کرنا ناشکری ہے۔ البتہ تکبر و غرور کیلئے بیان نہ کرو۔ (اخرجہ البیہقی) ـــــــ سورۃ اختتام: مورخہ یکم اگست ۲۰۱۷ء بعد نماز عشاء



اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ ① وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ ②

کیا نہیں کھولا ہم نے آپ کا سینہ۔ اور اتارا آپ سے آپ کا بوجھ۔

الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ ③

جس نے توڑ دی آپ کی پیٹھ۔

(آیت نمبر۱) کیا ہم نے آپ کا سینہ مبارک کشادہ نہیں کیا۔ یعنی اس میں نور، سکینہ اور سکون رکھ دیا۔

حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی دل میں نور رکھ دیتا ہے تو وہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ **فائدہ:** اس نور کی وجہ سے وہ دشمنوں کی طرف سے ملنے والی تکالیف کو برداشت کرتا ہے اور راز ربوبیت کی حفاظت کرتا ہے۔ **نکتہ**: جو موسیٰ علیہ السلام نے رب سے مانگ کر لیا۔ وہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بن مانگے ہی دے دیا۔

شق صدر تین مرتبہ: (۱) پہلی مرتبہ جب آپ کی عمر مبارک پانچ سال تھی۔ (۲) دوسری مرتبہ پہلی وحی کے وقت۔ (۳) تیسری مرتبہ معراج کی رات (تینوں مرتبہ نور سے بھر دیا گیا)۔

(آیت نمبر۲) تمہارے بوجھ کو تم سے اتار دیا۔ **فائدہ:** یہ حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے والے حال کی تمثیل دی گئی ہے کہ جیسے کسی شخص پر بہت بڑا بوجھ ہو اور وہ اس بوجھ کی وجہ سے سخت پریشان ہو۔ یا اس سے مراد وہ غم وافسوس ہے۔ جو دشمنوں کے اسلام نہ لانے کی وجہ سے تھا اور جو آپ نے تبلیغ احکام میں بہت زیادہ تکالیف برداشت کیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ وقت لایا۔ کہ جب لوگ بلا جھجک فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔

(آیت نمبر۳) وہ بوجھ جس سے آپ کی کمر ٹوٹ رہی تھی۔ یعنی وہ بار اٹھانے کی وجہ سے آپ کی پشت بوجھل ہو رہی تھی۔ اب وہ تمام مشکلات دور ہو گئیں۔ اور ہر طرف اسلام پھیلنے لگا۔

عصمت نبوت : اس میں کنایہ ہے۔ حضور ﷺ کے "**تطہر من الادناس**" کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کوئی گناہ صادر ہونے ہی نہیں دیا۔ اور اگلے پچھلے سب معاف کر دیئے۔

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ﴿٤﴾ فَإِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ﴿٦﴾

اور ہم نے بلند کیا آپ کیلئے آپ کا ذکر۔ بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک ساتھ تنگی کے آسانی ہے۔

فَإِذَا فَرَغۡتَ فَانصَبۡ ﴿٧﴾

پھر جب فارغ ہوں نماز سے تو کوشش کریں دعا میں۔

(آیت نمبر۴) ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کیا کہ آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا تا کہ جب بھی کوئی میرا نام لے ساتھ ہی تمہارا نام بھی لے اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ وہ خود بھی اور فرشتے آپ پر درود کہتے ہیں اور تمام مومنوں کو بھی یہی حکم دیا تا کہ آپ کا ذکر پوری دنیا میں پھیلے اور قیامت تک جاری رہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ انبیاء کی پرواز آسمانوں تک تھی اور حضور ﷺ تو آں جا کہ جائے نیست تو آنجار سیدہ رحمۃ اللہ علیہ۔ سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے۔ ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی۔ (اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ)

(آیت نمبر۵) بے شک مشکل کے بعد آسانی ہے اور آسانی مشکل کے ساتھ فورا بعد ہے۔ اس لئے باء لگائی۔

فائدہ: یہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدۂ کریمہ دیا گیا کہ بہت جلد مشکلات کا دور ختم اور آسانی کا دور آنے والا ہے کہ مسلمان آسودہ حال ہو جائیں گے۔ فقر و فاقہ تنگدستی ختم ہو جائیگی۔ اور ہر طرف اسلام کا غلبہ ہوگا۔

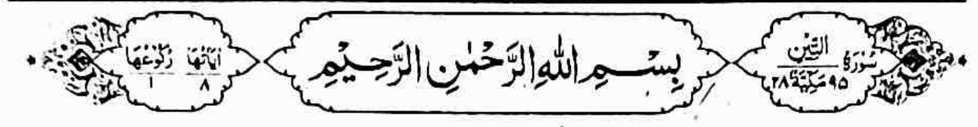
(آیت نمبر۶) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے یہ تکرار تاکید کیلئے ہے اور بتایا گیا کہ عسر ایک ہی ہے اور یسر دو ہیں۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک عسر دو یسروں پر غالب نہیں آ سکتا (رواہ حاکم فی المستدرک)۔ عسر صرف دنیا میں ہے اور یسر ایک دنیا میں اور دوسرا آخرت میں۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا۔ روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری اللہ تعالیٰ کے دیدار کے وقت۔ (مشکوٰۃ شریف)

(آیت نمبر۷) پس جب آپ فارغ ہوں۔ یعنی تبلیغ احکام سے یا دنیوی کاموں سے تو پوری کوشش کریں رب تعالیٰ کی عبادت میں اور شکر میں سعی کریں۔ ان نعمتوں پر جو ہم نے اس سے پہلے دیں اور ان پر جن کے دینے کا وعدہ آئندہ زمانے میں کیا ہے۔ یا معنی ہے کہ تبلیغ احکام میں اور محنت کریں۔

فائدہ: فارغ ہو کر بیٹھ جانا بے وقوفی کی علامت ہے۔ کسی نہ کسی کام میں لگے رہنا چاہئے ہو سکے تو آخرت کے کام میں مشغول رہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ مجھے نکما آدمی بہت برا لگتا ہے۔

وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ع ⑧

اورطرف اپنے رب کے رغبت کریں



وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ لا ① وَ طُوْرِ سِیْنِیْنَ لا ②

قسم ہے انجیراورزیتون کی۔ اورطور سینا کی۔

(آیت نمبر۸) اوراپنے رب کی طرف رغبت کرو۔یعنی گڑگڑا کراس سے دعائیں کرو۔وہ قادر ہے تمہاری ہر بات کو پوراہی کرے گا۔**فائدہ**:مذکورہ دونوں سورتیں بے مثال موتی ہیں۔ان میں حکمتوں اورمعرفتوں کے سمندر بھرے ہوئے ہیں اور یہ کامل اولیاء کی سورتیں ہیں اس کے بعد کی تمام سورتوں کے بعد "اللہ اکبر" کہنا چاہئے۔حضرت عمر بن عبدالعزیز اورطاؤس رحمۃ اللہ علیہما نماز میں یہ دونوں سورتیں اکٹھی پڑھتے تھے۔

((اختتام سورۃ: مورخہ ۲ اگست ۲۰۱۷ء مطابق ۸ ذیقعدہ ۱۴۳۷ھ))

(آیت نمبر۱) قسم ہے انجیراورزیتون کی۔انجیرایک نہایت عمدہ میوہ ہے۔جلدی ہضم ہونے والا۔نرم،بلغم ختم کرتا ہے۔منہ میں رال کوخشک کرتا ہے۔جگراورتلی کوفائدہ پہنچاتا ہے۔بدن کوموٹا کرتا ہے۔یعنی بہت نفع مند ہے۔

جنتی پھل:ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گچھا انجیر کا بھیجا تو آپ نے اس میں سے کچھ کھایا اورصحابہ کوبھی فرمایا اس سے کھاؤ۔یہ پھل جنت سے آیا ہے۔اس کے بے شمار فوائد ہیں۔

فائدہ:اسی طرح زیتون کے بھی بے شمار فوائد ہیں۔اس کا درخت ہزاروں سال قائم رہتا ہے۔

حدیث شریف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔زیتون صفراء مادے کوکھولتا ہے۔بلغم ختم کرتا ہے۔پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے۔حلق کوصاف رکھتا ہے دل کوخوش رکھتا ہے۔(ربیع الابرار وفصوص الاخبار،علامہ زمخشری)

(آیت نمبر۲) طورسین کی قسم۔یہ وہ پہاڑ ہے۔جس پراللہ تعالیٰ کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام نے کلام کیا۔(اورجس پر اللہ تعالیٰ کی تجلی پڑی تو موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکرگر پڑے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا) زیتون بیت المقدس کے شرقی جانب جوزیتا نامی پہاڑ ہے اس پرکثرت سے ہوتا ہے۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۙ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ

اور اس شہر امین کی قسم۔ تحقیق بنایا ہم نے انسان اچھی صورت میں۔ پھر پھیر دیا اسے

اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ؕ﴿۶﴾

نیچے سے نیچے حال میں۔ مگر جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک پس ان کیلئے ثواب ہے نہ ختم ہونے والا

(آیت نمبر۳) اور اس امن والے شہر کی قسم۔ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ امین اس لئے اس کو کہا جاتا ہے کہ جب بھی کوئی اس میں داخل ہو جائے تو وہ ہر طرح کے خطرے سے امن میں ہو جاتا ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے جو دو حرموں سے یعنی مکہ و مدینہ میں سے جس میں مرے وہ بروز قیامت امن میں اٹھے گا (رواہ الطبرانی فی الاوسط) کیونکہ اس شہر مکہ مکرمہ میں وہ گھر ہے جو عالمین کیلئے ہدایت ہے اور حبیب خدا ﷺ کی ولادت کا مقام ہے۔

(آیت نمبر۴) تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو اچھی شکل و صورت میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے قد و قامت میں اور مناسب اعضاء کے لحاظ سے اور شکل و صورت کے لحاظ سے ساری مخلوق میں اعلیٰ بنایا۔

حکایت: ہارون رشید نے قسم کھائی بیوی سے کہا تو اگر چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو تجھے طلاق ہے۔ جس پر تمام علماء نے حانث ہونے کا فتویٰ دیا تو قاضی یحییٰ بن اکثم نے کہا بادشاہ حانث نہیں ہے تو انہوں نے اسی آیت کی تصریح کرتے ہوئے کہا انسان ہر چیز سے زیادہ حسین ہے۔

(آیت نمبر۵) پھر ہم نے اسے سب سے نچلی حالت کی طرف لوٹا دیا۔ یعنی جنہوں نے قبیح سے قبیح تر عمل کئے اور جس مقصد کیلئے پیدا ہوئے اس کے مطابق عمل نہیں کئے۔ اس لئے وہ جہنم میں نیچے سے نیچے چلے گئے۔ اگر اپنی فطرت سلیمہ کے مطابق عمل کرتے تو اعلیٰ علیین میں ہوتے۔ **فائدہ**: یا یہ معنی ہے کہ جوانی سے ارذل العمر کی طرف لوٹایا۔ جب بدن ضعیف اعضاء ناکارہ۔ پشت خم ہوگئی۔ بال سفید اور جلد میں جھریاں پڑ گئیں۔

(آیت نمبر۶) مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ جن کے کرنے کا حکم دیا گیا یا یہ معنی ہے کہ وہ نیک عمل کرتے کرتے بوڑھے ہو گئے۔ اس سے مراد عالم باعمل ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ مبارک ہو اسے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل نیک ہوں (جامع ترمذی، ۲۲۶۳)۔ **فائدہ** ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو قرآن (زیادہ) پڑھے وہ ارذل عمر کی وعید میں نہیں آتا۔ (الترغیب الترہیب)

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ﴿٧﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨﴾

تو کیا وجہ کہ تو جھٹلاتا ہے قیامت کو۔ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم

(بقیہ آیت نمبر ۶) آگے فرمایا کہ پھر ایسے لوگوں کیلئے تو دارالکرامت میں عظیم الشان اجر ہے جو کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ نیک اعمال کا بدلہ جنت میں دیئے جائیں گے اور ان کی شکلیں اور صورتیں بھی نہیں بدلیں گی۔ **فائدہ**: یا یہ مطلب ہے کہ ان کے بڑھاپے میں عبادات کی کمی کے باوجود جوانی والے اعمال کے مطابق ثواب دیئے جائیں گے۔ **حدیث شریف** میں حضور ﷺ نے فرمایا بے شک مومن بندہ جب بیمار ہو جائے یا سفر میں ہو تو اس کیلئے ان عبادات وطاعات کا اجر وثواب وہی لکھا جاتا ہے جو تندرستی اور سفر کی حالت کے بغیر لکھا جاتا تھا (رواہ البخاری) یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا اجر یوں ختم نہیں ہوتا۔ **حدیث شریف**: تفسیر ابواللیث میں ہے کہ جب مومن فوت ہو جاتا ہے تو دونوں فرشتے (کراماً کاتبین) آسمان پر اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ فلاں بندہ فوت ہو گیا ہے۔ کیا ہم آسمان پر آ جائیں اور تیری عبادت کریں۔ اللہ فرماتا ہے آسمان تو پہلے ہی بھرا ہوا ہے۔ تم میرے بندے کی قبر پر چلے جاؤ۔ وہاں عبادت کر کے ثواب میرے بندے کے اعمال نامہ میں لکھتے رہو تا قیامت۔

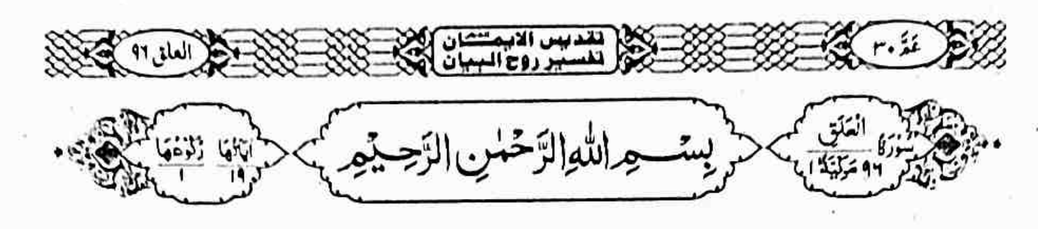
(آیت نمبر ۷) تو کیا باعث ہے تجھے کہ قیامت کو جھٹلاتا ہے۔ یعنی ایسی کون سی چیز ہے۔ جس نے تجھے کاذب بنایا کہ تو روز جزا کا انکار کرتا ہے اور جھٹلاتا ہے۔ اس لئے کہ جو جزاء کو جھٹلائے وہ دراصل خود جھوٹا ہوتا ہے۔

فائدہ: تو اپنے آپ پر ہی غور کر کہ جس رب نے تجھے نطفے سے انسان بنایا پھر بچے سے جوان۔ جو جوانی سے بڑھاپے اور موت تک لے جا سکتا ہے۔ وہ لازماً قیامت کے دن سب انسانوں کو مرنے کے بعد زندہ بھی کر سکتا ہے۔

(آیت نمبر ۸) کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے تمام کام پختہ ہیں۔ جس کے تمام کام پائیدار ہوں وہی حاکم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو تام القدرۃ، کامل العلم ہے تو جب یہ مانتے ہو تو پھر یہ بھی مان لو کہ وہ دوبارہ زندہ کرنے اور جزاء وسزا پر بھی قادر ہے۔ **فائدہ**: یا یہ معنی ہے کہ وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا ہے۔ بروز قیامت بھی وہی تمہارے اور حق وعدل کے جھٹلانے والوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

فائدہ: حضور ﷺ جب بھی اس آیت کو پڑھتے تو آخر میں پڑھتے (بلی وانا من الشاهدين) ان الفاظ کو نماز کے علاوہ کہنا چاہئے۔ (کیونکہ یہ قراۃ کا حصہ نہیں)۔

اختتام سورۃ: مورخہ ۴ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق ۱۰ ذیقعد بروز جمعہ



اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ ②

پڑھیں ساتھ نام اپنے رب کے جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان لوتھڑے سے ۔

(آیت نمبر١) اے محبوب پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ (قرآن مجید کی سب سے پہلی اترنے والی آیات)۔

شان نزول : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ غار حرا میں عبادت کرتے تھے۔ ایک دفعہ سوموار کا دن صبح سحری کے وقت ایک فرشتہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ ماہ مبارک رمضان شریف تھا۔ فرشتہ نے کہا۔ اقرا۔ پڑھیں۔ آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں۔ تو فرشتے نے آپ کو گلے لگا کر خوب دبایا۔ یہ عمل تین بار ہوا۔ اس کے بعد فرشتے نے یہ پانچ آیات تلاوت کیں۔ آپ وہاں سے اتر کر گھر تشریف لائے اور آپ پر کپکپی طاری تھی اور فرمایا مجھ پر کمبل اوڑھا دو۔ جب کچھ سکون ہوا۔ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو آسمانی کتابوں کے عالم تھے۔ انہوں نے آپ کی پوری بات سننے کے بعد کہا کہ آپ اس امت کے نبی ہیں۔ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ کاش میں زندہ ہوتا تو آپ کا پورا ساتھ دیتا اس کے بعد جلد وہ وفات پا گئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ میں نے انہیں جنت کے اندر اعلیٰ لباس میں دیکھا۔ آگے فرمایا اپنے رب کے نام سے پڑھیں۔ جس نے سب کو پیدا کیا۔

(آیت نمبر٢) پیدا کیا انسان کو خون کی پھٹک سے۔ انسان کی تخلیق کو باقی حیوانات سے نمایاں کر کے ذکر کیا۔ اس لئے کہ اس لئے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صنعت وتدبیر کا عجیب وغریب نمونہ ہے اور اس لئے بھی تا کہ اس کی شان دوسرے حیوانات سے زیادہ ہو اور اس کی شرافت وبزرگی کا اظہار ہو کیونکہ قرآن پاک کا نزول اسی پر ہوا اور اسی کو تلاوت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ **نکتہ** : اس کی پیدائش ایک قطرے سے کر کے کتنی بڑی طاقت وقدرت کا مالک بنا دیا۔ **فائدہ**: اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی میں اپنے رسول کو فرمایا کہ ان مشرکوں کو بتا دیں مجھے اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا۔ جس نے تمہیں ایک پھٹک سے پیدا کیا۔ تا کہ وہ اس بات کو سمجھیں۔ کہ ہم کیا چیز تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں کہاں پہنچا دیا۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿۵﴾

پڑھیں اور آپ کا رب بہت بڑا کریم ہے۔ جس نے سکھایا قلم سے لکھنا۔ سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ﴿۶﴾

جی ہاں بے شک انسان سرکشی کرتا ہے۔

(آیت نمبر۳) اور یہ کہو کہ تمہارا رب بہت بڑا کریم ہے۔ اب یہ دوسری مرتبہ اقرا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ آپ اس کے نام سے پڑھیں جو بڑا کریم ہے بلکہ ہر کریم سے بڑا اکرم کرنے والا ہے۔ وہ بغیر کسی غرض کے سب کو سب کچھ دیتا ہے اور وہ مدح کا یا کسی بدلے کا بھی خواہشمند نہیں ہے۔ نہ کسی کی مذمت کا اسے خطرہ ہے۔ اسکے برابر کون ہوسکتا ہے۔

(آیت نمبر۴) وہ رب: جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ جیسے قاری بواسطہ قراۃ سیکھتا ہے۔ ایسے ہی آپ کو رب تعالیٰ نے بغیر لکھت و پڑھت کے سکھایا۔ یعنی آپ نے دنیا میں کسی سے کچھ نہ پڑھا نہ لکھنا سیکھا۔

فائدہ: قلم ہی وہ چیز ہے۔ جس کے بغیر دین و دنیا کے امور قائم نہیں رہ سکتے۔

لکھا ہوا انسان کو زندہ رکھتا ہے۔ (شعر کا ترجمہ) ہر کاتب عنقریب گل سڑ جائے گا اور ہمیشہ باقی رہے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ لہٰذا اپنے ہاتھوں سے وہی لکھو کہ جسے تم قیامت کے دن دیکھو تو دیکھ کر خوش ہو۔

(آیت نمبر۵) انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ یعنی وہ امور کلیہ جزئیہ جن کا اس کے دل میں کبھی خیال بھی نہ آیا تھا۔ وہ سب سکھا دیا۔ اور یہی انسان کی باقی مخلوق پر برتری ہے۔

امت مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت: اس میں حضور ﷺ کی امت کو جو دوسری امتوں پر فضیلت ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی صفات کو انجیل میں یوں بیان کیا گیا کہ امت محمدیہ کے سینوں میں انجیلیں ہوں گی۔ اگر یہ رسم الخط نہ بھی ہوتا تو وہ حضور ﷺ کی شریعت کو اپنے قوۃ کمال سے دلوں میں رکھتے۔

(آیت نمبر۶) ہاں جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر سرکشی کرتے ہوئے ناشکری کرتا ہے۔ اس کیلئے اس آیت میں زجر و توبیخ ہے کہ بے شک انسان سرکش ہے کہ رب کے مقابلہ میں تکبر کرتا ہے اور گناہ میں حد سے تجاوز کرتا ہے اس میں بھی ابو جہل کی مذمت ہے۔ کہ وہ ہر برائی کا مجموعہ تھا۔

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ ⑦ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ ⑧ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ۙ ⑨

یہ کہ سمجھا اپنے کو بے پرواہ۔ بے شک طرف اپنے رب کے ہے لوٹنا۔ کیا تو نے دیکھا اسے جو منع کرتا ہے۔

عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ؕ ⑩

بندہ خاص کو جب نماز پڑھے۔

(آیت نمبر ۷) اس بناء پر کہ وہ اپنے آپ کو ایمان لانے اور عبادت خداوندی کرنے سے بے پرواہ سمجھتا ہے۔ جیسے ابوجہل اور اس کے ساتھی یا فرعون جس نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنی خدائی کا دعویٰ کیا۔

شان نزول : ابوجہل نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ کہتے ہیں ہم سرکش ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ سے کہیں وہ مکہ کے پہاڑ سونے اور چاندی کے بنادے پھر ہم اپنا دین چھوڑ کر تمہارے دین پر ہوجائیں گے تو جبریل امین نے آکر عرض کی کہ پہاڑ تو سونے چاندی کے کرنا مشکل نہیں لیکن پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان کا حال وہی ہوگا جو مائدہ والوں کا ہوا (یعنی بندر اور خنزیر بنادیئے جائیں گے)۔لہذا ان سے کہو۔کہ ایسے سوالوں سے باز رہو۔

(آیت نمبر ۸) بے شک تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔یعنی مرنے کے بعد جب دوبارہ زندہ ہونگے تو سب نے مالک الملک کی بارگاہ میں جانا ہے۔لہذا وہاں اپنی سرکشی کا انجام دیکھ لوگے۔

(آیت نمبر ۹) کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جو روکتا ہے۔**فائدہ**: ان آیات میں مکمل طور پر ابوجہل کی مذمت بیان ہوئی کہ وہ انتہائی بد بخت تھا کہ جو نبی کریم ﷺ کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکتا تھا۔اور مسلمانوں کو وہاں عبادت نہیں کرنے دیتا تھا۔اور مسلمانوں کو اذیتیں دیتا تھا۔

(آیت نمبر ۱۰) میرے بندے کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھے۔عبداً نکرہ حضور ﷺ کی تفخیم شان کیلئے ہے کہ وہ بد بخت عبد مقدس کو مالک کی خدمت سے منع کرتا ہے قریش میں وہ سرکش انسان تھا۔جس نے حضور ﷺ سے کہا۔اب اگر آپ کو نماز پڑھتے میں نے دیکھا تو سر کچل دونگا۔(معاذ اللہ) پھر جب وہ اس بد نیتی سے قریب آیا تو دم اکر پیچھے کو بھاگ گیا۔چہرے کا رنگ بدلا ہوا اور کانپ رہا تھا اور کہا اگر میں اور قریب ہوتا تو ایک درندہ مجھے مار دیتا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔واقعی وہ اگر اور زیادہ قریب ہوتا تو وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔(یہ اس دہشت گرد کی بد بختی کی انتہاء ہے)۔کہ وہ خانہ کعبہ کو اپنی جاگیر سمجھتا تھا۔

24

اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰىٓ ﴿١١﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿١٢﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ

دیکھ تو اگر ہو وہ اوپر ہدایت کے۔ یا حکم دے تقوے کا۔ دیکھ تو اگر جھٹلائے

وَتَوَلّٰى ﴿١٣﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿١٤﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾

اور منہ موڑے۔ کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہاں ہاں اگر نہ باز آیا تو ضرور کھینچیں گے پیشانی کے بالوں سے

(آیت نمبر۱۱) دیکھ تو جو بالکل ہدایت پر نہیں بد بخت کعبے کے پاس نماز پڑھنے سے اسے روکتا ہے جو سراپا ہدایت ہے اس سے بڑی جہالت کیا ہوگی۔ کہ جو پوری سوسائٹی میں سب سے بڑا گمراہ ہے وہ روک رہا ہے اسے جو اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرتا ہے۔ (جو ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے اعلیٰ وبالا ہے)۔

(آیت نمبر۱۲) یا تقوے اور پرہیز گاری کا حکم دیتا ہے۔ **فائدہ**: یہ آیت دراصل ناہی کے تہکم پر مبنی ہے۔ (یعنی عبادت کرنے والے کو بھی دیکھو اور منع کرنے والے کی شکل کو بھی دیکھو)۔ جو لوگوں کو بت پرستی کا حکم دیتا ہے اور اس کو بھی بت پرستی پر مجبور کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کر رہا ہے۔

(آیت نمبر۱۳) بھلا دیکھ تو اگر وہ جھٹلائے حق کو اور صحیح بات سے منہ پھیرے۔ **نکتہ**: قابل غور اور انتہائی تعجب والی بات ہے کہ جو تکذیب وتولی کا مصداق ہے۔ وہ نماز کعبہ میں پڑھنے سے اسے روکتا ہے جو ہدایت پر بھی ہے اور لوگوں کو شرک سے روکتا اور تقوے کا حکم دیتا ہے۔

(آیت نمبر۱۴) کیا وہ اس بات کو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ یعنی وہ اس کے تمام احوال سے مطلع ہے اور وہ اسے سزا دے گا۔ اس بات کی جس کی وہ جرات کر رہا ہے۔ **فائدہ**: بزرگ فرماتے ہیں۔ اس آیت میں وعدہ کریمہ بھی ہے۔ گویا کہا جا رہا ہے کہ اے فاسق توبہ کر لے۔ تجھے دیکھنے والا دیکھ رہا ہے اور اس میں بہت بڑی وعید بھی ہے کہ اے گناہ گار ہوش کر تجھے رب دیکھ رہا ہے۔ **فائدہ**: ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت سب کیلئے وعظ ہے اور ان کے لئے تہدید ہے جو عبادت سے روکتے ہیں۔

(آیت نمبر۱۵) کلا۔ ہاں ہاں۔ عبادت سے منع کرنے والے لعنتی اور لات کے پجاری پر دھتکار ہے کہ اب اگر وہ باز نہ آیا اور اس بد عملی سے نہ رکا اور مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو ہم ضرور اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ اور بروز قیامت بالوں سے پکڑ کر جہنم میں ڈالیں گے۔ جہنم کے فرشتوں کو کہیں گے کہ وہ ذلت وخواری کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے جہنم میں لے جائیں گے۔

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ ⑯ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۙ ⑰ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ ⑱

جو پیشانی جھوٹی خطا کار ہے۔ پھر پکارے اپنی مجلس کو۔ ابھی ہم بلاتے ہیں زبانیہ کو۔

كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ السجدۃ ۩ ⑲

ہرگز نہیں نہ مانو اس کی اور سجدہ کرو اور ہمارے قریب ہو جاؤ۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۵) ابوجہل کی ذلت: بدر میں جب ابوجہل ذلت سے گرا تو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی ابھی وہ زندہ تھا۔ تو آپ اس کے سینے پر چڑھ گئے۔ آپ نے اس کا سرتن سے جدا کیا اور سر کے بال رسی سے باندھ کر زمین پر گھسیٹے ہوئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں لے گئے۔

(آیت نمبر ۱۶) کیونکہ وہ پیشانی جھوٹی اور خطا کار کی ہے کیونکہ ابوجہل ہر وقت جھوٹ بکتا تھا۔ لوگوں سے کہتا محمد (ﷺ) مجنون ہے، شاعر ہے، ساحر ہے، کاہن ہے، یہ کوئی نبی رسول نہیں ہے۔ معاذ اللہ اور ابوجہل خاطی اس لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور ان کے صحابہ کو اذیتیں دینے والا تھا۔

(آیت نمبر ۱۷) پس چاہئے کہ وہ اپنے ہم مجلسوں کو بلائے۔

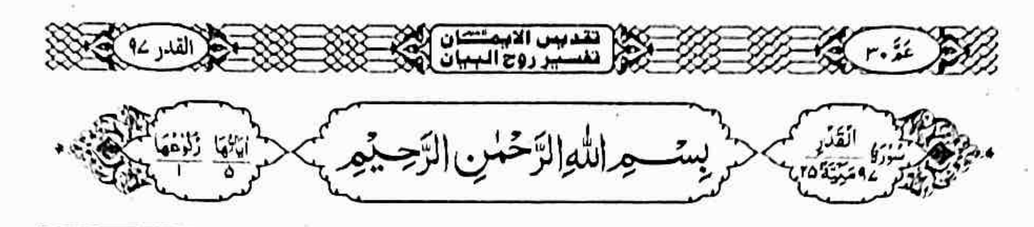
شان نزول: جب ابوجہل نے حضور ﷺ کو نماز سے روکا تو آپ نے اسے جھڑکا تو وہ کہنے لگا۔ میں ابھی اپنے ساتھیوں کو بلاتا ہوں جن نوجوانوں سے یہ وادی بھر جائیگی۔ (اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم بلاؤ۔

(آیت نمبر ۱۸) عنقریب ہم بھی اپنے سپاہیوں کو بلائیں گے۔ یعنی عذاب والے فرشتے جو اسے گھسیٹ کر جہنم میں لے جائیں گے جو ایک ایک لاکھوں انسانوں سے زیادہ طاقتور ہے۔

حدیث میں ہے۔ اگر وہ مجلس والوں کو بلاتا تو اسی وقت اسے زبانیہ آ کر پکڑ لیتے۔ (اخرجہ احمد وجلالین)

(آیت نمبر ۱۹) ہاں ہاں۔ اس کی کوئی بات نہ سنیں۔ جس دین پر آپ ہیں۔ اسی پر قائم رہیں۔ یعنی عبادت پر ہمیشگی اور خصوصاً سجدہ ڈبل کریں۔ اس کے ذریعے ہمارا قرب حاصل کرو۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا کہ بندہ سجدہ کے وقت اپنے رب کے نہایت قریب ہوتا ہے۔ سجدے میں کثرت سے دعا کرو (رواہ مسلم ۱۴۲۹)۔ سجدہ کرنے والا متکبر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ بارگاہ حق میں متواضع ہوتا ہے۔ یہ قرآن مجید کا آخری سجدہ ہے۔

اختتام سورۃ: مورخہ ۶ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق ۱۳ ذی قعد ۱۴۳۸ھ بروز اتوار



اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ﴿١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ط﴿٢﴾

بے شک ہم نے اتارا قرآن کو لیلۃ القدر میں۔ اور کیا جانا تم نے کیا ہے لیلۃ القدر ۔

لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾

لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار ماہ سے۔

(آیت نمبر۱) بے شک ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا۔ انزلنا کا معنی اکٹھا یکبارگی اتارنا۔ قرآن یکبارگی بھی اترا۔ اور تھوڑا تھوڑا بھی، یکبارگی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک جبریل امین لوح محفوظ سے بیت العزت میں جو پہلے آسمان پر ہے ایک ہی رات لیلۃ القدر میں لائے۔ کیونکہ لوح محفوظ کے بعد سب سے بڑا محفوظ مقام اور شان والی جگہ بیت العزت ہے پھر تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت نازل ہوا۔ اس میں شان محمدی کا اظہار مقصود ہے۔ اسی وجہ سے کچھ سورتیں مکی اور کچھ مدنی ہیں کہ جہاں نبی ہوگا۔ قرآن وہیں اترے گا۔

(آیت نمبر۲) تم کیا جانو کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ **فائدہ**: کیونکہ لیلۃ القدر بہت بلند قدر ومنزلت والی اور مخلوق کی سمجھ سے اونچی ہے۔ اس کی قدر ومنزلت علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اس رات میں نوافل پڑھنا مستحب ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ جس نے لیلۃ القدر میں ایمان اور ثواب کیلئے قیام کیا۔ اس کے اگلے گناہ معاف (صحاح ستہ)۔ قیام سے مراد اس رات کی عبادت ہے۔ اس رات میں جاگنے کا ثواب الگ عبادت کا ثواب الگ ہے۔

(آیت نمبر۳) لیلۃ القدر میں عبادات کا ثواب ہزار ماہ کے روزے اور قیام سے زیادہ ہے۔ یہاں خیر اسم تفضیل کے معنی میں ہے اور یہ افضلیت اجر وثواب کی وجہ سے ہے اور ہزار ماہ تراسی سال اور چار ماہ بنتے ہیں۔

فائدہ: لیلۃ القدر کی وجہ سے اگلا دن بھی بہت بڑی خیر وبرکت والا ہے۔ لیلۃ القدر میں اختلاف ضرور ہے لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ رات رمضان شریف کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ یہی نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسے رمضان کے آخری عشرے کی طاقت راتوں میں تلاش کرو۔ (لیلۃ القدر کی مزید تفصیلات فیوض الرحمٰن میں پڑھ لیں)۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ هِيَ

اترتے ہیں فرشتے اور جبریل اس میں ساتھ حکم اپنے رب کے ہر کام کیلئے۔ سلامتی ہے وہ

حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾

یہاں تک کہ طلوع ہو صبح۔

(آیت نمبر۴) اس رات میں فرشتے اور روح اترتے ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے۔ **فائدہ**: ظاہر یہ ہے کہ اس سے یا تو کل فرشتے مراد ہیں یا اس سے مخصوص فرشتے مراد ہیں جو اس رات میں زمین پر اترتے ہیں تا کہ امت محمد ﷺ کو دیکھیں۔ کہ وہ کیسے عبادت کر رہے ہیں۔ اور اس رات میں روح بھی اترتے ہیں۔

فائدہ: محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں ہے کہ روح سے مراد (عام روح ہیں) یا اس سے مراد حضور ﷺ ہیں اس لئے کہ آپ تمام ارواح کی اصل ہیں۔ حضور ﷺ کی روح اس رات میں تشریف لاتی ہے۔ اس وقت حضور ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے۔ جو عرش کے قریب ہے۔ (روح البیان)۔

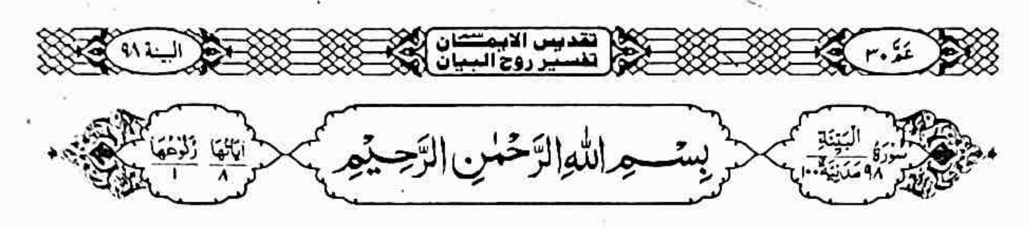
فرشتوں کا نزول پوری رات ہوتا ہے۔ کوئی اتر رہے ہیں اور کوئی چڑھ رہے ہیں۔ جیسے حاجی حضرات کوئی کعبے کا طواف کرنے جا رہے ہیں۔ کوئی آ رہے ہیں۔ اسی طرح صفا مروہ کا حال ہے۔ فرشتوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ آگے فرمایا اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے اترتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے اجازت لیکر وہ زمین پر آتے ہیں۔

(آیت نمبر۵) وہ سلامتی والی رات ہے۔ یعنی اس شب میں نہ شر، نہ بلا، نہ آفت۔ یعنی خوف وخطر سے پاک رات بلکہ اس میں خیر ہی خیر اور نفع ہی نفع ہے۔ اس رات میں نہ شیطان کی شرارت نہ جادوگر کا جادو چل سکتا ہے۔

فائدہ: سلامتی کا ایک معنی یہ ہے کہ اس رات میں فرشتے کثیر تعداد میں اتر کر مسلمانوں کو سلام دیتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس رات کی برکت سے بندوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ (گویا جہنم سے سلامتی مل جاتی ہے)۔

حدیث شریف میں ہے کہ جبریل امین فرشتوں کے جھرمٹ میں اترتے ہیں اور نماز پڑھنے والوں اور دعاؤں میں مشغول لوگوں سلام کرتے ہیں (جلالین، طبری، ابن کثیر)۔ آگے فرمایا کہ یہ سلسلہ فجر تک جاری رہتا ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح ہماری دو عیدیں مشہور ہیں۔ (۱) عید الفطر اور (۲) عید الاضحیٰ۔ اسی طرح فرشتوں کی دو عیدیں ہیں: ایک لیلۃ البراۃ۔ دوسری لیلۃ القدر۔

اختتام سورۂ قدر: مورخہ ۷ اگست ۲۰۱۷ء بروز سوموار



لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ ①

نہ تھے کافر اہل کتاب اور مشرکین سے اپنا دین چھوڑنے والے یہاں تک کہ آئی ان کے پاس واضح دلیل۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ ② فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ ③

وہ رسول ہے اللہ کی طرف سے جو پڑھتا صحیفے پاک۔ ان میں لکھی ہیں سیدھی باتیں۔

(آیت نمبر۱) نہیں تھے کافر اہل کتاب اور مشرک دین کو چھوڑنے والے۔

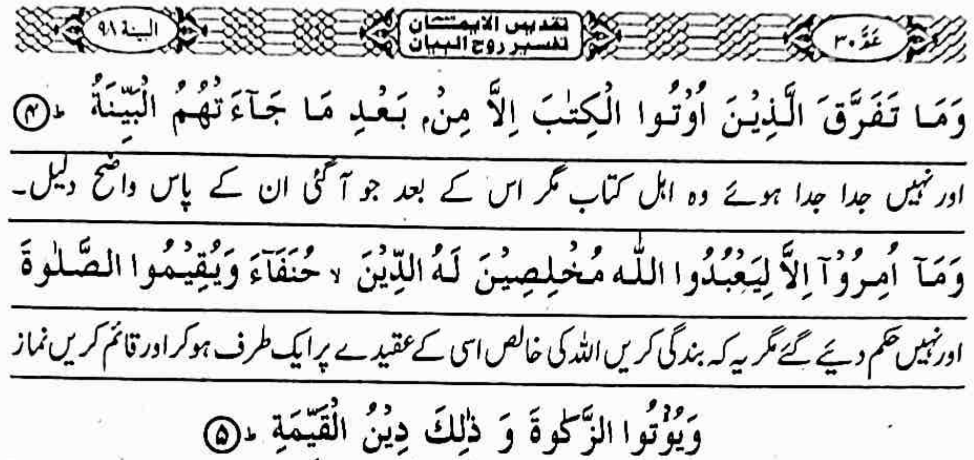
فائدہ: یہاں کفار سے مراد وہ لوگ ہیں جو اتباع حق کے منکر اور ایمان بالرسول کے مخالف ہوئے۔ حالانکہ رسول اکرم کی تشریف آوری سے پہلے اسی نبی کے وسیلے سے دعائیں مانگ کر کفار پر فتح حاصل کرتے تھے اور یہ یہود ونصاریٰ اس نبی کی آمد کے منتظر تھے اور ان کی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی صفات موجود تھیں جب وہ نبی برحق تشریف لے آئے انہیں دیکھ یقین کر لیا کہ یہ واقعی وہی رسول ہیں۔ جن کا ذکر ان کی کتابوں میں ہے۔ تو منکر ہو گئے۔

آگے فرمایا کہ یہاں تک کہ ان کے پاس حجت اور دلیل آ گئی۔ جس کے وہ منتظر تھے۔ لیکن جب وہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے تو ان کے مخالف ہو گئے۔ ان کا انتظار افتراق میں بدل گیا۔

(آیت نمبر۲) وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں جو بڑی شان والے ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریف لائے تا کہ وہ انہیں پاک صحیفے پڑھ کر سنائیں۔ جنہیں کوئی ناپاک ہاتھ نہیں لگا تا۔ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ جو سابقہ صحیفوں اور کتابوں کے مطابق ہے جس میں اصول، شرائع اور احکام ہیں۔

فائدہ: کاشفی فرماتے ہیں۔ قرآن کو صحیفہ تعظیماً کہا گیا ہے۔ آسمانی تمام کتابوں کو صحیفہ ہی کہا گیا۔

(آیت نمبر۳) ان صحیفوں میں سیدھی باتیں لکھی ہوئی ہیں جو حق وصواب پر مبنی ہیں۔ یعنی ان میں شرعی احکام ہیں۔ **فائدہ**: المفردات میں ہے کہ اس میں کتاب اللہ کے معانی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس میں توحید۔ رسالت اور قیامت اور فرائض وواجبات، حرام وحلال وغیرہ کے تمام مسائل موجود ہیں۔



وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ؕ ۝۴

اور نہیں جدا جدا ہوئے وہ اہل کتاب مگر اس کے بعد جو آ گئی ان کے پاس واضح دلیل۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

اور نہیں حکم دیئے گئے مگر یہ کہ بندگی کریں اللہ کی خالص اسی کے عقیدے پر ایک طرف ہو کر اور قائم کریں نماز

وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ ۝۵

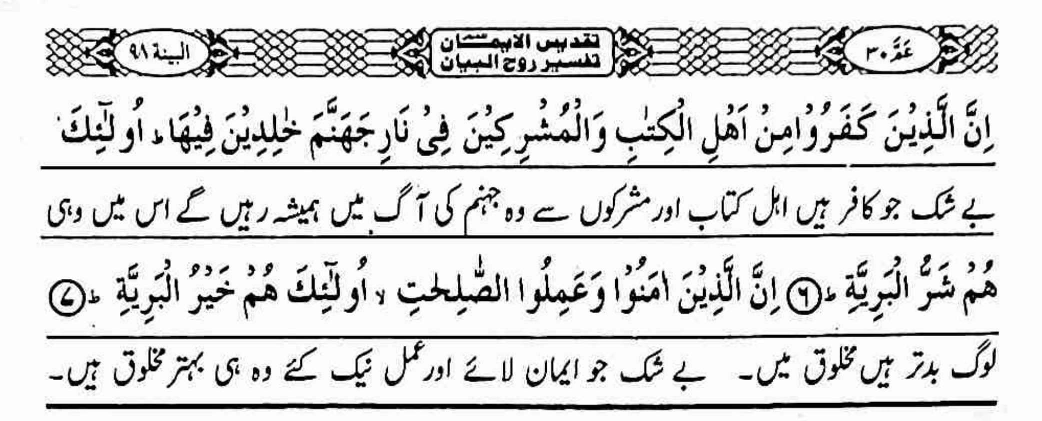
اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے دین سیدھا۔

(آیت نمبر۴) اہل کتاب میں تفرقے نہ بنے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آ گئی جو رسول اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت پر دلالت کرتی تھی کہ یہی وہ رسول خدا ہیں۔ جن کا ذکر مبارک اور ان کی تشریف آوری کا وعدہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے۔ **فائدہ:** اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان دونوں اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے اہل علم ہو کر اور اپنی کتابیں پڑھنے کے باوجود آپس میں تفرقہ ڈال لیا جو کام جاہلوں کے کرنے کا تھا۔ وہ پڑھے ہوئے لوگوں نے کیا اور یہ کام انہوں نے جان بوجھ کر صرف اپنی ریاست قائم رکھنے کیلئے کیا۔

(آیت نمبر۵) اور نہیں وہ حکم دیئے گئے۔ مگر اس بات کا کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ اس میں لام برائے حکمت ومصلحت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کسی فعل میں کوئی غرض واسطہ نہیں۔ انہیں ان کی کتابوں میں یہی کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص سے کریں اور اس کے آگے عجز و نیاز ظاہر کریں۔

اہل سنت کی دلیل: معتزلہ کے مقابلہ میں یہی ہے کہ عبادت نہ جنت کے حصول کیلئے نہ جہنم سے بچاؤ کیلئے کی جائے۔ بلکہ صرف اس لئے کہ بندہ اپنے آپ کو غلام سمجھے اور کہے میں اپنے مالک ومولیٰ کے آگے جھکتا ہوں۔ اس کے دین کو خالص سمجھ کر نہ اس میں شرک کرے نہ ریاء نہ غرض نفسانی رکھے۔ نہ خواہش نفسانی ان تمام باتوں سے صاف وشفاف عبادت کرے۔ **فائدہ:** جس عبادت میں منافع کا حصول یا مصائب کا دفاع مقصود ہو گویا وہ عبادت نہیں (بلکہ سودا بازی ہے) اور حنیف کا معنی غیروں سے الگ اور حق کی طرف مائل ہو کر عبادت کرنا۔

آگے فرمایا کہ وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی دین سیدھا ہے۔ دین قیمہ سے مراد وہ شریعت جو رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر انسانوں کے پاس آئے۔ تاکہ لوگ اس پر عمل کریں۔



اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ اُولٰٓئِکَ

بے شک جو کافر ہیں اہل کتاب اور مشرکوں سے وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے اس میں وہی

ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ؕ ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ؕ ﴿۷﴾

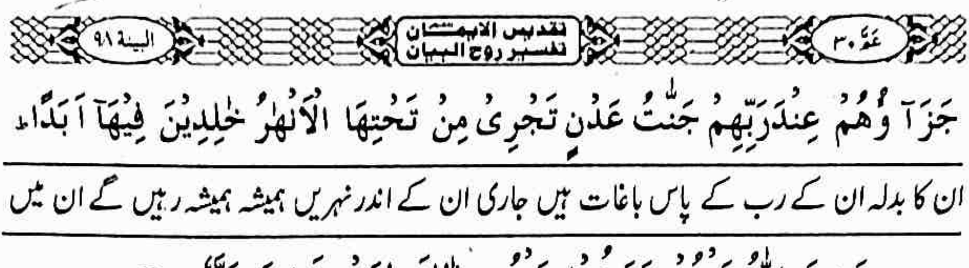
لوگ بدتر ہیں مخلوق میں۔ بے شک جو ایمان لائے اور عمل نیک کئے وہ ہی بہتر مخلوق ہیں۔

(آیت نمبر۶) بے شک اہل کتاب کے کفار اور سب مشرکین جہنم کی آگ میں جائیں گے۔ اس لئے کہ ان کے کرتوت ہی ایسے ہیں جو انہیں جہنم میں لیجانے والے ہیں۔ یعنی ان کا کفر وشرک اور نافرمانیاں گویا عین جہنم ہی ہیں۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اگر چہ آگے ان کے عذابوں کی کیفیت جدا جدا ہوگی۔ اس لئے کہ جہنم میں سب کے درجے الگ الگ ہیں۔ اہل کتاب منکرین کا عذاب مشرکین سے کم ہوگا اور یہ سب لوگ بدترین مخلوق ہیں۔ انہوں نے یہ بھی نہیں سوچا۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں عدم سے وجود میں لایا۔ (پھر ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا) اور انہیں کتابیں دیں۔ اس کے باوجود منکر ہوگئے یہ گویا چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدترین ہوئے کیوں کہ یہ دین کے ڈاکو ہیں اور جاہلوں سے زیادہ ذلیل اور بدتر ہیں۔ خصوصاً ان کے علماء سوء جو اس وعید کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور وہ ان باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ لیکن مال و دولت کی لالچ میں اسلام کو قبول نہیں کیا۔

(آیت نمبر۷) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے یہ وہ شرف و فضیلت والے لوگ ہیں جنہیں صبر و قناعت کا وافر حصہ ملا۔ ایمان و طاعت اختیار کی یہ لوگ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ اہل سنت کی یہ دلیل ہے کہ پرہیزگار مسلمان فرشتوں سے افضل ہیں۔

فائدہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا انسان فرشتوں سے افضل ہیں تو آپ نے ناراض ہوکر فرمایا۔ کیا فرشتے اہل ایمان نیک اعمال والوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ خصوصاً متقی لوگوں کا۔

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر مکلّف کو اس کی استعداد کے مطابق حصہ ملا۔ مثلاً غنی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال دینے کا نصیب اور غریب فقیر کو صبر و قناعت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کا اجر و ثواب ملا۔ مجاہد اسلام کو جہاد کا اجر ملا وغیرہ۔



جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ

ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس باغات ہیں جاری ان کے اندر نہریں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان میں

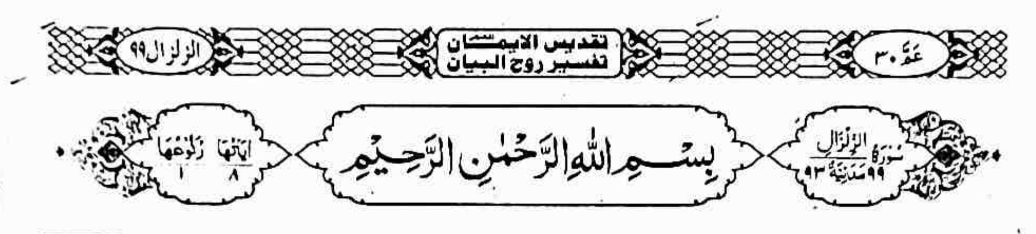
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ع ﴿۸﴾

راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی اللہ سے یہ اس کیلئے ہے جو ڈرے اپنے رب سے۔

(آیت نمبر ۸) ان کے ایمان واطاعت کا صلہ ان کے رب کریم کی طرف سے عدن کے باغات کی شکل میں ملا۔ جس میں نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے چونکہ دنیا میں وہ تاحین حیات اطاعت اور بندگی میں رہے۔ لہذا اب وہ جنت عدن میں بھی دائمی طور پر رہیں گے نہ وہاں موت آئے گی اور نہ وہاں کا رہنا ختم ہوگا۔ اس لئے فرمایا کہ وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور قسم قسم کی جسمانی اور روحانی نعمتوں سے سرفراز کئے جائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا تمام جزاؤں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا مل جانا ہے۔

نکتہ :ابن الشیخ فرماتے ہیں کہ انسان جسم وروح سے مرکب پیدا ہوا۔ پھر طاعت الٰہی میں دونوں کو بروئے کار لا کر پوری جدوجہد کی۔ اب حکمت الٰہیہ نے چاہا کہ اسے جزا بھی ایسی ہی ملنی چاہیے کہ جسم وروح دونوں جنت کی نعمتوں سے معزوز ہوں اور پھر سب سے بڑی نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا پر راضی اور خوش ہو گئے اور اپنے مقاصد کی انتہاء تک پہنچ گئے اور وہ وہ اشیاء ملیں۔ جو اس سے پہلے نہ دیکھیں نہ سنیں بلکہ ان کا کبھی دل میں تصور بھی نہ ہوا ہوگا۔ خصوصاً دیدار الٰہی کا ملنا۔ یہ تو ہر کسی کے نصیب میں ہے ہی نہیں۔ یہ رضا اور دیدار تو ان ہی کو ملے گا۔ جو دنیا میں اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ اور نیک اعمال کرتے رہے۔

خشیت الٰہی تو علماء کرام کی خصوصیات سے ہے۔ وہ علماء جو عالم بھی تھے اور عامل بھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ سے خاص علماء کرام ہی ڈرتے ہیں۔ (لہذا) جو عالم کہلاتا ہے اور دل میں خوف خدا نہیں۔ وہ درحقیقت عالم دین ہی نہیں۔ کیونکہ قرآن پاک میں فرمایا (انما يخشى الله من عباده العلماء) بے شک اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس کے وہ بندے جو عالم ہیں۔



اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ ① وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ ② وَقَالَ الْاِنْسَانُ

جب تھرتھرا جائے زمین ہل کر۔ اور نکال دے زمین اپنے بوجھ۔ اور کہے گا انسان

مَا لَهَا ۚ ③ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ ④

اسے کیا ہوا۔ اس دن وہ بتائے گی اپنی خبریں۔

(آیت نمبر۱) جب زمین بہت زیادہ تھرتھرائے گی یعنی قیامت کی ہولنا کی سے تھرا اٹھے گی اور پے در پے زلزلے ہوں گے۔ انتہائی سخت کانپے گی کہ اس قدر کبھی وہ نہیں کانپی ہوگی۔ خوف سے۔

(آیت نمبر۲) اور زمین اپنے سارے بوجھ باہر نکال دے گی۔ بوجھ سے مراد یا تو اس کے خزانے ہیں یا جو اس میں مردے ہیں۔ یعنی جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائیگا تو اس دن تمام مردے زندہ ہو کر قبروں سے باہر آ جائیں گے۔ **حدیث** میں ہے کہ زمین دل کے ٹکڑے یعنی سونا چاندی نکال دیگی (مسلم شریف:۱۰۱۳)۔ (اس سے پہلے بھی بے شمار خزانے نکال چکی ہے)

(آیت نمبر۳) تو انسان کہے گا۔ یعنی قیامت کی ہولنا کی اور خوفناک منظر دیکھ کر کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا کہ یوں زمین تھرتھرا رہی ہے اور اپنے اندر کے سارے دفینے اور خزانے باہر نکال رہی ہے لیکن مومن سنی مسلمان ان شاء اللہ اللہ اور رسول کے سچے وعدہ کے مطابق اس دن امن میں ہوگا۔ اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سب سچے اور ان کے وعدے بھی سچے ہیں جو انہوں نے فرمایا وہ ہو کر رہے گا۔

(آیت نمبر۴) اس دن زمین اپنی سب خبریں بتا دے گی۔ یعنی زمین کی ہر چیز زبان قال سے بھی اور زبان حال سے بھی بولے گی کہ ان پر کیا کیا ہوتا رہا اور کون کیا کیا کرتا رہا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بولنے کی قوت دے گا۔

فائدہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اپنے شاگرد کو اکثر فرماتے۔ جنگل میں جاؤ تو اونچے آواز سے اذان دیا کرو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جن وانس۔ شجر وحجر جو بھی آواز سنے گا وہ اس کی گواہی دیگا (صحیح بخاری باب الاذان)۔ **فائدہ**: ابوامیہ مسجد حرام میں فرض نماز کے بعد مختلف جگہوں پر نماز نفل پڑھتے اور فرماتے کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ جگہیں میری نماز کی گواہی دیں۔ کہ میں نے ان مقامات پر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی۔



بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ؕ ⑤ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ

اس لئے کہ تیرے رب نے حکم دیا اس کو۔ اس دن پھیریں گے لوگ (رب کی طرف) گروہ درگروہ

لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ ⑥

تاکہ دکھائے جائیں اپنے اعمال

(بقیہ آیت نمبر۴) **فائدہ**: قابل صد مبارک ہے وہ جس کی نیکی کے گواہ بہت زیادہ ہوں اور افسوس ہے اس پر جس بد بخت کے گواہ بہت ہوں۔ لیکن کوئی کہے اس نے جھوٹ بولا تو کوئی بتائے کہ اس نے شراب پیا۔

قرآن کے مطابق سات گواہ: (۱) مکان جہاں گناہ کیا یا نیکی کی۔ (۲) وقت کہ جس گھڑی میں اچھائی یا برائی کی۔ (۳) زبان۔ (۴) اعضاء۔ (۵) فرشتے نیکی بدی لکھنے والے۔ (۶) اعمالنامے۔ (۷) اور اللہ تعالیٰ گواہی دے گا۔ (انسان اتنے گواہوں کی موجودگی میں کیسے انکار کرے گا)۔ کہ اس نے وہ گناہ نہیں کیا۔

(آیت نمبر۵) بے شک تیرے رب نے اسے خبریں دینے کا حکم دیا ہوگا کہ اپنے حالات بتا تو وہ اپنے حالات سب بیان کردے گی۔ زبان قال سے بھی اور زبان حال سے بھی۔ **سبق**: اے مجرم تیرا اس وقت کیا حال ہوگا۔ جب تیرے خلاف تیرے اپنے اعضاء تیرے کرتوتوں کی گواہیاں دیں گے۔

(آیت نمبر۶) اس دن پھریں گے لوگ کئی طرح سے۔ یعنی قبروں سے نکلنے کے بعد متفرق ہو کر ہر طرف دوڑنا شروع کردیں گے۔ ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہوں گے۔ کوئی ان میں سفید چہروں والے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہوں گے اور کوئی سیاہ چہروں والے بیڑیوں میں جکڑے ہوں گے بتایا جائیگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔

حدیث شریف: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جبریل امین حضور ﷺ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کا سلام لیکر حاضر ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں۔ کیا وجہ ہے۔ آپ بہت غمزدہ ہیں۔ فرمایا مجھے اپنی امت کا غم ستا رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا تو جبریل امین حضور ﷺ کو بنی سلمہ کے قبرستان میں لے گئے اور ایک قبر پر پر مار کر کہا اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ تو قبر پھٹ گئی اور مردہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہوا باہر آ گیا۔ پھر اسے کہا لوٹ جا۔ وہ لوٹ گیا پھر دوسری قبر پر ایسا کیا اور کہا کھڑا ہو جا اللہ کے حکم سے تو قبر سے ہائے افسوس ہائے پشیمانی کہتا ہوا ایک مردہ نکلا۔ پھر اسے کہا واپس لوٹ جا تو وہ قبر میں لوٹ گیا تو فرمایا یوں قیامت کے دن بھی قبروں سے اٹھیں گے تو قیامت کے دن ساری دوڑ بھاگ اس لئے ہوگی کہ وہ اپنے اپنے اعمال کو دیکھ لیں جو دنیا میں کئے ہونگے۔ (تنبیہ الغافلین، سمرقندی)

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾

تو جس نے کی ذرہ برابر نیکی کی تو اسے دیکھے گا۔ اور جس نے کی ذرہ برابر برائی تو اسے دیکھ لے گا

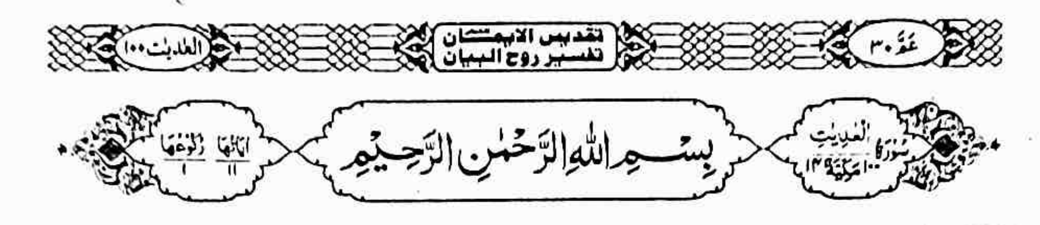
(آیت نمبر ۷) پس جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا۔ اسے دیکھ لے گا۔ ذرہ سے مراد جیسے ریت کا ذرہ یا شعاؤں میں جو ذرات نظر آتے ہیں۔ یعنی جس نے ان ذرات کے برابر بھی نیکی کی ہوگی۔ وہ اسے قیامت کے دن اپنے سامنے دیکھے گا۔ یہ باتیں مسلمانوں کے متعلقہ ہیں کیونکہ کفار کی نیکیاں ہونگی ہی نہیں۔ اگر ہوں گی تو اڑا کر ضائع کر دی جائیں گی۔ ہاں البتہ وہ اسلام قبول کر لیں تو پھر ان کی حالت کفر والی نیکیاں بھی انہیں کام دے جائیں گی۔

(آیت نمبر ۸) اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ پچھلی آیت مومنین کے حق میں ہے اور یہ آیت کفار کے حق میں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ مسلمان ہو۔ اور گناہ بھی کرتا رہا ہو۔ تو جو بھی اس نے دنیا میں گناہ کیے ہوں گے۔ خواہ چھوٹے یا بڑے۔ سب اس کو قیامت کے دن نظر آ جائیں گے۔ اس لئے کہ نامہ اعمال سامنے ہوگا۔ اس میں نیک و بد سارے اعمال درج ہوں گے۔ بندہ اسے دیکھ کر کہے گا۔ یہ کیسی کتاب ہے جس نے میری تمام چھوٹی بڑی باتیں درج کر دیں۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر مومن اور کافر کو اس کے اعمال دکھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مومن کی بدیاں معاف فرما دے گا اور نیکیوں کی اسے بہتر جزاء دے گا اور کافر کی نیکیاں اڑا دیگا اور اس کی برائیوں پر اسے جہنم میں سزا دے گا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے)۔

حدیث شریف: اس سورت کو چار بار پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملے گا۔ (رواہ الترمذی، ۲۸۹۴)۔ یہ حدیث مرفوع ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کی ہے۔ کہ یہ سورۃ چوتھا حصہ قرآن کا ہے۔ اس لئے کہ اس میں قیامت کا ذکر ہے۔ اور قیامت پر ایمان لانا ایمان کا چوتھا حصہ ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ایمان کا پہلا حصہ "لا الہ الا اللہ" کی گواہی دوسرا حصہ "محمد رسول اللہ" کی گواہی دینا کہ وہ حق لے کر آئے۔ تیسرا حصہ قیامت پر ایمان لانا اور چوتھا حصہ تقدیر پر ایمان لانا۔ **فائدہ:** یہ سورت نیکی کی ترغیب کیلئے نازل ہوئی۔ تاکہ لوگ گناہ چھوڑیں اور نیک عمل کریں۔ **سبق:** جسے یقین ہو کہ اس کے ذرے ذرے کا حساب ہونا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ دنیا میں ہی اپنا محاسبہ کر لے۔ تاکہ آخرت کا حساب اس کیلئے آسان ہو جائے۔ **فائدہ:** بعض روایات میں ہے کہ سورۃ کے پڑھنے سے آدھا قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

اختتام سورہ: مورخہ ۹ اگست ۲۰۱۷ء بروز بدھ بمطابق ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ بروز بدھ بعد نماز فجر



وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ

قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے کی آواز دے کر پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر پھر تاراج کرتے ہیں

صُبْحًا ۙ ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ ﴿۴﴾

صبح کے وقت پھر اڑاتے ہیں اس سے غبار۔

(آیت نمبر۱) تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم۔ یعنی ان غازیوں کے گھوڑوں کی قسم جو جہاد میں دشمنوں کی طرف تیزی سے دوڑ کر جاتے ہیں۔ اس حال میں کہ ان کے سینوں سے آواز نکلتی ہے۔ یعنی دوڑتے وقت ان کے سینوں سے سانسوں کی آواز یا ہنہنانے کی آواز نکلتی ہے۔

(آیت نمبر۲) پھر وہ پتھر پر سم مار کر جو آگ نکالتے ہیں۔ یعنی گھوڑے پتھریلی زمین پر جب دوڑتے ہیں۔ اس وقت ان کے کھروں سے جو آگ نکلتی ہے۔ جیسے چقماق پتھر ایک دوسرے پر مارنے سے آگ نکلتی ہے۔

نکتہ : اللہ تعالیٰ نے ان گھوڑوں کی شرافت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کا اعزاز و اکرام بیان فرمایا ہے۔ اس سے سمجھ لیں کہ جن کے گھوڑوں کی یہ شان ہے۔ تو ان گھوڑے والوں (صحابہ کرام) کی شان کتنی اعلیٰ اور ارفع ہوگی۔

فائدہ : اس میں منافقین اور صحابہ کرام کے مخالفین شیعوں وغیرہ کی بھی مذمت ہے جو ان کے بارے میں تبرا کرتے ہیں اور انہیں برا بھلا کہتے ہیں (وہ دنیا میں ہی اپنی شکلیں دیکھ لیں قیامت کے اس سے بھی زیادہ کالی ہونگی)۔

(آیت نمبر۳) مجاہدین کے گھوڑے صبح کے وقت تاراج کرتے ہیں گھوڑے چونکہ اس وقت حملہ کرنے کا سبب بنتے ہیں جو اس کام کو بخوبی سرانجام دیتے ہیں اور صبح کے وقت کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ دشمن پر قابو پانے اور لوٹ مار کرنے کا وہ وقت سب سے بہتر ہوتا ہے۔

(آیت نمبر۴) پھر اس وقت وہ گرد و غبار اڑاتے ہیں۔ یعنی وہ مجاہدین کے گھوڑے جب پتھروں پر دوڑتے ہیں تو آگ نکالتے ہیں اور جب وہ عام زمین پر دوڑتے ہیں تو گرد و غبار اڑاتے ہیں۔



فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ ⑤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ ⑥ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ ⑦

گھس جاتے ہیں درمیان لشکر کے۔ بے شک انسان اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔ اور بے شک وہ خود اس پر خود گواہ ہے

(بقیہ آیت نمبر۴) **نکتہ**: صبح کی تخصیص اس لئے کی کہ گرد وغبار رات کونظر نہیں آتی۔ نہ زیادہ دھوپ میں البتہ صبح کے وقت غبار تھوڑا بھی اڑتا ہوا بہت نظر آتا ہے۔ اصل میں یہاں بیان غبار کا یا آگ کا نہیں۔ بلکہ جہاد میں جانے والے گھوڑوں کا بیان ہے۔ کہ وہ جہاد میں جب دشمن پر حملہ کرتے ہیں۔ تو ان کا یہ حال ہوتا ہے۔

(آیت نمبر۵) پھر وہ مجاہدین کے گھوڑے دشمن کے لشکر میں گھس جاتے ہیں۔ یعنی لشکر سے باہر نہیں رہتے۔ بلکہ وہ لشکر کے درمیان میں ہلچل مچا دیتے ہیں اور وہاں جا کر دشمن پر یلغار کرتے ہیں۔ **فائدہ**: گویا مجاہدین تو نڈر ہیں ہی۔ ان کے گھوڑے بھی اس قدر رنڈر اور بے باک ہیں۔ کہ وہ لشکر کے درمیان گھس جاتے ہیں۔

(آیت نمبر۶) بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ عرب کی بعض لغتوں میں (کنود) کا معنی نافرمان بھی ہے۔ اور بعض لغات والوں نے اس کا معنی بخیل کیا ہے۔ کہ انسان رب کیلئے مال خرچ کرنے میں بہت ہی بخیل ہے۔

شانِ نزول: بنو کنانہ کی طرف مجاہدین کا ایک لشکر بھیجا گیا۔ جس کا امیر منذر بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا۔ یہ نقباء میں سے تھے ایک ماہ تک ان کی کوئی خبر نہ آئی۔ ادھر منافقین نے خبر اڑا دی کہ وہ تو مار دیئے گئے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ اتار کر ان کا رد فرما دیا اور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتا دیا۔ لشکر سلامتی سے واپس آ رہا اور یہ خوش خبری بھی سنائی کہ وہ کفار سے کافی مال غنیمت لے کر آ رہے ہیں۔ لہٰذا اس میں منافقین پر تعریض ہے کہ وہ بہت ناشکرے ہیں۔ حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ کنود وہ ہوتا ہے جو خود کھائے دوسروں کو نہ دے۔

(آیت نمبر۷) اور بے شک انسان اپنی ناشکری پر ضرور گواہ ہے۔ یعنی اسے خود ہی معلوم ہے کہ وہ ناشکرا ہے کیونکہ اس کا قال اور حال بتا دیتا ہے یا اس کی ناشکری کا خود اسے بھی علم ہے۔ تین آدمی اپنے وقت میں اپنے فن میں مشہور ہوئے:

(۱) حاتم طائی سخاوت میں انتہائی مشہور ہوا کہ آج تک دنیا اس کی سخاوت کو یاد کرتی ہے۔

(۲) ابو حباحب بخل میں کہ وہ نصف رات کے وقت چولہا جلاتا کہ کوئی روٹی یا آگ مانگنے نہ آ جائے۔

(۳) شعب بن جبر: لالچ میں درجہ کمال رکھتا تھا۔ کہتا مجھ سے کتا زیادہ لالچی ہے ٹکڑے کی خاطر میلوں سفر کرتا ہے۔

وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۟ؕ ⑧ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ ⑨

اور بے شک وہ محبت مال میں بہت سخت ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ ⑩ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۧ ⑪

اور کھولا جائے گا جو سینوں میں ہے۔ بے شک ان کے رب کو ان کی اس دن سب خبر ہے۔

(آیت نمبر۸) اور بے شک وہ مال کی محبت میں سخت ہے۔ یعنی انسان مال کی طلب اور حصول کیلئے جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ **فائدہ**: مال کو خیر عوام کی عادت کے موافق کہا گیا چونکہ عوام مال کو خیر کہہ دیتے ہیں۔ (جیسے کہا جاتا ہے کہ میں فلاں امیر کے پاس جاتا ہوں شاید خیر مل جائے)۔ اور سخت اس لئے فرمایا کہ وہ مال حاصل کرنے کیلئے سر توڑ کوشش کرتا ہے۔ لیکن عبادت اور نعمتوں پر شکر کرنے میں نرم ہے یا وہ مال خرچ کرنے میں بخیل اور سخت کنجوس ہے کہ وہ مال سے اس طرح محبت کرتا ہے کہ خرچ کرنے سے وہ سخت تکلیف محسوس کرتا ہے۔

(آیت نمبر۹) کیا پس وہ نہیں جانتا۔ یعنی اسے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جزاء وسزا دینے والا ہے کہ جب قبروں سے نکالا جائیگا۔ پوری تفصیل سورۂ انفطار میں گذر چکی ہے کہ قبروں سے تمام مردے حساب وکتاب کیلئے نکالے جائیں گے اور جزاء وسزا کیلئے محشر میں لائے جائیں گے۔

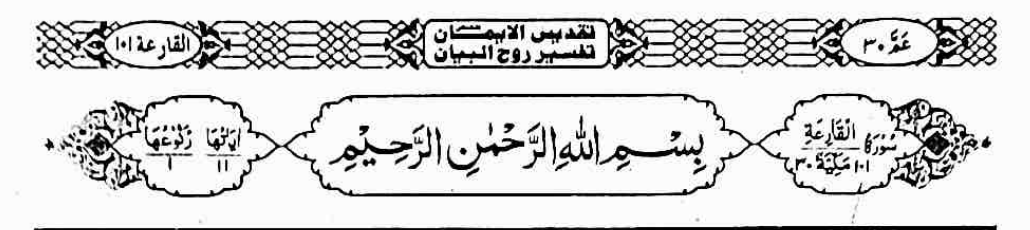
(آیت نمبر۱۰) اور اکٹھا کر لیا جائیگا جو کچھ سینوں میں ہے۔ وہ پوشیدہ اسرار جو منافقین دلوں میں چھپاتے ہیں۔ یعنی کفر و نافرمانیاں ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

فائدہ: جب وہ خفیہ امور کو جانتا ہے تو ظاہری امور کو بہ طریق اولیٰ جانتا ہے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔ (بخاری ومسلم)

(آیت نمبر۱۱) بے شک ان کا رب ان کے تمام کردار سے اس دن ضرور خبردار ہے۔ یعنی ان کے ظاہری اور باطنی امور جن پر جزاء ہوگی۔ اس سب کو وہ جانتا ہے۔ ویسے تو اس کا علم ما کان وما یکون سب کو گھیرے ہوئے ہے کہ وہ تمام علوم کی تمام تر تفصیلات کو جانتا ہے۔ (اور ان کے اعمال کے مطابق ہی جزاء وسزا ہوگی)۔

سورۃ العادیات: مورخہ ۱۰ اگست بمطابق ۷ ذی قعدہ بروز جمعہ



اَلْقَارِعَةُ ۙ ① مَا الْقَارِعَةُ ۚ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۗ ③ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ

دل دہلانے والی۔ کیا ہے دہلانے والی۔ اور کیا تو نے جانا کیا ہے دل دہلانے والی۔ جس دن ہوں گے لوگ

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ ④

جیسے پتنگے ہیں پھیلے ہوئے۔

(آیت نمبر۱) دل کو دہلانے والی۔ وہ بہت بڑا حادثہ جس سے دل دہل جائیں گے۔ اس سے مراد قیامت خیز حادثہ نفخ اولیٰ اور نفخ ثانیہ کے درمیان کا وقت مخلوق میں فیصلے کی گھڑی ہے۔ جبکہ طرح طرح کی گھبراہٹیں ہوں گی۔ خوف وہراس اور اس دن کی ہولناکی سے دل دہل جائیں گے۔ جب سورج اور چاند لپیٹ دیئے جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائیں گے۔

(آیت نمبر۲) وہ کیا ہے دل کو دہلا دینے والی۔ یعنی وہ ایسی سخت عجیب وغریب چیز ہے۔ جس کی ہولناکی اس قدر ہے کہ ہر دل انتہائی خوفزدہ ہوگا۔ اور ہر شخص کو اپنی جان کی فکر پڑ جائے گی۔ کہ معلوم نہیں میں کدھر جاؤنگا۔

(آیت نمبر۳) پھر تو کیا جانے کہ وہ دل کو دہلا دینے والی کیا چیز ہے۔ یعنی تجھے کس نے بتایا ہے۔ یا کس نے تجھے خبر دی کہ وہ دل دہلانے والی چیز کیا ہے۔ اس کی عظمت شان تک کا کسی کو علم نہیں اور نہ ہی اس کا کسی کو ادراک ہے۔ کہ جس کو اس کی تمام تفصیلات کا علم ہو۔

(آیت نمبر۴) وہ وہ دن ہے کہ جس دن لوگ ایسے ہو جائیں گے۔ جیسے پھیلے ہوئے پتنگے ہوتے ہیں۔ وہ جو روشنی کے اردگرد پھیلے ہوتے ہیں اور ہر طرف اڑ رہے ہوتے ہیں۔ **فائدہ:** اس سے پتنگوں کی کثرت معلوم ہوئی۔ اگر چہ بعض مقامات پر کثرت ہوتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ گویا کہ وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں کہ ہر طرف وہی نظر آ رہی ہوتی ہیں کئی بیٹھی اور کئی اڑ رہی ہوتی ہیں۔ **فائدہ** ابن الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مخلوق کے قبروں سے اٹھنے کو پتنگوں سے تشبیہ دی ہے اور دوسری آیت میں ٹڈیوں سے تو اس سے مراد کثرت بھی ہے اور اضطراب بھی کہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے مختلف سمتوں کی طرف نکلنے کی کوشش کریں گے۔ جیسے پتنگے ایک جہت پر نہیں ہوتے بلکہ مختلف جہتوں کی طرف پھیلے ہوتے ہیں۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ ۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ ۶

اور ہوں گے پہاڑ جیسے روئی دھنی ہوئی۔ تو جس کے بھاری ہوئے وزن۔

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ ۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ ۸

وہ تو عیش میں خوش ہوگا۔ اور جس کے کم ہوئے وزن۔

(آیت نمبر۵) اور ہوجائیں گے پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح۔ **فائدہ:** سجاوندی فرماتے ہیں کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور اس کے ذرے اس طرح اڑیں گے۔ جیسے دھنی ہوئی روئی ہوتی ہے۔ یعنی قیامت کے دن پہاڑ رنگ برنگی اون کی طرح جو مختلف رنگوں سے رنگی جائے اور اس کے اجزاء اڑ کر ہوا میں دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑتے نظر آئیں گے۔ یہ قیامت کے آثار سے ہے اور اس دن اس زمین کی ہیئت بھی بدل دی جائے گی۔ سب پہاڑ ختم کر دیئے جائیں گے۔ انتہائی خوفناک صورتحال ہوگی۔ یہ سب نفخہ ثانی کے بعد ہوگا تا کہ محشر والے اس کا خود مشاہدہ کریں۔

(آیت نمبر۶) البتہ جس کے نیک اعمال بھاری ہوگئے۔ **فائدہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سب کے اعمال تولنے کیلئے ترازو ہوگا۔ جس میں بندوں کے اعمال تولے جائیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ اس وعدے کو پورا کرے جو اس کے اور بندوں کے درمیان ہے۔ **فائدہ:** بعض کا خیال ہے کہ اعمالنامے ترازو میں رکھ کر تولے جائیں گے تا کہ عدل ظاہر ہو اور کوئی عذر و حجت نہ کر سکے۔ **فائدہ:** یا اعمال کو اچھی یا بری شکلوں کا لباس پہنا دیا جائیگا۔ اچھے اعمال کی اچھی صورتیں اور برے عملوں کو بڑی شکلیں دی جائیں گی تو جن کے اچھے اعمال زیادہ ہوں گے وہ پلہ جھک جائیگا۔

(آیت نمبر۷) تو وہ عیش میں راضی ہوگا۔ اس لئے کہ عیش ہر طرح کے امن کا نام ہے کہ اسے ہر طرح کی آسائش سکون میسر ہو۔ طرح طرح کی نعمتیں موجود ہوں اور وہ ان سے انتہائی خوش ہو۔ کسی قسم کا اسے نہ غم ہو نہ خوف اور یہ صرف جنت میں ہوگا اور کہیں نہیں۔

(آیت نمبر۸) البتہ جس کے عمل کم ہونے کی وجہ سے نیکیوں والا پلہ ہلکا ہوا۔ یعنی نیک عمل ہی نہ ہوئے۔ یا ہوئے لیکن برائیاں زیادہ ہوئیں۔ **فائدہ:** ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بروز قیامت جب حساب ہوگا تو جس کی نیکیاں زیادہ ہونگی وہ تو جنت میں جائیگا اور جس کی برائیاں زیادہ ہوں گی۔ وہ جہنم میں جائیگا۔ جن نیک اعمال میں جس کا اخلاص زیادہ ہوگا ان کا وزن خود ہی زیادہ ہوگا۔ فائدہ: یاد رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ترازو اور مخلوق کا ترازو اور ہے اللہ تعالیٰ کا ترازو عدل و انصاف ہے۔ نیکیاں اوپر جاتی رہیں گی۔ اور گناہ نیچے کی طرف جائیں گے۔

فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ؕ﴿۹﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِیَةٌ ع ﴿۱۱﴾

25

تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے۔ اور تو نے کیا جانا کہ وہ کیا ہے۔ وہ آگ ہے شعلے والی۔

(آیت نمبر۹) تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ میں ہوگا۔ ہاویہ دوزخ کا نام ہے۔ جو جہنم میں بہت گہرا مقام ہے۔ جس میں گرنے والا ستر سال میں نیچے تہہ تک پہنچے گا۔ یہ تو اس کی ایک تہہ کا حال ہے۔ عذاب کتنا ہوگا۔ اس کا بیان دوسرے مقام پر ہے۔

ام کہنے کی وجہ:

۱۔ یہ کہ جہنمی اس میں ایسے ہوگا۔ جیسے کوئی ماں کی گود میں ہوتا ہے اوپر نیچے آگ ہوگی۔

۲۔ چاروں طرف آگ یوں گھیرے گی اور تنگ وتاریک جگہ میں دوزخی یوں ہوگا۔ جیسے بچہ ماں کی بچہ دانی میں تنگ مقام پر ہوتا ہے۔

۳۔ ام کا معنی اصل بھی ہے اور کافر کا اصل ڈیرہ جہنم ہی ہے اور ہر چیز اپنے اصل کی طرف ہی لوٹتی ہے۔ یہ قاعدہ یہاں بھی ہے۔ کہ کافر اپنے اصل ٹھکانے میں پہنچ جائے گا۔

۴۔ صاحب کشاف کہتے ہیں۔ ہاویہ کا معنی چیخنا بھی ہے کہ جب بچہ کہیں گرتا ہے تو اس کی ماں چیختی ہے اور اس کے غم میں روتی ہے۔

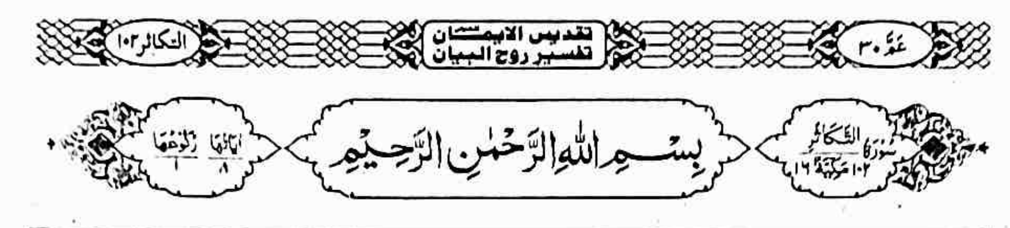
(آیت نمبر۱۰) تو کیا جانے کہ وہ گہری جگہ کون سی ہے۔ یعنی اس کی حقیقت کو دنیا میں کوئی نہیں جانتا۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ وہ معہود مقام ایسا ہے کہ اسے ہر کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیسا ہے۔

(آیت نمبر۱۱) وہ شعلے مارنے والی آگ ہے۔ جس میں گرمی انتہائی سخت ہوگی۔ چونکہ ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔ تو گرمی لامحالہ ہوگی۔ بلکہ سب کچھ جل جائیگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھیک ہوگا۔ پھر جل جائیگا یوں ہی حال ہمیشہ ہوگا۔

10-ع

اختتام سورۃ قارعہ: مورخہ ۱۱ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق ذی قعدہ بروز جمعہ بعد نماز صبح



25
25

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ ① حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ ② كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ ③

غافل رکھا تمہیں کثرت مال کی طلب نے۔ یہاں تک کہ دیکھا تم نے قبروں کو۔ ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

(آیت نمبر۱) تمہیں مال کی کثرت نے غافل کر دیا یعنی مال کی کثرت کے طلب میں لگا رہا تا کہ دوسروں پر فخر کرے اور امور دنیا فانی میں مشغول ہو۔ مال میں اور جاہ میں نوکروں چاکروں میں۔ غنا اور جمال میں۔ یاروں دوستوں میں لگا رہا۔ (اور امور آخرت کا خیال بھی نہ آیا۔ کلمہ درود نماز روزہ کی طرف سے بالکل غافل ہو گیا)۔ وہ جو امور آخرت کیلئے ہیں ایمان علم و عمل اچھے اخلاق اور تقویٰ۔ اعمال صالحہ وغیرہ۔

(آیت نمبر۲) یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔ یعنی مال و جاہ طلبی میں تکاثر و تفاخر میں ساری زندگی گذار دی۔ کبھی قبر کو یاد ہی نہیں کیا تا کہ فخر و تکبر اور حب دنیا کم ہوتی۔ دل کی سختی ختم ہوتی۔ اور اللہ کو یاد کر لیا ہوتا۔

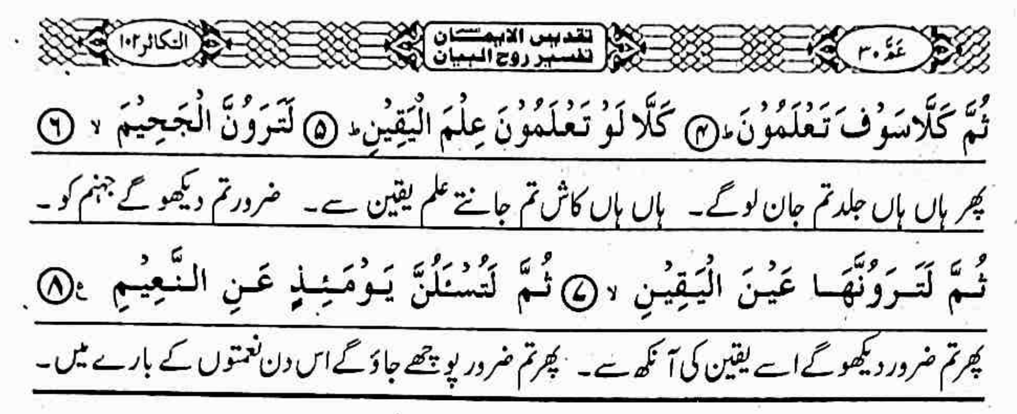
حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان کہتا ہے۔ میرا مال میرا مال۔ لیکن تیرا مال تو وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا اور لباس وہی جو تو نے پہن لیا اور پرانا کیا۔ یا صدقہ کیا اور ساتھ لے گئے۔ (ریاض الصالحین)

سبق: اس آیت میں دنیا سے ڈرایا گیا۔ آخرت کے امور کی طرف ترغیب دی گئی اور موت کی تیاری کرنے کا درس دیا گیا۔ (کہ دنیا چند روزہ ہے۔ اس میں لگ کر اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جاؤ۔

(آیت نمبر۳) وہ بات ہرگز نہیں ہے۔ یعنی جسے کثرت مال کا خیال ہے وہ غلط ہے۔ فضیلت انسانی نہ کثرت مال سے ہے نہ کثرت اعوان (مددگاروں) سے ہے۔ اس بات کو بہت جلدی تم جان لو گے۔

فائدہ: اس میں تنبیہ ہے کہ عقلمند کو چاہئے کہ وہ دنیا ہی کو اپنا مقصد نہ بنا لے کہ اسی کا ہو کر رہ جائے۔ اس لئے کہ اپنے آپ کو دنیا میں ہی محصور اور پابند بنا لینے میں آخرت کا بہت بڑا خسارہ ہے۔ اس کا انجام وبال حسرت وندامت ہے۔ بہت جلد تم اس بات کو جا لو گے۔ یعنی جب تم حشر کے دن اپنا حشر دیکھو گے تو جان لو گے۔

فائدہ حسن بصری نے فرمایا۔ کثرت مال سے دھوکا نہ کھاؤ اکیلے ہی مرنا ہے۔ قبر۔ حشر۔ حساب اکیلے ہی بھگتنا ہے۔ وہاں اس کا مداوا ہرگز نہیں کر سکو گے۔



ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ﴿٥﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ﴿٦﴾

پھر ہاں ہاں جلد تم جان لوگے۔ ہاں ہاں کاش تم جانتے علم یقین سے۔ ضرور تم دیکھو گے جہنم کو۔

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ﴿٧﴾ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿٨﴾

پھر تم ضرور دیکھو گے اسے یقین کی آنکھ سے۔ پھر تم ضرور پوچھے جاؤ گے اس دن نعمتوں کے بارے میں۔

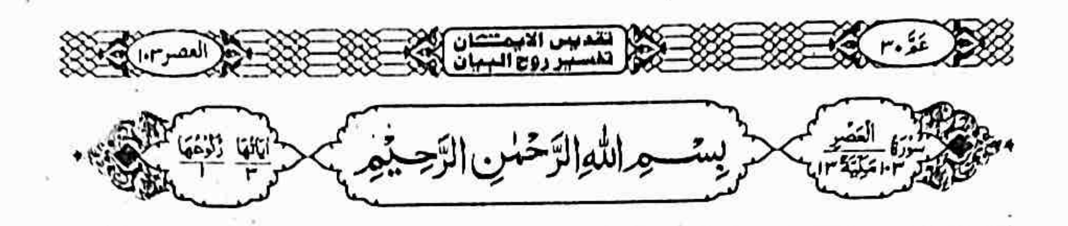
(آیت نمبر۴) پھر عنقریب تم جان لوگے۔ تکرار انذار میں مزید زور پیدا کیا گیا۔ پہلا ڈراوا موت کے وقت کا ہے کہ نزع کے وقت جب روح نکل رہی ہوتی ہے تو فرشتہ مرنے والے کو یا جنت کی بشارت دیتا ہے اگر میت نیک ہے۔ یا دوزخ کی خبر دیتا ہے۔ پھر قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب ہیں۔ یا دوسرا قبروں سے اٹھتے وقت اعلان ہوگا۔ فلاں بد بخت ہے۔ اسے کبھی سعادت حاصل نہیں ہوگی۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اس سورت کے نازل ہونے سے پہلے ہمیں عذاب قبر کے بارے میں شک تھا۔ اس سورت میں اس آیت سے معلوم ہوگیا۔ کہ عذاب قبر برحق ہے۔

(آیت نمبر۵) ہاں ہاں۔ کاش تم یقین سے جان لیتے کہ جو اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی ہے۔ اس میں معمولی سا بھی شک نہیں۔ یا یہ معنی ہے کہ تم جلدی ہی جزاء کو جان لوگے۔ کیونکہ سب کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ اس وقت علم یقینی حاصل ہو جائیگا۔ پھر ذرہ برابر شک نہیں رہے گا۔

(آیت نمبر۶) پھر تم جہنم کو بھی ضرور دیکھو گے۔ جو محشر کے میدان سے ہی بخوبی نظر آ رہی ہوگی۔ اس میں تہدید کو مزید سخت کیا گیا۔ اس لئے کہ اس کا واقع ہونا محقق ہو چکا کہ تم اسے دیکھو گے۔

(آیت نمبر۷) پھر بے شک تم اسے ضرور دیکھو گے یقین والی آنکھ کے ساتھ۔ **فائدہ**: پہلا دیکھنا دور سے ہوگا کہ تمہیں اس کا دھواں اور شعلے دکھائی دیں گے یا اس کا سیاہ دھواں اٹھتا دیکھ لو گے تو پھر دیکھنا آنکھ سے یہ عین الیقین بلکہ حق الیقین کے درجے میں ہوگا۔

(آیت نمبر۸) پھر تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے کہ تم نے نعمتیں استعمال کر کے شکر یہ ادا کیا تھا یا نہیں۔ یعنی جہنم جانے سے پہلے یہ ضرور سوال ہوگا کہ جن نعمتوں کی لذتوں نے تمہیں ہماری یاد سے غافل کیا۔ ان نعمتوں کی ناشکری پر تمہیں عذاب کیا جا رہا ہے۔ **فائدہ**: یہ خطاب ہر اس شخص سے ہے جو دنیا میں اچھے کھانے اور اعلیٰ لباس میں مشغول رہا اور لہو ولعب میں وقت ضائع کر گیا اسے نہ علم کی پرواہ نہ عمل کی فکر نہ اللہ یاد نہ رسول یاد۔ دنیا کا سارا وقت خواہشات و شہوات کو پورا کرنے میں لگا رہا۔



وَالْعَصْرِ ۝۱

قسم ہے زمانہ کی

(بقیہ آیت نمبر ۸) **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا کھانا کھانے کے بعد تم یہ دعا پڑھا کرو۔ "الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین" (کشاف)۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ دو نعمتیں ایسی ہیں۔ جن پر لوگ بہت زیادہ رشک کر سکتے ہیں: (۱) صحت۔ (۲) اور فراغت (ریاض الصالحین)۔ یعنی ان سے آدمی آخرت کو سنوار سکتا ہے۔

سخت حساب: معاویہ بن مرہ فرماتے ہیں بروز قیامت سخت ترین حساب ان کا ہوگا جو فارغ بھی تھے اور تندرست بھی لیکن انہوں نے ان نعمتوں پر شکر ادا نہیں کیا۔ **فائدہ**: بعض بزرگ فرماتے ہیں۔ جس نے کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھی اور کھا کر الحمد للہ کہا اس سے اس کھانے کا حساب نہیں ہوگا۔ اس نے اس کا شکر ادا کر دیا۔

پانچ نعمتوں پر خصوصی سوال: (۱) پیٹ بھر کر کھانا۔ (۲) ٹھنڈا پانی پینا۔ (۳) میٹھی نیند سونا۔ (۴) اعلیٰ مکان بنانا۔ (۵) جسم کی حسن وصحت میں لگے رہنا۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت: ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سے بڑی نعمت ذات پاک مصطفےٰ ﷺ ہے۔ (اسی لئے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ نے احسان جتایا)۔ اس نعمت کی قدر یہ ہے۔ کہ ان کی اطاعت کی جائے۔

ہزار آیات کا ثواب: حضور ﷺ نے فرمایا۔ جس نے سورۃ الھاکم التکاثر پڑھی۔ اس نے گویا ایک ہزار آیات پڑھیں۔ ((اختتام سورۃ الھاکم: مورخہ ۱۲ اگست ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ))

(آیت نمبر ۱) العصر سے مراد یا تو نماز عصر ہے کیونکہ احادیث میں اس کی واضح فضیلت ہے اور قرآن پاک میں درمیان نماز کی تاکید کا حکم دیا گیا ہے چونکہ دن کے دو طرفوں کے درمیان وہی ہے۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا جس نے عصر کی نماز ضائع کی اس کا گویا گھر بار اور مال لٹ گیا (بخاری)۔ یعنی اس نماز کو ضائع کرنے والا بہت بڑے نقصان میں پڑا۔ یہ اس کیلئے وعید ہے۔ یا حضور کے زمانہ کی قسم کھائی گئی۔ کیونکہ عصر کا معنی زمانہ ہے۔ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس کو دیگر تمام زمانوں پر فضیلت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ خیر القرون قرنی۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا

بے شک انسان ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور ایک دوسرے کو

بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

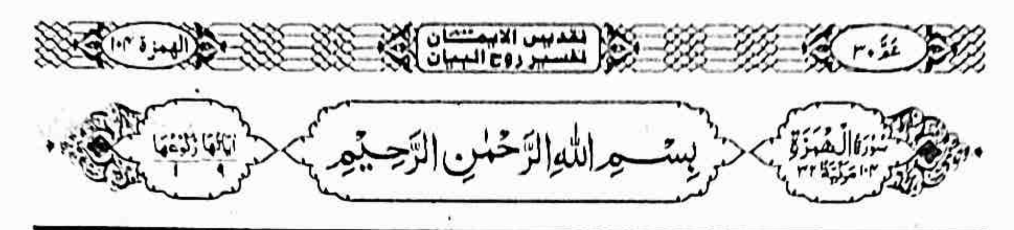
حق کی تاکید کی اور وصیت کی صبر کی۔

(آیت نمبر۲) بے شک انسان خسارے میں ہے۔ خسارہ یہ ہے کہ بندا اپنے رب کو بھلا دے۔ نہ ایمان اور نہ نیک عمل کرے یا وہ بندہ کہ جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اسے ہر قسم کا خسارہ ہے۔ تجارۃ میں عمر میں مال میں جان میں۔ اور آخرت میں خسارہ جہنم کا عذاب۔ **فائدہ:** گناہ گار تو بذات خود خسارہ میں ہے کیونکہ وہ ایک عظیم ذات کی نافرمانی کر کے گناہ کر رہا ہے۔ جو ایک بہت بڑا جرم ہے اور وہ آخرت کا بھی بہت بڑا خسارہ ہے۔ یا خسارہ سے مراد بندہ کی عمر کا ہر روز ایک ایک دن کم ہو رہا ہے۔

(آیت نمبر۳) مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے۔ یعنی وہ فضائل خیرات کئے جو باقی رہنے والے ہیں۔ راس المال (ایمان) سے خوب نفع اٹھایا کہ باقیات صالحات کر کے آخرت کے آرام اور نعمتیں حاصل کیں۔ انہیں کوئی خسارہ نہیں ہے۔ وہ بہت بڑا نفع کما گئے۔

آگے فرمایا کہ اپنے اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ آپس میں ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی۔ یعنی ایمان لانا اللہ پر اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر اور عمل کرنا ضروریات دین پر اور پھر آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا۔ اس سورت میں کن لوگوں کا ذکر ہے۔ خسارہ میں پہلا نمبر فرعون اور ابوجہل کا ہے۔ اور انبیاء کے بعد پہلا نمبر مومن کامل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور عمل صالح والے عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور حق کی وصیت کرنے والے عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور صبر کی وصیت کرنے والے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ہیں اور یا حق کی وصیت کرنے والے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ ہیں اور صبر کی وصیت کرنے والے عثمان غنی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ امت خیر الامم ہے۔ اس امت کا نبی خیر الانبیاء ہے اس امت کو ملنے والی کتاب خیر الکتب ہے، اس امت کے خلفاء خیر الخلفاء، اور صحابہ خیر الصحابہ ہیں۔ اس امت کا زمانہ سب زمانوں سے بہتر ہے۔

فضیلت سورۂ عصر: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر اور قرآن نازل نہ بھی ہوتا تب بھی یہ سورۃ العصر ہی عمل کیلئے کافی تھی۔ اس لئے کہ یہ قرآن کے تمام مضامین پر مشتمل ہے۔



وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۙ ① الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ ②

ہلاکت ہے ہر منہ پر عیب کرنے پیٹھ پیچھے بدی کرنے والی کی۔ جو جمع کرے مال اور گن گن رکھے۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۚ ③

کیا سمجھتا ہے کہ بے شک اس کا مال ہمیشہ رہے گا۔

(آیت نمبر۱) خرابی ہے ہر اس شخص کیلئے جو لوگوں کے منہ پر عیب بیان کرے اور پیٹھ پیچھے بدی کرے۔ ویل بددعائیہ کلمہ ہے۔ عموماً یہ کفار کیلئے بولا جاتا ہے کہ جو لوگ لوگوں کی عزت گھٹانے اور انہیں ذلیل کرنے کیلئے ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بڑا معزز اور دوسروں کو گھٹیا سمجھتے ہیں۔

الھمزۃ: وہ جو کسی کی عدم موجودگی میں عیب بیان کرنے والا اور لمزہ لوگوں کے منہ پر عیب بیان کرنے والا ہو

شان نزول: اخنس بن شریک اور ولید پلید حضور ﷺ کی موجودگی اور عدم موجودگی میں ہجو بیان کرتے تھے۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ مومن دانا۔ سمجھدار۔ ہوشیار سوچ و بچار والا اور ثابت قدم ہوگا (رواہ الدیلمی)۔ عالم دین پرہیزگار ہوگا۔ جلد باز نہیں ہوگا۔ منافق دوسروں کی عدم موجودگی میں عیب جوئی ان کی کرے (گناہوں) کا بوجھ اٹھانے والا وہ نہیں جانتا۔ کہ اس نے عیب جوئی کر کے کتنا بڑا گناہ کمایا۔ ہمز اور لمز اور جہالت۔ تکبر ایک ہی ہیں۔

(آیت نمبر۲) وہ جو مال جمع کرے۔ یعنی خرابی ہے اس کیلئے جو مال جمع کرے اور اس میں اپنی عزت وفضیلت جانے اور غریبوں کو اس میں سے کچھ نہ دے۔ آگے فرمایا جمع کر کے پھر روزانہ مال کو گن گن کر رکھتا ہے۔ **فائدہ**: مذکورہ دونوں کافروں کے پاس ہزاروں دینار تھے۔ وہ انہیں جمع کرتے اور گنتے اور کہتے کہ یہ ہمیں مشکل وقت اور مصائب میں کام آئیں گے۔ **فائدہ**: لیکن انہیں معلوم نہیں کہ جب حکم الٰہی آتا ہے۔ تو پھر مال کام نہیں دیتا۔

(آیت نمبر۳) وہ یہ سمجھتا ہے کہ شاید اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ پھر اس مال سے (محلات بنائے گا) پتھروں اینٹوں اور باغات بنانے نہریں کھدوانے میں خرچ کرے گا اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اب وہ نہیں مرے گا۔ یہ مال اسے ہمیشہ کام دے گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ مال ہی کو ہمیشہ کا ساتھی جانتا ہے۔

كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦

ہرگز نہیں ضرور پھینکا جائے گا روندنے والی میں۔ تو کیا جانے کیا ہے روندنے والی۔ آگ ہے اللہ کی بھڑکائی ہوئی

الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

وہ جو چڑھ جائیگی دلوں پر۔ بے شک وہ ان پر بند کی ہوئی ہے۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔

(آیت نمبر۴) ہرگز ایسی بات نہیں۔ یہ گمان اس کا باطل ہے۔ ضرور بہ ضرور روندنے والی (آگ میں) اسے پھینکا جائیگا۔ یعنی وہ آگ جو جسم کو توڑ پھوڑ دے گی جیسے یہ لوگوں کی عزت تار تار کر دیتا تھا۔ **فائدہ**: معلوم ہوا جو اپنے آپ کو ہی عزت والا سمجھے دوسروں کی عزتوں کو خراب کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے۔ مال جمع کرے اور گن گن کر رکھے اور حقوق ادا نہ کرے۔ وہ ایسی آگ میں جائے گا۔ جو اس کی سزا کیلئے مقرر کی گئی ہے۔

(آیت نمبر۵) تجھے کیا معلوم کہ وہ روندنے والی کیا چیز ہے۔ یہ جہنم کی ہولنا کی کا بیان ہے۔ لیکن اس سزا کا حال ایسا نہیں جو عقل میں آجائے۔ جب اس جہنم میں جائے گا۔ پھر اسے سمجھ آئے گی۔

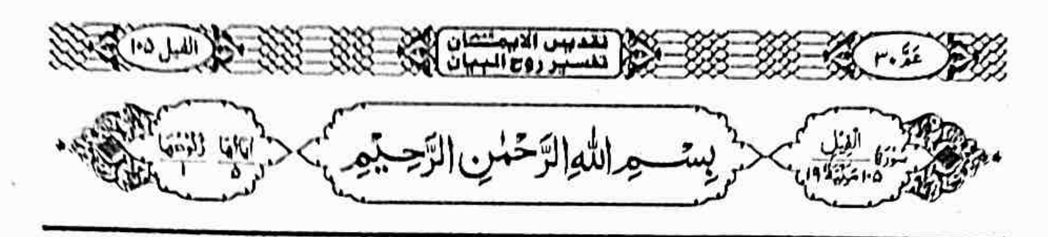
(آیت نمبر۶) وہ وہ آگ ہے جو خوب بھڑکائی گئی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہزاروں سال پہلے جلائی گئی۔ اسے کون بجھا سکتا ہے۔ اور وہ آگ ہڈیاں توڑ دے گی۔ چمڑے جلا دے گی۔ گوشت کھا جائیگی۔ نیز اللہ کی آگ سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے جلائی گئی۔ **حدیث** میں ہے۔ جہنم ایک ہزار سال جلی تو سفید ہوئی پھر ہزار سال جلی تو سرخ ہوئی پھر ہزار سال جلی تو سیاہ ہوگئی اب سخت سیاہ ہے۔ (رواہ الترمذی)

(آیت نمبر۷) وہ آگ جو دلوں تک چڑھ جائیگی۔ وہ لوگ جو دنیا میں خواہشات کے پیچھے پڑ کر دلوں کو خوش کرتے رہے۔ اس لئے آگ جسموں میں داخل ہو کر دلوں تک پہنچ جائیگی۔ اور چونکہ دنیا میں انہوں نے دل ایمان سے پھرائے۔ ٹیڑھے عقائد اور بری نیتیں رکھیں۔

(آیت نمبر۸) بے شک وہ آگ ان پر بند ہوگی۔ یعنی جب وہ جہنم میں چلے جائیں گے تو دروازے پکے بند ہو جائیں گے تاکہ انہیں یقین ہو جائے کہ اب ہم نے ہمیشہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔

(آیت نمبر۹) اور وہ بندھے ہوئے ہوں گے لمبے لمبے ستونوں میں۔ یعنی بعض بڑے کفار کو لمبے ستونوں میں بند کر کے اس میں آگ جلائی جائے گی۔ اکیلے کا عذاب اور بھی زیادہ دردناک ہوتا ہے۔ لمبے ستون چونکہ چھوٹے ستونوں سے زیادہ پختہ اور زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ اسلئے انہیں ان ستونوں میں بند کر دیا جائیگا۔

سورۃ کا اختتام: مورخہ ۱۳ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۰ ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ بروز اتوار



اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱

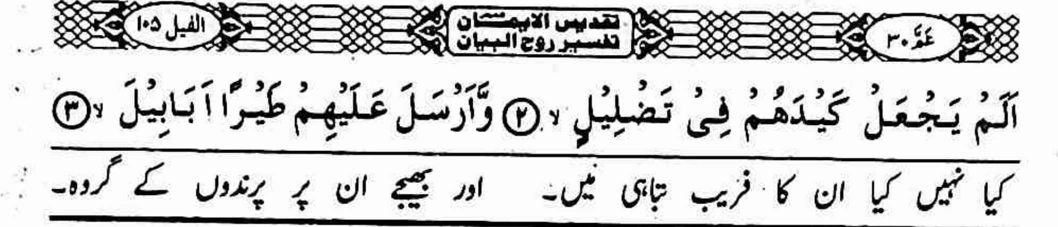
کیا نہیں دیکھا آپ نے کیا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ۔

(آیت نمبرا) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کیسے کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں سے۔ یعنی ان کا کیا حال ہوا۔ یہاں سے رویۃ علمی مراد ہے اور ہاتھی والوں سے ابرہہ اور اس کا لشکر مراد ہے۔ ابرہہ کا ہاتھی بہت قد آور اور زورآور تھا۔ جو نجاشی بادشاہ حبشہ نے ابرہہ کو تحفہ دیا اور وہ سفید رنگ کا تھا۔ اس ہاتھی کا نام محمود تھا۔ اس ہولناک حادثہ کی خبر سب کو معلوم تھی۔ چونکہ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے کچھ ہی عرصہ پہلے ہوا۔ لہذا اہل عرب اس کو جانتے تھے۔ کعبہ کی عظمت و شرافت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو ابرہہ کی شرارت سے بچالیا۔

فائدہ: فتح الرحمٰن میں ہے کہ واقع فیل محرم میں ہوا۔ اور حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ یعنی اس واقع کے پچپن دنوں کے بعد۔ **فائدہ**: اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو تسلی دی کہ جو رب کعبہ کی حفاظت کر سکتا ہے۔ وہ آپ کو بھی کفار کے شر سے بچائے گا۔ **فائدہ**: تفصیلی واقعہ تو فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیا جائے۔ مختصر یہ ہے۔

ابرہہ کا کعبہ کو گرانے کا پروگرام: ابرہہ بہت بڑے لشکر کے ساتھ جارہا تھا۔ کعبہ کے پاس سے اس کا گذر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ کعبہ کا طواف کرنے دور دور سے آرہے ہیں اور اس کی بہت تعظیم کر رہے ہیں تو وہ جل بھن گیا اس نے واپس جا کر صنعاء میں ایک کنیسہ تیار کیا۔ تا کہ لوگ وہاں حج کریں۔ طواف کریں اور اس کی تعظیم کریں۔ اس کنیسہ کی در و دیوار کو زر و جواہر سے مرصع کیا۔ اس کے نقش و نگار میں پوری کوشش کی۔ قیمتی سنگ مرمر اس میں لگایا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ وہاں آئیں اور ابرہہ نے اعلان کیا کہ خانہ کعبہ تو چند پتھروں سے بنایا گیا اور ہمارا تیار کردہ کنیسہ تو زر و جواہر سے مزین ہے۔ لہذا سب لوگ یہاں آؤ۔ اب کعبہ جانے کے بجائے اس کنیسہ میں آؤ اور اس کا طواف کرو۔

کنیسہ میں گندگی: چنانچہ اس کی یہ بات اہل عرب کو انتہائی شاق گذری کہ کعبہ کے مقابلے میں انہوں نے ایک نیا کعبہ بنایا تو بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام زہیر بن بدر تھا۔ اس نے وہاں گند کرنے کی قسم کھائی۔ پھر ایک دن موقع پا کر کنیسہ میں گندگی کی اور دیواروں سے مل دی۔ تو اس پر ابرہہ کو طیش آیا اور اس نے کعبہ کو گرانے کی قسم کھالی۔ اس ارادہ سے اپنا لشکر لیکر جس میں بہت سارے ہاتھی تھے۔ مکہ کے قریب آیا ڈیرہ لگایا اور لوگوں کو حراساں کیا۔



اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ﴿۲﴾ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ﴿۳﴾

کیا نہیں کیا ان کا فریب تباہی میں۔ اور بھیجے ان پر پرندوں کے گروہ۔

(بقیہ آیت نمبر۱) اور اہل مکہ کے مال مویشی لے گئے۔ جن میں سردار مکہ حضرت عبد المطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔ آپ ذی وجاہت انسان تھے۔ ابرہہ کے پاس آئے تو اس نے بڑی تعظیم کی اور تشریف آوری کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ کہ آپ کے سپاہی ہمارے اونٹ لے آئے۔ ہیں وہ واپس کر دیں وہ کہنے لگا۔ میں تمہارے کعبے کو گرانے آیا ہوں۔ میں نے سمجھا تم اس کو بچانے کیلئے کچھ کہنے آئے ہو گے۔ اور تمہیں اپنے مال کی فکر ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اونٹوں کا مالک میں ہوں۔ کعبے کا مالک اور ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔

کعبہ پر حملہ کی تیاری: حضرت عبد المطلب کی واپسی کے بعد ابرہہ نے حملہ کا پروگرام بنایا لیکن اس کے ہاتھی نے کعبہ کی طرف بڑھنے سے انکار کر دیا۔ وہ ہر طرف چل پڑتا مگر کعبہ شریف کی طرف ایک قدم بھی نہ بڑھاتا۔ بالآخر لشکر کو حکم دیا کہ جا کر کعبہ کو گرا دو۔ ادھر حضرت عبد المطلب نے واپسی پر کعبہ کے پاس دعا کی اور خود جبل ابو القبیس کے پیچھے چلے گئے اور اپنے ساتھیوں اور خاندان والوں کو بھی لے گئے۔

(آیت نمبر۲) کیا ان کے مکر کو گمراہی میں نہیں کیا۔ یعنی وہ کعبہ گرانے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ابابیل کو بھیج کر ان کی ستیاناس کر دی۔ کہ چھوٹے چھوٹے پرندوں کے منہ میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے تھے۔ جس چیز پر سنگریزہ پڑتا اسے ہلاک کر دیتا۔ (ان کے تو خواب وخیال اور وہم میں بھی یہ بات نہ تھی۔ کہ ہمارا یہ برا حال ہوگا۔)

ابرہہ کے دل پر کعبہ کی عظمت: ابرہہ جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو اس کے دل میں خوف طاری ہو گیا۔ اور کچھ پریشان اور پشیمان ہو گیا اور اس کے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اگر کسی نے سفارش کی تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ جب کسی نے سفارش نہ کی تو اس نے حملہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل ورسوا کر کے تباہ وبرباد کر دیا۔

(آیت نمبر۳) اور ان پر ابابیل پرندوں کا بہت بڑا لشکر اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا۔ ابابیل پرندے جن کا رنگ سیاہ تھا۔ چونچیں سرخ گردنیں سبز کبوتر کی شکل کی تھیں۔

فائدہ: بعض نے فرمایا کہ وہ چڑیا کی طرح تھیں۔ جو حرم میں باب ابراہیم کے پاس ہوتی تھیں۔

تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿۵﴾

مارتے انہیں پتھر کنکروں سے۔ پھر بنایا انہیں گھاس کھائے ہوئے کی طرح

(آیت نمبر۴) ابابیل انہیں کنکریاں مارتے پتھر کے۔ یہاں تک کہ انہوں نے تمام لشکر کا صفایا کر دیا۔ ہر کنکر پر ہلاک ہونے والے کا نام لکھا ہوا تھا۔ جس کو اس نے تباہ و ہلاک کرنا تھا۔

ابرہہ کا انجام بد: ابرہہ نے جب اپنے لشکر کا بدانجام دیکھا تو دم دبا کر بھاگا تا کہ یمن پہنچ جائے راستے میں ہی ایسی بیماری میں مبتلا ہوا کہ اس کے بدن سے گوشت پوست گرنے لگا۔ صنعا پہنچا تو ایک پرندے کی طرح ہو گیا۔ پھر دل پھٹا اور وہ وہیں واصل جہنم ہو گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ بھاگ کر نجاشی بادشاہ تک پہنچ گیا۔ اسے حالات سے باخبر کیا۔ اس نے پوچھا۔ وہ پرندے کیسے تھے اس نے اوپر دیکھا تو اس کے اوپر ایک پرندہ تھا۔ بتایا کہ وہ ایسا تھا تو اسی پرندے نے اس پر سنگریزہ گرایا تو وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ تو نجاشی بادشاہ کو اس سے سخت عبرت حاصل ہوئی۔ اسی لئے مسلمانوں نے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی۔ تو نجاشی بادشاہ نے ان کا بڑا احترام کیا۔

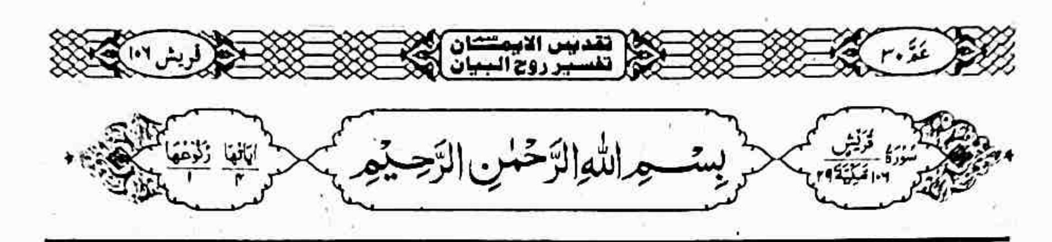
اہل مکہ مالدار کیسے ہوئے: ابن جوزی لکھتے ہیں کہ قوم ابرہہ کی تباہی کے بعد وہ اس قدر مال چھوڑ گئے کہ اس سے سب لوگ۔ خصوصاً حضرت عبدالمطلب اور ابو مسعود ثقفی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے والد عفان کے ہاتھ بہت زیادہ مال لگا۔ جس میں سونا چاندی کافی مقدار میں تھا۔

(آیت نمبر۵) تو ان اترنے والی کنکریوں نے پورے لشکر کو ایسا کر ڈالا جیسے کھائی ہوئی گھاس ہوتی ہے۔ یعنی ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو گئے۔ جیسے کیڑا لگنے سے لکڑی ختم ہو جائے یا جانور گھاس کھائیں اور گوبر بن جائے۔ کعبہ کی بے ادبی کا لازماً یہی نتیجہ ہونا تھا۔ تا کہ آنے والے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔ اور تا کہ آئندہ کسی کو خانہ کعبہ کی ایسی گستاخی کرنے کا خیال بھی نہ آئے۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ مسلمانوں نے کعبہ کا جو حال کیا۔ (الامان والحفیظ)۔ شاعر کہتا ہے:

گلہ وفا جہاں نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے بت کدے میں بھی کروں بیاں تو صنم بھی کہے ہری ہری

پرندے کہاں سے آئے: ابن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسے پرندے نہ اس سے پہلے دیکھے گئے۔ نہ اس کے بعد دیکھے گئے۔ **فائدہ:** بعض نے کہا کہ وہ سمندر کی طرف سے غول کے غول آئے۔ کنکریاں مسور کی دال کے برابر تھیں اور ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں، دو پنجوں میں اور ایک منہ میں۔

اختتام سورۃ: مورخہ ۱۴ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۱ ذی قعد بروز سوموار



لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۚ﴿۲﴾

میلان کرانے قریش کا۔ میل دلایا انہیں کوچ کرنے سردی اور گرمی میں۔

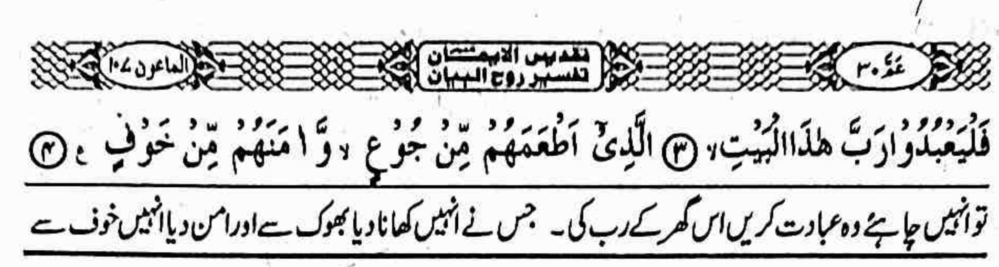
(آیت نمبر۱) قریش کی طرف لوگوں کا میلان کرنے کیلئے ان کا لوگوں کے دلوں میں انس پیدا کرنے کیلئے۔

فائدہ: حبشہ سے آنے والوں کی ہلاکت چار دانگ عالم میں مشہور ہونے سے لوگوں کے دلوں میں مکہ والوں کی عزت واحترام اور زیادہ ہوگئی۔ اور لوگ سمجھ گئے کہ آئندہ کوئی ان پر حملہ کرنے کی جرات نہ کرے۔ ورنہ خیر نہیں ہوگی۔ قریش کے سفر سال میں دو ہوتے تھے۔ موسم سرما میں یمن کی طرف اور موسم گرما میں شام کی طرف وہ قافلہ کی شکل میں تجارت کی غرض سے جدھر بھی جاتے تھے۔ ان سفروں میں انہیں امن مل گیا۔ کوئی انہیں ڈر کے مارے نہ چھیڑتا۔ گویا اس وقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں امن دیدیا کہ اب سفروں میں کوئی ان کے درپئے آزار نہیں ہوگا۔ حالانکہ باقی لوگ ان سفروں میں لوٹ لئے جاتے تھے۔ مگر انہیں کوئی ڈاکو بھی نہ چھیڑتا تھا۔

ہاشم کا کارنامہ:

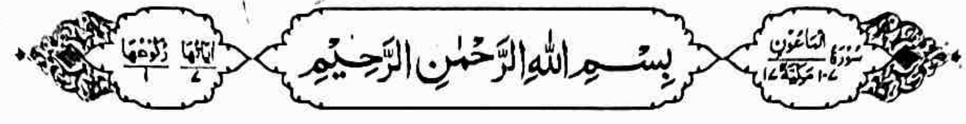
اہل مکہ بھوک وافلاس سے مر رہے تھے تو حضور ﷺ کے پردادا جناب ہاشم نے سب لوگوں کو جمع کر کے ترغیب دلائی کہ تم لوگ تجارت کرو۔ خود بھی کھاؤ اور لوگوں کو بھی کھلاؤ اس طرح تجارت کی برکت سے قریش بہت ہی مالدار ہوگئے۔ ایک تو تجارت خود بھی بابرکت کاروبار ہے۔ دوسرا کسی بزرگ نے کہا ہو تو مزید برکت آجاتی ہے۔

(آیت نمبر۲) ان کی محبت ڈالی گرمیوں اور سردیوں کی کوچ میں۔ **فائدہ**: یمن چونکہ گرم ملک ہے۔ لہذا قریش سردیوں میں یمن کی طرف تجارت کرنے چلے تھے اور شام ٹھنڈا ملک ہے لہذا گرمیوں میں وہ شام میں تجارت کرنے کیلئے جاتے تھے۔ بہر حال وہ جدھر بھی جاتے لوگ ان کا احترام کرتے کہ کہیں ان کی بے ادبی کرنے سے ابرہہ کے لشکر والا حال ہمارا نہ ہوجائے۔ یعنی اہل مکہ کی لوگوں پر اتنی بڑی ہیبت چھاگئی اور لوگ ان سے محبت کا میلان کرنے لگے۔ اور چور اور ڈاکو اور لٹیرے بھی انہیں کچھ نہیں کہتے تھے۔ لوگوں کا عقیدہ ہی بن گیا۔ کہ مکہ والوں کو کچھ کہا۔ تو ہماری خیر نہیں۔ لہذا لوگ نہ صرف ان کا احترام کرتے بلکہ ان کو ہدیئے اور نذرانے بھی دیتے تھے۔



فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴿۳﴾ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

تو انہیں چاہیئے وہ عبادت کریں اس گھر کے رب کی۔ جس نے انہیں کھانا دیا بھوک سے اور امن دیا انہیں خوف سے



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ﴿۱﴾ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ﴿۲﴾

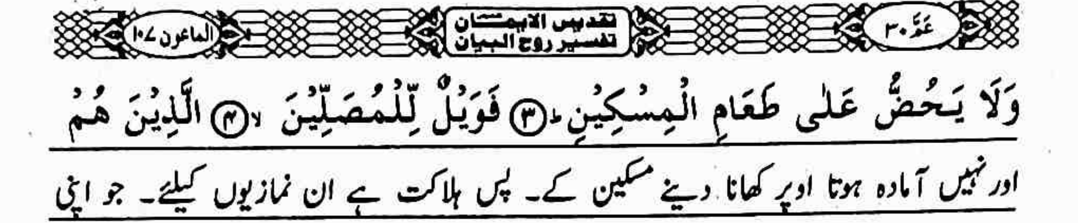
کیا تو نے دیکھا اسے جو جھٹلاتا ہے دین کو۔ پھر وہی ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو۔

(آیت نمبر۳) لہذا اب ان قریش مکہ کو بھی چاہیئے کہ اس گھر کے رب کی بندگی کریں۔ جس رب نے ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی۔ کہ وہ نبی آخر الزمان پر فی الفور ایمان لائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بے شمار انعامات کئے ان میں یہ بھی ہے کہ جن راستوں میں چور ڈاکوں اور راہ زن لوگوں کو لوٹتے تھے۔ یہ ان ہی راستوں سے بے خوف وخطر گذرتے تھے۔ بلکہ لوگ راستے میں استقبال کرتے ہیں۔ احترام کرتے ہیں۔ تو یہ بات یعنی مکہ والوں کا احترام اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈال دیا۔ (جیسے آج کل پیروں کی اولاد خواہ جیسی ہو لوگ ان کا احترام کرتے ہیں)

(آیت نمبر۴) وہ ذات جس نے انہیں کھانا دیا۔ ورنہ یہ بھوک میں (مر رہے) تھے۔ یعنی ان کی تجارت میں برکت ڈالی اور یہ مالدار ہوئے اور دوسری بات یہ فرمائی کہ انہیں ڈر کے بجائے امن دیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ نے طعام کے قابل کر کے ان کی بھوک ختم کی اور خوف ختم کر کے انہیں امن دیا تو اب ان کا حق بنتا ہے کہ اللہ سچے پر ایمان لائیں۔ شرک کرنا چھوڑ دیں بلکہ اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔ ((اختتام سورۃ: ۱۴ اگست بروز سوموار بعد عصر))

سورۃ الماعون: (آیت نمبر۱) بھلا تم نے دیکھا ہے۔ اسے جو قیامت کو ہی جھٹلاتا ہے۔ یعنی اے میرے محبوب۔ کیا آپ کو اس شخص کا علم ہے جو روز جزاء یا مراد دین اسلام ہے۔ یعنی اسلام کا ہی انکار کرتا ہے اور وہ اس کا یقین نہیں رکھتا۔ وہ کون ہے۔ اگر آپ نہیں جانتے تو ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ کہ وہ کون ہے۔

(آیت نمبر۲) وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ یعنی وہ اس یتیم کو دھکے دیکر اپنے سے دور کرتا ہے۔ اس سے مراد ابو جہل ہے۔ جو پرلے درجے کا بخیل کنجوس تھا۔ اس کے دروازے پر کوئی سوالی آتا تو اسے دھکے دیکر بھگا دیتا



وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝٣ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝٤ الَّذِيْنَ هُمْ

اور نہیں آمادہ ہوتا اوپر کھانا دینے مسکین کے۔ پس ہلاکت ہے ان نمازیوں کیلئے۔ جو اپنی

عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝٥

نمازوں کو ہی بھول بیٹھے ہیں۔

(بقیہ آیت نمبر۲) **تاجداروں سے اعلیٰ ہمارا نبی:** ابوجہل کے پاس ایک یتیم نے آ کر سوال کیا تو اس نے اسے دھکے دیکر گھر سے نکال دیا۔ قریش کے سرداروں نے اسے مایوس دیکھ کر کہا۔ تم (محمد ﷺ) کے پاس جا کر کہو تو وہ تمہاری سفارش کریں گے تو وہ مان جائیگا۔ ان کا مقصد ہنسی مذاق کرنا تھا اور نبی کریم ﷺ کسی سائل کو محروم نہیں لوٹاتے تھے۔ لہذا آپ نے ابوجہل کو کہا کہ تو اس یتیم کو مال دے۔ تو اس نے اس یتیم کو بہت سارا مال دیدیا۔ اور حضور ﷺ کا بھی بڑا احترام کیا تو قریش نے ابوجہل کو شرم دلائی کہ تو نے اپنا مذہب چھوڑ دیا۔ تو اس نے کہا۔ مذہب تو نہیں چھوڑا۔ میں نے دیکھا کہ محمد ﷺ کے اردگرد نیزے ہی نیزے ہیں۔ اگر میں ان کی بات نہ مانتا تو میری خیر نہیں تھی۔
فائدہ: معلوم ہوا کہ جو قیامت کو جھٹلائے اور کمزوروں کو اذیت دے وہ وقت کا ابوجہل ہوتا ہے۔

(آیت نمبر۳) اور وہ مسکین کو کھانا دینے پر بھی آمادہ نہیں ہوتا۔ یعنی وہ غرباء و مساکین اور محتاجوں اور مستحق لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے سے منع کرتا ہے۔ اس پر نفس کا غلبہ ہے۔ بہ وجہ حب مال اور بخل کے اور جو دوسروں کو نیکی کی رغبت نہیں دلاتا وہ خود کب نیکی کرتا ہے۔ لہذا ایسا شخص قابل مذمت ہے۔ اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

(آیت نمبر۴،۵) پس ہلاکت ہے اس کی جو نہ یتیم کی پرواہ کرتا ہے۔ نہ مسکین کا خیال کرتا ہے۔ نہ قیامت کو مانتا ہے۔ ایسے نمازیوں کیلئے بھی خرابی ہے۔ یعنی عذاب ہے۔ جو اپنی نمازوں کو ہی بھولے ہوئے ہیں۔ **فائدہ:** اس آیت میں مذمت ان لوگوں کی بیان ہوئی جو صحت و توفیق کے باوجود نماز کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے منافقین یا فاسق و فاجر جو مومنین کا حال ہے۔

صحابہ کی ذہانت: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے "عَنْ صَلٰوتِهِمْ" فرمایا۔ "فِيْ صَلٰوتِهِمْ" نہیں فرمایا۔ ورنہ نماز میں بھولنے سے تو کوئی بچ ہی نہ سکتا۔ **حدیث شریف** میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہ آیت تمہارے لئے بہتر ہے۔ ہر نعمت سے (ابن جریر و ابن کثیر)۔ پوچھا گیا کیا نبی کو بھی بھول ہوئی ہے تو فرمایا کہ ہاں جیسے لیلۃ التعریس میں فجر کی نماز رہ گئی۔ طلوع آفتاب کے بعد قضاء پڑھی گئی۔



الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۙ﴿٦﴾ وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۧ﴿٧﴾

وہ ہی دکھاوا کرتے ہیں۔ اور روکتے ہیں برتنے کی چیزیں دینے سے

(بقیہ آیت نمبر۴،۵) **نوٹ**: لیکن یادر ہے نبی کی بھول ہماری طرح نہیں ہے۔ جیسے نبی کی نیند ہماری نیند کی طرح نہیں ہے۔ **سبق**: عقل مند پر لازم ہے کہ نماز کو ضائع نہ کرے کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے اور اس میں رب تعالیٰ سے مناجات ہے۔ **فائدہ**: نمازی کے لئے ضروری ہے کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا۔ کپڑوں یا داڑھی سے کھیلنا چھوڑ دیں اور اپنی نماز میں پورا دھیان رکھیں۔ جو نماز پورے دھیان سے پڑھی جائے۔ وہ قبول ہوتی ہے۔

(آیت نمبر۶) وہ نمازی جو دکھاوا کرتے ہیں۔ یعنی وہ نیک کام اس لئے کرتے ہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ (**فائدہ**: دکھاوا کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ چاہیں کہ ان کے اچھے کاموں کی لوگ تعریف کریں)۔

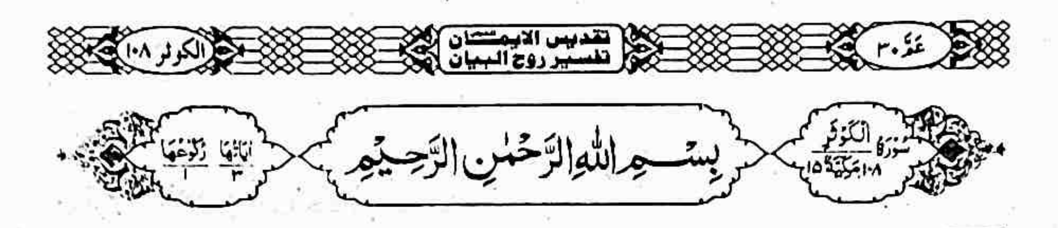
فائدہ: تفسیر کشاف میں ہے کہ فرائض کو دکھا کر ادا کرنا چاہئے۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فرائض کو چھپانا نہیں چاہئے کیونکہ یہ شعائر اسلام سے ہے۔ البتہ نفلی عبادت کو مخفی رکھنا چاہئے۔ لیکن نفلی عمل میں یہ نیت ہو کہ اور لوگ بھی دیکھ کر اقتداء کریں تو یہ اچھا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

منافق اور ریاء کار میں فرق یہ ہے کہ منافق دل میں کفر چھپاتا ہے اور ایمان کو ظاہر کرتا ہے اور ریاء کار خشوع خضوع ظاہر کرتا ہے اور ریا کاری دل میں چھپاتا ہے تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ (یہ بیماری آج کل کے پیروں اور مولویوں میں بہت ہے۔ (الا ماشاءاللہ)۔ ریا کار کی کوئی نیکی قبول نہیں۔ ریا کاری شرک کی ایک قسم ہے۔

(آیت نمبر۷) اور وہ برتنے کی چیزیں مانگنے کے باوجود نہیں دیتے۔ ماعون زکوٰۃ کو بھی کہتے ہیں۔ یعنی وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اور دوسرا اس کا معنی ہے کہ وہ گھریلو برتنے والی اشیاء کوئی مانگے۔ تو وہ نہیں دیتے۔ خواہ کچھ وقت کیلئے بھی مانگے۔ جیسے کلہاڑی، سوئی، چمچ، توا، ہانڈی وغیرہ۔

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ وہ کون سی چیز ہے جس کا روکنا جائز نہیں۔ تو فرمایا۔ پانی۔ آگ اور نمک (مسند احمد بن حنبل)۔ مزید فرمایا کہ اے حمیرا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ جو بھی چیز آگ پر پکے گی۔ وہ آگ دینے والے کو بھی گویا صدقے کا ثواب ملے گا اور نمک جس چیز میں جائیگا وہ بھی صدقہ کے برابر ہے اور پانی دینے والے نے اسے گویا زندہ کیا۔

اختتام: مورخہ ۱۴ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۱ ذی قعدہ بروز منگل



اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ؕ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ؕ ②

بے شک ہم نے عطا کی آپ کو کوثر۔تو نماز پڑھیں اپنے رب کی اور قربانی کریں۔

(آیت نمبرا) اے محبوب بے شک ہم نے آپ کو بے شمار عطائیں عطا کر دیں۔اگر چہ صیغہ ماضی کا ہے۔مگر اس سے مراد دنیوی عطائیں بھی ہیں اور اخروی عطائیں بھی۔(گویا وہ اخروی عطائیں بھی ابھی سے عطا فرما دیں)۔

فائدہ: کوثر سے مراد حوض کوثر بھی ہے۔**حدیث شریف**: حضور ﷺ نے اس سورۃ پاک کو تلاوت کرنے کے بعد فرمایا۔کیا تم جانتے ہو۔کوثر کیا ہے؟ وہ جنت میں ایک نہر ہے (رواہ مسلم ۴۲۵۵)۔اللہ تعالیٰ نے مجھ سے آخرت میں بہت بڑی خیر و بھلائی کا وعدہ فرمایا۔حوض کوثر کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا۔دودھ سے زیادہ سفید۔مکھن کی طرح نرم اور برف کیطرف ٹھنڈا ہے۔اس کے دونوں کنارے زبرجد کے اور اس پر برتن چاندی کے جو آسمانی ستاروں کے برابر ہیں جو ایک پیالہ پیئے گا پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔الخ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔کوثر کا معنی خیر کثیر بھلائیاں بہت جس کی زیادہ ہوں۔سعید بن جبیر (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کیا اس سے مراد وہ کوثر نہیں جو جنت میں ہے تو فرمایا کہ وہ بھی تو خیر کثیر میں سے ہے۔

حوض کوثر کا ایریا: حضور ﷺ نے فرمایا۔حوض کوثر کے ایک کنارے پر ابو بکر صدیق۔دوسرے پر عمر فاروق۔تیسرے پر عثمان غنی چوتھے کنارے پر علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم ہوں گے۔ان میں کسی ایک سے بھی بغض رکھنے والے کو کوئی پانی نہیں پلائے گا۔(وہ ذلیل ہو جائیگا۔)

(آیت نمبر۲) پس آپ اپنے رب کیلئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

بے مثل نبی کو بے مثل عطیہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو وہ عطیہ دیا کہ ایسا نہ پہلے کسی کو ملا نہ قیامت تک کسی کو ایسا عطیہ ملے گا۔اس لئے فرمایا۔اے محبوب اس کے شکرانہ میں نماز بھی پڑھیں اور قربانی بھی کریں۔شکر کی تین قسمین: (۱) قلب یعنی دل میں یقین کرے کہ یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔کسی اور کی طرف سے نہیں۔(۲) زبان سے اس کی حمد وثناء بیان کرے۔جیسے سبحان اللہ۔الحمد للہ کہنا (۳) اور اعضاء سے۔یعنی اعضاء سے نیک کام کرنا۔



اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

بے شک آپ کا دشمن ہی خیر سے محروم ہے

(بقیہ آیت نمبر۲) دوسرا حکم قربانی کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانور قربان کرنا۔ بعض نے فرمایا کہ نماز سے مراد نماز عید ہے۔ قربانی کی مناسبت سے۔ ابن عطیہ نے فرمایا۔ اس سے نماز فجر مراد ہے تا کہ اس کے بعد قربانی دی جائے۔ (یہاں نماز اور قربانی کی ترتیب بھی بیان کی گئی۔ کہ کوئی قربانی عید سے پہلے نہ کرے)۔

ساٹھ قربانیوں کا ثواب: صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ایک آدمی قربانی کرنا چاہتا ہے۔ مگر غریب ہے قربانی نہیں کرسکتا۔ تو وہ کیا کرے تو ارشاد فرمایا۔ وہ چار رکعات نماز یوں پڑھے کہ وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ بار" انا اعطیناك الکوثر" پڑھے۔ اس کے نامہ اعمال میں ساٹھ قربانیوں کا ثواب لکھا جائیگا۔ (کشف الاسرار)۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ یہاں نحر سے مراد دونوں ہاتھ نماز میں سینے پر باندھنا ہے۔ سلیمان تیمی فرماتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دعا میں دونوں ہاتھ سینے تک اٹھائے جائیں۔

(آیت نمبر۳) بے شک آپ کا دشمن بے نام ونشان ہونے والا ہے۔ یا ہر خیر سے محروم ہے۔ ابتر کا معنی ہے جس کے مرنے کے بعد کوئی اس کا نام لینے والا نہ ہو۔ جس کی نسل اس پر ختم ہو جائے۔

شان نزول: جب حضور ﷺ کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو کفار نے کہا کہ اب یہ ابتر ہو گئے۔ ان کی آگے نسل نہیں چلے گی۔ نہ انہیں کوئی یاد کرے گا تو اس پر یہ سورۂ کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں کفار کا رد بھی ہوا اور اپنے محبوب کو تسلی دی۔ کہ اے میرے محبوب یہ کفار غلط سوچ رہے ہیں۔ آپ کے نام کی دھومیں تو قیامت تک رہیں گی۔

(۱) ایک تو آپ کی اولاد کا سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ اور وہ پوری دنیا میں پھیلے گی۔

فائدہ یعنی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے آپ کی اولاد کا سلسلہ تا قیامت جاری ہوگا جس سے آپ کا نام بلند سے بلند تر ہوگا۔ امام زین العابدین سے اولاد کا سلسلہ ایسا پھیلا کہ اب پوری دنیا میں سادات کرام موجود ہیں۔

(۲) حضور ﷺ ہر مومن کے روحانی باپ ہیں اور یہ روحانی اولاد کا سلسلہ بھی تا قیامت رہے گا۔ جن کے ذریعے آپ کا ذکر مبارک تا قیامت جاری رہے۔ (حشر تک ڈالیں گے پیدائش مولیٰ کی دھوم)۔

فائدہ اور حضور ﷺ کے دشمنوں کفار کا آج کوئی نام لینے والا نہیں۔ اگر کوئی نام لیتا بھی ہے تو وہ برائی کے ساتھ نام لیتا ہے۔ ((اختتام: سورۂ کوثر: مورخہ ۱۵ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۲ ذی قعدہ بروز منگل))

سُورَةُ الْكٰفِرُونَ ١٠٩ مَكِّيَّةٌ ١٨ | اٰيَاتُهَا ٦ رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ③

فرمادو اے کافرو۔ نہیں میں پوجتا جنہیں تم پوجتے ہو۔ اور نہ تم پوجنے والے ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④

اور نہ میں پوجنے والا ہوں جسے تم پوجتے ہو۔

(آیت نمبر۱) اے محبوب آپ فرمادیں۔ اے کافرو۔ **فائدہ**: یہ خطاب کفار کو ذلیل کرنے کیلئے ہے اور اس سے مراد مکے کے ٹاپ کلاس کے کفار ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

شان نزول: قریش کے مشرکین نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ کچھ عرصہ آپ ہمارے دین پر چلیں پھر ہم آپ کے دین کو اپنالیں گے۔ ایک سال آپ لوگ ہمارے معبودوں کی پوجا کریں۔ اگلے سال ہم آپ کے خدا کی پرستش کریں گے۔ آپ نے فرمایا۔ معاذ اللہ۔ یہ تو کبھی نہیں ہوگا کہ میں بتوں کی پوجا کروں تو کہنے لگے آپ صرف ہاتھ لگادیں تو ہم آپ کی تصدیق کرینگے۔ پھر جب یہ سورۃ نازل ہوئی۔ تو آپ نے کفار کے مجمعے میں جا کر سنائی تو وہ مایوس ہوگئے۔ اس کے بعد آپ کو اور آپ کے اصحاب کو سخت سے سخت تکالیف دینا شروع کر دیں۔

(آیت نمبر۲) میں انہیں نہیں پوجوں گا جنہیں تم پوجتے ہو۔ یعنی نہ کل پوجا نہ آج پوجتا ہوں نہ آئندہ ان کی پوجا کرونگا۔ **فائدہ**: کفار تو حضور ﷺ کو انتہائی کمزور سمجھتے تھے۔ لیکن جب حضور نے انہیں کھرا جواب دے دیا۔ اور بتادیا کہ ہم تمہاری اس عزت وشوکت کو کچھ نہیں سمجھتے۔

(آیت نمبر۳) اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو۔ جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ یعنی جو تم کہتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ یہ زبانی دعویٰ ہے۔ جب تک تم شرک نہیں چھوڑتے تم خدا کی عبادت کر ہی نہیں سکتے۔ نہ تمہیں اس کی توفیق ہوگی۔ نہ اب اس کی عبادت کر سکتے ہو۔ نہ آئندہ کرسکو گے۔

(آیت نمبر۴) اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں۔ جنہیں تم نے پوجا ہے۔ یعنی یہ گذشتہ زمانے میں تمہارے معبودوں میں سے کسی معبود باطل کو نہیں پوجا۔ آئندہ بھی کسی معبود باطل کے پوجنے کی مجھ سے امید نہ رکھنا۔

26/26

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ؕ ⑤ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ ع ⑥

اور نہ تم پوجنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارا اپنا دین اور میرا اپنا دین۔

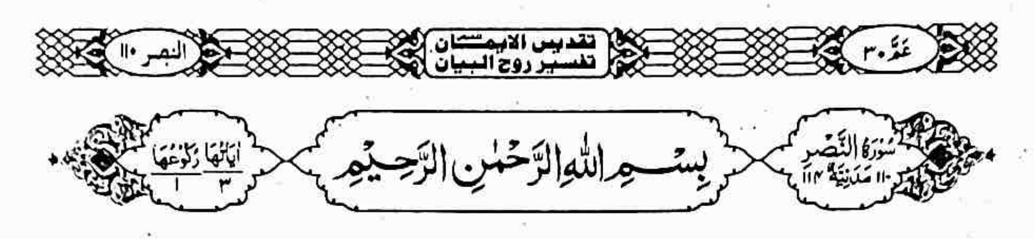
(بقیہ آیت نمبر ۴) **فائدہ**: چونکہ جن بت پرستوں سے بات ہو رہی ہے۔ وہ سال ہا سال سے بتوں کی پوجا کر رہے تھے۔ اس لئے ان کیلئے صیغہ ماضی کا ہی زیادہ مناسب تھا اور حضور نبی کریم ﷺ تو زمانہ گذشتہ میں بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے تھے۔ لیکن اس وقت اس عبادت کا نام کوئی نہیں تھا۔ جیسے نماز روزہ وغیرہ ایک تو وہ زمانہ فترت تھا۔ جس میں لوگ شریعت کو نہیں جانتے تھے۔ صرف دین ابراہیمی کو اہل مکہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خصوصاً آپ کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھا اور دین ابراہیم والی عبادت کی عادت لوگوں میں جو مشہور تھی۔ اسی کے مطابق حضور ﷺ عبادت کرتے تھے۔ (لیکن مشرکین دین ابراہیمی پر نہیں تھے)۔

(آیت نمبر ۵) اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں پوجا کرتا ہوں۔ یعنی جس معبود حقیقی کی میں عبادت کر رہا ہوں تم کبھی بھی اس کی عبادت نہیں کرو گے۔ اس میں تکرار نہیں بلکہ کفار کا رد بلیغ ہے۔ **مسئلہ**: القاموس میں ہے۔ حضور ﷺ اعلان نبوت سے پہلے دین ابراہیمی پر عمل پیرا تھے جو اس قوم کو ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے وراثۃً چلا آ رہا تھا۔ حج، نکاح اور بیع وغیرہ کے تمام مسائل اسی طرح چلے آ رہے تھے۔ البتہ توحید کے مسئلے کو انہوں نے بدل ڈالا تھا اور شیطان نے انہیں بت پرستی کی راہ پر ڈال دیا۔ **نکتہ**: "ما اعبد" میں من کے بجائے ما کو ترجیح اس لئے دی کہ اس سے مراد وصف ہے۔ گویا اشارہ دے دیا کہ میں عظیم الشان ذات کی عبادت کرتا ہوں۔ جس کی عظمت و منزلت کو کوئی نہیں جانتا۔

(آیت نمبر ۶) تمہاری لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔ یعنی تمہارا دین اپنا بنایا ہوا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تم اوروں کو بھی شریک کرتے ہو اور میرا دین اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا ہے۔ لہذا نہ تم اپنے معبودان باطل کو چھوڑ کر اکیلے خدا کی طرف آ سکتے ہو۔ نہ میں ایک خدا کو چھوڑ سکتا ہوں۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ قرآن پاک کی کوئی سورت اس سے بڑھ کر شیطان کیلئے سخت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں توحید کا بیان ہے اور شرک سے بیزاری ہے (اتقان وتیسیر)۔ **حدیث شریف**: بچوں سے کہو۔ وہ رات سوتے وقت اسے پڑھیں۔ پھر انہیں کوئی چیز نقصان نہیں دیگی۔ (اخرجہ ابو یعلیٰ) **فضیلت**: یہ سورۃ گویا چوتھا حصہ قرآن ہے جو اس سورۃ کو سونے سے پہلے پڑھے اسے اس رات میں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

اختتام سورۃ: مورخہ ۱۶ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۳ ذی قعدہ بروز بدھ بعد عصر

جلد-10



اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲

جب آ گئی مدد اللہ کی اور فتح۔ اور تو دیکھے لوگوں کو کہ داخل ہوتے ہیں اللہ کے دین میں گروہ در گروہ۔

(آیت نمبر۱) جب اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی۔ یعنی آپ کو دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ چونکہ فتوحات کا مبدأ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تمام افعال واسباب کا خالق وہی ہے اور فتح حاصل ہو گئی۔ **فائدہ:** اس سے مراد فتح مکہ ہے۔

حضور ﷺ کیلئے غیبی خبر: اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ سورۃ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ گویا یہ بھی حضور ﷺ کا معجزہ ہے کہ قبل از وقت آپ کو خبر دے دی گئی۔ یہ فتح الفتوح ہے۔ اس لئے کہ تمام فتوحات کا اسی پر دار و مدار ہے۔ جیسے مکہ ام القری ہے۔ تمام شہروں کا اصل۔ کیونکہ اس فتح کے بعد مسلمانوں کو بے شمار فتوحات حاصل ہوئیں۔

فائدہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یہ آخری سورۃ ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کے اسی (۸۰) دن بعد حضور کا وصال ہو گیا۔ اس صورت کے نزول سے اکثر صحابہ نے جان لیا کہ اب حضور دنیا میں زیادہ دیر نہیں رہیں گے۔ (چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس موقع پر بہت روئے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا چاہے دنیا میں رہے۔ یا بقاء کو قبول کرے اس لئے بندہ نے بقاء کو قبول کیا)۔ (ابن کثیر)

(آیت نمبر۲) تم دیکھو گے کہ لوگ گروہ در گروہ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوتے ہیں۔ یعنی اہل مکہ، طائف اور یمن، ہوازن اور تمام عرب کے قبائل جماعت در جماعت دین اسلام میں داخل ہونے لگے چونکہ اس سے پہلے کوئی اکا دکا ہی اسلام قبول کرتا تھا۔

فائدہ: جب مکہ فتح ہو گیا تو عرب کے لوگ سمجھ گئے کہ اب مسلمانوں کا مقابلہ مشکل ہو گیا ہے۔ لہٰذا فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ جو پہلے چھپے ہوئے تھے۔ وہ بھی اب کھل مکھلے اسلام کا اظہار کرنے لگے۔

فائدہ: کاشفی فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد عرب کے تمام قبائل بنو اسد بنو مرہ بنو کلب بنو کنانہ بنو ہلال یعنی تمام اطراف واکناف کے لوگ مسلسل وفود کی شکل میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کوئی اکا دکا بدنصیب رہ گیا ہوگا جو مسلمان نہ ہوا ہو۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ ع

تو آپ تسبیح پڑھیں ساتھ تعریف اپنے رب کے اور اس سے بخشش طلب کریں بے شک وہ ہے بہت توبہ قبول کرنے والا

(آیت نمبر۳) تو اے محبوب آپ اپنے رب کی تعریف وثناء کے ساتھ اس کی پاکی بیان کریں۔

فائدہ: کیونکہ اسکا وقوع ایک امر عجیب ہے۔ (اہل عرب سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یوں اتنی تیزی سے اسلام پھیل جائے گا۔) ہر امر عجیب پر سبحان اللہ کہا جاتا ہے اور یہ وقوع بھی بعید از قیاس سمجھا جاتا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ سب کمال اللہ تعالیٰ کا ہے۔ بلکہ وہ اس سے بھی بڑے بڑے کمالات دکھا سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تسبیح اپنی حمد وثناء کے ساتھ بیان کرنے کا حکم دیا۔ **فائدہ:** امام سہیلی فرماتے ہیں کہ وہ تسبیح سب سے اعلیٰ ہوتی ہے جو حمد کے ساتھ ہو۔ ان کا اکٹھا بیان کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا۔ جیسے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

فائدہ: بعض نے اس سے مراد نماز لی ہے کہ شکرانہ کے طور پر نماز ادا کریں۔ اس سے مراد نماز چاشت ہے۔

آگے فرمایا اور اس سے بخشش مانگو۔ یہ کسر نفسی کیلئے ہے یا اپنے اعمال کو کم اور حقوق اللہ کو عظیم سمجھو۔ یا ترک اولیٰ سے کمی کی وجہ سے استغفار کریں۔ نبی کی استغفار ترقی درجات کیلئے اور امتی کی استغفار گناہوں سے معافی کیلئے ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا۔ جس کے گناہ نہ بھی ہوں۔ اسے بھی استغفار پڑھنی چاہئے اسی لئے حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں دن رات میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔

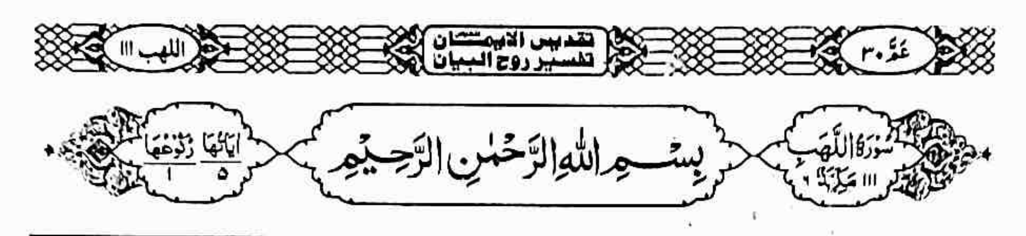
فائدہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی اس سورۃ کے نزول کے وقت بہت روئے۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر فرمایا کہ آپ نے اپنی موت کی ہمیں خبر دیدی۔ تو آپ نے فرمایا۔ واقعی بات ایسی ہی ہے۔ آپ خوب سمجھے۔

فائدہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سورت کا نام التودیع (الوداعی) بتایا ہے۔ یعنی اس کے بعد اور کوئی سورۃ مکمل نازل نہ ہوئی۔

آگے فرمایا۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جیسا معاف کرنے والا کوئی نہیں۔

فائدہ: تفسیر کشاف میں ہے کہ تواب صیغہ مبالغہ کا ہے چونکہ گناہ گار کثرت سے گناہ کرتا ہے۔ لہذا وہ توبہ بھی کثرت سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی ہر توبہ اور سب کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس بناء پر یہاں صیغہ مبالغہ کا لایا گیا ہے۔

اختتام سورۃ: مورخہ ۱۷ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۴ ذوالقعدہ بروز جمعرات



تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِيۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ ① مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ؕ ②

تباہ ہوں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود بھی ہلاک ہو۔ نہ کام آیا اسے اس کا مال اور جو اس نے کمایا۔

(آیت نمبر۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں۔

فائدہ: ابولہب اس کی کنیت تھی۔ اس کا اصل نام عبدالعزا شرکیہ نام تھا۔ اس لئے اس کی کنیت استعمال کی۔ لہب شعلے کو کہا جاتا ہے۔ شعلے کی طرح اس کا چہرا چمکتا تھا۔ اس لئے اسے ابولہب کہا جاتا تھا۔ ورنہ لہب نامی اس کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ لیکن کفر کی وجہ سے آخر میں چہرا سیاہ ہو گیا تھا۔ انتہائی ذلیل ہو کر مرا۔

شانِ نزول: جب حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اپنے قریبیوں کو ڈرائیں تو آپ نے سب خاندان والوں کو بلایا اور انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا۔ اس وقت ابولہب نے یہ بکواس کیا کہ ہلاک ہو تو۔ اس لئے ہمیں بلایا تھا۔ پتھر بھی اٹھایا تا کہ آپ کی طرف پھینکے۔ چونکہ پتھر دونوں ہاتھوں سے اٹھایا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں کی ہلاکت کا بھی ذکر کیا۔ وہ اعلان نبوت کے بعد آپ کا سخت دشمن بن گیا تھا۔ (حضور ﷺ یہ رشتے میں چچا بھی تھا)

آگے فرمایا کہ وہ خود بھی ہلاک ہو گیا۔ **فائدہ**: اس سورت کے بعد ہر ایک نے اس کے جہنمی ہونے کا یقین کر لیا تھا۔ کہ اسے دولت ایمان نصیب نہیں ہو گی۔

(آیت نمبر۲) نہ اسے اس کا مال کام آیا اور نہ اس کی کمائی کام آئی۔ یعنی جب اس پر ہلاکت کا وقت آیا تو اسے کسی چیز نے نہیں بچایا۔ بلکہ اسے بچوں نے گھسیٹ کر یوں دور پھینکا جیسے مردار کتے کو پھینکا جاتا ہے۔

اس کا برا انجام: غزوہ بدر کے ساتویں دن اسے بدن میں پھنسیاں نکلیں تو اس بیماری کو متعدی سمجھ کر گھر والوں نے اسے باہر پھینک دیا کہ یہ بیماری کسی اور کو نہ لگ جائے۔ کئی دن بے یار و مددگار پڑا رہا۔ یہاں تک کہ ہر طرف بدبو پھیل گئی تو کچھ سوڈانیوں کو مزدوری دیکر ایک گڑھے میں ڈالا گیا اور دور سے پتھر پھینک کر اسے بھر دیا گیا۔ اس لئے فرمایا کہ اسے نہ مال کام آیا نہ اولاد جن پر فخر کیا کرتا تھا۔ ع: نہ رب ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے ایسی ذلت ہوئی اس مرنے کے بعد، نہ گور کے رہے، نہ کفن کے رہے۔

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚ ﴿۳﴾ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ ﴿۴﴾

جلد داخل ہوگا آگ شعلے مارنے والی میں۔ اور اس کی بیوی سر پر اٹھاتی لکڑیوں کے گٹھے کو۔

فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۬ ﴿۵﴾

اسی کے گلے میں ہے کھجور کے چھال کی رسی۔

(آیت نمبر۳) عنقریب وہ جہنم کی آگ میں جائیگا جو شعلے مار رہی ہے پہلے دنیا کا عذاب بیان ہو۔ پھر آخرت کے عذاب کی بھی خبر سنا دی۔ یعنی ایمان لانا اس کے نصیب میں نہیں ہے کیونکہ اس کے فسق و فجور اور کفر کی وجہ سے اس کا جہنمی ہونا لازمی ہو چکا تھا۔ یاد رہے۔ نبی کا دشمن کبھی بھی جنت میں نہیں جا سکتا۔

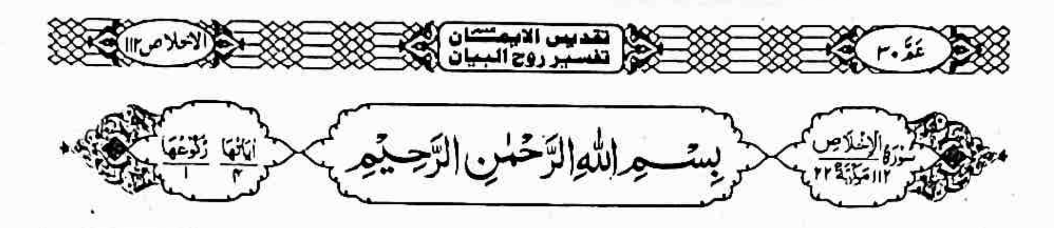
(آیت نمبر۴) اور اس کی بیوی عورا نامی بھی جو ام جمیل کے لقب سے مشہور تھی وہ بھی جہنم میں جائیگی۔ **فائدہ:** یہ بد بخت کانٹے چن کر لاتی اور حضور ﷺ کے راستے میں ڈالتی تھی تا کہ آپ جب رات کو عبادت کیلئے جائیں تو آپ کو راستے میں کانٹے چبھیں یا دامن سے چمٹیں اور آپ کو تکلیف ہو۔

اللہ کی شان: حضور ﷺ جب ان کانٹوں سے گذرتے تو ایسے جیسے پھولوں پر سے گذر رہے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اس کی بیوی لکڑیوں کا گھٹا سر پر اٹھاتی ہے۔ **فائدہ:** قتادہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس کے بخل پر اسے عار دلانے کیلئے یہ کہا گیا کہ وہ کانٹوں کا گٹھا خود اپنے سر پر اٹھا کر لاتی۔ اور دوسری مرض یہ کہ وہ بہت بڑی چغلخور تھی۔ گویا ان گناہوں کا گٹھا بھی اپنے سر پر اٹھائے گی۔

(آیت نمبر۵) اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا ہے۔ **فائدہ:** اس کی عادت تھی کہ وہ کانٹے دار ٹہنیاں اکٹھی کر کے رسی سے باندھتی اور اپنے سر پر رکھ کر گھر میں لاتی اور مسلمانوں کے راستے میں بکھیر دیتی تا کہ انہیں آتے جاتے کانٹے چبھیں۔ وہی رسی اس کے گلے کا پھندا بن گئی۔ ایک رات جب وہ گٹھا سر پر اٹھائے گھر کی طرف آ رہی تھی۔ تھک کر وہ ایک جگہ بیٹھ گئی۔ سر پر رکھی ہو لکڑیوں کے گٹھے سے بندھی ہوئی رسی گلے میں آ گئی۔ رسی کے پھندے سے وہ مر گئی۔

حضور ﷺ کا معجزہ: جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی نے غضبناک ہو کر بھائی ابوسفیان سے کہا کہ تمہیں غیرت نہیں آئی کہ مجھے محمد نے گالیاں دیں تو اس نے کہا۔ میں ابھی جا کر انہیں قتل کرتا ہوں۔ تلوار لیکر گیا اور جلد واپس آ گیا۔ اس نے پوچھا کیا قتل کر آئے تو اس نے کہا۔ بہن تو مجھے مارنا چاہتی ہے۔ وہاں میں نے دیکھا ایک بہت بڑا اژدھا منہ کھولے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں ذرا بھی اور آگے جاتا تو وہ مجھے لقمہ بنا لیتا۔ بعد میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔

اختتام سورۃ: مورخہ ۱۷ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق ذی قعدہ ۱۴۳۸ء بروز جمعرات



قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ① اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ② لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ ③

فرمادیں وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی اولاد اور نہ وہ پیدا ہوا۔

(آیت نمبر۱) محبوب فرمادو۔ وہ اللہ ایک ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ بے شک وہ اکیلا ہے۔

شانِ نزول : مشرکین نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ہمیں اپنے معبود کی صفات بتائیں۔ جس کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ کیسا ہے تو فرمایا وہ اکیلا ہے۔ نہ اس کا بیٹا نہ اس کا باپ۔ نہ اس کا کوئی شریک نہ اس کے کوئی برابر ہے۔ احد وہی ہوتا ہے۔ جس کا کوئی شریک نہ ہو ذات میں بھی وہ اکیلا ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں وہ اکیلا ہی ہے۔

(آیت نمبر۲) اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے یعنی اسے کسی کی حاجت نہیں اور وہ سب کا حاجت روا ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کل کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا صمد کہلوانے کا حق اور کسی کو نہیں۔ لہٰذا جو صمد ہوگا وہی الوہیت کا مستحق ہوگا۔ **فائدہ**: اللمعہ میں ہے کہ اللہ الصمد کا ورد کرنے والا کبھی بھوک کا درد نہیں دیکھے گا۔

(آیت نمبر۳) نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ یعنی اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا چونکہ اس کا کوئی ہم جنس نہیں۔ کوئی ہم جنس ہو تو بیوی ہوگی۔ پھر اس سے بچے پیدا ہوں گے یا یہ کہ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اولاد کی ضرورت تب ہوتی ہے کہ جب اسے کسی وقت مدد کی ضرورت ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ان تمام ضرورتوں حاجتوں سے پاک ہے۔ اور کسی کی مدد چاہنے سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اس لئے کہ مولود کیلئے ضروری ہے کہ وہ والد کا ہم مثل ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی رشتہ ثابت سب سے بڑا جرم ہے۔ وہ ہر لحاظ سے اکیلا ہے۔

فائدہ : ابو اللیث سمرقندی نے فرمایا۔ اسکی اولاد نہیں کہ جو اس کی وارث ہو اور اس کا کوئی والد نہیں کہ وہ اس کا وارث ہو۔ ان تمام معاملات سے اللہ تعالیٰ بری ہے۔ باپ یا اولاد نہ ہونا بندے کے لئے عار ہے، اور اللہ تعالیٰ کیلئے اس کی صفت خاصہ ہے۔ کہ نہ اس کے بیٹے بیٹیاں، نہ اس کا مائی باپ اس کی صفت ہی یہ ہے کہ وہ اکیلا ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ ﴿۴﴾

اور نہ ہے اس کے برابر کوئی ایک۔

(آیت نمبر ۴) اور کوئی ایک بھی اس کے برابر کا نہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات سے کفو کی نفی کی گئی ہے کہ نہ اس کا کوئی کفو ہے۔ نہ ہم شکل۔ نہ کوئی مثل بلکہ وہ تمام اکفاء کا وہ خالق ہے۔

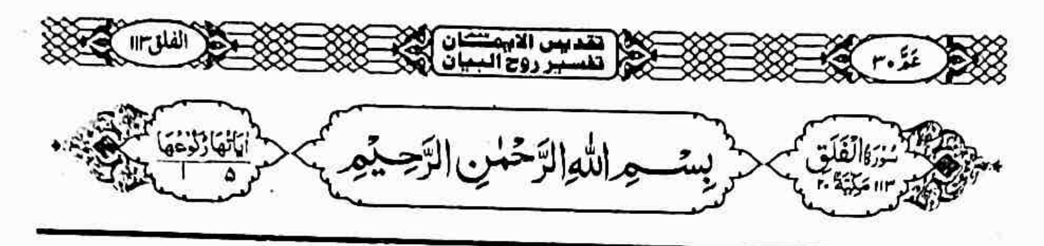
فائدہ: کاشفی فرماتے ہیں۔ اس میں مجوس اور مشرکین کا رد کیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کفو ممکن ہے۔ چونکہ مشرکین اور کفار کے عقائد ان کے اپنے گھڑنتو ہیں۔ جو مغز میں آیا۔ اسی کو عقیدہ بنالیا۔

فائدہ: یاد رہے یہ سورت انتہائی چھوٹی ہونے کے باوجود تمام معارف الٰہیہ پر مشتمل ہے اور اس میں ملحدوں (اور دھریوں) کا رد ہے۔ سورۂ اخلاص تیسرے حصے قرآن کے برابر ہے۔ چنانچہ ایک **حدیث شریف** میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کوئی اتنا ہی عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں پورا قرآن ختم کر لے۔ عرض کی گئی اس کی طاقت کس کو ہے۔ فرمایا "قل ھو اللہ احد" (الی آخر) تین بار پڑھ لو۔ تو یہ پورے قرآن کے برابر ہے۔ مولی علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جو آدمی نماز فجر کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ "قل ھو اللہ احد" پڑھ لے۔ اس دن گناہوں اور شیطان سے بچا رہے گا۔ خواہ شیطان کتنی ہی کوشش کر لے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے ایک شخص کو اس سورۃ کا ورد کرتے سنا تو فرمایا واجب ہوگئی۔ پوچھا گیا کیا واجب ہوئی تو فرمایا۔ اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ (تفسیر قرطبی)

سورۂ اخلاص سے افلاس ختم ہوگیا: سہیل بن سعد فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص نے فقر وفاقہ کی شکایت کی تو فرمایا جب گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام دو۔ اگر کوئی نہ ہو اپنے آپ کو سلام کہو۔ پھر ایک بار "قل ھو اللہ احد" والی سورۃ پڑھ لو تو جب اس نے اس پر عمل کیا تو اس پر اس قدر فراوانی رزق کی ہوئی کہ وہ ہمسائیوں پر بھی خرچ کرتا تھا۔ اس سورۃ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ ہر آسمان کے فرشتے اس سورت کے اترتے وقت حیران تھے۔

اختتام سورۃ: ۱۸ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق ۲۵ ذوالقعدہ بروز جمعہ



قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ ﴿۲﴾

فرمادو میں پناہ لیتا ہوں صبح پیدا کرنے والے رب کی۔ ساری مخلوق کے شر سے۔

(آیت نمبر۱) اے محبوب فرمادیں۔ میں اس رب کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جو صبح کی روشنی نکالنے والا ہے۔ پردے ہٹ جانے کو فلق کہتے ہیں۔ اس معنی سے فلق بھی خلق ہی ہے۔ اس لئے کہ تمام ممکنات ظلمہ عدم کے تحت چھپے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام اندھیروں کو نور تکوین وایجاد سے روشن کیا اور مخلوق ظاہر ہوگئی۔ عیاذ کا معنی پناہ مانگنا۔ چونکہ پناہ مانگنے والے سے رب کریم کا وعدہ ہے کہ وہ پناہ مانگنے والے کو پناہ دیتا ہے اور جس سے پناہ مانگتا ہے۔ رب کریم اس سے نجات دیتا ہے اور اس کی امید کو تقویت ملتی ہے۔

حکایت: یوسف علیہ السلام کنویں میں گرے تو گھٹنے پر چوٹ آ گئی۔ صبح کے وقت جبریل امین خیریت پوچھنے آئے۔ تو کہا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تا کہ شفاء ملے۔ عرض کی۔ آپ دعا کریں۔ میں آمین کہوں گا۔ جب دعا کی تو اس سے اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرمادی۔ پھر ایک وقت جبریل امین تشریف لائے تو فرمایا اب میں دعا کرتا ہوں آپ امین کہیں تو جناب یوسف علیہ السلام نے عرض کی۔ یا اللہ جو بھی کسی درد میں مبتلا ہے۔ سب کے درد ختم فرمادے۔

(آیت نمبر۲) ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔ یعنی ان کی ایذاؤں اور تکالیف سے۔ خواہ وہ جن وانس ہیں یا درندے یا کیڑے مکوڑے ہیں۔

فائدہ: اس میں تمام شر اور تکلیف دینے والی چیزوں کا ذکر آ گیا ہے۔ خواہ بدنی تکالیف ہوں یا روحی وغیرہ۔

معتزلہ کا عقیدہ: معتزلہ کہتے ہیں کہ شر کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا ناجائز ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ شر کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ ان کا یہ عقیدہ بالکل باطل ہے اور نص قرآنی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ تو "خالق کل شیء" ہے۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ خیر اللہ تعالیٰ کے فضل سے آتی ہے۔ اور شر بندے کے عمل سے آتا ہے۔

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ﴿۴﴾

اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب ڈوبے۔ اور ان عورتوں کے شر سے جو پھونکتی ہیں گرہوں میں۔

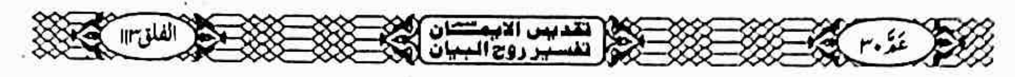
(آیت نمبر۳) اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔ اب پھر شر کو خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ اس لئے کہ اس سے بار بار پناہ مانگنے کی سخت ضرورت ہے کیونکہ شر اس دنیا میں زیادہ ہے۔ اس لئے استعاذہ کی ضرورت بھی زیادہ ہے۔ جب بندہ رب تعالیٰ سے سوال کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے شر سے بچا لیتا ہے۔

فائدہ: خصوصا رات کے وقت شفق غائب ہونے کے بعد۔ مراد یہ ہے کہ جب رات کو اندھیرا ہر طرف پھیل جائے۔ اس وقت میں شر بہت زیادہ پھیل جاتا ہے اور اس وقت فریادی فریاد رس کوئی نہیں ملتا۔ (سوائے اللہ کے) دن کے وقت تو کئی فریاد پوری کرنے والے مل جاتے ہیں۔ اسی لئے **حدیث شریف** میں حضور ﷺ نے رات کے پہلے پہر میں سفر سے روکا ہے اور برتنوں کو ڈھانپنے اور دروازوں کو بند کرنے اور مشکیزوں کا منہ بند کرنے کا حکم دیا۔ اور بچوں کا گھر سے باہر نکلنا اچھا نہیں۔ کہ جن بھوت انہیں خراب کریں گے۔

(آیت نمبر۴) اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکیں مارتی ہیں۔ یعنی وہ جادوگر عورتیں جو دھاگوں میں گرہیں لگا کر ان پر پھونکتی ہیں۔ لبید نامی یہودی نے حضور ﷺ پر جادو کیا۔ اور اس کی بیٹیوں نے دھاگے پر گانٹھیں ماریں۔ جس کی وجہ سے حضور ﷺ چھ ماہ تک اسی تکلیف میں بیمار رہے۔

اللہ کی مدد: سے جبریل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ لبید یہودی نے آپ پر جادو کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو سورتیں معوذتین دے کر بھیجیں کہ جو بھی ان سورتوں کو پڑھے گا۔ اس پر جادو نہیں ہوگا اور جادو وغیرہ سب ختم ہو جائیگا۔ نیز بتایا کہ لبید اور اس کی بیٹیوں نے مل کر جادو کیا اور ذروان کے کنویں میں پتھر کے نیچے اس کنگھے اور دھاگے کو داب دیا تو حضور نے حضرت علی اور زبیر اور عمار رضی اللہ عنہم کو اس کنویں پر بھیج کر وہ جادو نکلوایا۔ پھر حضور ﷺ جوں جوں معوذتین کی آیات پڑھتے جاتے گرہیں کھلتی جاتیں تو توں توں آرام بھی آتا جاتا۔ آخری آیت پر بالکل آپ کلی طور پر شفایاب ہو گئے۔ جادوگر کو معاف فرما دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اجازت ہو تو اس خبیث کو قتل کر دیں تو فرمایا۔ مجھے اللہ نے صحت دیدی۔ اب میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے شر پھیلے۔

رحمت عالم: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اپنی ذات کیلئے کسی پر ناراض نہیں ہوئے اگر ناراض ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے حقوق میں رخنہ اندازی کرنے والوں پر ناراض ہوتے۔



وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

اور حسد کرنے والے کے شر سے جب حسد کرے۔

(بقیہ آیت نمبر۴) **سوال**: یہ کیسے تسلیم ہو کہ کسی نے حضور ﷺ پر جادو کیا اور آپ بیمار رہے یہ تو نص قرآنی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ یہ نبوت میں قدح لازم آتا ہے۔ دوسرا یہ کہ کفار کا دعویٰ سچا ثابت ہوگا کہ وہ کہتے تھے کہ آپ مسحور ہیں؟

جواب: اس میں شک نہیں۔ حضور ﷺ پر جادو ہوا۔ آپ کو اس سے تکلیف پہنچی۔ لیکن اس سے نبوت پر اثر نہیں پڑا بلکہ یہ اثر آپ کے بدن مبارک پر پڑا۔ من حیث البشر باقی انسانوں کی طرح آپ کے جسم پر تکالیف آئی ہیں۔ بیماری، دکھ، تکلیف حتی کہ زہر کا اثر ہوا۔ احد کی لڑائی میں دانت مبارک شہید ہوا۔ البتہ کفار نے جو مسحور کہا۔ وہ بمعنی مجنون کہا ہے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ جسم مبارک میں جب بھی کوئی تکلیف محسوس فرماتے تو آپ آخری تینوں سورتیں پڑھ کر ہتھیلی پر دم فرماتے۔ پھر تکلیف والی جگہ پر ہتھیلی پھیر دیتے تھے۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

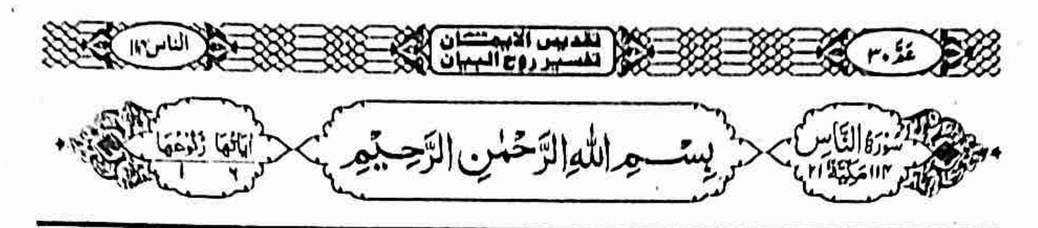
(آیت نمبر۵) اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہنا چاہئے۔

نکتہ: اس سے معلوم ہوا۔ حسد کا نقصان خود حاسد کو گھیر لیتا ہے۔ اور حاسد کو ہی ہوتا ہے۔

فائدہ: سب سے پہلے قابیل نے ہابیل سے حسد کیا۔ اور اسی وجہ سے اس نے بھائی کو قتل کیا۔

فائدہ: کسی دوسرے میں خیر و بھلائی دیکھ کر افسوس کرنا (یا جلنا) ہی حسد ہے اور یہ تمنا کرنا کہ اس سے نعمت چھن جائے یہ سخت منع ہے۔ البتہ رشک کرنا جائز ہے۔ اسے عربی میں غبطہ کہتے ہیں یعنی یہ کہنا کہ اے اللہ ایسی چیز مجھے عطا فرما۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ مومن رشک کرتا ہے منافق حسد کرتا ہے۔ (احیاء العلوم)۔ **حدیث شریف**: حسد نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو (ابوداؤد)۔ سب سے پہلے حسد شیطان نے آدم علیہ السلام پر کیا۔ اسی لئے جنت سے نکال دیا گیا اور ہمیشہ کیلئے مردود ہو گیا۔ **نکتہ**: حسین بن فضیل فرماتے ہیں۔ سورۃ کی ابتداء شر سے اور خاتمہ حسد پر ہوا معلوم ہوا۔ کہ سب شروں سے بڑا شر حسد ہے۔ کہ یہ بہت خبیث شیء ہے۔

اختتام سورۃ: ۱۸ اگست ۲۰۱۷ء بروز جمعہ



قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ① مَلِكِ النَّاسِ ② اِلٰهِ النَّاسِ ③

فرمادو میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کے ساتھ۔ جو بادشاہ ہے لوگوں کا۔ معبود ہے لوگوں کا۔

(آیت نمبرا) اے محبوب فرمادو۔ میں تمام لوگوں کے رب کی پناہ میں آ گیا۔

فائدہ: قاشانی فرماتے ہیں کہ رَبِّ النَّاسِ سے ذات مع جمیع صفات مراد ہے کیونکہ انسان وہ مخلوق ہے۔ جس میں وجود کے تمام مراتب پائے جاتے ہیں اس لئے کہ اس کا رب بھی جامع جمیع صفات ہے۔

فائدہ: ناس کا معنی بھولنے والا بھی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسان بھولنے والا ہے۔ اگر انسان نے اسے نہ بھلایا ہوتا تو اس کی طرف لوٹنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہوتا ہے۔ اس میں ازلی میثاق کو بھولنے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ دنیا میں آنے کے بعد وہ اس وعدے کو بھول گیا۔ جو اپنے رب کے ساتھ وعدہ کر کے آیا تھا۔

(آیت نمبر۲) جو سب لوگوں کا بادشاہ ہے۔ اس میں بتایا گیا کہ وہ دوسرے مالکوں کی طرح نہیں۔ بلکہ اس کے ہاتھ میں ملک کامل ہے۔ اس کا تصرف اور قبضہ سب پر ہے۔ وہ جمیع وجوہ سے سب کا مالک ہے۔ اس لئے وہ بادشاہ بھی ہے اور تمام لوگوں کا خدا بھی ہے۔ اگر کسی بادشاہ کی پوجا ہو سکتی ہے تو وہ بادشاہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

مَلِک اور مالک میں فرق: مالک پر ملک کو ترجیح حاصل ہے۔ اس طرح کہ وہ مالک العبد ہے اس میں وہ مطلق تصرف رکھتا ہے۔ بخلاف ملک کے کہ وہ جبراً وقہراً اور سیاستہً سب پر ملکیت رکھتا ہے۔ کوئی اس کے آگے چوں چرا نہیں کر سکتا۔

(آیت نمبر۳) جو لوگوں کا معبود ہے۔ اس میں اب مزید وضاحت ہے کہ اس کی ملکیت محض دنیوی بادشاہوں کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ اس کی ملکیت معبودیت کے طریق سے ہے جو الوہیت کے تقاضے سے ہے۔ جسے ان میں تصرف کلی پر قدرت کاملہ حاصل ہے۔ یعنی مار بھی سکتا ہے۔ وجود میں بھی لا سکتا ہے۔ معدوم بھی کر سکتا ہے۔



مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ ④ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ ⑤

برے خطرے ڈالنے والے کے شر سے جو دبک رہے۔ جو وسوسے ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں۔

(آیت نمبر۴) اس کے شر سے جو خناس برے وسوسے ڈالتا ہے۔

فائدہ: یہاں وسواس سے مراد شیطان ہے جو لوگوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے۔

وسوسہ: ایک مخفی کلام ہوتی ہے۔ جسے دل بغیر آواز کے سمجھ جاتا ہے۔ جو انسان کو گناہ کی طرف آمادہ کرتا ہے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ بندہ فوراً اعوذ باللہ پڑھ لے۔ اس سے شیطان دفعہ ہو جاتا ہے۔ استعاذہ گویا اس کی سرکوبی ہے۔ شیطان کو بھگانے کا یہ سب سے بہترین نسخہ ہے۔

شیطانی وسوسے کئی قسم ہیں۔ یعنی وہ چھوٹے سے چھوٹے گناہوں سے لیکر بڑے سے بڑے گناہوں تک وسوسے ڈالتا ہے: (۱) کفر و شرک۔ (۲) بدعات سیئہ۔ (۳) کبیرہ گناہ۔ (۴) صغیرہ گناہ۔ (۵) مباح۔ (۶) اور فضولیات۔ پہلے وہ مباحات میں لگاتا ہے۔ پھر فضولیات آہستہ آہستہ وہ کبیرہ گناہوں تک لے جاتا ہے۔ لہذا بندے کو چاہئے۔ کہ چھوٹے گناہوں سے ہی پرہیز کرلے تا کہ گناہوں تک نوبت ہی نہ آئے۔

وسوسہ کی اصل دس چیزیں ہیں: (۱) لالچ۔ (۲) لمبی امید۔ (۳) شہوات۔ (۴) حسد۔ (۵) بلاء۔ (۶) کبر۔ (۷) اہل ایمان کو حقیر جاننا۔ (۸) دنیا کی محبت۔ (۹) مرتبے کی خواہش۔ (۱۰) بخل۔ الخناس سے مراد ہے دل میں خطرناک وسوسے ڈالنے والا۔

شیطان کے وسوسے ڈالنے کا طریقہ: ایک اللہ والے نے عرض کی یا اللہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ شیطان وسوسے کیسے ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دکھایا کہ وہ بلور کی شکل میں انسان کے دو کندھوں کے درمیان بیٹھا ہے۔ اس کی شکل خنزیر کی طرح ہے اور ہاتھی کی طرح سونڈ ہے۔ دل کے بالمقابل بیٹھا ہے اور اپنی سونڈ دل تک لے جاتا ہے۔ اگر بندہ ذکر الٰہی کر رہا ہو تو وہ سونڈھ پیچھے کھینچ لیتا ہے کیونکہ اسے ذکر الٰہی کا نور نظر آجاتا ہے۔ ورنہ گناہوں سے بھرا ہو ٹیکہ اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔

(آیت نمبر۵) وہ شیطان خناس جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ یعنی وہ یاد الٰہی سے غافل ہوتے ہیں۔ تو وہ اپنا کام کر دیتا ہے۔ لہذا ہر وقت بندہ یاد الٰہی میں رہے تا کہ اس کے شر سے بچ جائے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ صرف انسانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ جنوں میں نہیں۔ (آکام المرجان)۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶

جنوں اور انسانوں سے۔

(آیت نمبر ۶) وہ وسوسے ڈالنے والے جنوں سے بھی ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔ جنوں میں سے تو شیطان ہیں اور انسانوں میں سے بھی شیطان ہیں جو لوگوں کو غلط عقائد اور نظریات کا درس دیتے ہیں اور برے اعمال کی ترغیب دیتے ہیں اور ظاہراً وہ بڑے مشفق و مہربان اور بڑے خیر خواہ نظر آتے ہیں۔ اندر سے پورے بے ایمان ہوتے ہیں۔

الحمد للہ پارہ ۲۱ تا ۳۰ کا ترجمہ: ۶ اگست تا ۳۱ اگست ۲۰۱۷ء یعنی چوبیس دنوں میں مکمل کیا۔ اسی دن سے پاروں کی تفسیر شروع کی۔

آخری دونوں سورتوں کی فضیلت:

حضور ﷺ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ آج چند ایسی آیات مجھ پر نازل ہوئیں کہ ایسی پہلے نہیں دیکھی گئی۔ وہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہیں۔

فائدہ: ان دونوں سورتوں کی ہر آیت تعویز ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کا جزء ہیں۔ بعض لوگوں کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کہنا کہ یہ قرآن کا جزء نہیں۔ اس مذکورہ حدیث سے اس بات کا رد ثابت ہو گیا۔ عین المعانی میں ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کا جزء ہیں۔

فائدہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ تو مانتے تھے کہ یہ دونوں سورتیں حضور ﷺ پر نازل ہوئیں لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ تعویذ کیلئے آئی ہیں۔ یہ ان کی اپنی سوچ تھی۔ انہوں نے حضور ﷺ سے یہ بات نہیں سنی تھی۔

فائدہ: نیز حضور ﷺ حضرت زید بن ثابت والے مصحف کے مطابق ہمیشہ تلاوت فرماتے تھے اور اس مصحف میں یہ دونوں سورتیں موجود ہیں۔ بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے مقابلے میں ایک صحابی کا اجتہاد قابل قبول نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب

چند ضروری باتیں:

۱۔ قرآن پاک تلاوت کرنے والا جب "قل ھو اللہ احد" پر پہنچے تو اسے تین بار پڑھے تاکہ مکمل قرآن پڑھنے کا ثواب بھی مل جائے۔

حال المرتحل: اس سے مراد یہ ہے کہ تلاوت کر کے ختم کرنے والا والناس کے بجائے پھر سورہ بقرہ کی المفلحون تک تلاوت کر کے ختم کرے۔ تمام مسلمانوں کا شروع سے آج تک یہی معمول ہے۔ اور یہ سنت ہے۔ (رواہ احمد)

دعا مانگنا: تلاوت کے بعد تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ختم قرآن کے بعد دعا کی جائے۔ وہ دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے جو بندہ قرآن مجید کے ختم کی مجلس و محفل میں حاضر ہوتا ہے۔ وہ گویا اس مال غنیمت میں حاضر ہوتا ہے۔ جو مجاہدین فی سبیل اللہ میں تقسیم ہوتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر ختم قرآن پر دعا مستجاب ہوتی ہے۔

۲۔ جب بندہ ختم قرآن کرتا ہے تو فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔

۳۔ جو مسلمان ختم قرآن کے وقت اپنی بخشش میں شک کرتا ہے اس کی بخشش نہیں ہوتی۔

۴۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور سلف وصالحین نے ختم قرآن کے وقت دعا کے استحباب پر نص فرمائی ہے۔

دعا کا طریقہ یہ ہے دعا کے وقت قبلہ رخ ہو اور ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگے۔ خشوع خضوع کے ساتھ جو چاہے مانگے اور پھر قبولیت کا یقین کرے۔

دعا سادہ الفاظ سے:

مقفع مسجع الفاظ نہ بنائے۔ نہ شعروں کی شکل میں۔ ایسی باتوں سے دعا کے وقت اجتناب کرے۔ عربی الفاظ سے دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اپنی زبان میں بھی دعا مانگنا جائز ہے۔

دعا میں ابتداء:

اللہ تعالیٰ کی تعریف سے کرے پھر حضور ﷺ پر درود شریف پڑھے۔ فارغ ہو کر دونوں ہاتھ منہ پر پھیر دے۔

فضل ربانی ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے تفسیر مکمل ہوگئی

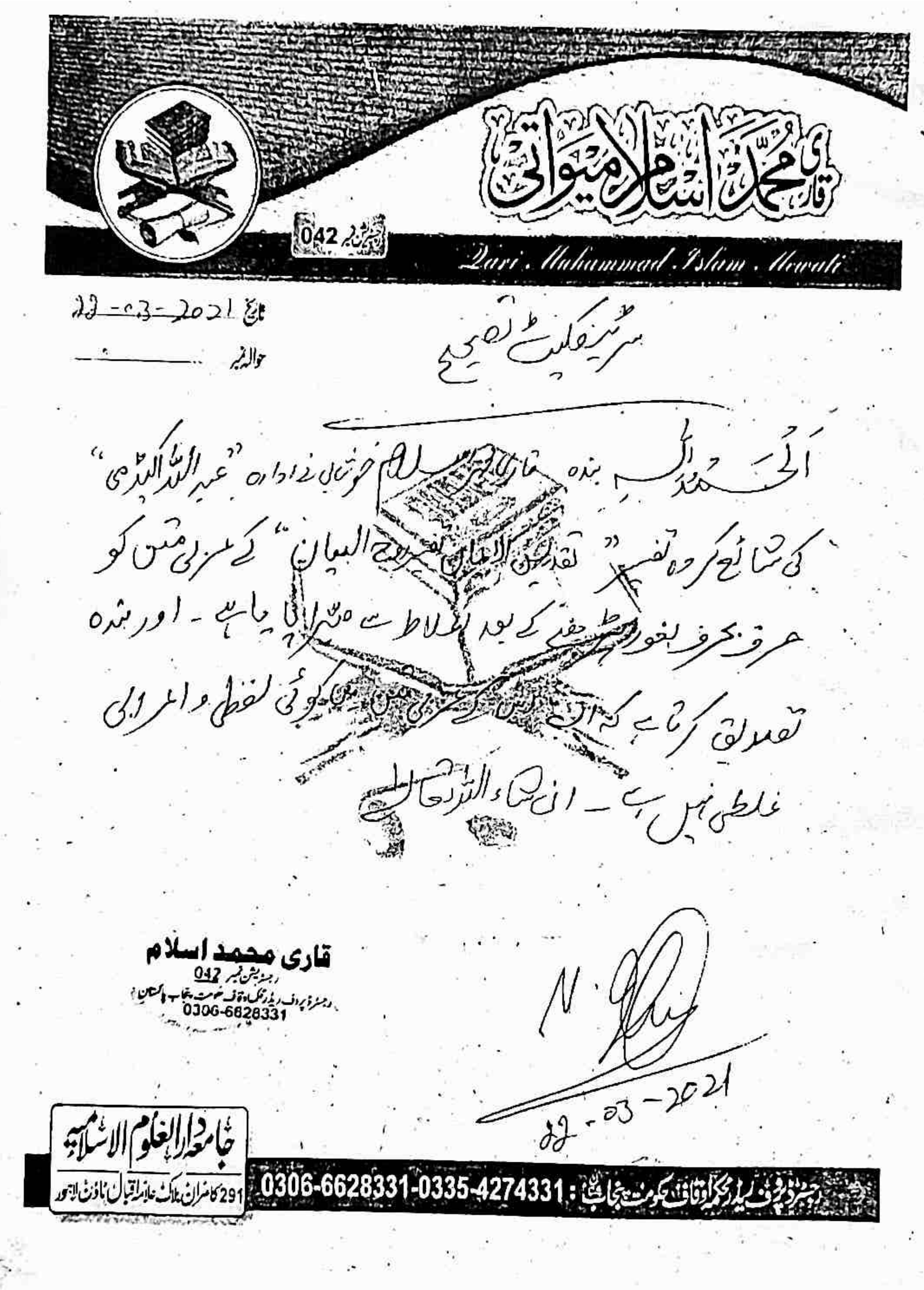
لاکھ بار میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں۔ میں ۱۸ مئی ۱۹۹۰ء کو پہلی مرتبہ پاکستان سے وزٹ ویزا پر انگلینڈ میں آ گیا اور غالبًا اکتوبر ۱۹۹۱ء میں عمرہ شریف کی ادائیگی کیلئے گیا اور حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کیلئے جانا ہوا تو مکہ شریف سے کافی کتابیں خریدیں۔ ان میں تفسیر روح البیان اور روح المعانی دونوں تھیں۔ اس وقت میں ہیمل ہمٹیڈ میں امام تھا۔ تو روزانہ بعد نماز ظہر درس شروع کیا۔ پہلا درس ۳ دسمبر ۱۹۹۱ء کو دیا۔ پھر ناغہ نہیں کیا۔ پھر نیو کاسل اس کے بعد آکسفورڈ ایک سال ناروے مرکز جماعت اہل سنت میں العرض جہاں جہاں امامت رہی درس تفسیر روح البیان باقاعدہ جاری رہا۔ سوائے ان ایام کہ حج یا عمرہ کیلئے جانا ہوا۔ یا پاکستان جانا ہوا تو درس نہیں ہوا۔ ورنہ ہمیشہ اس جاری رہا۔ البتہ ۲۰۰۶ء سے ۲۰۱۳ء تک رمضان شریف میں اس کے درس کو روک کر مکمل قران مجید با ترجمہ ہوتا رہا لیکن اب مکمل تو نہیں۔ البتہ کوئی ایک پارہ رمضان شریف میں باترجمہ دوستوں کو سنا دیتا ہوں۔ بہر حال سن ۹۱ سے چلا ہوا درس ابھی جاری تھا کہ ۲۰۱۵ء سے اسے لکھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور روح البیان کا ترجمہ لکھنا شروع کر دیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ یہ تحریری ترجمہ مورخہ ۱۸ اگست ۲۰۱۷ء بمطابق پانچ ذوالحج کو ان شاء اللہ تفسیر روح البیان ختم ہو جائیگی۔ اور اس موقع پر دوستوں خصوصا مسجد کمیٹی نے سپیشل دعا کا اہتمام فرمایا ہے۔

دوستان محترمین:

اس مین میرا کوئی کمال نہیں۔ یہ محض فضل ربانی ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے تفسیر تقریرا بھی اور تحریرا بھی مکمل ہو گئی۔ یہ اس کریم کی کرمنوازی ہے کہ مجھ جیسے نکمے اور بے کار انسان سے اتنا بڑا کام لے لیا۔

نوٹ: یہ بات بھی جان لیں کہ یہ تفسیر روح البیان کا مکمل ترجمہ نہیں ہے۔ میں نے اسے مختصر کا نام دیا ہے کہ یہ مختصر تفسیر روح البیان ہے۔ اس لئے کہ پوری تفسیر فیوض الرحمٰن اردو میں آ گئی ہے۔ لیکن آج کل لوگ بہت لمبی تفسیروں کو کم پڑھتے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ سیٹ مختصر بنا کر پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اسے فیض عام نصیب فرمائے۔

الحمد للہ جلد دہم ختم ہوئی



قاری محمد اسلام میواتی

رجسٹریشن نمبر 042

Qari . Muhammad . Islam . Mewati

تاریخ 22-03-2021

حوالہ نمبر ....

سرٹیفکیٹ تصحیح

الحمد للہ بندہ قاری محمد اسلام خوشتابی نے ادارہ "عبید اللہ اکیڈمی" کی شائع کردہ تفسیر "تقدیس الایمان تفسیر روح البیان" کے عربی متن کو حرف بحرف بغور مطالعہ کرنے کے بعد اغلاط سے مبرا پایا ہے۔ اور بندہ تصدیق کرتا ہے کہ اس تفسیر کے عربی متن میں کوئی لفظی و اعرابی غلطی نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

قاری محمد اسلام
رجسٹریشن نمبر 042
رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف حکومت پنجاب پاکستان
0306-6628331

22-03-2021

یادداشت